جلد دوم

إن من البيان لسحرا
(الحديث)

جدید ترتیب شدہ ایڈیشن

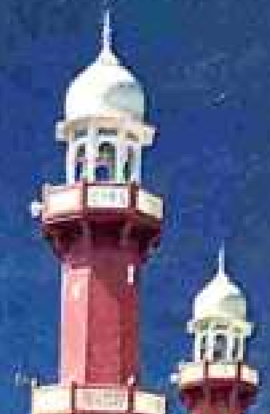
بزمِ شامزئی

کی تقریریں

بیاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحمہ اللہ

یہ کتاب بنوری ٹاؤن میں بزم شامزئی کے تحت جمع کی گئی طلبہ کی تقاریر کا مجموعہ ہے جو کہ ایک سو آٹھ عنوانات پر مشتمل ہے جس میں مدارس اور اسکول و کالج کے طلبہ کی رہنمائی کی بھرپور کوشش کی گئی ہے



پسند فرمودہ
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب

مرتب
سید محمد رفیق آغا شاہ زئی

مکتبہ امام محمد
سلام کتب مارکیٹ دکان نمبر ۳ بنوری ٹاؤن کراچی
03002714245 - 03453952881

إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا

جدید تصحیح شدہ ایڈیشن

بزم شامزئی کی تقریریں

جلد دوم

—— ◇◇◇ ——

بیاد

شیخ الحدیث فقیہ العصر

حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحمہ اللہ

یہ کتاب بنوری ٹاؤن میں بزم شامزئی کے تحت جمع کی گئی طلباء کی تقاریر کا مجموعہ ہے جو کہ ایک سو آٹھ عنوانات پر مشتمل ہے جس میں طلباء کی رہنمائی کی بھرپور کوشش کی گئی ہے

پسند فرمودہ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہم العالی

رئیس و شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

—— ◇◇◇ ——

مرتب

سید محمد رفیق آغا شاہ منزی

ناشر

مکتبہ امام محمد
0334-3455955,0300-2714245

نام کتاب: بزم شامزئی کی تقریریں جلد دوم
مرتب: سید محمد رفیق آغا (فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی)
تعداد: 1100
ایڈیشن: ہشتم ١٤٣٨ھ/2017ء
ناشر: مکتبہ امام محمد سلام کتب مارکیٹ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
0334-3455955,0300-2714245

ملنے کے پتے

مکتبۃ الحرم۔ سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی — ادارۃ النور: بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ اسلامیہ: سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی — مکتبہ رشیدیہ: راولپنڈی
مکتبۃ الخلیج: سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی — مکتبہ رشیدیہ: کوئٹہ
مکتبہ لدھیانوی: سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی — ندوۃ العلم
اسلامی کتب خانہ: بنوری ٹاؤن کراچی — مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی کراچی
ادارۃ المعارف، احاطہ دار العلوم کراچی — کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، کراچی
اسلامی کتب خانہ: قصہ خوانی بازار پشاور

نوٹ: ہم نے اس کتاب میں غلطی نہ ہونے کی حتی الامکان کوشش کی ہے لیکن پھر بھی بشری تقاضہ کے پیش نظر اگر کوئی غلطی سامنے آئے تو ضرور آگاہ فرمائیں۔
جزاک اللہ خیرا

انتساب

ہم اپنی اس حقیر کاوش کی نسبت

شہداءِ بنوری ٹاؤن کے نام کرتے

ہیں کہ جنہوں نے گلشنِ بنوریؒ کو

اپنے مقدس خون سے سیراب کیا

؎ وہ لوگ جنہوں نے خون دے کر پھولوں کو رنگت بخشی ہے

دو چار سے دنیا واقف ہے گمنام نجانے کتنے ہیں

فہرست مضامین

پیش لفظ

الحمد لله وحده والصلوٰة والسلام علي من لانبي بعده. اما بعد!

جیسا کہ قارئینِ کرام کے علم میں ہے کہ کچھ عرصہ قبل ایک سو آٹھ (۱۰۸) تقاریر پر مشتمل کتاب ''بزمِ شامزئی کی تقریریں'' کی پہلی جلد منظرِ عام پر آکر بے پناہ مقبولیت حاصل کرچکی ہے۔ جس سے ہمیں کافی حوصلہ ملا۔ اسی حوصلے کا پرتو ہے کہ ہمیں دوسری جلد پر کام کرنے کی ہمت ہوئی جو کہ پایۂ تکمیل تک پہنچ کر الحمدللہ آپ کے ہاتھوں میں ہے جو ایک سو تیئس (۱۲۳) علمی، تحقیقی اور جدید تقاضوں سے ہم آہنگ تقاریر پر مشتمل ہے۔

ہم ان جملہ معاونین کے شکرگزار ہیں جن کی انتھک کاوشوں سے یہ کتاب آپ تک پہنچی۔

آخر میں ہم وہی کہیں گے جو استاذ الحدیث حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی دامت برکاتہم العالیہ نے ''بزمِ شامزئی کی تقریریں'' کی پہلی جلد کے بابت فرمایا تھا:

تمتع من شميم عرار نجد

فما بعد العشية من عرار

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مقبولیتِ کاملہ عطا فرما کر ذریعۂ نجات بنائیں۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

محمد رفیق آغا، حفیظ الرحمٰن چترالی

معاون: خلیل احمد یوسف زئی

جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

عظمت قرآن

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم . امابعد! فقد قال الله تبارک وتعالیٰ فی القرآن المجید اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ . . الخ" صدق الله مولٰنا العظیم.

ابھی میں طفل مکتب ہوں، مگر بول بڑے بول رہا ہوں
تعریف قرآن پہ زبان کھول رہا ہوں

قابل صد احترام دوستو اور ساتھیو! ابتداء آفرینش سے لے کر کاروانِ انسانیت کے سب سے آخری پیغمبر ﷺ کی بعثت تک خلاقِ عالم کا یہ دستور رہا ہے کہ ہر قوم کی اصلاح وترتیب کیلئے ایک نبی اور رسول بھیجتے رہے تا کہ وہ نبی ﷺ رب کریم کا خلیفہ ارضی بن کر اپنی قوم کو ضلالت وگمراہی کے دلدل سے نکال کر کتاب ہدایت کے پلیٹ فارم پر جمع کر دے اور عقائد واحکام سمجھا کر قلب انسانی کو عرفان الٰہی کی مقدس روشنی سے منور کر دے چنانچہ محبوب کبریا، تاجدار مدینہ ﷺ پر لاریب قرآن کا نزول ہوا جس کی عظمت کا چرچا کرۂ ارض پر بسنے والے نوع انسانیت میں ہی نہیں بلکہ پہاڑوں کے جلال میں، سورج کی کرنوں میں، پھولوں کی چہک میں، کلیوں کی مہک میں، عصافیر کی چمک میں، موحدین کی تکبیرات میں بلند ہوا یا یوں کہو کہ چشم فلک نے اپنی طویل اداؤں میں کسی ایسی نرالی کتاب کا نظارہ نہیں کیا ہوگا جہاں عالم اسلام نے قرآن کی عظمت کو تسلیم کیا رہا مشرکین نے بھی اپنے بغض وتعصب کے باوجود قرآن کی عظمت پہ سر تسلیم خم کیا چنانچہ راد ونڈ جی ایک راول نے اپنی کتاب پیام امین کے صفحہ ۳۷ پر لکھا ہے کہ قرآن کی تعلیم سے عرب کے سیدھے خانہ بدوش بدوؤں کی زندگیاں ایسے بدل گئیں جیسے کسی نے جادو کر دیا ہو اور مسٹر لیڈر نے اپنے لیکچر کے دوران کہا کہ تمام دینی ودنیاوی ترقیوں کا سرچشمہ قرآن ہے اور یہ کتاب واجب التعظیم ہے تو جب قرآن کی عظمت کا اقرار

سارے عالم نے کیا تو میں کیوں نہ کہوں۔

دشمن کے کام آنا قرآن نے سکھایا
ہر غم میں مسکرانا قرآن نے سکھایا
جس وقت بے کسی ہو اور مشکلیں ہوں پیدا
انسان کے کام آنا قرآن نے سکھایا
ہر لفظ میں ہے اس کے درس پرہیز گاری
دنیا سے دل ہٹانا قرآن نے سکھایا
دنیا بھی اس سے حاصل اور آخرت بھی
دونوں جہانوں کو پانا قرآن نے سکھایا

میرے دوستو بزرگو! یہ قرآن کی عظمت اور رفعت ہے جس کو طاغوتی قوتوں نے بھی تسلیم کیا اور جب مکہ کی سرزمین پر قرآن کی عظمت کا ڈنکا بجا تو مشرکین مکہ پکار اٹھے یہ تو محمد کی بنائی ہوئی کتاب ہے لیکن میں قربان جاؤں اس مقدس مطہر اور معظم کتاب پر جس نے دنیائے کفر کو تین چیلنج دے کر اپنی عظمت کا لوہا منوایا اور واشگاف لفظوں میں یہ اعلان کردیا:

"قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ"

مجھے جھوٹا کہنے والو! اگر تم سچے ہو تو اس کائنات انسانی میں میری مثال پیش کرو۔

دشمنان خدا گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوئے مگر قرآن کی مثال پیش نہ کر سکے۔ پھر قرآن نے بطور فخر اپنے شہنشاہ اعظم کا تعارف کرایا: "وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ"

پھر قرآن نے بتایا مجھے دنیا میں اتارنے والا فرشتوں کا سردار ہے "نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ"

اور جس پر اتارا گیا وہ نبی آخر الزمان ہے "مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ"

ذرا آگے چلئے قرآن نے "اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ" کہہ کر قیامت کی حقیقت کو

بیان کیا۔

''اَقِمِ الصَّلٰوۃَ '' کہہ کر فریضہ صلوٰۃ بتا دیا۔

''اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰکِیْنِ '' کہہ کر مساکین اور فقراء کے حقوق سمجھا دیئے

''کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ '' کہہ کر فریضہ جہاد پہ برانگیختہ کر دیا۔

'' فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ '' کہہ کر مسئلہ تقلید سمجھا دیا۔

''وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا'' کہہ کر علم تجوید بتا دیا۔

''لِیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ '' کہہ کر تفقہ فی الدین سمجھا دیا۔

''وَمَایَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی'' کہہ کر علم حدیث سمجھا دیا۔

''قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ '' کہہ کر علم سیاحت کی طرف اشارہ کر دیا۔

''یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ'' کہہ کر وصیت کا مسئلہ بتا دیا۔

تو معلوم یہ ہوا کہ تمام علوم اس باعزت باوقار کتاب کے محتاج ہیں اور ان علوم کو حاصل کرنے والے بھی قرآنی حدیث کے محتاج ہیں اس لئے کہ قرآن کتاب ہدایت ہے، ''ھُدًی لِلْعَالَمِیْنَ '' ہے، ''وَشِفَاءٌ لِمَا فِی الصُّدُوْرِ '' ہے، مجسمہ نور ہے، منبع رحمت ہے، سراسر ہدایت ہے۔

میرے عزیز دوستوں قرآن کریم لازوال نعمت ہے جو تمام علوم کا محور و مرکز ہے اگر مزید غور کیا جائے تو قرآن کی عظمت کے بہت سے وہ گوشے سامنے آجاتے ہیں اور معرفت قرآن کا نیا دروازہ کھل جاتا ہے تو اب آگے پیغمبر کے مقدس اقوال سے قرآن کی عظمت کو پہچانتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس طرح لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے اسی طرح دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے تو نبیؐ کے پروانوں نے تڑپ کر پوچھا آقا دلوں پہ جب زنگ لگ جائے تو اس کو دور کرنے کا طریقہ کیا ہے حضورؐ نے فرمایا: ''کَثْرَۃُ ذِکْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَۃُ الْقُرْاٰنِ ''موت کو کثرت سے یاد کرنا اور کثرت سے قرآن کی تلاوت کرنا اور حضرت بنوریؒ

کاروحانی فرزند کہتا ہے کہ جب دلوں پر کفر، شرک کا زنگ لگ جائے عیاشی بدمعاشی کا زنگ آجائے فحاشی اور عریانی کا زنگ لگ جائے مکاری عیاری کا زنگ لگ جائے تو اس کو دور کرنے کا ذریعہ ہی قرآن ہے، جس کا اتارنے والا میرا رب رحمان ہے، جس کی حقیقت پر گواہ سارا جہاں ہے، یہی قرآن کی عظمت اور شان ہے۔

کیوں نہ ہو ممتاز اسلام دنیا بھر کے دینوں میں
وہاں مذہب کتابوں میں یہاں قرآن سینوں میں

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

عظمتِ قرآن

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم ...... اَمّا بعد: فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرّجیم بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم: "اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ"۔ صدق اللّٰہ العظیم۔

میں سینہ زخمی زخمی جسم گریاں لے کر آیا ہوں
لبوں پہ تیرا شکوہ اے مسلمان! لے کر آیا ہوں
سرزمین فیصل آباد پہ جو جل گیا، پامال ہوا
وہ ورق لے کر آیا ہوں، وہ ورق لے کر آیا ہوں

انتہائی واجب الاحترام قابلِ صد احترام منصفین عظام اور میرے چمنِ ہنوری کے مہکتے پھولو! آج کی اس مسابقہ نشست کے اندر جس موضوعِ سخن کا سہارا لے کر حاضر ہوا ہوں، وہ ہے "عظمتِ قرآن"۔

سامعین محترم! قرآن وہ عظیم کتاب ہے جس کو اللہ رب العزت نے جبرائیل امین کی وساطت سے حضور ﷺ کے قلبِ اطہر پر نازل کیا، قرآن وہ عظیم کتاب ہے جس کی وجہ سے ہمیں دین کا شعور ملا، قرآن وہ عظیم کتاب جس کے بارے میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: "ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ" جس کی حفاظت کے بارے میں کہا: "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ" جس کی پاکی کے بارے میں کہا: "لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ" کفار کو چیلنج کرنے کے لئے کہا: "فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ"۔

لیکن جب خلاقِ عالم نے اس دنیا کے نظام کو بنانا چاہا تو آسمانِ دنیا پر تمام فرشتوں کو جمع کیا، تمام فرشتے حیران و پریشان تھے کہ آج کون سا دن ہے، جس کی وجہ سے آج جمع کیا گیا، مگر تھوڑی دیر کے بعد اللہ رب العزت نے اپنی زبان "کَمَا یَلِیْقُ بِشَانِہٖ"

سے سورہ یٰسین کی تلاوت شروع کی، جب تلاوت ختم ہوگئی تو فرشتوں کی زبان سے تین جملے نکلے، گویا سمندر کو کوزے میں بند کردیا، اللہ! کتنا مقدس ہوگا، وہ نبی جس پر یہ قرآن اترے گا؟! اللہ! کتنی مقدس ہوگی وہ امت جس کے حصے میں یہ قرآن جائے گا، اللہ! کتنے مقدس ہونگے وہ سینے جن میں یہ قرآن محفوظ ہوگا، تبھی تو شاعر نے کہا:

نہ ہو ممتاز کیوں اسلام دنیا بھر کے دینوں میں
وہاں مذہب کتابوں میں، یہاں قرآن سینوں میں

سامعینِ محترم! اس قرآن کریم کے متعلق امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: آپ نے قرآن کو آسان کیسا پایا؟ تو عجیب جواب دیا، کہا: قرآن آسان بھی ہے اور مشکل بھی، آسان ایسا کہ سات سال کے بچہ کے سینے میں محفوظ ہوجاتا ہے اور مشکل اتنا کہ ائمہ مجتہدین کی زندگیاں ختم ہوگئیں، مگر قرآن کے مسائل ختم نہیں ہوتے۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی سوال ہوا، انہوں نے بھی ایسا ہی جواب دیا کہ آسان بھی ہے اور مشکل بھی، آسان اتنا کہ چھوٹے بچہ کے سینے میں اتر جاتا ہے، مشکل اتنا کہ ۳ لاکھ ۱۰ ہزار مسائل استنباط کرچکا ہوں، مگر قرآن کے موتی ختم نہیں ہوتے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا: انہوں نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کی زیارت خواب میں ننانوے مرتبہ کی، جب ۱۰۰ ویں مرتبہ زیارت ہوئی تو میں رب سے سوال کر بیٹھا: اللہ! دنیا کے اندر سب سے پسندیدہ لوگ کون ہیں؟ جواب ملا: جو لوگ قرآن پڑھتے ہوں، کہا: اللہ! بہت سے لوگ سمجھتے ہیں اور بہت سے لوگ نہیں سمجھتے، اللہ رب العزت نے جواب دیا: ''بِفَهْمٍ اَوْبِلَافَهْمٍ'' اے امام! کوئی سمجھ کر پڑھے یا بلا سمجھے پڑھے، مجھے دونوں صورتوں میں پسند ہے، تبھی شاعر نے کہا:

دشمن نہ ملے گا تمہیں شیطان سے بدتر
رہبر نہ ملے گا تمہیں قرآن سے بہتر

سامعینِ محترم! اس کی عظمت کے کیا کہنے کہ تحفۂ حفاظ میں عجیب واقعہ لکھا ہے کہ:
دیو بند سے روزانہ ایک شخص بریلی کام پر جاتا تھا اور وہ کسی دفتر کا ملازم تھا، اس کا نام رحمت علی تھا، ایک دن صبح دیکھتا کیا ہے کہ لوگ ایک جگہ جمع ہیں، کہا: چلو پتہ کرلیں کیا ہوا جب وہاں گیا تو دیکھا ایک شخص کی میت ہے، کہا چلو مسلمان ہے، دفن میں شریک ہو جاؤ، جب جنازہ پڑھانے کا وقت آیا تو اس کی بیوی آ گئی، اس نے کہا: اس نے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ صوفی رحمت پڑھائے گا، لوگوں نے کہا: وہ تو یہاں آئے ہوئے ہیں، جنازہ پڑھا دیا جب میت کو قبر میں اتارنے کا وقت آیا تو صوفی رحمت ہی قبر میں اترے، دفنا کر چلے گئے، جب دفتر پہنچے تو دفتری کارڈ گم ہو چکا تھا، ان کو یقین ہو گیا کہ ان کا کارڈ قبر میں گرا ہے، وہ واپسی اس عورت کے گھر آئے، کہا: اگر اجازت ہو تو قبر کھول کر میں اپنا کارڈ نکال لوں؟ جب اہل محلہ کے لوگوں کے ساتھ قبر کا تختہ اٹھایا تو دیکھتا کیا ہے، قبر جنت کا باغ بن چکی ہے، کارڈ بھول گئے، سیدھے عورت کے پاس آئے، کہا: اس کا عمل کیا تھا؟ جس کی برکت کی وجہ سے قبر جنت کا باغ بن چکی ہے، کہا: یہ جاہل تھا، قرآن پڑھنا نہیں آتا تھا، صبح سویرے کام پر جانے سے پہلے قرآن کو کھولتا اور انگلی پھیرتا اور کہتا اللہ میاں! تو نے یہ بھی سچ کہا، یہ بھی سچ کہا، یہی عمل تھا۔

اگر ایک جاہل کی قبر صرف اتنی محبت کی وجہ سے باغ بن سکتی ہے تو میں اور آپ تو پڑھنا بھی جانتے ہیں اور آج امت کو درپیش مسائل کا حل صرف اور صرف قرآن ہے اور اسی کے ذریعے امت کو راہِ صراطِ مستقیم مل سکتی ہے، مگر نا امید ہونے کی ضرورت نہیں، آخر میں اتنا کہوں گا:

نہ گھبراؤ مسلمانو! خدا کی شان باقی ہے
ابھی اسلام زندہ ہے، ابھی قرآن باقی ہے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

عظمت قرآن کریم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ...... اَمَّابَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: "اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصَّالِحَاتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْراً كَبِيْراً". قَالَ صَاحِبُ الْقُرْاٰنِ: "اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا" صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

بدلے گا زمانہ لاکھ مگر قرآن نہ بدلا جائے گا
یہ قولِ محمدؐ قولِ خدا فرمان نہ بدلا جائے گا

میرے واجب الاحترام عزیز طلباء ساتھیو! میں آج کی اس بزم میں "عظمتِ قرآن کریم" کے عنوان سے ہمکلامی کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔ ویسے تو دیگر تمام آسمانی کتابیں کلامِ الٰہی سے مزین ہیں، جن کے بغیر کسی مسلمان کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا، مگر ان تمام کتابوں میں سید الانبیاء ﷺ پر نازل ہونے والی بے عیب کتاب قرآن کریم ایک منفرد اور عظیم و معظم کلام کی حیثیت رکھتی ہے، ہر دور میں انسانیت رشد و ہدایت کی پیاس سے بے تاب نظر آتی ہے، مگر دیگر تمام کتابیں اپنے اپنے ادوار و اعصار میں انسانیت کو رشد و ہدایت کا آبِ حیات فراہم کرتی ہے جو پوری انسانیت کے لئے کافی نہ ہوسکا۔

جب رب کائنات نے خاتم النبیین ﷺ پر نبوت کا اختتام فرمادیا تو اب ضرورت ایسی شریعت کی تھی جو قیامت تک نسل انسانی کی پیاس بجھا سکے، ضرورت ایسی کتاب کی تھی جو ہر دور و عصر میں ہدایت کا راستہ دکھا کر فلاحِ انسانیت کا سبب بن سکے، ربِ کائنات نے فرمادیا: "اِنَّ

هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ ''دنیا کی کوئی کتاب وہ راستہ نہیں دکھا سکتی، دنیا کا کوئی صحیفہ وہ راستہ نہیں دکھا سکتا، دنیا کا کوئی قانون وہ راستہ نہیں دکھا سکتا: ''يَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ '' سب سے زیادہ سیدھا راستہ صرف قرآن کا راستہ ہے، دنیا کی کوئی طاقت جس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

میرے بھائیو! وجود انسانی دو چیزوں کے مجموعے کا نام ہے، ایک انسان کا بدن اور دوسرا انسان کی روح ہے، دونوں کے مجموعے کا نام انسان کہلاتا ہے، انسان کا بدن مٹی سے بنایا گیا :''وَبَدَأَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ''اور انسان کی روح کا تعلق آسمان کے ساتھ متعلق ہے: '' قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ ''۔ امام زمخشری اپنی شہرۂ آفاق تفسیر ''کشاف'' میں فرماتے ہیں: انسان کے بدن کو بھی غذا کی ضرورت ہے، انسان کی روح کو بھی غذا کی ضرورت ہے، بدن کی غذا '' فَاَنْبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ''۔

زمین سے غلہ اناج اُگا کر انسان کے بدن کو غذا دیجاتی ہے، بدن کا تعلق مٹی سے تو غذا بھی مٹی سے نکلنے والی چیزیں ہیں، انسان کی روح آسمان سے آتی ہے تو غذا بھی وہ چاہیے جو آسمان سے ہو، رب کائنات نے فرمادیا: ''وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا'' قرآن کو روح سے تعبیر کر کے اشارہ کر دیا، اگر بدن کی تقویت چاہتے ہو تو زمین کی پیداوار استعمال کر کے دیکھ لو، اگر روح کی تقویت چاہتے ہو تو قرآن کا دامن تھامنا پڑے گا: ''وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ '' قرآن شفاء ہے، میں نے قرآن سے سوال کیا تو کس مرض کی شفاء ہے؟ قرآن کہتا ہے: ''شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ''میں صرف دردِ سر کا علاج نہیں، میں صرف درد بدن کا علاج نہیں، میں صرف درد اعضاء کا علاج نہیں ہوں، بلکہ جو قلبی مریض بھی میرا دامن تھامتا چلا جائے گا، اسے شفاء ملتی چلی جائے گی تو پھر میں کیوں نہ کہوں:

اتر کر حراء سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

میرے بھائیو! آج تمام اطراف عالم میں ایک افراتفری کا سماں ہے، پورے عالم کے اندر مسلمان ظلم وتشدد کا شکار ہیں، دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں، دنیا کا کوئی صوبہ ایسا نہیں، دنیا کا کوئی شہر ایسا نہیں جہاں رب کا قرآن موجود نہ ہو، مگر بات کیا ہے، وہ تمام انوارات و برکات کیسے مفقود ہو گئے، سرکار دو جہاں ﷺ نے فرمایا: "اِنَّ اللّٰهَ یَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا" یہ وہ قرآن ہے جس کی وجہ سے رب کائنات اس دنیا کے اندر کئی قوموں کو بلند کر دیتے ہیں "وَيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ" یہ وہ قرآن ہے جس کی وجہ سے کئی قوموں کے لئے پستی وذلت مقدر بن جایا کرتی ہے۔

جب تک پوری دنیا میں مسلمانوں کی عملی زندگی کے اندر رب کا قرآن نافذ تھا "یَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ" کا منظر سامنے نظر آتا ہے، پوری دنیا پر حکمرانی وسلطنت ان کی خاکپائے نظر آتی ہے، جب قرآن کا دامن چھوڑ کر اسے پس پشت ڈال دیا تو پھر "وَيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ" کی عملی تصویر بن جاتے ہیں، غلامی ومحکومی کی زندگی ان کا مقدر بن جاتی ہے، مصائب وآلام کی بارش برستی ہے تو پھر میں کیوں نہ کہوں:

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
ہم ذلیل و خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت مُعلّم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم .اما بعد فقال اللہ تعالیٰ: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِہِمْ "وقال النبی ﷺ: "اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً". صدق اللّٰہ وصدق رسولہ النبی الکریم.

میرے محترم سامعین: معلم اعظم ﷺ کی عظیم تعلیمات اور آپ علیہ السلام کی صفات کاملہ کا اعجاز تھا کہ عرب کی گنوار اور بگڑی ہوئی قوم جب معلمِ اعظم سے تربیت پاتی ہے تو پھر دنیا کی تقدیر بدل دیتی ہے دنیا کا نقشہ اور ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ کی بردباری، حکمت، مستقل مزاجی، جہدِ مسلسل، سعی، فہم، صبر وتحمل، ایمانداری، دیانتداری اور سب سے بڑھ کر خوف خدا یہ وہ صفات کاملہ ہیں کہ جب ان صفات کا نور آپ کے شاگردوں میں منتقل ہوتا ہے تو ابوبکر وعمر، عثمان وعلی، بلال حبشی اور اکابر صحابہ جیسے پیکر ایمان وعمل ابھر کر دنیا میں نور ہدایت کی ضیاء پاشی کرتے ہیں اور انسانیت کیلئے ہادی ورہبر بن کر تاریخ کا رخ بدل دیتے ہیں سچ کہا گیا ہے کہ!

درفشانی نے تیرے قطروں کو دریا کر دیا
دل کو زندہ کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پراوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

آپ کی بے مثال تعلیمات سے خطۂ عالم پر جزیرہ عرب کا نیا رنگ وروپ بھرا گیا، جہالت وگمراہی کی انتہائی دلدل میں ڈوبی ہوئی عرب قوم آپ کی تعلیمات سے اقوام عالم کو ثریا تک پہنچانے لگی، وہ انتہائی سوزناک معاشرہ اخلاقی اور سماجی پستی کا مظہر اقوام عالم کیلئے معاشرتی ثقافتی اور شائستہ تہذیب کے اصول مرتب کرنے لگی، وہ جو اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر کے انسانی شکل میں خونخوار بھیڑیئے تھے وہی ماؤں بہنوں کی عظمت کی خاطر اور ان

کے دوپٹے کی تقدیس کو بچانے کیلئے جان نچھاور کرنے لگے، ایک دوسرے کے جانی دشمن اور انسانی کھوپڑیوں میں شراب پی کر بدمست ہاتھی کی طرح خوفناک انسانی مجسمے ایک دوسرے کی خاطر جذبۂ ایثار کے وہ تاریخی اور انمول شواہد چھوڑ گئے جس کی نظیر پیش کرنے سے انسانی تاریخ عاری وعاجز ہے، یہ کیا کرشمہ تھا؟ یہ کیا انقلاب تھا؟ یہ کیا غلغلہ تھا جس نے یکسر حیوانات کو انسانی شرافت کے بام عروج تک پہنچادیا انسانی عقل آج تک یوں محو حیرت ہے کہ!

یہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمین جس نے ساری ہلادی
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

سامعین محترم! حضور ﷺ بحیثیت معلم عالم انسانیت کیلئے مبعوث ہوئے۔ متعدد قرآنی آیات میں آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ انسانیت کو قدسی تعلیمات سے روشناس کرانا، صرط مستقیم کی طرف رہنمائی کرنا۔

"هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّيْنَ" ایک دوسرے مقام میں اس کی طرف یوں ارشاد فرمایا ہے: "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا...... الخ" کبھی یوں گویا ہوتے ہیں "وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ.. الخ" ذخیرہ احادیث میں جابجا یہ حقیقت بیان ہوتی ہے کہ آپ ﷺ بحیثیت معلم کے مبعوث ہوئے اور اس حقیقت کی طرف صاف اور صریح الفاظ میں اشارہ فرمایا "اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا" ایک اور مقام پر فرمایا کہ مجھے خدا نے تند خو، بدمزاج اور ترش مزاج بنا کر نہیں بھیجا اس لئے کہ "وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ. الخ" بلکہ مجھے تو معلم اور مُیَسّر بنا کر بھیجا گیا ہے:

"اِنَّ اللهَ لَمْ يَبْعَثْنِيْ مُعَنِّتًا وَلَا مُتَعَنِّتًا وَلٰكِنْ بَعَثَنِيْ مُعَلِّمًا مُيَسِّرًا"

آپ ﷺ موقع بموقع اپنی امت کو مختلف الفاظ اور مختلف پیرائے میں تعلیم وتعلم کی

اہمیت اور اس کی ضرورت سے روشناس کراتے رہے کبھی زبان نبوت سے ''خَیْرُ کُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ'' کی صدا گونجی تو کبھی ''تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَعَلِّمُوْهُ النَّاسَ فَاِنِّیْ اِمْرَءٌ مَقْبُوْضٌ وَالْعِلْمَ سَيُقْبَضُ وَلَيَظْهَرُ الْفِتَنُ حَتّٰى يَخْتَلِفَ اِثْنَانِ فِیْ فَرِيْضَةٍ لَايَجِدَانِ اَحَدًا يَّفْصِلُ بَيْنَهُمَا'' کی صدا گونجی ہے اور آخر کار تعلیم و تعلم کس اہمیت و افادیت کا حامل ہے کہ اس کی اہمیت اور افادیت پر معلم اعظم ترغیب نہ دیتے جبکہ رب لم یزل نے بذات خود یوں فرمایا: ''فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّيْنِ'' ایک مقام پر یوں فرمایا: ''وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَيْرًا كَثِيْرًا'' دراصل اس حکمت و دانائی کے معلم کون ہونگے، اس تفقہ اور سمجھ بوجھ کے معلم کون ہوں گے، اس سوال کا جواب زبان نبوت سے سنتے ہیں چنانچہ فرمایا: ''مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِی الدِّيْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِیْ'' معلم انسانیت قاسم العلوم حضور اقدس ا کی ذات ہی ہے اور آپ کا مقصد حیات اور مقصد بعثت دراصل انسانیت کو تعلیم دے کر ان کے باطن کے امراض اور فکری آلائشوں کی گندگی کو پاک صاف کرنا تھا ''رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ ... الآیۃ'' الغرض حضور ﷺ ایک معلم کی حیثیت سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔

آج دنیا میں استاد وشاگرد کا تصور، تعلیم و تعلم کا خاکہ، لوح وقلم سے یارانہ اسی معلم اعظم ﷺ کی تعلیمات کا پرتو ہے۔

یہ فیضان نظر تھا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آداب فرزندی

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیکر حسن

نحمده ونصلی علی رسوله الکريم. أما بعد! اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ "وَالضُّحٰى O وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى O مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى" وعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ الله عنهُ قَالَ رَأَيْتُ النبی ﷺ فِیْ لَيْلَةٍ اَضْحِيَانٍ فَجَعَلْتُ النظر اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَاِلَی الْقَمَرِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ فَاِذَا هُوَ اَحْسَنَ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ. صدق الله مَوْلانا العَظِيْم.

سامعینِ محترم! میں آج کی اس پروقار محفل میں جس عنوان کو موضوع سخن بنانا چاہتا ہوں وہ ہے حضور ﷺ پیکرِ حسن۔

عزیزانِ من: اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے پیغمبروں اور رسولوں کی بے پناہ خداداد صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ قوم کا سب سے معزز اور مشرف انسان بنا کر مبعوث کرتا ہے۔ باطنی صفات اور ملکوتی شمائل سے متصف کرنے کے ساتھ ساتھ اسے ظاہری حسن و جمال سے آراستہ کر کے انسانیت کی طرف نمائندہ بنا کر بھیجتا ہے۔ اس لئے کہ "اِنَّ لِلّٰهِ جَمِيْلٌ وَيُحِبُّ الْجَمَال" اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی پیغمبر اور رسول کو بدصورت اور بدشکل نہیں بنایا بلکہ اسے حسن کا پیکر بنایا جسے دیکھ کر وہ حسین دوشیزائیں بھی جنہیں اپنی حسن پر ناز تھا اللہ کے نبی کو دیکھ کر اپنی انگلیاں کاٹنے لگ جاتی تھیں۔

جس طرح ہمارے نبی خاتم المرسلین اور خاتم النبیین تھے جس پر رسالتؐ اور نبوت ختم تھی اسی طرح آپ پر حسن و جمال ختم تھا، جس طرح آپ W کے بعد کوئی نبی نہیں اسی طرح آپ جیسا کوئی حسین نہیں، جس طرح آپ جیسا نبی کوئی ماں نہیں جن سکے گی اسی طرح آپ جیسا حسین کوئی ماں نہیں جن سکے گی، شاعرِ اسلام شاعر رسول حسان بن ثابت نے اس کو اپنے مشہور قصیدے میں یوں ذکر کیا ہے

وَاَحۡسَنَ مِنۡکَ لَمۡ تَرَقَطُّ عَیۡنِیۡ
وَاَجۡمَلُ مِنۡکَ لَمۡ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقۡتَ مُبَرَّأً مِّنۡ کُلِّ عَیۡبٍ
کَاَنَّکَ قَدۡ خُلِقۡتَ کَمَا تَشَاءُ

حسن یوسفی پر شیدائی مصر کی عورتیں جمال یوسفی کو دیکھ کر اپنی انگلیاں کاٹ دیتی ہیں اور حسن محمدی کے شیدا اور دیوانے معرکہ بدر اور احد میں اپنی گردنیں کٹوا دیتی ہیں امہات المؤمنین بی بی عائشہؓ اس کی منظر کشی یوں فرماتی ہیں!

لَوۡ اٰمَنَ زُلَیۡخَةَ لَوۡ رَأَیۡنَا جَبِیۡنَه
لِاٰثَرِ الۡقَطۡعِ بِالۡقُلُوۡبِ عَلَی الۡیَدِ

جبریل سے کسی نے پوچھا کہ تو نے ابتدائے آفرینش سے لیکر تا امروز بہت سے حسین دیکھے، بہت سے جمیل دیکھے، ذرا بتاؤ! جمال محمدی کا مظہر کہیں دیکھا تو فرمایا کہ میں نے ساتوں آسمان ساتوں زمین چھان مارے محمد جیسا حسین نہ دیکھا نہ دیکھوں گا شیخ سعدی شیرازی اس کی عکاسی یوں کرتے ہیں:

اے چہرۂ زیبائی از رشک تیال آذری
چند صفت میکنم لیکن ازاں بالا تری
آفاق را گردیده ام مہر بتاں ورزیده ام
بسیار خوباں دیده ام لیکن تو چیزے دیگری

محترم سامعین!

پیکر حسن مجسم جمال کا خد خال کیا تھا؟ فرمایا:

لَیۡسَ بِالطَّوِیۡلِ وَلَا بِالۡقَصِیۡرِ

رنگ کیسا تھا؟ فرمایا:

اَزْهَرَ اللَّوْنُ مُشْرَبًا حُمْرَةً

سر مبارک کیسا تھا؟

عَظِيْمُ الْهَامَةِ وَضَخْمُ الرَّأْسِ

دھن مبارک کیسا تھا فرمایا:

ضليع الفم

آنکھیں مبارک کیسی تھیں؟

اشكل العينين و ادعج العينين

پلکیں کیسی تھیں؟

اَهْدَبُ الْاَشْفَار

دانت مبارک کیسے تھے:

افلج الثنيتين إذا تكلم كالنور يخرج من بين الثنايا

بدن مبارک کیسا تھا؟ فرمایا:

اَجْرَدُ ذُوْمَسْرَبَةٍ

ہاتھ کیسے تھے

شَثْنُ الْكَفَّيْنِ

قدم مبارک کیسے تھے؟

شَثْنُ الْقَدَمَيْنِ

چلتے کیسے تھے؟

تَقَلَّعَ كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ فصببٍ

ایڑی مبارک کیسی تھی؟

مَنْهُوْسُ الْعَقِبَيْنِ

ملائم اورنرم کتنے تھے فرمایا

ومامسست دیباجة ولا حریر الین من کفه
بدن مبارک کی خوشبو کیسی تھی؟ فرمایا
ولا شم مت مسکا وغیره اطیب من رائحته
تبسم کیسا تھا؟
اِذَاتَبَسَّمَ اَضَاءَ الْبَیْت
ہنسی کیسی تھی؟
اِذَاضَحِکَ بتلالافِی الْجِدَار
چہرہ انور اور رخسار مبارک کی چمک کیسی تھی؟
اذانظرته الیٰ اسرة وجهه برقت کبرق العارض المتهلل
جسے دیکھ کر سورج بھی شرما جائے۔اسی لئے تو صدیقہؓ نے کہا:

لَنَاشَمْسٌ وَلِلْاٰفَاقِ شَمْسٌ
وَشَمْسِیْ خَیْرٌمِنْ شَمْسِ السَّمَاء
فَاِنَّ الشَّمْسَ تَطْلَعُ بَعْدَفَجْر
وَشَمْسِیْ طَالِعٌ بَعْدَالْعِشَاء

امام مناطقہ وفلاسفہ امام حکمت بوعلی سینا کہتا ہے کہ سچ ہے آپ جیسا حسین وجمیل پوری کائنات میں کوئی نہیں اس لئے کہ اصل حسن و جمال تناسب اعضاء اور اعتدال اعضاء کا نام ہے ظاہری سفیدی کا نام نہیں جابر بن سمرۃ کہتے ہیں چاندنی رات تھی حضور مسجد کے صحن میں سرخ یمنی چادر اوڑھے جلوہ افروز۔میری نظر کبھی آسمان کے چاند پر پڑتی ہے تو کبھی زمین کے چاند پر آخر میں اس نتیجے پر پہنچا ''فَاِذَاھُوَ اَحْسَنُ مِنَ الْقَمَر''

لیکن میں تو یہ کہتا ہوں کہ چاند سے تشبیہ دیا تجھ کو یہ کوئی انصاف ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا

الحمدلله وحده والصلوة والسلام علیٰ من لانبی بعده، ولعنة الله علی من داعیٰ بعده ورحمة الله علی من اتبعه ...... امابعد افقدقال الله تبارک وتعالی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ " قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ". وَقَالَ النَّبِىُّ ﷺ لَايُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ، صدق الله العظيم.

میرے واجب الاحترام، قابلِ صد استاد محترم اور میرے ہمسفر اور ہم مکتب طالبِ علم ساتھیو! آج کی اس پر وقار اور بابرکت محفل میں، میں جس موضوع اور عنوان کو لیکر حاضر ہوا ہوں وہ موضوع ہے: "محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا"

میرے انتہائی واجب الاحترام قابل قدر اساتذہ کرام معزز مہمانان گرامی اور میرے بزمِ شامزئی شہیدؒ کے ہونہار ساتھیو!

میں تو اس کے قابل بھی نہیں کہ کنجشک عشق باز کی طرح معصوم دھن میں نم بھرے قطرے لئے رودادِ عشق ووفا رقم کرلوں لیکن آرزو میں یہ بھی رکھتا ہوں کہ کل بروزِ محشر بارگاہ رَبِّ لَمْ یزَلْ میں نغمۂ عشق ووفا بزمِ محمد ﷺ گاتا ہوا حاضر ہو جاؤں)

چنانچہ میری مثال بھی ان باوفا ہستیوں کی مانند ہے جو ممدوح کے لاانتہائی مدحوں واوصاف کے احاطے کا دعویٰ کئے بغیر فقط عقیدت کشی کے سبب مستیٔ عشق وفا میں جھوم کر اپنی زبان کو بھی مہک نبوی کی مہمیز لگانے کی سعی کر رہا ہو۔

گرامی قدر سامعین! موضوع سخن شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ کی آپؐ سے وفا ومحبت کی ایک ادنیٰ سی جھلک ہے جو کہتا ہے کہ!

کی محمدؐ سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں

وفا کسے کہتے ہیں؟ وفا کا مطلب ومعنیٰ کیا ہے؟ وفا کی حقیقت وکیفیت کیا ہے؟
محمد ﷺ سے وفا کا کیا مطلب ہے؟ لغات کہتی ہیں، وفا کا معنیٰ ''نبھانا، ساتھ دینا ہے''۔ کسی نے کہا ''خیر خواہی کرنا''، لیکن میں آج اس پر رونق مجلس میں ان کتابی معنوں سے ہٹ کر عشق ووفا کی زبان میں وفا کا مفہوم بتانا چاہتا ہوں۔

میرے دوستو! وفا کا معنیٰ مال وزر محبوب کے نام لٹا دینا، وفا کا معنیٰ وطن چھوڑ دینا، وفا کے معنی لوگوں کے طعنوں کو برداشت کرنا، وفا کے معنی بیوی بچوں کو چھوڑ دینا، وفا کا معنی ماں باپ کو قربان کرنا، وفا کا معنی ہاتھ تیروں سے چھلنی کروا دینا، وفا کا معنی دھکتی ہوئی آگ میں کود جانا، وفا کا معنی محبوب کی عزت وناموس کی حفاظت کیلئے تن من دھن کی قربانی پیش کرنا، وفا کا معنی گردنیں کٹوا دینا بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر میں یہ کہوں وفا عشق ومستی کا نام ہے شراب عشق پی کر محبوب پر پروانہ وار جان فداء کر کے بھی یہ کہے!

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اور بے وفا کو بتلا دیں!

بسوا کوئے جاناں قدم قدم پر بلائیں
ہے جن کو زندگی پیاری وہ یہی سے لوٹ جائیں

محترم سامعین! آیئے! ذرا ماضی کے جھروکوں میں جھانک کر تاریخ کے صفحات کو ٹٹولتے ہیں کہ اس وفا پر پورا اترنے والے کون تھے؟

جناب والا! مختلف ادوار میں، مختلف قوموں کے اندر، مختلف اوقات میں جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں شمع ہدایت روشن کرنے کیلئے خلاق عالم نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ ہستیوں کو بھیجا لیکن یہ بدون ''یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِــــُٔوْا نُوْرَ اللهِ بِاَفْوَاهِهِمْ'' کے پیش نظر وفاد محبت ناپید نظر آئی اب کیا ہو گیا؟ میں دیکھتا ہوں قرآن مجید فرقان حمید کے اندر کہیں ''قَــالُوْا

يٰنُوحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا " نظر آتی ہے، کہیں " حَرِّقُوهُ وَانْصُرُوْا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ " ہے، کہیں جاہلانہ باتیں ہوتی ہیں " اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ " کوئی ٹکڑوں میں بٹ گئے " فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ " اور آگے بڑھے اور گستاخی کرتے ہوئے کہنے لگے " فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ "

میرے دوستو! جب عشق ومحبت کا ذکر کہیں نہ ہوا وفا کی رسمیں مفقود ہوئیں تو میں افسانہ عشق ومحبت کی جستجو کے اندر باوفا قوم کی تلاش میں اور آگے بڑھا کتاب ربانی کو مزید ٹٹولا چنانچہ معلوم ہوا کہ مسرور زمانہ کے بعد جب پیکرِ صدق وفا آئے، سید الانبیاء آئے، خاتم الانبیاء آئے اور حبیب کبریا آئے، تو کائنات کے رب نے اپنے محبوب کو وہ یار دیئے، وہ جانثار دیئے، وہ باوفا قوم دی جن کی وفا کی تصدیق تورات وانجیل میں دی " ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ " پھر کیا تھا۔

میرے دوستو! ہنگامہ عشق وفا برپا ہوا، صدق ووفا کے بندھن میں جڑ گئے، وفاء عقیدت کی تاریخیں رقم ہوئیں، خلاق عالم اس عظیم تاریخ کا نقشہ کھینچتے ہوئے گویا ہوئے " مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ " رب نے وفا کی وضاحت فرمائی " وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ "

کہیں " تَحْتَ الشَّجَرَةِ " سے واضح کیا اور کہیں " وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا " سے اس باوقار قوم کو یاد کیا، ادھر طعنے دیئے گئے اور اکیلا چھوڑ کر کہنے لگے " فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ " ادھر صحابی کہنے لگے " وَاللّٰهِ مَا نَقُوْلُ لَكَ كَمَا قَالَ بَنُوْٓ اِسْرَآئِيْلَ لِمُوْسٰى وَلٰكِنْ اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ اِنَّا مَعَكُمَا مُقَاتِلُوْنَ ".

آقا ہم آپ کے آگے سے لڑیں گے، پیچھے سے لڑیں گے، دائیں سے لڑیں گے، بائیں سے لڑیں گے، کیوں کہ ہم عہد کر چکے ہیں۔

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا

عَلَی الْجِهَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

اُدھر جور جفا تھی، اِدھر وفا ہی وفا تھی، اُدھر جان کے دشمن تھے، اِدھر"اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ"فرمایا گیا، جان دے دی، گردنیں کٹوادیں، سب کچھ تو ہوگیا۔

میں نے پوچھا اور تو نے باوفا قوم کو کیا دیا تو نے تو عہد کیا تھا اور کہا جاتا ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

جواب آیا، ہاں ہاں، میں نے ابوبکر کو صدیق بنادیا، عمر کو فاروق بنادیا عثمان کو ذی النورین بنادیا اور علی کو حیدر کرار بنادیا "وَاُولٰئِکَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ" کی شیلڈ پیش کی، "وَاُولٰئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" کی سند دی، "اُولٰئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ" کی مہر لگادی، "وَاُولٰئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" کا تمغہ دیا، "لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ" کا سرٹیفکٹ دیا بلکہ میرے رب نے اس باوفا قوم کو معیارِ حق بنا کر اعلان کیا "فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا"۔

تب ہی تو اقبال نے جوش میں آکر کہا:

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

یہ قدم قدم بلائیں یہ صدائے کوئے جاناں

وہ یہیں سے لوٹ جائے جنہیں زندگی ہے پیاری

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ



سیرت رسول قبل ولادت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

الحمدلله الصلوٰة والسلام علی من لانبی بعده. امابعد! اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قال الله تبارک وتعالیٰ ''اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی''

کتاب فطرت کے سرورق پر جونام احمدرقم نہ ہوتا
نقش ہستی ابھر نہ سکتی وجود لوح وقلم نہ ہوتا
نہ روئے حق سے نقاب اٹھتا نہ ظلمتوں کا حجاب اٹھتا
فروغ بخشے نگاہ عرفان، اگر چراغ حرم نہ ہوتا

میرے انتہائی واجب الاحترام قابل صداحترام اور بزمِ شامزئی کے ہونہار طالب علم ساتھیو!

آج کی اس تقریب میں، میں آپ حضرات کے سامنے سیرت رسول قبل ولادت رسول کے حوالے سے چندمعروضات گوش گزارکرنے کی کوشش کرونگارب کائنات سے دعاگوہوں کہ وہ مجھے حق سچ بیان کرنے اور پھرہم سب کوپیغمبر ﷺ کی سیرت اپنانے کی توفیق عطافرمائے۔

رب کائنات، خالق لم یزل، مالک ارض وسماوات نے اس کائنات کو بنانے اور سجانے سے پہلے روح محمد ﷺ اورنور محمد ﷺ کو پیدا کیا پیغمبر ﷺ کے اس نور سے مراد نبوت کا وہ نور ہے جس سے پوری کائنات منوراورروشن ہوئی پیغمبر ﷺ کی نبوت کا یہ نورسورج کے نور سے بڑھ کر ہے سورج کا یہ نورفانی ہے نورنبوت آفاقی اورابدی ہے سورج جب غروب ہوجاتا ہے پس پشت چلاجاتا ہے، پہاڑوں کی آڑ میں چلاجاتا ہے، اندھیرے اورسناٹے چھاجاتے ہیں لیکن پیغمبر ﷺ ۶۳ سالہ زندگی گزارنے کے بعداس دنیاسے رحلت فرماجانے کے بعدبھی پوری کائنات کوایسے منور کیے ہوئے ہیں جیسے پیغمبر ﷺ اس کائنات میں موجود تھے

اور کائنات کو منور اور روشن کیا ہوا تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پیغمبر ﷺ سے عرض کیا "بِـأَبِـيْ أَنْـتَ وَأُمِّـيْ" میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ بتا دیجئے رب کائنات نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا پیغمبر ﷺ نے فرمایا "اَوَّلُ شَـيْءٍ مَـا خَـلَـقَ الـلّٰـهُ فَهُوَ نُوْرُ نَبِيِّـكَ يَـا جَـابِر" "اے جابر! سب سے پہلے اللہ نے تمہارے نبی ﷺ کو پیدا کیا پھر جہاں رب کائنات نے چاہا وہیں یہ نور سیر کرتا ہے یہ نور اس وقت بھی موجود تھا جس وقت لوح وقلم نہ تھے، جس وقت عرش وکرسی نہ تھی، جس وقت جنت ودوزخ کا وجود نہ تھا، زمین وآسمان نہ تھے، دن اور رات کا نظام نہ تھا، سورج چاند ستارے نہ تھے، جن وانس نہ تھے، پھر جب رب کائنات نے اس مخلوق کو پیدا کرنا چاہا اس نور کے چار حصے کر کے تین حصوں سے لوح وقلم اور عرش کو پیدا کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا ہوگئی اور شجر ممنوعہ سے کھالیا تو رب سے مغفرت طلب کرنے لگے يَـا رَبِّ اَسْـئَـلُـكَ بِـحَـقِّ مُـحَـمَّدٍ، اے اللہ میں تجھے محمد ﷺ کا واسطہ دیتا ہوں مجھے معاف فرما۔ رب کائنات نے فرمایا "آدم كَيْفَ عَـرَفْـتَ مُـحَـمَّدًا وَلَمْ اَخْلُقْهُ" "اے آدم تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچان لیا حالانکہ ابھی تک تو میں نے اس کو پیدا نہیں کیا تو آدم نے عرض کیا "يَـا رَبِّ لَـمَّـا خَـلَـقْـتَـنِـيْ بِـيَـدِكَ وَنَـفَـخْـتَ فِـيْـهِ مِنْ رُوْحِـكَ وَرَفَـعْـتُ رَأْسِيْ فَرَأَيْتُ عَلٰى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَـكْـتُـوْبًـا لَا اِلٰـهَ اِلَّا الـلّٰـهُ مُـحَـمَّدٌ رَّسُـوْلُ اللّٰهِ فَعَلِمْتُ اَنَّـكَ لَمْ تَضِفْ اِلٰى اِسْمِكَ اِلَّا اَحَـبُّ الْـخَلْقِ اِلَيْـكَ" "اے رب! جب تو نے مجھے پیدا کیا اور میرے جسم میں روح پھونکی میں نے پہلی مرتبہ جب سر اٹھایا میری نگاہ عرش کے پایوں پر پڑی میں نے لکھا ہوا دیکھا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں سمجھ گیا کہ یہ ہستی تجھے سب سے پیاری ہے یہ محمد ﷺ تجھے سب سے پیارا ہے جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے رب کائنات نے فرمایا ہاں آدم تو نے سچ کہا حقیقت یہی ہے یہ محمد ﷺ مجھے سب سے پیارا ہے جب تو نے اس کا وسیلہ دے کر مغفرت

طلب کی ہے جا میں نے تجھے معاف کردیا اور یاد رکھ" لَوْلَا مُحَمَّدٌ لَمَا خَلَقْتُکَ "
اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا بھی نہ کرتا، امام المفسرین امام رازیؒ فرماتے ہیں" اِنَّ الْمَلَائِکَةَ اُمِرُوْ بِالسُّجُوْدِ لِاٰدَمَ لِاَجْلِ اَنَّ نُوْرَ مُحَمَّدٍ فِیْ وَجْهِ آدَمَ " کہ رب کائنات نے فرشتوں کو آدم ں کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم بھی اس وجہ سے دیا کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی میں نور محمد ﷺ موجود تھا۔

ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ" مَکْتُوْبٌ فِیْ بَابِ الْجَنَّةِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه " کہ رب کائنات نے جنت کے دروازے پر بھی اپنے نام کے ساتھ محبوب کے نام کو سجایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں" مَا فِی الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ وَلَا وَرَقَةٌ اِلَّا مَکْتُوْبٌ عَلَیْهَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه " کہ جنت میں کوئی درخت ایسا نہیں، کوئی پتہ ایسا نہیں جس پر رب کائنات نے محبوب کے نام کو نہ سجایا ہو۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب آقا معراج کیلئے تشریف لے گئے آقا فرماتے ہیں مَا مَرَرْتُ لِسَمَاءِ اِلَّا وَجَدْتُ اِسْمِیْ فِیْهَا کہ میں جس آسمان سے بھی گزرا وہاں اپنے نام کو لکھا ہوا دیکھا۔ امام طبرانی نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کیا ہے کہ " کَانَ نَقْشُ خَاتَمِ سُلَیْمَانَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه " کہ حضرت سلیمان ں کی انگوٹھی پر بھی رب کائنات کے نام کے ساتھ پیغمبر ﷺ کے نام کو کندہ کیا گیا تھا یہی امام طبرانی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ "بَیْنَ کَتِفَیْ آدَمَ مَکْتُوْبٌ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ". حضرت پیغمبر ﷺ نے فرمایا "اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاَنَّ محمد لَمُنْجَدِلٌ فی طینه وَاَنَا دَعْوَةُ اَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ وَبَشَارَةُ عِیْسٰی بْنِ مَرْیَمَ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ" کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور خاتم الانبیاء ہوں میں اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جب آدم کا خمیرہ تیار کیا گیا تھا میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں بشارتِ عیسیٰ ہوں۔

توجہ کرنا! رب کائنات نے جب قلم کو پیدا فرما کر اس کو لکھنے کا حکم دیا تو قلم نے سب

سے پہلے لکھا" اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ مَنِ اسْتَسْلَمَ لِقَائِیْ وَصَبَرَ عَلٰی بَلَائِیْ وَشَکَرَ عَلٰی نَعْمَائِیْ وَرَضِیَ بِحُکْمِیْ کَتَبْتُہٗ صِدِّیْقًا وَبَعَثْتُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَعَ الصِّدِّیْقِیْنَ" قلم نے سب سے پہلے لکھا میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں محمد، امیرے رسول ہیں، جنہوں نے رب کائنات کے ہر فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کیا، رب کی طرف سے آنے والے آلام ومصائب پر صبر کیا، رب کی عطا کردہ نعمتوں پر شکر کیا، رب کے ہر فیصلے پر راضی ہو گیا تو پھر رب کائنات نے یہ اعلان کر دیا" کَتَبْتُہٗ صِدِّیْقًا وَبَعَثْتُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَعَ الصِّدِّیْقِیْنَ"

نہ روح نہ عرش بریں نہ لوح مبین کوئی بھی کہیں
خبر ہی نہیں جو رمز کھلیں ازل کی نہاں تمہارے لئے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم

الحمدلله الخالق العالم و الصلوٰة و السلام علی معلم العالم. امابعد!

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ "هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا "وقال النبی ﷺ "اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا" صدق الله العظيم.

جلوہ جمال حق کا دکھایا حضور ﷺ نے
ہر نقش ماسواء کو مٹایا حضور ﷺ نے
راستہ جنت کا بھی بتایا حضور ﷺ نے
نار و دوزخ سے بھی بچایا حضور ﷺ نے
جس پر نگاہ پڑ گئی تابندہ ہوگیا
ذروں کو آفتاب بنایا حضور ﷺ نے

میرے واجب القدر!

دنیا میں ہر فن کا ماہر اپنے آپ کو اس فن کا معلم گردانتا ہے جہاں معمار تعمیر کا معلم ہے تو لوہار لوہے کا معلم ہے، جہاں ڈرائیور ڈرائیونگ کا معلم ہے تو ڈاکٹر ڈاکٹری کا معلم ہے، جہاں فلاسفر فلسفے کا معلم ہے تو انجینئر ٹیکنالوجی کا معلم ہے لیکن میں آج جس عنوان کے گلدستے میں عقیدت کے خوشنما پھول سمونے کی کوشش کرونگا وہ ہے "حضور ﷺ بحیثیت معلم"۔

سامعین محترم!

دنیاوی قانون تو یہ ہے کہ استاذ جس قدر رحمہ کے قابل ہوگا تو شاگرد میں بھی اسی قدر قابلیت و اکملیت کے آثار عیاں ہونگے۔

حضور ﷺ تمام خوبیوں کا منبع ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عمدہ معلم بھی ہیں کیونکہ میں جہاں اپنے نبی ﷺ کو بدر و احد میں شمشیر و سنان کی ہم رکابی کرتے دیکھتا ہوں تو وہاں مجھے اپنے پیارے نبی ﷺ ایک معلم اعظم کی حیثیت سے صفہ کی

مسند تدریس پر جلوہ افروز نظر آتے ہیں۔

میرے نبی ﷺ نے مسندِ تدریس پر بیٹھ کر آج سے چودہ صدیاں قبل جو درس دیا آج جدید دنیا معلّم اعظم کے درس کو آج تجربات و تجزیات سے ثابت کر رہی ہے۔

سامعین محترم!

ذرا غور کرنا! میرے نبی ﷺ کو اُمی کہا گیا اُمی کا مطلب تو ان پڑھ ہے اُمی کا مطلب تو ان جان ہے لیکن نہیں نہیں یہ مطلب میری اور تیری فہم ناقص کے مطابق ہے یہ تو لغت کے قواعد کے رو سے ہے۔

لیکن ذرا غور کرنا! میرے رب کی حکمت پر اُمی کہ الف سے مراد آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور میم سے مراد مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور یہ نسبت کی ہے جو کہ میرے نبی ﷺ کی طرف لوٹ رہی ہے گویا کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر مسیح علیہ الصلوٰۃ تک تمام انبیاء کے علم وکمالات کا مجموعہ میرا نبی ﷺ ہے۔

اب یہ جانتے ہوئے وقت نہیں ہوگی کہ

دعوت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم میرے نبی ﷺ کے پاس ہے۔

دعائے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم میرے نبی ﷺ کے پاس ہے۔

الحان داؤدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم میرے نبی ﷺ کے پاس ہے۔

فطرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم میرے نبی ﷺ کے پاس ہے۔

حکمت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم میرے نبی ﷺ کے پاس ہے۔

بادشاہت سلیمانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم میرے نبی ﷺ کے پاس ہے۔

وقار الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم میرے نبی ﷺ کے پاس ہے۔

صبر ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم میرے نبی ﷺ کے پاس ہے۔

امید یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم میرے نبی ﷺ کے پاس ہے۔

درسِ ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم میرے نبی ﷺ کے پاس ہے۔
حقانیتِ اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم میرے نبی ﷺ کے پاس ہے۔
دعائے یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم میرے نبی ﷺ کے پاس ہے۔
تقویٰ ھود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم میرے نبی ﷺ کے پاس ہے۔
حمیّتِ شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم میرے نبی ﷺ کے پاس ہے۔
عظمتِ شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم میرے نبی ﷺ کے پاس ہے۔
صالحیتِ صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم میرے نبی ﷺ کے پاس ہے۔
امامتِ ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم میرے نبی ﷺ کے پاس ہے۔
جلالِ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم میرے نبی ﷺ کے پاس ہے۔
کمالِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم میرے نبی ﷺ کے پاس ہے۔

تب تو میری زباں یہ کہنے کیلئے تڑپتی ہے
اُس معلم اعظم نے کیا کچھ نہ دیا انسانوں کو
کون و مکاں میں روشنی ان کی ازل سے تا ابد
دستور دیا، منشور دیا، کئی راہیں دیں، کئی موڑ دیئے
سلسلہ ان کے تعلم کا پھیلا ہوا کہاں کہاں
کوہ و دمن، شجر و حجر، دشت چمن، فلک و زمین
سب میں انہی کی روشنی سب میں وہی ہیں ضوء فشاں

سامعین محترم! میرا نبی ﷺ دنیا کا عظیم معلم ہے۔ میرا نبی ﷺ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا معلم بنا تو اسے صداقت کی اعلیٰ بلندیوں پہ فائز کر دیا، میرا نبی ﷺ جب عمر رضی اللہ عنہ کا معلم بنا اسے عدل کا امام بنا دیا، میرا نبی ﷺ جب عثمان رضی اللہ عنہ کا معلم بنا اسے حیاء کی مثال بنا دیا، میرا نبی ﷺ جب حیدر رضی اللہ عنہ کا معلم بنا اسے جرأت کی داستان بنا دیا، ارے جب

معاویہ رضی اللہ عنہ کا معلم بنا اسے سیاستدانوں کا راہنما بنا دیا، جب خالد رضی اللہ عنہ کا معلم بنا تو ساٹھ کو ساٹھ ہزار پر فاتح بنا دیا، ضرار رضی اللہ عنہ کا معلم بنا تو تن تنہا نے تمیں کو شکست دے دی۔

مصعب رضی اللہ عنہ کا معلم بنا تو چاند جیسی دمکتی جوانی نچھاور کر دی، ابن عوف رضی اللہ عنہ کا معلم بنا تو رئیس الروسا سے فقر پر پہنچا دیا، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا معلم بنا تو دنیا میں جنت کا مالک بنا دیا، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا معلم بنا تو فاتح شام بنا دیا، حبشہ کے بلال کا معلم بنا تو مؤذن رسول بنا دیا، انہی حالات کو دیکھ کر شاعر تڑپ اٹھا اور بزبان حال یہ اعلان کر دیا۔

تیرے غلاموں میں بھی نمایاں جو تیرا عکس کرم نہ ہوتا

تو بارگاہ ازل سے تیرا خطاب خیرالامم نہ ہوتا

سامعین محترم! آیئے ذرا یہ پتہ لگائیں کے آج درس گاہ میں داخلے کا معیار کیا ہے دنیا کی یونیورسٹیوں اور کالجوں میں تو قوم قبیلے کی قید ہے، کالے اور گورے کی قید ہے، امیر اور غریب کی قید ہے، چھوٹے اور بڑے کی قید ہے، لیکن میں قربان جاؤں اے نبی امی ﷺ تیری عظیم درسگاہ میں تو کالا بھی ہے اور گورا بھی، امیر بھی ہے اور غریب بھی، چھوٹا بھی ہے اور بڑا بھی۔

آیئے ذرا عظیم معلم کی درسگاہ کا مطالعہ کریں دیکھو یہ طالب کون ہے؟ یہ تو نبی ﷺ کے سسر ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں، یہ کون ہیں؟ یہ نبی کریم ﷺ کے داماد عثمانؓ و علیؓ ہیں، یہ کون ہیں؟ یہ قریشی قبیلے کے طلحہ و زبیر ہیں، یہ کون ہیں؟ یہ غفاری قبیلے کے ابوذر غفاریؓ اور انس بن مالکؓ ہیں، یہ کون ہیں؟ یہ دوسی قبیلے کے ابوہریرہؓ اور طفیل بن عمروؓ ہیں، یہ کون ہیں؟ یہ یمن کے ابوموسیٰ اشعریؓ اور معاذ بن جبلؓ ہیں، یہ کون ہیں؟ یہ قبیلہ تمیم کے خبابؓ اور تمیم داریؓ ہیں، یہ کون ہیں؟ یہ بلال حبشیؓ اور صہیبؓ ہیں۔

معلم بنا کر بھیجا ہے تجھ کو، مدرسہ بنا کر بھیجا ہے تجھ کو

جو بھیجا ہے تجھ کو تو مقصد یہی ہے کسی اور میں اتنی سکت کہاں تھی؟

سامعین محترم! تعلیم انسانی کی ان درسگاہوں کا جائزہ لیجیے جن کے اساتذہ انبیاء کرام علیہم

الصلوٰۃ والسلام ہیں تو آپ کو ان درسگاہوں کی حدیث ملیں گی، کوئی عراق تک محدود ہے تو کوئی مصر ہی میں رہا، کوئی ہندوستان کیلئے اترا تو کوئی فارس ہی میں رہا، لیکن میں قربان جاؤں اے نبی! تیری عظیم الشان درسگاہ پر جس میں بیک وقت ایک لاکھ سے زائد فرزندان توحید اور جانثار حبیب ملیں گے اور اس درسگاہ کی حدود کا تعین ذہن انسانی کی پرواز سے ماوراء ہے۔ جس کا ایک کونہ افریقہ میں تو دوسرا ہندوستان میں، ایک کونہ انڈونیشیاء کے جزائر پر تو دوسرا انگلستان کی سردھرتی پر اور پھر درسگاہ سے ایسے فارغ التحصیل ملیں گے جنہوں نے مشرق سے مغرب تک، شمال سے جنوب تک، افریقہ سے ہندوستان تک اور چین سے فارس تک فرماں روائی کر کے وہ مقام حاصل کر لیا کہ شاعر بھی تڑپ کر پکار اٹھا۔

کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم. امابعد! أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ " لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ " صدق الله العظيم وقال عليه السلام " لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ " او كما قال عليه السلام.

کتابِ فطرت کے سرِ ورق پر جو نام احمد رقم نہ ہوتا
تو نقش ہستی ابھر نہ سکتی وجود لوح قلم نہ ہوتا
زمین نہ ہوتی، فلک نہ ہوتا، عجم نہ ہوتا، عرب نہ ہوتا
یہ محفل کون و مکاں نہ ہوتی اگر وہ شاہ امم نہ ہوتا

سامعین گرامی اور میرے بزمِ شامزئی شہیدؒ کے ہم خیال ہم فکر ساتھیو!

آج کی اس پروقار اور بارونق محفل کو دیکھ کر میں یہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ یہ لہلہاتی کھیتی، یہ سرسبز گلستان، یہ مہکتے گلاب اور یہ چہکتے عندلیب کس کی مرہون منت ہیں؟ اس باغ اور کھیتی کی آبیاری کس شخصیت نے کی؟ حالانکہ چودہ سو سال پہلے انسانیت کا گلستان بالکل ویران اور اجڑا نظر آتا ہے جہاں نہ کوئی کلی کھلتی ہے اور نہ کوئی بلبل چہکتی ہے یہ عظیم کارنامہ کس کا ہے یہ عظیم انقلاب کس ذات کی ہے، وہ باغ باں، محبوب کل، دانائے رسل، حضرت محمد ﷺ کی شخصیت ہے جس کی بعثت سے انسانیت میں جان آگئی اور اس کی روح نکھرنے لگی خود جور و جفا کی تاریکی میں بھٹکنے والی انسانیت مہر و وفا اور ہدایت کے دیئے اور دیپ جلانے لگی شاعر نے کیا خوب کہا:۔

درفشانی نے تیری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو زندہ کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

سامعین محترم! اس مضمون کو اللہ تعالیٰ یوں بیان فرماتے ہیں "لَقَدْ مَنَّ اللہُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ" خالق انسانیت کا عالم انسانیت کے نام، محسن انسانیت کو بھیجنا مبعوث کرنا ایک عظیم نعمت ہے جوان کو خدائی احکام پڑھ کر سناتے ہیں اور باطن کی گندگی کی صفائی کرتے ہیں اور انہیں حکمت ودانائی کی تعلیمات سے بہرہ مند کردیتے ہیں حالانکہ اس سے پہلے انسانیت جہنم کی کھائی میں گرنے والی تھی "وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ" اور کفر وضلالت کی وادی میں سرگرداں و پریشان تھے "وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ" اور یاد رکھو جو اس نعمت اور احسان کو بھلادے گا تو عنداللہ اس کا کوئی عذر مقبول نہیں، کوئی بہانا منظور نہیں، جہنم کی آگ اس کا ٹھکانہ ہے "وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ" اس کی عکاسی شاعر نے یوں کی: ۔

در فیض محمد ﷺ واہ ہے آئے جسکا جی چاہے
نہ آئے آتش دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے
مریضان گناہ کو دو خبر فیض محمد ﷺ کی
بلا قیمت دوا ملتی ہے آئے جس کا جی چاہے

سامعین محترم! آپ کی حیات مبارکہ اور سیرت طیبہ انسانیت کیلئے کامل اسوۂ حسنہ ہے، ضابطہ حیات ہے فرمایا "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللہِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں رہتا جس میں آپ کی کامل رہنمائی موجود نہ ہو، بیت اللہ کے احکام سے لیکر بیت الخلاء کے احکام تک سب کچھ بتادیا، آپ کے اخلاق کیسے تھے "كَانَ خُلُقُهُمْ قُرْآن" اس لئے کہ آپ انسانی اخلاق کی درستگی ہی کیلئے مبعوث ہوئے "بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ" جو آپ سے رشتہ توڑتا آپ اس سے اور قریب ہوتے، ظالم کو معاف کردیتے جس طرح فتح مکہ کے دن اعلان فرمایا: "لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ" برائی کا بدلہ اچھائی سے دیتے ہیں اور یہی تعلیم اپنی امت کو دیتے ہوئے فرمایا "صِلْ مَنْ قَطَعَكَ" جو تم سے ناطہ

توڑے اس سے ناطہ جوڑ دو، "وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَکَ" ظالم کو درگزر کرو، "وَاعْطِ مَنْ حَرَمَکَ" جو تجھے محروم رکھے اسے عطا کرو، "وَاَحْسِنْ اِلیٰ مَنْ اَسَاءَ اِلَیْکَ" برائی کا بدلہ نیکی سے دیا کرو، غرض یہ کہ آپ کی سیرت کمال و صفات کا مجموعہ ہے میں کس کس پہلو کواجاگر کروں آپ کی سیرت اور حیات کو اپنانا ہی ذریعہ نجات ہے آج کا مسلمان ایمان کا دعوی تو کرتا ہے، حُبّ نبی کا دعویٰ تو کرتا ہے لیکن اس نادان کو یہ پتہ نہیں کہ اس کا نبی کیا فرما گیا فرمایا "لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُم" وہ شخص مومن نہیں ہوسکتا "حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبْعًا لِمَا جِئْتُ بِه" جب تک اپنی خواہشات والی زندگی کو چھوڑ کر وہ میری سیرت نہ اپنا لے میری اتباع کے سوا اسے کہیں نجات نہیں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ توراۃ کے چند صفحے لا کر بارگاہ رسالت میں پڑھنے لگے، ابوبکر بھی موجود ہے، نبی کا چہرہ متغیر ہونا شروع ہوا، رخسار مبارک لال ہونے لگے، ابوبکر نے محسوس کیا تو عمر کو ڈانٹ کر کہا اے عمر! تیرا بھلا ہو تو کیا کر رہا ہے؟ حضرت عمرؓ نے جب حضور ﷺ کی طرف دیکھا فوراً کہنے لگا "رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا" آپ کا غصہ جاتا رہا پھر فرمایا: خدا کی قسم "وَاللهِ لَوْبَدَالَکُمْ مُوْسیٰ فَتَبِعْتُمُوْهُ وَتَرَکْتُمُوْنِیْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءَ السَّبِیْلِ" اگر موسیٰ تمہارے درمیان آجائے اور تم مجھے چھوڑ کر اس کی اطاعت کرنے لگو تو تم راہ ہدایت سے ہٹ جاؤ گے اس لئے کہ اگر وہ خود میری نبوت پا لیتے تو میری اتباع کرتے "لَوْاَدْرَکَ نُبُوَّتِیْ لَاتَّبَعَنِیْ" حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت عیسیٰؑ تک سب میرے ماتحت ہونگے...... وَآدَمُ وَمَنْ سِوَاهُ تَحْتَ لِوَائِیْ۔

قرآن نے کہا "قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللهُ" کہہ دیجئے اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کے دعوے کرتے ہو تو میری اتباع کرو لیکن آج اس کی مبارک سنتیں پامال ہو رہی ہیں، گھر گھر سے سنتوں کے جنازے سنتوں کے اٹھ رہے ہیں آج کے مسلمان کو نبی کی صورت اچھی نہیں لگتی اور پھر بھی عشق و محبت کے لمبے چوڑے دعوے کرتے

ہیں، یہ فلسفہ میری سمجھ سے بالاتر ہے اس موقع پر یہی کہا جا سکتا ہے ۔

تَعْصِی الْاِلٰـهَ وَاَنْتَ تَظْهَرُ حُبَّهٗ
وَهٰذَا الْعُمْرِیْ فِی الْفِعَالِ بَدِیْعٗ
اِنْ کُنْتَ صَادِقًا فِیْ قَوْلِکَ لَاَطَعْتَهٗ
اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٗ

شاعر کہتا ہے کہ اے مخاطب! تو نبی سے محبت کے دعوے کرتا ہے اور اس کی سنت سے کتراتا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ تو اپنی محبت میں جھوٹا ہے، تیری محبت جھوٹی ہے، اس لئے کہ عاشق تو معشوق کی ہر ادا پہ جان دیتا ہے تیری محبت مجنون کی مجازی محبت سے بھی گئی گزری ہے جو لیلیٰ کے در و دیوار چومتا پھرتا اور یہ کہتا گیا: ۔

اَمُرُّ عَلَی الدِّیَارِ دِیَارِ لَیْلٰی
اُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارَ وَذَا الْجِدَارَ
وَمَا حُبُّ الدِّیَارِ شَغَفْنَ قَلْبِیْ
وَلٰکِنْ حُبُّ مَنْ سَکَنَ الدِّیَارَ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق

الحمدلله الذی شهدلنبیٖه بحسن الاخلاق والصلوٰة والسلام علیٰ من قال "بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ". امابعد! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ "وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" صدق الله العظيم

گرامی قدر اساتذہ کرام، عزیز طلبہ ساتھیو اور دیگر مہمانانِ گرامی!

آج کی اس محفل میں جس موضوع پر گفتگو کا حکم دیا گیا ہے وہ موضوع ہے حضورؐ کے اخلاق!

سامعین گرامی! دنیا میں اخلاق کے بڑے بڑے معلم اور پیکر پیدا ہوئے جن کے مکتب میں آکر بڑی بڑی قوموں نے آداب کا زانو طے کیا ان اخلاقی معلمین کو دو جماعتوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلی جماعت وہ ہے جس نے اپنی تعلیم کی بنیاد آسمانی مذہب پر رکھی یہ انبیاء علیہم السلام کی جماعت ہے۔ دوسری جماعت وہ ہے جس نے اپنے فلسفے وحکمت اور عقل ودانائی کی بنیاد پر اپنی عمارت کھڑی کی یہ حکماء کی جماعت ہے انبیاء اور حکماء میں سب سے بڑا اور بنیادی فرق یہ ہے کہ انبیاء قول وعمل کے پیکر ہوتے ہیں جبکہ حکماء کی اخلاقی تعلیم صرف اقوال تک محدود ہے بلند سے بلند حکیم اور اخلاق کا دانائے فلسفی جس کی اخلاقی سخن طرازی اور نکتہ پروری سے دنیا حیران ہے عمل کے لحاظ سے دیکھو تو اس کی زندگی ایک معمولی بازاری سے اونچی نہیں، وہ رحم ومحبت کے طلسمات کے ایک ایک راز سے واقف ہے مگر غریبوں پر رحم کھانا اور دشمنوں سے محبت کرنا وہ نہیں جانتا۔ اس کے برخلاف انبیائے کرام علیہم السلام کے قول اور عمل میں کوئی تضاد نہیں وہ جو کچھ کہتے ہیں کرتے بھی ہیں، جو ان کی تعلیم ہے وہی ان کا عمل ہے اس لئے ان کی تعلیم وصحبت کا فیضان خوشبو بن کر اڑتا ہے اور ہم نشینوں کو معطر بنا دیتا ہے۔ سقراط اور افلاطون کے مکالمات اور ارسطو کے اخلاقیات پڑھ کر ایک شخص بھی صاحب اخلاق نہ بن سکا مگر یہاں قوموں کی قومیں ہیں جو موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام

اور محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم و تلقین سے اخلاق کے بڑے بڑے درجات اور مراتب پر پہنچی اور آج زمین کے کرہ پر جہاں کہیں حسن اخلاق کی کوئی کرن ہے وہ نبوت ہی کے تطلع انوار سے نکل رہی ہے۔

عزیزان گرامی! جب ہم غور کرتے ہیں تو انبیائے کرام کی جماعت میں بھی اسلام کے اخلاقی معلم، پیکر حسن اخلاق، محبوب خدا، محمد ﷺ کی شان نرالی اور ممتاز معلوم ہوتی ہے باقی انبیائے کرام کے اخلاقی کمالات ہم سے پوشیدہ ہیں ان کی اخلاقی زندگی کے ہر پہلو پر ناواقفیت کا پردہ پڑا ہوا ہے صرف اسلام ہی کے ایک اخلاقی معلم کی زندگی ایسی ہے جس کا حرف حرف دنیا میں محفوظ اور معلوم ہے۔ جس کی زندگی کا ہر پہلو روز روشن کی طرح عیاں ہے اسلام کے اس معلم کی شان اس لحاظ سے بھی بلند و بالا ہے کہ اس نے جو کچھ کہا سب سے پہلے خود کر کے دکھا اس کا جو قول تھا وہی اس کا عمل تھا۔ اس نے یہودی کو طعنہ دیا "اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ" ساتھ ہی مسلمانوں کو متنبہ کیا "لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ" صحیفہ سیرت کے اوراق اٹھا کر دیکھو تو حسنِ اخلاق کا یہ عظیم معلم حسن اخلاق کی ترغیب دیتے ہوئے نظر آتے ہیں اور حسن اخلاق کو ایمان کی تکمیل کا ذریعہ فرما کر یوں گویا ہوئے ہیں "اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا" اور کبھی یوں ارشاد فرماتے ہیں "خِيَارُكُمْ اَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا" اور کبھی زبان مبارک سے یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں "مَامِنْ شَيْءٍ يُوْضَعُ فِي الْمِيْزَانِ اَثْقَلُ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ" اور کبھی حاملین حسن اخلاق کو اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے قرار دے کر اور حسنِ اخلاق کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ بتا کر یوں ارشاد فرماتے ہیں "اَحَبُّ الْعِبَادِ اِلَى اللهِ اَحْسَنُهُمْ اَخْلَاقًا" صرف یہی نہیں بلکہ اخلاقی معلم اپنے لئے بھی حسنِ اخلاق کی دعا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں "اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ" ذرا غور کرو! ایک پیغمبر اپنے تقرب اور استجابت کے بہترین موقع پر بارگاہ الٰہی سے جو چیز مانگتا ہے وہ حسن اخلاق

ہے۔
حاضرین مجلس! حضور ﷺ نے حسن اخلاق کی صرف زبانی تلقین نہیں فرمائی اپنے عمل سے بھی خود کو اخلاق کا پیکر ثابت کیا۔ ایک شخص نے ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ حضور ﷺ کے اخلاق کیا تھے؟ فرمایا: تم نے قرآن نہیں پڑھا "كَانَ خُلُقُهُمْ قُرآن" اس میں شک نہیں کہ دنیا میں جتنے بھی پیغمبر آتے یا جتنے بھی اخلاقی معلمین پیدا ہوئے سب کی تعلیمات کا بنیادی باب اخلاقیات سے متعلق تھا لیکن مذہب کے دوسرے ابواب کی طرح اس باب میں بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت تکمیلی حیثیت رکھتی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا "اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ." "ام المومنین حضرت خدیجہؓ نے آپ کے اخلاق کو یوں بیان فرمایا "وَاللهِ لَا يُحْزِنُكَ اللهُ اَبَدًا" خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا "اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ" آپ قرابت داروں سے صلہ رحمی کرتے ہیں، "وتصدق الحدیث" آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں، "و تَحْمِلُ الكَلَّ" آپ بے کسوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، "تُكْسِبُ الْمَسَاكِيْنَ" آپ مسکینوں اور بے نواؤں پر خرچ کرتے ہیں "وَتَقْرِی الضَّيْفَ" آپ مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں، "وَ تُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ" اور مصائب وحوادث میں لوگوں کی دستگیری کرتے ہیں۔ نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ کو ان الفاظ میں بیان کیا: اے بادشاہ! ہم جاہل قوم تھے، بتوں کی عبادت کرتے تھے، مردوں کو کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، مظلوموں کو ستاتے تھے، اسی اثناء میں ایک شخص ہم میں مبعوث ہوا اس نے ہمیں سکھایا کہ ہم پتھروں کی عبادت چھوڑ دیں، سچ بولیں، خونریزی سے باز آجائیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں، ہمسائیوں کو نہ ستائیں، عفیف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں۔
سامعین مکرم! حضور ﷺ کے حسن اخلاق کی اس سے بڑی دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ خود رب کائنات نے "وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" فرما کر آپ کے عظیم اخلاق پر مہر تصدیق ثبت

کردی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ؐ کے اخلاق حسنہ اپنانے کی توفیق نصیب فرمائیں آمین۔

آخر میں ان اشعار کے ساتھ اپنی تقریر ختم کروں گا۔

وہی یونان کہلاتا تھا جو تہذیب کی دنیا
وہی روئے زمین پر آج تھا تخریب کی دنیا
یہ تحقیق و تجسس کا جہاں تھا آج ویرانہ
افلاطون کی خِرد سقراط کی دانش تھی فسانہ
غرض دنیا میں چاروں سمت اندھیرا ہی اندھیرا تھا
نشانِ نور گم تھا اور ظلمت کا بسیرا تھا
کہ دنیا کے افق پر دفعتاً سیلاب نور آیا
جہانِ کفر و باطل میں صداقت کا ظہور آیا
حقیقت کی خبر دینے بشیر آیا نذیر آیا
شہنشاہی ــــ جس کے قدم چومے وہ فقیر آیا

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت مربی

الحمدلله جل جلا وعلاو الصلوٰة والسلام علیٰ من صلی علیه الاله وعلیٰ اٰله المجتبی واصحابه المقتدی. ﴿مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ "وقال النبی ﷺ "اِنَّ اللّٰهَ لَمْ یَبْعَثْنِیْ مُعَنِّتًا وَّلَا مُتَعَنِّتًا وَّلٰکِنْ بَعَثَنِیْ مُعَلِّمًا مُیَسِّرًا.

میرے بزمِ شامزئی شہیدؒ کے غیور نوجوانو!

میں آج کی اس بھری محفل میں جس عنوان کے تحت اپنے خیالات کا گرداڑانے جارہاہوں وہ ہے رسول کریم ﷺ بحیثیت مربی۔

محترم سامعین! سب سے پہلے عرب قوم کی چودہ سوسال پہلے کی تاریخ پر نظر دوڑاتے ہیں۔ عرب معاشرہ اوراس کی ثقافت کا جائزہ لیتے ہیں کہ حضور پاک کی تعلیم وتربیت سے قبل ان کی کیاحالت تھی اورآپ کی بے نظیراور مثالی تربیت کے بعدان کی کیاحالت ہوگئی تب جاکر سمجھ میں بخوبی یہ بات آئے گی کہ آپ کس درجہ کے کامیاب اور عظیم مربی تھے۔

قیاس کن وہ گلستان من بہارمرا

حضورکی تربیت سے پہلے انسانیت خصوصاعرب قوم تباہی کے دہانے پرپہنچ چکی تھی "وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ" حضورکی تعلیم وتربیت سے اس تباہی سے بچ کر دوسروں کیلئے ہدایت کے نمونے بن گئے "فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا" آپ کی تربیت سے قبل عرب قوم قتل وغارتگری اورخون ریزی میں ضرب المثل بن چکی تھی "وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً" آپ کی تربیت کے بعداخوت اور بھائی چارگی کا مظہر بن کر "فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا" جذبہ ایثار کی وہ داستان چھوڑ گئی جس کی نظیرانسانی تاریخ کے کسی باب میں بھی نہیں ملتی "وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ" جوقوم اصنام واوثان کی پرستش میں اور معبودانِ باطلہ کی

خوشنودی میں کبھی سجدہ زن تھی "مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى" آپ کی جوہر تربیت سے وہ خالق کائنات کی رضا کے متلاشی بن گئے "يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا" اسے راضی کرنے کیلئے کبھی رکوع میں تو کبھی سجدے میں گر گئی "تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا" کثرت سجدہ ریزی کا نوران کے مبارک جبینوں سے چھلکنے لگا" سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ" یہی وجہ ہے خدا کی ذات بھی انسانیت پر احسان جتلاتی ہے کہ حضور ﷺ کی آمد کے بعد اور آپ کی تربیت اور وہدایت کے بعد سسکتی انسانیت میں دوبارہ زندگی کی رمق آگئی "لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ" یہاں آکر تب ہی یہ فلسفہ سمجھ میں آتا ہے کہ "لَوْلَا الْمُرَبِّيْ لَمَا عَرَفْتُ رَبِّيْ" یہ کیسا مربی تھا؟ جس کی تربیت سے یکسر انقلاب برپا ہوا، ایک شورش اٹھی کہ آج تک افلاطون سقراط، بقراط اور ارسطو کے فلسفہ خوان فرط حیرت میں ماؤف الحواس ہو چکے ہیں کہ۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

سامعین محترم! آپؐ نے بحیثیت ایک مربی انسانیت کی تربیت تدریجی انداز میں فرمائی اس لئے کہ انسانی طبیعت اور انسانی فطرت یک لخت اور یکدم کسی نو پید نظریے کو قبول نہیں کرتی۔ یہی وجہ تھی کہ آپؐ تدریجاً اور درجہ بدرجہ اپنی امت کی تربیت کیا کرتے تھے "فَتَعَلَّمْنَا الْاِيْمَانَ قَبْلَ اَنْ نَتَعَلَّمَ الْقُرْآنَ ثُمَّ تَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ فَازْدَدْنَا بِهٖ اِيْمَانًا" کا حقیقی مفہوم یہیں آکر واضح ہو جاتا ہے۔ ابن مسعودؓ کا یہ قول اس بات کی واضح دلیل ہے فرمایا "كَانَ الرَّجُلُ مِنَّا اِذَا تَعَلَّمَ عَشَرَ آيَاتٍ لَمْ يُجَاوِزْهُنَّ حَتّٰى يَعْرِفَ مَعَانِيَهُنَّ وَالْعَمَلَ بِهِنَّ" حضرت معاذ بن جبلؓ کو آپؐ جب یمن کی طرف گورنر بنا کر بھیجتے ہیں تو اسی تدریجی تربیت کے گر بتاتے ہوئے فرماتے ہیں "اِنَّكَ سَتَاْتِيْ قَوْمًا مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ" سب پہلے "فَادْعُهُمْ اِلٰى شَهَادَةِ

اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰه" دوسرے درجے پر "فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذَالِکَ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ اِفْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ اِلٰى فُقَرَائِهِمْ" تیسرے مرحلے پر "فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لِذَالِکَ فَاِيَّاکَ وَكَرَائِمَ اَمْوَالِهِمْ" دورانِ تعلیم وتربیت آپ مخاطبین پر نظر فرماتے ہیں کہ اس کا ذہن کس قدر بوجھ کا حامل ہے۔یہی وجہ ہے کہ آپ اعتدال اور میانہ روی سے کام لیتے تھے تاکہ تشنگانِ علومِ نبوت کو ملال اور بوریت کا بوجھ لاحق نہ ہو "كَانَ النَّبِیُّ ﷺ يَتَخَوَّلُهُمْ بِالْمَوْعِظَةِ وَالْعِلْمِ كَیْ لَا يَنْفِرُوْا" دوسری روایت میں ہے کہ "كَانَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ وَالْعِلْمِ كَیْ لَا يَنْفِرُوْا كَانَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ الْاَيَّامِ مَخَافَةَ السَّاٰمَةِ عَلَيْنَا۔"

دوسری خوبی آپ ﷺ کی تربیت کی یہ تھی کہ دورانِ تربیت شفقت ورحمت کا پہلو شانِ نبوت میں نمایاں تھا نبوت کا مزاج بھی مہر ووفا کی محبت والفت کے ساتھ انسانیت کو خالقِ حقیقی سے روشناس کرانا تھا اس لئے کہ انسانی طبیعت نرم اور شیریں گفتگو کا اثر جلد قبول کرلیتی ہے۔

کون کہتا ہے نالہ بلبل کو بے اثر
پردے ہیں گل کے لاکھ جگر پاک ہوگئے

جبکہ تند خوئی اور درشت مزاجی، تکدر اور تنفر کا سبب بنتی ہیں۔قرآن حکیم نے آپ کے اس اسلوبِ تربیت کا نقشہ یوں کھینچا ہے "فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ" اسی لئے تو آپ اگر کبھی اپنے متعلق یوں فرماتے ہیں "اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْنِیْ مُعَنِّتًا وَّلَا مُتَعَنِّتًا وَّلٰكِنْ بَعَثَنِیْ مُعَلِّمًا مُّيَسِّرًا" تو کبھی اپنے پیروکاروں کو بھی اسی کی ہدایت دیتے ہوئے نظر آتے ہیں "بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا وَيَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا" حضرت معاویہ بن حکم آپ کے اسی طرزِ تربیت کو ان بلیغ وفصیح الفاظ میں بیان کرتے ہیں "مَا رَاَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ اَحْسَنَ مِنْهُ فَوَاللّٰهِ مَا كَهَرَنِیْ وَلَا ضَرَبَنِیْ

وَلَا شَتَمَنِیْ قَالَ اِنَّ ھٰذَا الصَّلٰوۃَ لَا یَصْلُحُ فِیْھَا شَیْئٌ مِّنْ کَلَامِ النَّاسِ اِنَّمَا ھُوَ التَّسْبِیْحُ وَالتَّکْبِیْرُ وَقِرَاءَۃُ الْقُرْآنِ ۔

یہ آپ کی حسن تربیت ہی تھی کہ دربارِ نبوت کے فیض یافتگان کے دلوں میں اسلام کی محبت اور عقیدت ایسی جاگزیں ہو جاتی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض یافتہ، سردار کے ظلم وستم کا تختہ مشق بن کر بھی وہ اپنے نظریئے اور عقیدے سے پیچھے نہیں ہٹتا اور سرِ مقتل گنگناتا ہوا دار الخلد کی طرف کچھ اس شان سے چل بستا ہے کہ دنیائے باطل دنگ ہو کر رہ جاتی ہے۔

سکھایا ہے ہمیں اے دوست! طیبہ کے والی نے
کہ بوجہلوں سے ٹکرا کر ابھرنا عینِ ایمان ہے
جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوکِ سناں سے بھی
برائے کلمۃ اللہ رقص کرنا عینِ ایمان ہے

لَقَدْ جَمَّعَ الْاَحْزَابُ حَوْلِیْ وَاَلَّبُوا
قَبَائِلَھُمْ وَاسْتَجْمَعُوْا کُلَّ مَجْمَعِ
وَکُلُّھُمْ مُبْدِی الْعَدَاوَۃِ جَاھِدٌ
عَلَیَّ لِاَنِّیْ فِیْ وِثَاقٍ بِمَضْیَعِ
اِلَی اللّٰہِ اَشْکُوْ غُرْبَتِیْ ثُمَّ کُرْبَتِیْ
وَمَا اَرْصَدَ الْاَحْزَابُ لِیْ عِنْدَ مَصْرَعِیْ
وَذَالِکَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰہِ وَاِنْ یَّشَاءْ
یُبَارِکْ فِیْ اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ
فَلَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا عَلٰی
اَیِّ جَنْبٍ کَانَ فِی اللّٰہِ مَصْرَعِیْ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

پیغمبرِ اسلام بحیثیت مقتدیٰ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ——— اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ"۔ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ۔

انقلابِ دہر کا روحِ رواں وہ کون تھا
باعثِ تخلیقِ ہستی کن فکاں وہ کون تھا
وہ کہ نازاں جس پہ تھا خود خالقِ عرشِ عظیم
ایسا کامل اس جہاں میں اے زماں! وہ کون تھا
پتھروں کے زخم کھا کر بھی دعائیں جس نے دیں
ایسا پھر شیریں سخن، شیریں زباں وہ کون تھا

آج کے اس عظیم الشان فقید المثال تقابلی سلسلۂ تقاریر میں بندہ جس موضوع و عنوان پر اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتا ہے، وہ "پیغمبرِ اسلام بحیثیت مقتدیٰ" اللہ تبارک وتعالیٰ حق وسچ گفتگو کے ساتھ بدوامِ روانی کی توفیق بخشے (آمین)۔

گرامی قدر سامعین! وجہِ تخلیقِ کائنات، پیشوائے انس وجنات، منبعِ رحمت وانوارات، مبدأ خیر وبرکات، سید الکونین، حضرت محمد عربی ﷺ کی ذات ستودہ کو اللہ جل مجدہٗ نے تمام کائنات والوں کے لئے بطور مقتدیٰ ونمونہ کے پیش فرمایا: "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ"۔

اس عالمِ فانی میں اگر کسی کی شخصیت ایسی ہے جس کی اقتدا زندگی کے ہر شعبے میں

کی جا سکتی ہو، وہ آپ ﷺ ہی کی ذات اقدس ہے، جو تمام باکمال انسانوں پر فائق اور برتر ہے، جتنا زمانہ گزرتا جائے گا اور نیا نیا دور آتا رہے گا، اتنا ہی لوگوں کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شخصیت میں کامل نمونہ، بہترین اسوہ اور ہدایت کا مینارہ نظر آئے گا، کیونکہ رب کا انتخاب لاجواب ہے: ''اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ '' اور اس بہترین اسوہ اور نمونہ کی عظمت جو رسالت مآب ﷺ کی خصوصیت ہے، خواہ عبادات ہوں یا زھد وتقویٰ، تواضع ہو یا حلم و بردباری، قوت وطاقت ہو یا شجاعت وبہادری، حسن سیاست ہو یا اصول پرستی سب کو محیط ہے۔

آیئے! آپ ﷺ کی عظمت کے سمندر اور کمالات کے بحرِ ذخار سے چلو بھرتے ہیں، عبادات میں آپ ﷺ جس انتہاء کو پہنچ چکے تھے، عقل انسانی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی، محبوب کبریاء کی کثرت عبادت کو دیکھ کر خلاق عالم کو خود ترس آیا: '' يَآ اَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ، قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلاً، نِصْفَهٗ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلاً '' لیکن آپ ﷺ ''اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْداً شَكُوْراً'' کہہ کر عبادت میں مگن رہے، آپ ﷺ کے زھد وتقوی کا یہ عالم کہ چٹائی کے نشان آپ ﷺ کے جسم اطہر پر بن جاتے، کئی کئی دن تک کاشانۂ ختم نبوت میں فاقہ رہتا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دی، ''وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى '' اور مزید تاکید کی: ''وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجاً مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ''۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ام المؤمنین عفیفۂ کائنات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے مسلسل تین روز کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا، تواضع کے شاندار نمونہ پر آپ ﷺ کے وجودِ مسعود کا خمیر اٹھایا گیا تھا، اپنا کام خود کرتے، کپڑوں پر پیوند لگاتے، جوتا گانٹھتے اور گھر کے کام کاج میں امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کا ہاتھ بٹاتے، آپ

ﷺ کے ان اوصاف حمیدہ کے پیچھے وحی کی آواز کارفرما تھی: ''وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ''۔ آپ ﷺ کا عفو و درگزر، حلم و بردباری خواہ عرب کے بدوؤں کی سختی و ترشی کے مقابلے میں ہو یا فتح و نصرت، غلبہ و قوت کے بعد دشمنوں کے تکبر و زیادتی کے مقابلے میں اپنی مثال آپ تھا۔

فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے مشرکین مکہ سے فرمایا: ''مَاتَرَوْنَ اَنِّیْ فَاعِلٌ بِکُمْ'' کہنے لگے ''اَخٌ کَرِیْمٌ وَّابْنُ اَخٍ کَرِیْمٍ'' آپ کے حلم و بردباری، عفو و درگزر کا سمندر موجیں مارنے لگا، زبان رسالت گویا ہوئی: ''اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ'' قرآن مجید کی آیت ''لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَکُمْ'' کی تلاوت فرمائی، ایسا کیوں نہ ہو؟ رب ذوالجلال کا حکم: ''خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِیْنَ'' اور ''فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْلَ'' پر آپ سے زیادہ کون عمل پیرا ہو سکتا تھا؟۔

قوت و طاقت کا یہ عالم عرب کہ مشہور پہلوان رکانہ کو تین مرتبہ پچھاڑ دیا جو ان کے لئے باعث ایمان بنا، جنگ کی شدت کے موقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی پناہ میں آتے، اس لئے کہ آپ ﷺ کے دل کی قوت، جسم کی طاقت، اعصاب کی مضبوطی ان کے سامنے تھی، شدید ترین مقامات و حالات میں آپ ﷺ اقدام کرنے والے جنگی قوانین سے واقف مضبوط کمانڈر رہتے، خداوند قدوس نے آپ ﷺ کو شدت کا حکم دیا تھا: ''یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ''۔

حسن تدبیر میں بھی آپ ﷺ بہترین مقتدیٰ ہیں، آپ ﷺ کے نرم برتاؤ نے آپ ﷺ کے گرد جانثاروں کا گروہ جمع کیا یہ تعلیم بھی قرآن عظیم نے دی تھی: ''فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ'' آپ

ﷺ کا سب سے بلند ترین وصف اور اعلیٰ ترین عادت اصول پرستی تھی کہ تیز ہوا کے جھکڑ بھی آپ ﷺ کی دعوت کو نہ روک سکے، آپ ﷺ کی گردن پر اوجھڑی رکھی گئی، آپ ﷺ پر پتھر برسائے گئے، آپ ﷺ کی راہ میں کانٹے بچھائے گئے، لیکن آپ ﷺ کے پایۂ ثبات میں تزلزل نہ لا سکے۔

مشرکین مکہ نے آپ ﷺ سے ایڈجسٹمنٹ کرنی چاہی تو آپ ﷺ نے ابوطالب سے فرمایا: ''وَاللّٰهِ یَاعَمِّ لَوْوَضَعُوْاالشَّمْسَ فِیْ یَمِیْنِیْ وَالْقَمَرَفِیْ یَسَارِیْ عَلٰی اَنْ اَتْرُکَ هٰذَاالْاَمْرَ مَاتَرَکْتُهٗ'' آپ ﷺ ''فَاصْبِرْ کَمَاصَبَرَاُوْلُوْاالْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ'' پر مکمل عمل پیرا تھے۔

الغرض ہر چیز میں آپ ﷺ کی اقتداء ہم کو جملہ اقوام سے ممتاز بنادے گی، تو چھوڑ دو مغرب کے بدبودار نظام کی اقتداء کو، اور اس ذات کی اقتداء کرو جس کے لئے جنت سجائی گئی، اس ذات کی اقتداء کرو جس کے ہاتھوں کوثر لٹایا گیا اور باطل کے تمام نظاموں کو تہس نہس کر کے کفر کے ایوانوں میں تہلکہ مچادو اور ظلم و بربریت، وحشت و درندگی، بغض و عداوت کو فنا کا پیغام سنا دو اور پوری دنیا میں امن و آشتی، سکون واطمینان، محبت والفت کا علم لہرا کر ایک ایسا انقلاب برپا کرو، جس میں بحیثیت مقتدیٰ صرف اور صرف پیغمبر اسلام محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کیا گیا ہو۔

وَمَاعَلَیْنَااِلَّاالْبَلَاغُ

مقاصد بعثت

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم. أمابعد! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَیُزَکِّیْهِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ" صدق الله مولانا العظیم.

میرے بزمِ شامزئی شہیدؒ کے انتہائی واجب الاحترام دوستو!

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سورۃ بقرۃ کی اس آیت، سورہ آل عمران اور سورہ جمعہ کی آیات میں حضور ﷺ کے متعلق ایک ہی مضمون، ایک ہی طرح کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ جس میں حضور ﷺ کے اس دنیا میں تشریف لانے کے مقاصد یا آپ کی عہدہ نبوت و رسالت کے فرائض منصبی بیان کیے ہیں جو تین ہیں ایک تلاوت، آیات دوسرے تعلیم، کتاب وحکمت تیسرا لوگوں کے اخلاق کا تزکیہ وغیرہ۔

یہاں پہلی بات قابل غور ہے کہ تلاوت کا تعلق الفاظ سے ہے تعلیم کا تعلق معانی سے یہاں تلاوت وتعلیم کو الگ الگ بیان کرنے سے یہ حاصل ہوا کہ قرآن کریم میں جس طرح معانی مقصود ہیں اس کے الفاظ بھی مستقل مقصود ہیں، ان کی تلاوت وحفاظت فرض اور اہم عبادت ہے یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضور ﷺ کے بلاواسطہ شاگرد اور مخاطب خاص وہ حضرات تھے جو عربی زبان کے نہ صرف جاننے والے بلکہ اس کے فصیح وبلیغ خطیب اور شاعر بھی تھے، ان کے سامنے قرآن عربی کا پڑھ دینا بھی بظاہر ان کی تعلیم کیلئے کافی تھا، ان کو الگ سے ترجمہ وتفسیر کی ضرورت نہ تھی تو پھر تلاوتِ آیات کو ایک علیحدہ مقصد اور تعلیم کتاب کو جداگانہ دوسرا مقصد رسالت قرار دینے کی کیا ضرورت تھی جبکہ عمل کے اعتبار سے یہ دونوں مقصد ایک ہی ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اصول فقہ میں قرآن کریم کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ "هُوَ اِسْمٌ لِلنَّظْمِ وَالْمَعْنٰی جَمِیْعًا" یعنی قرآن نام ہے الفاظ اور معنی دونوں کا جس

سے معلوم ہوا کہ اگر معانی قرآن کو الفاظِ قرآن کے علاوہ دوسرے الفاظ یا دوسری زبان میں لکھا جائے تو وہ قرآن کہلانے کا مستحق نہیں اگرچہ مضامین بالکل درست ہی ہو خلاصہ میں تعلیم کتاب سے علیحدہ تلاوت آیات کو جدا فرض قرار دے کر اس کی طرف اشارہ کردیا کہ قرآن کریم میں جس طرح اس کے معانی مقصود ہیں اسی طرح الفاظ بھی مقصود ہیں کیونکہ تلاوت الفاظ کی ہوتی ہے معانی کی نہیں اس لئے جس طرح رسول کے فرائض میں معانی کی تعلیم داخل ہے اسی طرح الفاظ کی تلاوت اور حفاظت بھی ایک مستقل فرض ہے۔

دوسرا مقصد اس کا یہ ہے کہ اس آیت میں فرائضِ رسول اللہ ﷺ بیان کرتے ہوئے تلاوت آیات کو مستقل فرض قرار دے کر اس پر تنبیہ کردی گئی کہ قرآن کریم کے الفاظ کی تلاوت اور ان کی حفاظت اور ان کو ٹھیک اس لب ولہجہ میں پڑھنا جس پر وہ نازل ہوئے ہیں ایک مستقل فرض ہے اس طرح تلاوت آیات کے فرض کے ساتھ ساتھ تعلیم کتاب کو جداگانہ فرض قرار دے کر ایک دوسرا اہم نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن کے فہم کیلئے صرف عربی زبان کا جان لینا کافی نہیں بلکہ تعلیم رسول ﷺ کی ضرورت ہے جس طرح کے تمام علوم وفنون میں یہ بات معلوم ومشاہد ہے کہ کسی فن کی کتاب کے مفہوم کو سمجھنے کیلئے محض اس کتاب کی زبان جاننا بلکہ زبان کا ماہر ہونا بھی کافی نہیں جب تک کہ اس فن کو کسی ماہر استاد سے حاصل نہ کیا جائے مثلاً آج کل ڈاکٹری، ہومیوپیتھک اور ایلوپیتھک کی کتابیں عموماً انگریزی زبان میں ہیں لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ محض انگریزی زبان میں مہارت پیدا کر لینے سے اور ڈاکٹری کی کتابوں کا مطالعہ کر لینے سے کوئی شخص ڈاکٹر نہیں بن سکتا۔ بڑے فنون تو اپنی جگہ پر ہیں معمولی روزمرہ کے کام محض کتاب کے مطالعہ سے بغیر استاد سے سیکھے ہوئے حاصل نہیں ہو سکتے آج تو ہر صنعت و حرفت پر سینکڑوں کتابیں لکھی ہوئی ہیں فوٹو دیکر کام کرنے اور سیکھنے کے طریقہ بتائیں ہیں لیکن ان کتابوں کو دیکھ کر نہ تو کوئی درزی بنتا ہے اور نہ ہی باورچی، نہ ہی لوہار اگر محض زبان جان لینا کسی فن کے حاصل کرنے اور اس کتاب کہ سمجھنے کیلئے کافی ہوتا تو دنیا کے سب فنون اس شخص کو

حاصل ہوجاتے جوان کتابوں کو جانتا یعنی زبان کو جانتا اب ہر شخص غور کرسکتا ہے کہ معمولی فنون اوران کے سمجھنے کیلئے جب محض زبان دانی کافی نہیں تعلیم استاد کی ضرورت ہے تو مضامین قرآن جو علومِ الٰہیہ سے لے کر طبیعات وفلسفہ تک تمام گہرے دقیق علوم پر مشتمل ہے وہ محض عربی زبان جان لینے سے کیسے حاصل ہوسکتے ہیں اور اگر یہی ہوتا تو جو شخص عربی زبان سیکھ لے وہ معارفِ قرآن کا ماہر سمجھا جائے تو آج بھی ہزاروں یہودی اور نصرانی عرب ممالک میں عربی زبان کے بڑے ماہر ہیں وہ سب سے بڑے مفسر قرآن مانے جاتے ہیں اور عہدِ رسالت میں ابوجہل اور ابولہب قرآن کہ ماہر سمجھے جاتے۔

بعثت کا تیسرا مقصد اور حضور ﷺ کے فرائضِ منصبی میں تیسرا تزکیہ ہے۔ جس کے معنی ہیں ظاہری باطنی نجاست سے پاک کرنا ظاہری نجاست سے تو عام انسان واقف ہے باطنی نجاست کفر اور شرک، غیر اللہ پر اعتماد کلی اور اعتقاد فاسد، تکبر وحسد، بغض حب دنیا وغیرہ ہیں اگر چہ عملی طور پر قرآن وسنت کی تعلیم میں ان سب چیزوں کا بیان آگیا ہے لیکن تزکیہ کو آپ ﷺ کا جداگانہ فرض قرار دے کر اس کی طرف اشارہ کردیا گیا کہ جس طرح محض الفاظ کے سمجھنے سے کوئی فن حاصل نہیں ہوتا اسی طرح نظری وعملی طور پر فن حاصل ہوجانے سے اس کا استعمال اور کمال حاصل نہیں ہوتا جب تک کسی مربی کے زیرِ نظر اس کی مشق کرکے عادت نہ ڈالے سلوک وتصوف میں کسی شیخ کامل کی تربیت کا یہی مقام ہے کہ قرآن وسنت میں جن احکام کو علمی طور پر بتلادیا گیا ہے ان کی عملی طور پر عادت ڈالی جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

ناموسِ رسالت

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم امابعد اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ" وقال عزّوجلّ "اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَھُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا" وقال "مَلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا" وقال النبی صلی الله علیه وسلم مَنْ سَبَّ نَبِیًّا فَاقْتُلُوْهُ وَ مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَاضْرِبُوْهُ او کما قال علیه الصلوۃ والسلام۔

مجھے ہو ناز قسمت پر، اگر نامِ محمد (ﷺ) پر
یہ سر کٹ جائے اور تیرے سراپا اس کو ٹھکرائے
یہ سب کچھ ہے گوارہ پر یہ دیکھا جا نہیں سکتا
کہ اس کے پاؤں کے تلوے میں اک کانٹا بھی چبھ جائے

معزز و مکرم اساتذہ اکرام اور میرے معزز اور غیور ساتھیو!

آج میں آپ کے سامنے جس موضوع پر لب کشائی کی سعادت حاصل کر رہا ہوں وہ "ناموس رسالت" کے نام سے معنون ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے محبت و عقیدت رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور یہ محبت بھی ایسی ہو کہ جس کے سامنے دنیا کی ہر عزیز اور محبوب چیز ہیچ ہو، اگر حضور ﷺ کی محبت سے بڑھ کر مسلمان کی محبت دنیا اور مادیت کی چیزوں پر غالب آگئی ہو تو یہ اسلام کی راہ شمار نہیں ہو گی۔

چنانچہ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

"لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ"

اور جب حضور ﷺ سے اس محبت کا لحاظ نہ رکھا جائے تو اللہ کی طرف سے ایسی

گرفت اور مواخذہ کا حقدار ہے جو آخرت سے پہلے دنیا میں بھی گھیر لیتا ہے۔ چنانچہ جب حضور ﷺ نے اہل مکہ کو جمع کیا تو ابولہب نے کہا: "تَبًّا لَکَ یَا مُحَمَّدُ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا" اے محمد! تیرا ناس ہو (العیاذ باللہ) تو نے ہمیں اس لیے جمع کیا ہے قرآن آ گیا "ہلاکت و بربادی ابو لہب تیرے لیے ہے "تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ"۔

گستاخِ رسول کی سزا کے بارے میں اصولِ اربعہ کا فیصلہ یہ ہے کہ اس کی سزا موت ہے: (۱) قرآن یہ کہتا ہے "مَّلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا"

(۲) حضور ﷺ یہ فرماتے ہیں: مَنْ سَبَّ نَبِیًّا فَاقْتُلُوْهُ۔

(۳) صحابہ کرامؓ کا اس پر اجماع ہے کہ اس کی سزا موت ہے۔

(۴) اور قیاس کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ایسی ہستی جن کی وجہ سے عالم کو وجود بخشا گیا اس کی گستاخی کرنے والے کی سزا یہ ہے کہ اس کا وجود اس عالم میں باقی نہ رہے۔

چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر جب جہاں رسول اللہ ﷺ: "لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ" اعلان عام فرماتے ہیں وہاں کعبے کے غلاف میں لپٹے ہوئے گستاخ "عبداللہ بن خطل" کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں "اُقْتُلُوْهُ" اس کو قتل کر دیا جائے (اس لئے شاعر کہتا ہے)

ناموسِ مصطفیٰ (ﷺ) پر دل وجان وار دو
گستاخ رسول کو جہاں دیکھو بلا خوف مار دو

آج بھی آقا کی ناموس پر حملہ کرنے کی جسارت کی گئی......

چمگادڑوں نے سورج کی مذمت کی......

سورج کا کوئی نقصان نہیں......

انہی کا منہ کالا ہوگا......

بغض وعناد کے ماروں نے......چاند پر تھوکا

چاند چمک رہا ہے......

ان کے منہ مزید گندے ہو گئے......

جانوروں سے بدتر مخلوق نے......

شرف انسانیت پر انگلی اٹھائی......

ان کا شرف مزید واضح ہو گیا اور ان گستاخوں کی رذالت بھی دیکھو......

ان کی اس حرکت کی وجہ سے عاشقوں کے جذبات طلاطم کا شکار ہیں۔

ایک عاشق درود پڑھ رہا ہے، رو رہا ہے، اسے نیند نہیں آرہی ہر لمحہ اس کی بے چینی بڑھتی جارہی ہے یہ بھی ایک عاشق ہے اسے خود علم نہیں تھا احساس نہیں تھا کہ وہ عاشق ہے وہ ان گندے لوگوں کی بنائی ہوئی چیزیں کھاتا بھی تھا پہنتا بھی تھا اور رکھتا بھی تھا آج اس کا عشق بیدار ہو ﷺ ہے وہ اپنے آقا کے دشمنوں سے بائیکاٹ کر رہا ہے۔

یہ بھی ایک عاشق ہے۔

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن بیان کر رہا ہے:

آپ کی حسین زلفوں کا ......

چاند سے روشن چہرے کا ......

سورج سے واضح ہدایت کا......

آسمان سے اونچے اخلاق کا ......

سب سے پیاری عادات کا ......

حسین تذکرہ سنا رہا ہے اور لکھ رہا ہے ......

دشمن آقا کی محبت سے محروم کرنا چاہتا ہے مگر یہ آپکی محبت کے دیئے جلائے چلا جا رہا ہے آج حضرت بنوری کا روحانی فرزند ان گستاخان رسول سے یہ کہنا چاہتا ہے کہ تم گستاخی کرتے ہو کرو، خاکے بناتے ہو بناؤ، کارٹون بناتے ہو بناؤ، لیکن یاد رکھنا ربّ کعبہ کی قسم۔

گستاخی کروگے ـــــ گم ہو جاؤ گے

کارٹون بناؤ گے۔۔۔کٹ جاؤ گے

خاکے بناؤ گے۔۔۔خاک ہو جاؤ گے

اس لیے کہ

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پر خندہ زن
پھونکو سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

آیئے! آج اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی ناموس کے خاطر عزت کے خاطر اگر کسی بھی قسم کی قربانی دینا پڑی اور خون دینا پڑا تو ہم کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

ان اشعار پر میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

حرمتِ دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نگہبانو! اٹھو
شعلہ سامانی دکھاؤ ، شعلہ سامانو! اٹھو
فتنہ یہ اٹھا ہے ہنگامہ اٹھانے کیلئے
مشعل نورِ محمد ﷺ کو بجھانے کیلئے
یہ بلا آئی ہے تم سب کو جگانے کیلئے
غیرتِ دینی تمہاری آزمانے کیلئے
تم ہو ناموسِ محمد ﷺ کے نگہبان یاد کرو
تم مسلمان ہو، مسلمان ہو، اے مسلمان یاد کرو

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت سالارِ اعظم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم. امابعد! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَھْلِکَ تُبَوِّیُٔ الْمُؤْمِنِیْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ"وقال النبی ﷺ کَانَ عَلَیْہِ یَوْمَ اُحُدٍ دِرْعَانِ قَدْظَاھَرَ بَیْنَھُمَاوقالَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ اِنَّ اللّٰہ بَعَثَنِیْ بِالسَّیْفِ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ وَجَعَلَ رِزْقِیْ تَحْتَ رحمی. صدق اللہ العظیم.

لاکھوں سلام اس آقا پر بت لاکھوں جس نے توڑ دیئے
دُنیا کو دیا پیغام سکوں طوفانوں کے رخ موڑ دیئے
اس محسن عالم نے کیا کیا نہ دیا انسانوں کو
منشور دیا، دستور دیا، کئی راہیں دیں، کئی موڑ دیئے

جناب صدرِ مجلس، قابلِ صداحترام اور مجاہدینِ اسلام میرا موضوعِ سخن" نبی کریم ﷺ بحیثیت سالارِ اعظم" کے عنوان سے معنون ہے۔

سامعینِ محترم! جب زندگی کے سفر میں بڑی مچھلیاں چھوٹی مچھلی کو کھائے جارہی تھی انسانیت کے جنگل میں شیر اور چیتے، سور اور بھیڑیئے، بکریوں اور بھیڑوں کو کھا رہے تھے، بدی نیکی پر، رزالت شرافت پر غالب نظر آرہی تھی، ساری دنیا نیلام کی ایک منڈی بن چکی تھی، جہاں بادشاہ و وزیر، امیر و غریب سب کے دام لگ رہے تھے اور انسانیت سرد لاشہ تھی جس میں کہیں روح کی تپش کا سوز، اور اخوت کی حرارت باقی نہ تھی دفعتاً انسانیت کے اس سرد جسم میں گرم خون کی ایک رو دوڑی اور اس تحریک کے محرک حضرت عبداللہ کے لختِ جگر، سالارِ اعظم محمد رسول اللہ بنے۔

سامعینِ محترم! فوجی اصول کی معتبر کتاب" نظامات الخدمۃ السفریہ" میں جرنیل و سالار کیلئے چند خوبیاں لکھی گئی ہیں کہ یہ خوبیاں جس سالار میں ہوں گی فتح و کامرانی اس کا مقدر بن جائے گی ۔ صاحب کتاب لکھتے ہیں کہ (۱) سالار دلیر ہو چنانچہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی

اکرم ﷺ میدان میں کفار کے زیادہ نزدیک رہتے تھے۔

(۲) سالار صحیح اور فوری فیصلہ کرنے والا ہو چنانچہ واقعہ بدر اس کا شاہد ہے۔

(۳) سالار صاحب بصیرت ہو چنانچہ صلح حدیبیہ میں جنگ کے بدلے سالارِ اعظم کی صلح نے اسلامی فوج کو ۱۴۰۰ سے بڑھ کر ایک سال بعد دس ہزار تک پہنچادیا۔

(۴) سالار مؤثر شخصیت ہو چنانچہ عروہ نامی شخص نے کہا تھا کہ حضور ﷺ جیسا حکمران نہیں دیکھا کہ جس کے وضو کا پانی بھی گرنے نہیں دیا جاتا۔

(۵) سالار صاحب قوت ہو اس سالارِ اعظم کے قوت بازو کو دیکھنا ہو تو واقعہ خندق میں رسول اللہ ﷺ کا چٹان توڑنا واضح علامت ہے۔

(۶) سالار بے داغ ہو چنانچہ حضرت حسان بن ثابتؓ فرماتے ہیں مُبَرَّءٌ مِنْ کُلِّ عَیْبٍ تو معلوم ہوا کہ نبی الملاحم میں سپہ سالاری کی تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

سامعینِ محترم! یہی تو وہ جرأت وسپہ گری تھی کہ جس کی وجہ سے ۳۱۳ صحابہ کو لے کر میدان بدر میں ایک ہزار ناسور کافروں سے نبرد آزما ہوئے، ایک ہزار کا مقابلہ ہوا، بڑھتے ہوئے میدان احد میں ۷۰۰ مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے تین ہزار کا مقابلہ ہوا اور پھر ۴ ہجری میں بنو نظیر کو مدینہ سے نکال کر خیبر بھیج دیا، ۵ ہجری میں اسلام دشمنوں کے خلاف رحمت کائنات کی قیادت میں تین ہزار مجاہدین اسلام دس ہزار کفار کے مقابلے پر اتر آئے اور پھر جنگی حکمت وتدبر اور فوجی اصولوں کے رہبر ورہنما سالارِ اعظم نے فتوحات کے دروازے اپنی قیادت وسیادت کے ذریعے کھلوادیئے۔

سامعینِ محترم! اس آفتاب عالم کی قیادت میں لشکرِ اسلام نے امن وامان کا دور دورہ قائم کیا، ظلم وغرور کا خاتمہ اور کفر کے محلات میں دراڑیں ڈالیں، اس سالارِ اعظم کا صلح حدیبیہ میں کفار سے صلح کرنا جنگی بصیرت تھی کہ اس وقت مجاہدین کی تعداد ۱۴۰۰ تھی جو ایک سال بعد اس بصیرت کی بناء پر دس ہزار ہوگئی اور پھر سالارِ اعظم نے عرب سے باہر سلطنت رومہ کو پاش پاش کرنے کیلئے تین ہزار کا لشکر تیار کر کے روانہ کیا جنھوں نے وہاں فتح پائی۔

سامعینِ محترم! قرآن مقدس کے اعلان اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ اور اِنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُوْنَ کے ضابطوں کے پیش نظر ہزاروں مجاہدین کا قائد اور معرکوں میں دشمن کو شکست فاش کرنے والا سالار اور ۱۹ غزوات میں بغیر جنگ کئے ہوئے دشمن پر اپنا سکہ بٹھانے والا حکمران جسے کل "قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا" کی فرمائش میں بلدان سے ہجرت کرنا پڑی تھی، جسے کل مکہ میں اپنے ستایا کرتے تھے، وہی سالار آج ایک ایک فاتح، قائد، کامیاب لیڈر اور فاتحانہ اداز میں اپنے ہزاروں ساتھیوں کے ساتھ شان وشوکت کے ساتھ دن کے اجالے میں داخل ہوتا ہے تو ظالم وفاجر وقت کے فرعون وہامان زندگی کی بھیک مانگتے نظر آتے ہیں یہ صرف اور صرف نبی اکرم ﷺ کی جنگی بصیرت اور فن حربیت پر مکمل عبوریت اور باہمی نظم وضبط اور اخوت اور بھائی چارگی کا عملی نمونہ تھا کہ اسلام عرب میں پھیل گیا اور روم سلطنت سے ٹکرانے کے بعد عجم کا دروازہ بھی اسلام نے کھٹکھٹا دیا۔

تو میرے دوستو! بحیثیت سالار اعظم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۷ غزوات میں شرکت کی اور ۴۴ کے قریب چھاپہ مارو ستے روانہ کئے اور ہمیشہ اپنی شہادت کی دعا فرماتے تھے "لَوَدِدْتُ اَنْ اُقْتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْيٰ ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْيٰ ثُمَّ اُقْتَلُ... الخ. اور امت کو یہ پیغام دیا کہ ۔

دیکھ یوں بھی عبادت ہوتی ہے
ہم یوں ہی عبادت کرتے ہیں
اسلام کے گلشن کی ہم
جان دے کے حفاظت کرتے ہیں
جینے کا ہمیں کوئی شوق نہیں
مرنے کی ہمیں کوئی فکر نہیں
وہ مر کے بھی زندہ رہتے ہیں
جو دین کی حفاظت کرتے ہیں

وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی الملاحم وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین

سب سے اونچا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

الحمدللہ و کفٰی و صلاۃ و سلام علیٰ من لانبی بعدہ. امابعد! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم "وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ" وقال النبی ﷺ لایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

سلام اس پر کہ اسرار محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

اور میرے ہم مکتب، ہم سفر، ہم مشن اور ہم نوالہ ساتھیو! آج میں آپ حضرات کے سامنے جس موضوع کو لیکر آیا ہوں وہ ہے ''سب سے اونچا نبی ﷺ''۔

میرے بھائیو! کوئی شخص دنیا میں ختم الرسل کی سیرت بیان کرنے کا حق ادا نہیں کرسکتا، میں جتنے مرضی دعوے کروں کہ میں ختم الرسلؐ کی سیرت بیان کروں گا، میں ختم الرسلؐ کے معجزات کا ذکر کروں گا، میں ختم الرسلؐ کے کمالات کا احاطہ کروں گا، میں ختم الرسلؐ کے اخلاق واطوار کا ذکر کروں گا۔

میرے بھائیو! میں جتنا مرضی کہوں حقیقت یہ ہے کہ ختم الرسل ا کے جتنے کمالات ومحاسن ہیں، ختم الرسل ﷺ کی جتنی عظمتیں ہیں اور جس قدر رفعتیں اور بلندیاں ہیں ان تک دنیا کے کسی انسان کی رسائی نہیں ہوسکتی اور دنیا میں اردو اور عربی لغت میں کوئی ایسا لفظ ایجاد نہیں کیا گیا کہ جس لفظ میں ختم الرسلؐ کے کمالات کا احاطہ کیا چنانچہ تمام لغات اس سے قاصر ہیں۔

الفاظ سارے پیچھے رہ گئے، معانی سارے پیچھے رہ گئے، کمالات سارے پیچھے رہ

گئے لیکن میرا پیغمبرؐ سب سے آگے چلا گیا۔

میرے بھائیو! اسی کو تو دیکھ کر مولانا مناظر حسن گیلانی نے کہا ہے کہ یوں آنے کو تو سب آئے ہیں لیکن جو بھی آیا ہے وہ جانے کیلئے ہی آیا ہے لیکن مکہ میں ایک ایسا محمد عربی آیا ہے جو صرف آنے کیلئے ہی آیا ہے اور وہ آیا تو آتا چلا گیا، وہ گھوما تو گھومتا چلا گیا، وہ بڑھا تو بڑھتا چلا گیا، وہ پھیلا تو پھیلتا چلا گیا، وہ چڑھا تو چڑھتا چلا گیا یہ میرے نبی کی شان ہے۔

میرے بھائیو! ہر آدمی نے اپنے اپنے انداز میں میرے نبی ﷺ کی سیرت بیان کی ہے چودہ سو سال گزر گئے ہیں ابھی تک میرے نبی کی سیرت طیبہؐ کے اتھاہ سمندر کی گہرائی تک کوئی نہیں پہنچ سکا لیکن پھر بھی اس نے یہ مقام و مرتبہ حاصل کیا ہے۔

اب دیکھئے کہ اگر میرے پیغمبرؐ کی سیرت کے اتھاہ سمندر میں۔

ابوبکر صدیقؓ نے غوطہ لگایا تو صدیق اکبر بن گیا

عمر فاروقؓ نے غوطہ لگایا تو قاتل سے عادل بن گیا

عثمان غنیؓ نے غوطہ لگایا تو ذوالنورین اور ناشر قرآن بن گیا

علی المرتضیٰؓ نے غوطہ لگایا تو حیدر کرار اور اسد اللہ غالب بن گیا

امیر معاویہؓ نے غوطہ لگایا تو کاتب وحی بن گیا

ابن عباسؓ نے غوطہ لگایا تو مفسر قرآن بن گیا

ابن مسعودؓ نے غوطہ لگایا تو محدث اعظم بن گیا

حبشہ کے بلالؓ نے غوطہ لگایا تو جنت کا وارث بن گیا

میں اس سے بھی آگے چلتا ہوں:

امام ابوحنیفہؒ نے غوطہ لگایا تو فقاہت کا امام بن گیا

امام مالکؒ نے غوطہ لگایا تو حق گو اور صادق بن گیا

امام احمد بن حنبل نے غوطہ لگایا تو استقامت کا شہنشاہ بن گیا

شاہ ولی اللہ نے غوطہ لگایا تو علم پڑھانے والا بن گیا
بلکہ مجھے کہنے دو کہ قاسم نانوتویؒ نے میرے نبیؐ کی سیرت کے اتھاہ سمندر میں غوطہ لگایا تو علم و حکمت کا عرفان اور جنگ آزادی کا ہیرو بن گیا یہ میرے نبیؐ کی شان ہے۔

میرے دوستو! میں نے قرآن کی ایک آیت آپ کے سامنے پڑھی ہے میں چاہتا ہوں کہ آج میں اس کے ضمن میں گفتگو کروں ایک یہ ہے کہ میں اپنی طرف سے نبی کی شان بیان کروں اور ایک یہ ہے کہ کوئی شاعر، کوئی خطیب، کوئی مفکر، کوئی مدبر، کوئی مفسر نبیؐ کی شان بیان کرے اور ایک یہ ہے کہ خدا عرش پر خود نبیؐ کی شان بیان کرے میں چاہتا ہوں کہ آج آپ کو ختم الرسلؐ کی وہ شان سناؤں جو عرش پہ خدا نے بیان کی ہے کیونکہ خدا سے بہتر تو کوئی نبی کی شان بیان نہیں کر سکتا۔

میرے دوستو! دنیا میں انبیاء تو بہت آئے ہیں لیکن جو بھی آیا ہے تو ان کی سیرت کا آغاز ان کی پیدائش کے بعد ہوا اب توجہ کرنا حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت عیسیٰؑ تک تمام انبیاء کرام کی سیرت کا آغاز ان کی پیدائش کے بعد ہوا۔

لیکن قربان جاؤں اپنے نبی پر کہ ان کی پیدائش تو بعد میں ہوئی لیکن ان کی سیرت کا آغاز ان کی پیدائش سے پہلے ہوا، دیکھئے! کہ حضرت آدمؑ کا دنیا سے جانے کا وقت آیا تو اپنے بیٹے کو وصیت کر رہے ہیں کہ بیٹے اگر تجھے کسی چیز کی ضرورت پڑے تو اللہ سے محمد ﷺ کا واسطہ دے کر مانگنا بیٹا کہتا ہے "ابو محمد ﷺ" کون ہے؟ جناب آدم علیہ السلام فرماتے ہیں: اے میرے بیٹے! سن لے بات اتنی سی ہے کہ محمدؐ نے دنیا میں نہ آنا ہوتا تو کائنات نہ بنتی، اگر محمدؐ نے دنیا میں نہ آنا ہوتا تو دنیا کا یہ نظام سجایا نہ جاتا حتیٰ کہ کچھ بھی نہ ہوتا، اے میرے بیٹے! یہ سب چیزیں محمد ﷺ کے واسطے بنا کر سجائی گئی ہیں یہی تو معنیٰ ہے "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" اے پیغمبر ہم نے تیرے ذکر کو اونچا کر دیا ایسا اونچا کر دیا کہ کفار مکہ پیغمبر کی اولاد کے وفات کے وقت خوشیاں منا رہے ہیں۔

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے میرے نبی کو تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں عطا فرمائیں پہلا بیٹا قاسم عطاء فرمایا، دوسرا بیٹا طاہر طیب عطا فرمایا، تیسرا بیٹا ابراہیم عطا فرمایا، جب تیسرا بیٹا ابراہیم چلنے پھرنے لگا اور پیغمبر کے ساتھ گھوڑے پر بیٹھنے لگا تو وہ بھی بیمار ہو گیا اور جب یہ ابراہیم بیمار ہو گیا تو مکہ کے مشرکوں نے مکہ کے سرداروں سے مل کر دارالندوۃ میں میٹنگ بلائی اس میٹنگ میں انہوں نے کہا کہ محمد کا دین مٹ جائے گا اس کی شریعت باقی نہیں رہے گی تیسرا بیٹا ابراہیم پیغمبرؐ کی جھولی میں ہے اور بیماری کی حالت میں ہے نبیؐ نے بیٹے ابراہیم کو دیکھا کہ ابراہیم تڑپ رہا ہے حضورؐ نے روتے ہوئے فرمایا: اَنَــابِفِــرَاقِکَ یَـااِبْـرَاهِيْمَ لَـمَحْزُوْنَا. اے ابراہیم! ہم تیرے فراق میں بڑے غمگین ہیں، واہ میرے اللہ، ابوجہل جو محمد کا دشمن ہے اس کو بڑی اولاد دی۔

لیکن یہ ساری دنیا کا پیغمبر ہے اس کو چار بیٹیاں اور تین بیٹے دے دیئے پہلے ایک اٹھالیا پھر دوسرا اٹھالیا پھر تیسرا۔

میرے بھائیو! جب تیسرے بیٹے کی خبر وفات مکہ میں آئی پیغمبر رو رہے ہیں صحابہؓ پر قیامت ٹوٹ رہی ہے لیکن ابوجہل اپنے گھر میں خوش ہو رہا ہے خوش ہو کر کہتا ہے دیکھو! مکہ والوں اب محمد کا تیسرا بیٹا بھی چلا گیا اب اس کا دین باقی نہیں رہے گا، اب اس کا نام باقی نہیں رہے گا، اب اس کی شریعت باقی نہیں رہے گی

میرے بھائیو! پیغمبرؐ جب پریشان ہوئے اور نبیؐ کی آنکھوں سے جب آنسوؤں کے قطرے موتی بن کر آئے اے اللہ تو نے کیسے ذکر کو اونچا کر دیا تو اللہ فرماتے ہیں کہ جہاں خدا کا ذکر ہوگا وہاں محمد مصطفیٰ کا بھی ذکر ہوگا۔

میرے بھائیو!

اگر آسمان میں پہلے خدا کا ذکر ہوگا تو بعد میں مصطفیٰؐ کا ذکر ہوگا

اگر زمین میں پہلے خدا کا ذکر ہوگا تو بعد میں مصطفیٰ کا ذکر ہوگا

اگر زبور میں پہلے خدا کا ذکر ہوگا تو بعد میں مصطفیٰ کا ذکر ہوگا
اگر تورات میں پہلے خدا کا ذکر ہوگا تو بعد میں مصطفیٰ کا ذکر ہوگا
اگر انجیل میں پہلے خدا کا ذکر ہوگا تو بعد میں مصطفیٰ کا ذکر ہوگا
اگر قرآن میں پہلے خدا کا ذکر ہوگا تو بعد میں مصطفیٰ کا ذکر ہوگا
اگر کلمہ میں پہلے خدا کا ذکر ہوگا تو بعد میں مصطفیٰ کا ذکر ہوگا
اگر اذانوں میں پہلے خدا کا ذکر ہوگا تو بعد میں مصطفیٰ کا ذکر ہوگا
اگر نمازوں میں پہلے خدا کا ذکر ہوگا تو بعد میں مصطفیٰ کا ذکر ہوگا

حتیٰ کے زمین کے ذرے ذرے پہ جہاں خدا کے ذکر کے بغیر چارہ نہیں وہاں محمد مصطفیٰ ا کے ذکر کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ جس طرح خدا کے بعد خدائی کا تصور غلط ہے اسی طرح محمد ا کے بعد مصطفائی کا تصور بھی غلط ہے، خدا اپنی خدائی میں بے مثال ہے اور محمد ا اپنی مصطفائی میں بے مثال ہے، خدا اپنی خدائی میں وحدہ لاشریک ہے اور محمد ا اپنی مصطفائی میں وحدہ لاشریک ہے۔

میرے بھائیو! خدا پر خدائی ختم اور محمد پر مصطفائی ختم یہی تو معنیٰ ہے "وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ" اے پیغمبر! ہم نے تیرے ذکر کو اونچا کردیا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ



سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ امابعد!
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ "وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى" صدق اللہ العظیم.

کتابِ فطرت کے سرِ ورق پر وہ جو نام احمد رقم نہ ہوتا
تو نقشِ ہستی ابھر نہ سکتا، وجود لوح و قلم نہ ہوتا
تیرے غلاموں میں بھی نمایا جو تیرا عکس کرم نہ ہوتا
تو بارگاہ ازل سے تیرا خطاب خیر الامم نہ ہوتا
نہ روئے حق سے نقاب اٹھتا، نہ ظلمتوں کا حجاب اٹھتا
فروغ بخش نگاہ عرفان اگر چراغ حرم نہ ہوتا

انتہائی واجب الاحترام، قابل احترام علماء کرام اساتذہ کرام اور بزم بنوریؒ کے عظیم سپوتو! آج میں آپ حضرات کے سامنے ''سیرت النبی ﷺ'' کے عنوان سے معنون چند ضروری گذارشات گوشگذار کرنا چاہتا ہوں۔

میرے دستو!

میں نے آیت کریمہ تلاوت کی اللہ رب العزت فرماتے ہیں ''وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى'' کہ اے محبوب! میں آپ کی بعد والی زندگی کو پہلی والی زندگی سے بہتر سے بہتر بناتا چلا جاؤں گا۔ رب نے آپ کی بعد والی زندگی کو پہلی زندگی سے بہتر کس طرح بنایا۔ پیغمبر پیدا ہوئے یتیم پیدا ہوئے۔

بعد میں رب نے دُرِ یتیم بنا دیا
یہ پہلے سے بہتر عمل ہو گیا

پیغمبر کا بچپن ہے یہ فطری بات ہے کہ بچہ کھلونے طلب کرتا ہے لیکن پیغمبر تو یتیم ہیں

کھلونے کون دلائے گا رب نے بھی کہا محبوب فکر کی ضرورت نہیں حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ محمد کی انگلی مشرق کی طرف جاتی ہے رب کا چاند مشرق کی طرف جاتا ہے محمد کی انگلی مغرب کی طرف جاتی ہے رب کا چاند مغرب کی طرف جاتا ہے محمد کی انگلی شمال کی طرف جاتی ہے رب کا چاند شمال کی طرف جاتا ہے محمد کی انگلی جنوب کی طرف جاتی ہے رب کا چاند جنوب کی طرف جاتا ہے چاند کو رب نے محمد کے لئے کھلونا بنادیا یہ پہلے سے بہتر عمل ہو گیا۔

پھر پیغمبر کو نبوت ملی تو یہ پہلے سے بہتر عمل ہو گیا پھر رب نے حکم دیا محبوب چھپ چھپ کر تبلیغ کر آپ نے چھپ چھپ کر تبلیغ کی تو یہ پہلے سے بہتر عمل ہو گیا پھر حکم ہوا کہ کھلے عام تبلیغ کر آپ نے کھلے عام تبلیغ کی تو یہ پہلے سے بہتر عمل ہو گیا پھر ہر جگہ عمر عمر کی صدائیں بلند ہوتی عمر اسلام قبول کرتا ہے بیت اللہ کا دروازہ کھلتا ہے یہ پہلے سے بہتر عمل ہو گیا۔

پھر بدر کا میدان سجایا گیا تین سو تیرا کو لیکر ہزاروں کے لشکر سے لڑایا گیا مسلمانوں کو فتح ہوئی تو یہ پہلے سے بہتر عمل ہو گیا۔

پھر اُحد کے میدان میں مسلمانوں کو شکست ہوئی لیکن اگلے میدان میں مسلمان بازی لے گئے تو یہ پہلے سے بہتر عمل ہو گیا۔

پھر مکہ فتح ہوا تو یہ پہلے سے بہتر عمل ہو گیا۔

پھر آپؐ نے حجۃ الوداع کا خطبہ دیا تو یہ پہلے سے بہتر عمل ہو گیا۔

پھر آپؐ دنیا سے تشریف لے گئے دو سال بعد صدیق اکبرؓ آ کر لیٹے تو یہ پہلے سے بہتر عمل ہو گیا۔

پھر دس سال بعد فاروق اعظمؓ برابر میں آ کر لیٹے تو یہ پہلے سے بہتر عمل ہو گیا۔

پھر قیامت آئے گی آپؐ اپنی امت کی سفارش کرینگے تو یہ پہلے سے بہتر عمل ہو جائے گا۔

پھر آپؐ اپنی امت کو حوض کوثر کا جام پلائینگے تو یہ پہلے سے بہتر عمل ہو جائے گا۔

پھر آپؐ اپنی امت کو بخشوا کر جنت میں لے جائینگے تو یہ پہلے سے بہتر عمل ہو جائے گا۔

اور کیوں نہ ہو رب نے وعدہ جو کر دیا "وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ"۔

محبوب میں آپ کی بعد والی زندگی کو پہلی زندگی سے بہتر سے بہتر بناتا چلا جاؤں گا جبھی تو رب نے پہلے بیت المقدس دیا پھر بیت اللہ دیا کیوں؟

کیوں بعد والا عمل پہلے والے عمل سے بہتر تھا نہ!

پہلے رفع الیدین دیا بعد میں منع کر دیا کیوں! کیونکہ بعد والا عمل پہلے عمل سے بہتر تھا نہ!

پہلے تبلیغ دی بعد میں جہاد دیا کیوں؟ کیونکہ بعد والا عمل پہلے عمل سے بہتر تھا نہ!

پہلے صبر کا حکم دیا بعد میں قتال کا حکم دیا کیوں؟ کیونکہ بعد والا عمل پہلے عمل سے بہتر تھا نہ!

اور کیوں نہ ہو رب نے وعدہ جو کر دیا وللاخرۃ خیر لک من اولیٰ

محبوب میں آپ کی بعد والی زندگی سے بہتر سے بہتر بناتا چلا جاؤں گا

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہمیں آپ اکی زندگی کے عین مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

آخر میں یوں ہی کہونگا کہ

يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ يَا سَيِّدُ الْبَشَرِ

مِنْ وَجْهِكَ الْمُنَيَّرِ لَقَدْ نَوَّرَ الْقَمَرُ

لَا يُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهُ

بعد از خدا بزرگ تو ہی قصہ مختصر

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

محمد ﷺ اسلام اور اغیار کی نظر میں

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ...... اَمَّابَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: "هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِيْدًا" وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ" صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِيْمُ۔

ہم نے ہر دور میں تقدیسِ رسالت کے لئے
وقت کی تیز ہواؤں سے بغاوت کی ہے
چھوڑ کر سلسلہ رسمِ سیاست کا فسوں
فقط اک نامِ محمدؐ سے محبت کی ہے

قابلِ تکریم اساتذہ کرام اور چمن بنوری کے مہکتے پھولو! آج میں آپ حضرات کے سامنے جس موضوع پر لب کشائی کرنا چاہتا ہوں، وہ ہے "محمد ﷺ اسلام اور اغیار کی نظر میں"۔

سامعینِ محترم! اس چمنستانِ دھر میں بارہا روح پرور بہاریں آ چکیں، جنہوں نے آنے والوں کے لئے اپنی اپنی زندگیاں بطورِ نمونہ کے پیش کی ہیں، ایک طرف شاہانِ عالم کے پُر شکوہ دربار ہیں تو ایک طرف سپہ سالاروں کے جنگی پرے ہیں، ایک طرف حکماء اور فلاسفروں کا گروہ ہے تو ایک طرف فاتحینِ عالم کی پر جلال صفیں ہیں، ایک طرف شعراء کی بزمِ رنگین ہے تو ایک طرف دولت مندوں اور خزانوں کے مالکوں کی نرم گدیاں اور کھنکھناتی تجوریاں ہیں، ان ہی سے ہر ایک کی زندگی آدمؑ کے بیٹوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔

لیکن آج میں ایسی کامل و جامع ہستی کا تذکرہ کرنے چلا ہوں جو اپنی زندگی میں

ہر نوع اور ہر قسم، ہر گروہ اور ہر مشن کے لئے ہدایت کی مثالیں اور نظیریں رکھتی ہو، کی زندگی کو قرآن نے ہمارے لئے بہترین نمونہ قرار دیا ہو "لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ" جو رحم و کرم اور غیظ وغضب کا پیکر ہو "فَبِمَا رَحْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَھُمْ وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ"۔

جو جود و سخا، فقر و فاقہ، شجاعت و بہادری، رحم دلی و رقیق القلبی، خانہ داری اور خدادانی، دین اور دنیا دونوں کے لئے ہم کو اپنی زندگی کے نمونوں سے بہرہ مند کر دے، جو بادشاہ ایسا ہو کہ ایک پورا ملک اس کی مٹھی میں ہو اور بے بس ایسا کہ خود کو بھی اپنے اختیار میں نہ جانتا ہو، بلکہ خدا کے دیکھنے میں دولت مند ایسا کہ خزانوں کے خزانے اونٹوں پر لدے ہوئے اس کے دارالحکومت میں آرہے ہوں اور محتاج ایسا کہ مہینوں اس کے گھر چولھا نہ جلتا ہو اور کئی کئی وقت اس پر فاقے گزر جاتے ہوں۔

سپہ سالار ایسا ہو کہ مٹھی بھر نہتے آدمیوں کو لے کر ہزاروں غرقِ آہن فوجوں سے کامیاب لڑائی لڑا ہو اور صلح پسند اور روادار ایسا کہ ہزاروں فوجوں کی ہمرکابی کے باوجود صلح کے کاغذات پر بے چوں وچرا دستخط کر دیتا ہو۔ شجاع اور بہادر ایسا ہو کہ ہزاروں کے مقابلے میں تن تنہا کھڑا اور: "اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ" کا نعرہ اس کی زبان سے گونج رہا ہو اور نرم دل ایسا کہ کبھی اس نے ناحق انسانی خون کا قطرہ اپنے ہاتھ سے نہ بہایا ہو، بلکہ آج بھی اس کا یہ قول اظہر من الشمس ہے کہ ایک انسان (مسلمان) کی جان بیت اللہ سے افضل ہے۔

با تعلق ایسا ہو کہ عرب کے ذرّے ذرّے کی اس کو فکر، غریب و مفلس مسلمانوں کی اس کو فکر، خدا کی بھولی دنیا کے سدھارنے کی اس کو فکر، حتی کہ خدا خود اس کو تسلی دے "فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰی آثَارِھِمْ" بے تعلق ایسا کہ اپنے خدا کے کسی اور کی یاد نہ ہو اور اس کے سوا ہر چیز اس کو فراموش ہو، اس نے کبھی اپنی ذات کے لئے اپنے برا کہنے

والوں سے بدلہ نہیں لیا، بلکہ عرب کی وہ بڑھیا بھی ہم کو یاد آ رہی ہے، جو باوجود راستوں پر کانٹے بچھانے کے حضور ﷺ اس کی عیادت کے لئے گھر جاتے ہیں، لیکن اس نے خدا تعالیٰ کے دشمنوں کو کبھی معاف نہ کیا اور حق کا راستہ روکنے والوں کو جہنم کی دھمکی دیتے ہوئے "لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا" کی صفت کو بھی اجاگر کرتے ہیں۔

اسی ذات کو جس پر کشور کشا فاتح کا سہرا ہے، وہ پیغمبرانہ معصومیت کے ساتھ ہی ہمارے پاس آئے، ہم اس کو شاہ عرب کہہ کر پکارنا چاہتے ہیں، وہ کھجور کی چھال کا تکیہ لگائے کھردری چٹائی میں بیٹھا "اِنَّمَا اَنَا مَثَلِيْ وَمَثَلُ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا" کا سبق دیتا ہو، ایک ایسی شخصیت کہ عرب کے اطراف سے آ کر اس کے صحنِ مسجد میں مال واسباب کے انبار لگے ہوتے ہوں اور اس کے گھر میں فقرو فاقہ کی تیاری ہونی کے باوجود "اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَخَازِنٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ" جیسے کلام سے اپنے فقر پر صبر کرے۔ ہمیں درسِ سخاوت دیتا ہو، ایک ایسی شخصیت کہ آدھا عرب اس کے زیرِ نگیں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کاشانۂ نبوت کے سامان کا جائزہ لیتے ہیں، آپ ﷺ ایک کھردری چارپائی پر آرام فرما رہے ہیں، جسم مبارک پر بالوں کے نشان پڑ گئے ہیں، ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہیں اور ایک کھونٹی میں خشک مشکیزہ لٹک رہا ہے، سرورِ کائنات ﷺ کے گھر کی یہ صورتحال دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑتے ہیں، سبب دریافت کیا، عرض کرتے ہیں: یارسول اللہ! اس سے بڑھ کر رونے کی اور کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ قیصر و کسریٰ باغ و بہار کے مزے لوٹ رہے ہیں اور آپ کی یہ حالت؟ تو جواب دیا کہ اے عمر! کیا تو اس پر راضی نہیں کہ وہ دنیا کے مزے لوٹیں اور ہم آخرت کی سعادت حاصل کریں؟۔

سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

سلام اس پر کہ جس کے گھر نہ سونا تھا، نہ چاندی تھی
سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا

میرے دوستو! یہ تو اسلام کی نظر میں ہے اور حال یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کی شخصیت کا اقرار غیروں نے بھی کیا ہے، ایک مشہور مستشرق ایڈورڈ جی براؤن اپنی کتاب ''عربین مڈیسن'' میں نبی علیہ السلام کی حقانیت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''حضرت محمد (ﷺ) کا سب سے بڑا معجزہ یہ تھا کہ آپ (ﷺ) نے لڑنے اور ایک دوسرے سے خصومت رکھنے والے قبیلوں میں مذہبی اور معاشرتی یک رنگی پیدا کردی، جس کی وجہ سے ان کا نصب العین متعین ہوکر رہ گیا، اسی انداز سے آرنلڈ ٹوئن بھی اپنی کتاب ''سیولا یزیشن آن ٹرائل'' میں لکھتا ہے کہ: ''محمد (ﷺ) نے اسلام کے ذریعے انسانوں میں رنگ ونسل اور طبقاتی امتیاز یکسر ختم کردیا، جس کی وجہ سے جتنی کامیابی اسلام کو حاصل ہوئی اتنی کسی اور مذہب کو حاصل نہ ہوسکی، اسی انداز سے جان ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ''کوئی بھی شخص ایسا نہیں گزرا کہ جس کے وقائعِ عمری محمد (ﷺ) سے زیادہ مفصل اور سچے ہوں'' یہ سلسلہ چلتا رہا، یہاں تک کہ ایک ہندو شاعر ہری چند نے صداقتِ نبوت کی عکاسی کچھ اس طرح کی ہے۔

کس نے ذروں کو ملایا اور صحرا کردیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کردیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

محبوب کبریا ﷺ کی رضاء

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ...... اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: "وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى". صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

میرے واجب الاحترام عزیز طلباء ساتھیو! میں آج آپ کے سامنے محبوب ربِ کائنات ﷺ کی سیرۃ کے حوالے سے چند معروضات پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

اتنے مختصر وقت میں حضور ﷺ کی پوری سیرت کا احاطہ کرنا یقیناً ناممکن سی بات ہے، کیونکہ میرا پیغمبر تو وہ ہے جس کی تعریف پوری کائنات کرتی ہے، نوعِ جنات جس کی تعریف کرتی ہے، دن اور رات جس کی تعریف کرتی ہے، خوشبوئے باغات جس کی تعریف کرتی ہے، موسموں کی سوغات جس کی تعریف کرتی ہے، فرشتوں کی جماعت جس کی تعریف کرتی ہے، سب سے بڑھ کر خود رب کی ذات جس کی تعریف کرتی ہے۔

اٹھاؤ! قرآن کریم الحمد سے والناس تک میرے پیغمبر کی تعریف کا تذکرہ ہے اذان میں میرے پیغمبر کا تذکرہ ہے، نماز کی ہر دو رکعتوں میں میرے پیغمبر کا تذکرہ ہے، یہی وجہ ہے کہ آج تک آنے والا ہر مفسّر، آج تک آنے والا ہر محدّث، آج تک آنے والا ہر محقق، آج تک آنے والا ہر خطیب وادیب یہ بات کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے

لَا يُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهٗ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

میرے بھائیو! میرا پیغمبر ؐ محبوبِ رب کائنات ہے، ہر مُحِب کی یہ فطرت ہوتی ہے کہ وہ اپنے محبوب کو راضی دیکھنا چاہتا ہے، اپنے محبوب کی خوشیوں سے خوش ہو جاتا ہے، جب باری محبوبِ خدا ﷺ کی آئی ہے تو رب نے فرمایا: "وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى"۔ میرے محبوب! تجھے ہر چیز ایسی دوں گا جس پر تو راضی ہو جائے گا، تجھے شہر ایسا دوں گا، جس کی قسمیں قرآن میں "لَا أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ" کہہ کر کھاؤں گا، تجھے چہرہ ایسا دوں گا، جس کی قسمیں "وَالضُّحٰى" کہہ کر کھاؤں گا، تجھے زُلفیں ایسی دوں گا جس کی قسمیں "وَاللَّيْلِ" کہہ کر کھاؤں گا، تجھے جماعت ایسی دوں گا جس کی عظمت کے ڈنکے ہر دور میں بجتے رہیں گے، تجھے کتاب ایسی دوں گا: جو "لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ" کا پورا مظہر ہوگی۔

تجھے مقام ایسا دوں گا، جو حمد و ثناء سے مزین ہوگا "عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا" تجھے امت ایسی دوں گا، جس کے بہتر ہونے کی گواہی "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ" کہہ کر قرآن میں نازل کروں گا، تجھے شریعت اور دین ایسا دوں گا، جس کے غالب ہونے کی گواہی "لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ" کہہ کر دوں گا، جس طرح دنیا والے اپنے محبوب کو راضی کرتے ہیں، میرے محبوب پیغمبر! میرا تجھ سے وعدہ ہے: "وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى" تجھے ایسا راضی کروں گا، ایسا راضی کروں گا کہ دنیا کی کوئی ہستی تیری رضا کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

میرے بھائیو! حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر رب کے دیدار کے لیے جا رہے ہیں، جب کوہِ طور قریب آتا ہے تو موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے پہلے بھاگ پڑتے ہیں، رب کائنات پوچھتے ہیں "وَمَا أَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يَا مُوْسٰى" اے موسیٰ! آپ اپنی قوم

سے پہلے جلدی کیوں آئے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام جواب دیتے ہیں: "ھُمْ أُولَاءِ عَلٰی أَثَرِیْ وَعَجِلْتُ إِلَیْکَ رَبِّ لِتَرْضٰی" قوم تو پیچھے آ رہی ہے، میں اس لئے جلدی آیا "لِتَرْضٰی" تا کہ تجھے پسند آ جاؤں تو مجھ سے راضی ہو جائے۔

جی ہاں! موسیٰ تو رب کی پسند کو تلاش کرتے ہیں، لیکن قربان جاؤں محبوبِ کبریا ﷺ کی ذات گرامی پر رب تعالیٰ فرماتے ہیں: "فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَۃً تَرْضٰھَا" میرے محبوب! ہم آپ کو اس قبلے کی طرف پھیر دیتے ہیں جسے آپ پسند کرتے ہیں، جس کے قبلہ ہونے پر آپ راضی ہیں، پتہ چل گیا پوری کائنات رب کی رضا کو دیکھتی ہے، ربِ کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ کی رضاء کو دیکھتے ہیں، جس سے میرا پیغمبر ﷺ راضی ہو گیا اس سے میرا رب راضی ہو گیا "وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی" آپ کا رب آپ کو اتنا دیتا چلا جائے گا، آپ راضی ہوتے چلے جائیں گے، رب کی عطا میں کمی نہ ہوگی تو محمد مصطفیٰ ﷺ کی رضاء میں بھی کمی نہیں ہوگی۔

میرے بھائیو! یہ آیت آتی ہے، حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر اترتے ہیں: "وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی" آقا ﷺ جبرائیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں: کیا میرا رب مجھے راضی کر سکے گا؟ جبرائیل علیہ السلام جواب دیتے ہیں، جی ہاں! آپ کا رب آپ کو راضی کر کے چھوڑے گا، آقا ﷺ جواب دیتے ہیں: "وَاللّٰہِ مَا اَرْضٰی وَلَوْ کَانَ وَاحِدٌ مِّنْ اُمَّتِیْ فِی النَّارِ"۔

دنیا میں کوئی شخص مال کے بڑھنے پہ راضی ہوتا ہے، کوئی اولاد کی زیادتی پہ راضی ہوتا ہے، کوئی جائداد کے بڑھنے پہ راضی ہوتا ہے، لیکن ایک وہ شخصیت بھی ہے، ایک ذاتِ عالی وہ بھی ہے، ایک ہمدرد و ہمنوا وہ بھی ہے، جو مال کے بڑھنے پہ راضی نہیں ہوتا، اولاد کے

بڑھنے پر راضی نہیں ہوتا، جائداد کے بڑھنے پہ راضی نہیں ہوتا، اپنی ذات کے کسی نفع پر راضی نہیں ہوتا، بلکہ راضی ہوتا ہے تو امت کی نجات پر، راضی ہوتا ہے تو امت کی فلاح پر، راضی ہوتا ہے تو امت کی کامیابی پر، آقا ﷺ جواب دیتے ہیں: اے جبرائیل! جب تک مجھ پر ایمان لانے والا ایک ادنیٰ امتی بھی جہنم کی آگ میں جل رہا ہے، میں محمد ﷺ کی رضاء کامل نہیں ہے۔

میرے بھائیو! یہ میرا پیغمبر ہے جو ایک امتی کے لئے جہنم میں جانا گوارا نہیں کرتا، جو پوری دنیا کی صعوبتیں برداشت کر کے بھی اپنی رضاء امت کی فلاح میں قرار دیتا ہے، آج عزم کیجئے! کہ جس طرح آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاء ہماری کامیابی وفلاح میں مضمر ہے، ہماری رضاء بھی آقا ﷺ کی محبت میں مضمر ہے، ہماری رضاء بھی حضور ﷺ کی اطاعت میں مضمر ہے، ہماری رضاء بھی عشق مصطفیٰ میں مضمر ہے، جس دل میں حضور ﷺ کی سچی محبت ہے، ہم یہی کہیں گے:

یتیم و بے نوا سمجھا تھا جس کو اہلِ باطل نے
جہاں پر چھا گئے وہ سرورِ دنیا و دیں ہو کر
ہزاروں بار عشرتِ کونین اس پہ صدقے ہو
غمِ عشقِ نبی رہ جائے جس دل میں مکیں ہوکر

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

مقامِ مصطفیٰ ﷺ اور مغرب کا طرزِ عمل

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم...... اَمَّابَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: ''اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ'' وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''لَايُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ''. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ.

یتیم و بے نوا سمجھا تھا جس کو اہلِ باطل نے
زمیں پر چھا گئے وہ سرورِ دنیا و دیں ہو کر
ہزاروں بار عشرتِ کونین اس پہ صدقے ہو
غمِ عشقِ نبیؐ رہ جائے جس دل میں مکیں ہو کر

میرے واجب الاحترام قابلِ صد تکریم عزیز طلباءِ عظام! حالاتِ حاضرہ کے پیشِ نظر ''مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور مغرب کا طرزِ عمل'' کے عنوان سے جسارتِ لب کشائی کر رہا ہوں۔

عقل و خرد شاہد ہے کہ دنیا کے ہر مذہب و عقیدے کی بنیاد اس کے بانیان و مؤسسین کے احوال و کردار، مراتب و مناقب، قدر و منزلت اور ادب و احترام پر مبنی ہوا کرتی ہے، اسی قاعدے و قانون کے تحت دنیا کا ہر مذہب و عقیدہ اپنے زعماء و بانیان کی قدر و منزلت کی پاسداری کرتا ہے، تمام مذاہبِ دنیا میں سے ان صفات و کمال سے جو مذہب مزین ہے، وہ دینِ اسلام ہے۔ جو ''فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ'' کے باوجود ''لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ'' کے ذریعہ سے انبیاءِ کرام علیہم السلام کے مناقب و منازل کی عکاسی کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے جہاں کہیں عفت و عصمتِ انبیاءؑ پر اعداءِ انسانیت کی ہرزہ سرائی سامنے آئی ہے تو سب سے پہلا دفاع مذہب اسلام کی تعلیمات وترجیحات سے کیا جاتا ہے ، یہودیوں کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہرزہ سرائی کا جواب بھی دین اسلام کی تعلیمات بابرکات کا حصہ ہے، کوئی شخص بحرِ اسلام کو عبور نہیں کرسکتا جب تک تمام انبیاء علیہم السلام کی عظمت وعصمت کا اقرار نہ کرلے، اس کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا، کیونکہ:

کرے نہ تو نبوّت کی صداقت کی پیروی
نہ کر ہرگز تمنا تو پھر اس دنیا میں خیر کی

میرے بھائیو! سلسلۂ نبوت کے خاتم وہادی جب تک اس دارِ فانی میں جلوہ افروز نہ ہوئے تھے، دولت عقل وخرد کا حامل وعقل سلیم کا مالک ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ انسانیت ظلمت وجہولت کی تاریکیوں میں ناکامی کے دہانے پر پہنچ چکی تھی ، اخوت ومحبت کا ایثار وجذبہ مفقود ہوتا چلا گیا ، ہر جانب حرب وانتقام کی ہوائیں چل رہی تھیں ، حقوق انسانیت وحقوق نسوانیت پامال ہوکر رہ گئے تھے: ’’وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ‘‘ظلمت وجہالت کے تمام سمندر پار کرکے جہنم کے کنارے پر پہنچ چکے تھے، رب کائنات نے رحم وکرم کی بارش برساکر رشد وہدایت کی پیاسی دنیا کی پیاس بجھانے کا اہتمام فرمادیا، آخر میں وہ پیغمبر جلوہ افروز ہوا، جس نے انسانیت کا طرۂ امتیاز چہاردانگ عالم میں بلند کردیا، اخوت ومحبت کی وہ مثال قائم کردی کہ: ’’فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ ‘‘ انسانیت کے دل جڑتے چلے گئے۔

مظلومیت کی سب سے بڑی جنس عورت کو وہ حقوق دیئے کہ جو دنیا کا کوئی مذہب نہ دے سکا، اگر عورت بیٹی ہے تو ’’مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ ‘‘ کہہ کر بیٹی کی عزت وعظمت کا پروانہ دے دیا، عورت اگر ماں ہے

تو ''اِنَّ الْجَنَّۃَ تَحْتَ اَقْدَامِ اُمَّھَاتِکُمْ '' کہہ کر جنت کو ماں کے قدموں کی زینت بنادیا، عورت اگر بیوی ہے تو ''وَلَھُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْھِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْھِنَّ دَرَجَۃٌ'' اور ''وَخَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ'' کہہ کر بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک کا پروانہ دے دیا جسے دیکھ کر فطرت پکار اٹھتی ہے:

ہوں لاکھوں سلام اس آقا پر بت لاکھوں جس نے توڑ دیئے
دنیا کو دیا پیغامِ سکوں طوفانوں کے رُخ موڑ دیئے

میرے بھائیو! انسانی فطرت وجبلّت میں ایک ایسی شے مضمر و پنہاں ہے جو دوسروں کے عیوب پر مطلع ہونے پر مُصر ہوتی ہے اور بعض دفعہ اپنی جہالت وغفلت کی بنیاد پر انسان دوسرے کی اچھائی کو بُرائی میں بدلنے کی کوشش کرتا ہے، جب سیّد الکائنات ﷺ نے صفا کی پہاڑی پر ''قُوْلُوْا لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا'' کی صدائے حق بلند کی ہے تو ایک بدبخت کی زبان سے پیغمبر علیہ السلام کی گستاخی ''تَبًّالَکَ اَلِھٰذَا جَمَعْتَنَا؟ '' کہہ کر ہوتی ہے تو حبیب کبریا ﷺ کا رب فوراً جواب دیتا ہے: ''تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ '' حضرت ابراہیم بن محمد رضی اللہ عنہ جب دارِفانی سے کوچ کرتے ہیں۔ مشرکینِ مکہ حضور ﷺ کو ''اَبْتَر '' کہہ کر گستاخی کرتے ہیں تو ربِّ کائنات نے فرمادیا: ''اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ '' میرے محبوب! تیرے دشمن منقطع النسل ہیں ''وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ '' چہار دانگ عالم تیرا ذکر بلند رہے گا۔

آج حقوقِ انسانیت کا سب سے بڑا دعویدار و علمبردار مغرب محبوبِ انسانیت ﷺ کی ہرزہ سرائی کر کے مشنِ ابولہبی کی جو راہ ہموار کر رہا ہے، شاید وہ یہ بات بھول چکا ہے کہ عشقِ نبی ہر مؤمن کی دینی وراثت ہے: ''اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ '' ذاتِ رسالت کی عظمت ورفعت اپنی جان سے زیادہ عزیز ومحبوب سمجھتے ہیں اور مادّہ پرست

دنیا کو آگاہ کرتے ہیں:

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

میرے بھائیو! آج ڈنمارک و جرمنی اور دیگر یورپی ممالک سردارِ کائنات ﷺ پر ہرزہ سرائی کرنے کو اپنا دین و ایمان سمجھتے ہیں تو پھر یاد رکھیں: "لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ" کی روشنی میں دشمنانِ رسول سے ٹکرانا ہر مؤمن کے دین و ایمان کا حصہ ہے، کہیں دلوں میں عشقِ رسول کی جلتی ہوئی چنگاری مغرب کو جلا کر خاکستر نہ کر دے۔

جو جذبہ یمامہ کے میدان میں بارہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم نے پیش کیا تھا، جو جذبہ اسود عنسی ملعون کے سامنے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے پیش کیا تھا، جو جذبہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے پیش کیا تھا، جو جذبہ غازی علم الدین شہیدؒ نے پیش کیا تھا، جو جذبہ عامر چیمہ شہیدؒ نے عشقِ رسالت میں پیش کیا ہے، دنیا کا ہر مسلمان وہ جذبہ اپنے اندر سمائے ہوئے ہے، اپنی جان قربان کر کے اپنے بچے یتیم کرا کر، اپنا گھر بار قربان کر کے، ملک و وطن قربان کر کے ناموسِ رسالت کا تحفظ کر کے یہ اعلان کرتا ہے:

ہم نے ہر دور میں تقدیسِ رسالت کے لئے
وقت کی تیز ہواؤں سے بغاوت کی ہے
چھوڑ کر سلسلہ سیاست کا فسوں فقط
اِک نام محمدؐ سے محبت کی ہے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

بشریّتِ رسول قرآن کی نظر میں

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ...... اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: " قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا". وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَاِنَّ الظَّنَّ يُخْطِئُ وَيُصِيْبُ". صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ.

سر سے لیکر پاؤں تک تنویر ہی تنویر ہے
جیسے منہ سے بولتا قرآن وہ تقریر ہے
سوچتی ہے دل میں دنیا مصطفیٰؐ کو دیکھ کر
کیسا ہوگا وہ مصور جس کی یہ تصویر ہے

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام وطلباء عظام! آج کے اس منعقد کردہ عظیم الشان پروگرام میں آپ کے سامنے جسارتِ لب کشائی کر رہا ہوں، موضوع کی طوالت اور وقت کی نزاکت ملحوظِ نظر ہے، بشریتِ انبیاء علیہم السلام انسانی شرافت کا طرۂ امتیاز و افتخار ہے، جب زمین پر طبقۂ انسانی کو بسایا گیا تو خالقِ کائنات نے اس کی راہ نمائی اور رشد وھدایت کا ارادہ فرمایا، تو انہیں انسانوں میں سے نفوسِ قدسیہ کے حاملین کو شرفِ نبوت و رسالت سے منور کردیا:" وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا" کہہ کر بشریت انبیاء کی تائید وتصدیق پر مہر ثبت کردی ہے۔

نظرِ عمیق و بصرِ غریق سے اگر دیکھا جائے تو انبیاء علیہم السلام کی بشریت طبقۂ انسانیت کا پہلا مقتضی نظر آتا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ ہر نبی و رسول اپنی قوم کے لئے ایک

مکمل اسوہ ونمونہ کی حیثیت رکھتا ہے، اگر کسی ماوراء البشریت کو بھیجا جاتا تو فطرتِ انسانی کبھی بھی اس سے راہِ ہدایت طلب نہ کر سکتی، سب سے آخر میں امام الانبیاء سید البشر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بشریت کاملہ سے مزین ہو کر عالم میں کارفرما ہوتے ہیں۔

علم وحکمت کے سفرِ طویل میں متعدد مقامات پر پیغمبر ﷺ اعلان کرتے ہیں: ”إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ“ تقاضائے بشریت کے تمام تر پہلوؤں میں پیغمبر علیہ السلام انسانی فطرت کے حامل ہیں، لیکن میرے اکابر علماء دیوبند کا یہ عقیدہ ہے، تمام شرافتِ بشریت کو ایک طرف رکھ دیا جائے دوسری جانب میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کاملہ کو رکھا جائے تو پوری انسانیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا مقابلہ نہیں کر سکتی، کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے:

مُحَمَّدٌ بَشَرٌ لَيْسَ كَالْبَشَرِ
كَالْيَاقُوتِ حَجَرٌ لَيْسَ كَالْحَجَرِ

میرے بھائیو! بشریت رسول ﷺ ایک ایسا مسلم ومعظم معاملہ ہے کہ قرآن سے سوال کرو گے تو قرآن کریم ”قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ“ کہہ کر پیغمبر علیہ السلام کی بشریت کا اعلان کرتا ہے، اگر یہی سوال آقا ﷺ سے کرو گے تو آقا ﷺ ”فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَإِنَّ الظَّنَّ يُخْطِئُ وَيُصِيبُ“ کہہ کر اپنی بشریت کاملہ کا اعلان کرتے ہیں، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے قریب رہنے والی آپ کی زوجہ ورفیقہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ”كَانَ النَّبِيُّ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ يَفْلِيْ ثَوْبَهُ وَيَحْلُبُ شَاتَهُ وَيَخْدِمُ نَفْسَهُ“ پیغمبر تمام تر انسانی صفات وکمالات سے مزین ومنور تھے۔

میں نے فقہاء ومحدثین سے پیغمبر کی بشریت کے بارے میں سوال کیا تو جواب

میں امام نووی رحمہ اللہ '' إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ '' کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: '' مَعْنَاهُ التَّنْبِيْهُ عَلٰى حَالَةِ الْبَشَرِيَّةِ '' امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری کے اندر '' كَوَاحِدٍ مِّنَ الْبَشَرِ '' کہہ کر پیغمبر کی بشریت کا اعلان کرتے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ مصفّٰی کتاب میں '' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود جز ایں نیست کہ من آدمی اَم '' کہہ کر پیغمبر کی بشریت کا اقرار کرتے ہیں، جس سے معلوم ہو گیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا عقیدہ بھی پیغمبر کی بشریت کا اعلان کرتا ہے، فقہاء کا عقیدہ بھی پیغمبر کی بشریت کا اعلان کرتا ہے، محدثین کا عقیدہ بھی پیغمبر کی بشریت کا اعلان کرتا ہے، طرۂ انسانی کے امتیاز و افتخار کو دیکھ کر علامہ اقبال بھی کہہ اٹھتے ہیں:

فرشتوں سے افضل ہے انسان بننا
مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

میرے بھائیو! حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھ کر عورتوں نے کہا تھا '' مَا هٰذَا بَشَرًا إِنْ هٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ '' یہی جملہ آج کے جہلاء پیغمبر کے حسن کمال کو دیکھ کر کہتے ہیں جس سے دونوں کے عقیدے میں توافق و ترادف عیاں نظر آتا ہے، آج کے جاہل مشرک '' نُوْرٌ مِّنْ نُوْرِ اللّٰهِ '' کی صدا لگاتے ہیں تو میں نے قرآن سے سوال کیا، کیا خدا کا بھی کوئی ٹکڑا ہے یا نہیں؟ قرآن جواب دیتا ہے '' لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ '' نہ رب کا کوئی ٹکڑا ہے، نہ رب کسی کا ٹکڑا ہے۔

جی ہاں! میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا ہونا میرے پیغمبر کی بشریت کی دلیل ہے، میرے پیغمبر کی والدہ کا ہونا میرے پیغمبر کی بشریت کی دلیل ہے، میرے پیغمبر کا قاسم وطیب رضی اللہ عنہما کا والد ہونا میرے پیغمبر کی بشریت کی دلیل ہے، میرے پیغمبر کا ام کلثوم، رقیہ، زینب اور فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہن کا والد ہونا میرے پیغمبر کی بشریت کی دلیل ہے، ابو طالب و عباس

رضی اللہ عنہ کا بھتیجا ہونا میرے پیغمبر کی بشریت کی دلیل ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا داماد ہونا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سُسر ہونا میرے پیغمبر کی بشریت کی دلیل ہے، حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا نانا ہونا میرے پیغمبر کی بشریت کی دلیل ہے، خدیجہ وحفصہ، جویریہ ومیمونہ، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہن کا شوہر ہونا میرے پیغمبر کی بشریت کی دلیل ہے، جو بشریتِ رسول کا منکر ہے، وہ ان تمام رشتوں کا منکر ہے تو میں کیوں نہ کہوں:

يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَ يَا سَيِّدَ الْبَشَرِ
مِنْ وَّجْهِكَ الْمُنِيْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرُ
لَايُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

آمدِ مصطفیٰ نعمتِ عظمیٰ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْقُرْاٰنَ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ وَ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِالْهَادِیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ...... اَمَّابَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ،بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْ عَلَیْهِمْ آیَاتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ". صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ.

میرے انتہائی واجب الاحترام قابل صداحترام عزیز ساتھیو! ماہِ ربیع الاول عشقِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا آفتاب و ماہتاب بن کر علم و حکمت کی تمام تر روشنیوں کے ساتھ رواں دواں ہے، جس میں ہر کلمہ گو مسلمان کا ایمان محبوب کبریا ﷺ کے ذکر خیر کو اجاگر کرنے کا تقاضا کرتا ہے، کیونکہ یہ وہ پیغمبر ہے جس نے حیوانِ ناطق کو حیوانِ کامل بنانے کا حق ادا کیا ہے، جس کی تعلیمات بیّنات نے انسانیت کو ظلمت و جہالت کے گڑھے سے نکال کر علم و حکمت کے انوار کی چوٹیوں تک پہنچادیا۔

آپ نے کئی کتابوں کی ورق گردانی کی ہوگی، کئی کتابوں کے مطالعہ سے آپ مستفید ہوکر یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ میرے پیغمبر ﷺ کی آمد سے قبل پستی و ذلت اس دنیا کا مقدر بن چکی تھی، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے انسانوں میں انسانیت مفقود ہوگئی تھی، وہ کونسی برائی تھی، وہ کونسی جہالت تھی، وہ کونسی ذلت و خواری تھی، وہ کونسی عادتِ خبیثہ تھی جو

انسانوں کا حصہ نہ بن چکی ہو، لیکن اللہ کی رحمتِ واسعہ حالتِ انسانی کی طرف متوجہ ہوتی ہے ، اس پیغمبر ﷺ کو نعمتِ عظمیٰ بنا کر تاریکی کائنات میں بھیج دیا جاتا ہے، جس نے پوری کائنات کو علم وحکمت کے انوارات وتجلیات سے منور کردیا، اخوت و بھائی چارہ کی وہ مثال قائم کی کہ قرآن کریم بھی اس نعمتِ عظمیٰ کی یاددہانی کراتا ہے: ''وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا''۔

پستی و جہالت نے انسانیت میں تفریق کردی، انسانیت کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے، بیٹے کو باپ کا دشمن بنادیا، بھائی کو بھائی کا دشمن بنادیا، رب کی رحمت کو جوش آیا اور اپنا وہ محبوب بھیج دیا، جس نے تمام انسانیت کے دلوں کو جوڑ دیا ''فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ'' دلوں کو ایسا جوڑا کہ ''فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا'' جو جان لینے والے تھے، وہ ایک دوسرے پر جان دینے والے بن جاتے ہیں، جو گمراہی میں گھرے ہوئے تھے، وہ راستہ دکھلانے والے بن گئے:

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

میرے بھائیو! پورا قرآن کھول دیجئے، الحمد سے والناس تک رب کی کئی نعمتوں کا تذکرہ ہے، اس قدر نعمتیں کہ قرآن چیلنج کرتا ہے: ''وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا'' پوری کائنات کے جن وانس مل کر نعمتیں شمار کرو، نہیں کرسکتے، لیکن میں قربان جاؤں اس نعمتِ عظمیٰ کی بلندی پر کہ جب یہ نعمت اس کائنات کے دامن میں رب نے ڈالی ہے، اس نعمت پر منعمِ حقیقی بھی ناز کرتا ہے: ''لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ'' کہ تمہیں زمین دی ہے، لیکن احسان نہ جتلایا، تمہیں آسمان دیا ہے،

احسان نہ جتلایا، تمہیں پوری کائنات مسخر کر کے دے دی، احسان نہ جتلایا، لیکن زمین ایک نہیں، آسمان ایک نہیں، کائنات کی نعمتیں ایک نہیں، لیکن جو نعمت میں نے تمہیں دی ہے، وہ میرے خزانے میں بھی ایک ہے، اس لئے تمہیں یہ نعمت دے کر احسان جتلا رہا ہوں، اقبالؒ بھی خوب کہتا ہے:

رُخِ مصطفیٰ ؐ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا آئینہ

نہ ہماری بزمِ خیال میں ، نہ دکانِ آئینہ ساز میں

میرا پیغمبر ایسی نعمت ہے، نہ گمان میں اس جیسا کوئی ہے، نہ جہاں میں اس جیسا کوئی ہے، اس جیسا پیغمبر تو لاؤ جو دشمنوں پر بھی اس قدر رحمت و کرم کے دریا بہائے کہ رب کائنات بھی پکار اُٹھے: ''فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ '' کہ میرے محبوب کا رحم و کرم اس قدر جوش مارتا ہے کہ آپ دشمنوں کے لئے اس قدر ہدایت چاہتے ہیں کہ آپ کی جان نہ چلی جائے ، اس جیسا پیغمبر تو لاؤ، پوری کائنات رب کی عبادت کرتی ہے، کسی کو ممانعت نہیں جس قدر کرنا چاہے، لیکن میرے پیغمبر کی عظمت کے کیا کہنے، میرے پیغمبر کی رفعت کے کیا کہنے، میرے پیغمبر کی بلندی و مقام کے کیا کہنے، رب بھی کہتا ہے: میرے محبوب! ''قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيْلًا '' پوری رات عبادت کرتے ہو، راتیں تھک جاتی ہیں، پرندے تھک جاتے ہیں، کائنات تھک جاتی ہے، مگر آپ نہیں تھکتے ، عبادت کرتے ہو اپنی خوشی کے لئے، کبھی کچھ دیر سو جایا کرو نا میری خوشی کے لئے۔

میرے بھائیو! اس نعمتِ عظمیٰ کی رفعت و بلندی تقاضا کرتی ہے کہ پوری کائنات کے انسان اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر لیں، لیکن ان بدبختوں کو کیا کہیے؟ ان بد فطرت لوگوں کو کیا کہیے؟ ان عقل کے اندھوں کو کیا کہیے؟ جو آج اس پیغمبر ﷺ کی توہین پر

تلے ہوئے ہیں، لیکن شاید قرآن کی وہ آیت ان کی نگاہ میں نہ آئی، پیغمبر ﷺ کے زمانے میں بدبختی کے پجاریوں نے پیغمبر ﷺ کے سامنے کہا تھا کہ محمد (ﷺ) ابتر ہیں، منقطع النسل ہیں، لیکن قربان جاؤں قرآن کے دفاع پر، ایک آیت کے اندر محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو جواب دے دیا: ''إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ'' محبوب گھبرائیں نہیں، آپ کا دشمن ہی منقطع النسل ہے، آپ کا دشمن ہی ابتر و بدتر ہے، آپ کا دشمن ہی ذلیل وخوار ہے، آج بھی ڈنمارک والے اور یہود ونصاریٰ کے حواری میرے پیغمبر ﷺ کی ناموس پر حملہ کر کے ان کی عزت وعظمت میں نقب لگانا چاہتے ہیں، لیکن شاید وہ یہ بھول گئے:

ہم نے ہر دور میں تقدیس رسالت کے لئے
وقت کی تیز ہواؤں سے بغاوت کی ہے
چھوڑ کر سلسلہ رسمِ سیاست کا فسوں
اِک فقط نام محمدؐ سے محبت کی ہے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

آمدِ مصطفیٰ ﷺ نعمتِ عظمیٰ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِالْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَعَلٰى اَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِيْنَ...... اَمَّابَعْدُ: فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: "لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ". صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ.

سر سے لیکر پاؤں تک تنویر ہی تنویر ہے
جیسے منہ سے بولتا قرآن وہ تقریر ہے
سوچتی ہے دل میں دنیا مصطفیٰ کو دیکھ کر
کیسا ہوگا وہ مُصوّر جس کی یہ تصویر ہے

میرے انتہائی واجب الاحترام عزیز طلباء ساتھیو! ربیع الاول اپنی تمام بہاروں کے ساتھ، عشقِ محبوبِ کائنات ﷺ کا آفتاب و ماہتاب بن کر تمام عالم کائنات کو منور کر رہا ہے، جس میں ہر کلمہ گو مسلمان کا ایمان محبوب کبریا احمد مجتبیٰ ﷺ کے ذکرِ خیر کو اجاگر کرنے کا تقاضا کرتا ہے، کیونکہ میرے پیغمبر ﷺ کی آمد پوری کائنات کے لئے ایک نعمتِ عظمیٰ ہونے کی حیثیت اور درجہ رکھتی ہے، جس کی تعلیمات نے ایک حیوانِ ناطق کو حیوانِ کامل بننے کا درس دیا ہے، جس کی آمد کا مقصد فاران کی چوٹیوں سے شروع ہوتا ہے اور تمام

کائناتِ انسانی کے مقصدِ حیات کو سمیٹ کر ایک جگہ جمع کر دیتا ہے۔

کیا وہ وقت یاد نہیں جب میرا پیغمبر ﷺ تمام سردارانِ قریش کے سامنے تمام مکہ والوں کے سامنے، تمام قبیلے والوں کے سامنے ببانگِ دہل یہ آواز بلند کرتا ہے: ''لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ'' اس سے پہلے میں نے چالیس سال کا عرصہ تم میں گزارا ہے''هَلْ وَجَدْتُمُوْنِیْ صَادِقًا اَوْ كَاذِبًا ؟ ''تم نے چالیس سالہ عرصے میں میرا کیا مشاہدہ کیا ہے ؟ تمام اہل مکہ نے بیک وقت جواب دیا: ''يَا مُحَمَّدُ ! جَرَّبْنَالَكَ مِرَارًا مَارَأَيْنَافِيْكَ اِلَّا صِدْقًا '' اے محمد! (ہم نے آپ کا بچپن دیکھا ہے، ہم نے آپ کا لڑکپن دیکھا ہے، ہم نے آپ کی جوانی دیکھی ہے، آپ کی زندگی کا ہر پہلو دیکھا ہے: ''مَارَأَيْنَافِيْكَ اِلَّا صِدْقًا'' ہم نے آپ میں سچائی کے سوا اور کچھ دیکھا ہی نہیں ہے۔

میرے بھائیو! یہ خطاب و وعظ کونسی قوم سے ہو رہا تھا جو پستی و ذلت میں گھر چکی تھی، یہ وہی قوم تھی جو کھاتے پیتے انسانیت نام کی چیز سے محروم ہو چکی تھی، آپ نے کئی کتابوں میں پڑھا ہوگا، کئی کتابوں کی ورق گردانی کی ہوگی، آپ جانتے ہیں بعثتِ مصطفیٰؐ سے پہلے دنیا کا کیا حال تھا، وہ کونسی برائی تھی، وہ کونسی جہالت تھی، وہ کونسی ذلت و رسوائی تھی، وہ کونسی عادتِ خبیثہ تھی جو انسانوں کی زندگی کا حصہ نہ بن چکی ہو؟ اخوت و محبت کی تمام مثالیں مفقود ہوتی چلی گئیں۔

لیکن رب کی رحمتِ واسعہ انسانیت کی دستگیری کرتی ہے، اور وہ نعمتِ عظمیٰ جو انسانیت کی ضرورت تھی، جو انسانیت کی حاجت تھی، جو انسانیت کا تقاضا تھی، جو انسانیت کی تمنا تھی، وہ بادِ صبا بن کر پوری انسانیت کو معطر کرتی ہے، انسانیت کا رشتہ اس قدر جوڑ دیتی ہے کہ قرآن کہتا ہے: ''وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ

قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا'' یاد کرو اس وقت کو جب ظلمت و جہالت کی تاریکیوں نے انسانیت میں تفریق کی ہے، بیٹے کو باپ کا دشمن اور باپ کو بیٹے کا دشمن بنا دیا، بھائی کی تلواریں اپنے بھائی کا گلہ کاٹتی نظر آتی ہیں۔

رحمتِ خداوندی متوجہ ہوتی ہے، اس نے وہ پیغمبر بھیجا جو اخوت کا پیکر تھا، اس نے وہ پیغمبر بھیجا جو محبت کا پیغامبر تھا، اس نے وہ پیغمبر بھیجا جو ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے والا تھا: ''فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ'' دلوں کو ایسا جوڑ دیا کہ: ''فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا'' جو جان کے درپے تھے، وہ جان دینے والے بن جاتے ہیں، پستی و ذلت کی چکی میں پسنے والے دوسروں کی راہ نمائی کرنے لگتے ہیں، میں کیوں نہ کہوں:

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

میرے بھائیو! رب کائنات کی عظیم کتاب قرآن مقدس کو کھولئے، الحمد سے والناس تک نعمہائے خداوندی کا تذکرہ ہے: ''وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا'' لیکن یہ تمام نعمتیں اپنی مثل و مثال رکھتی ہیں، میں اس نعمت کی بات کر رہا ہوں، جس کی نہ مثل موجود ہے، نہ مثال موجود ہے، جس کے عطاء کرنے پر منعمِ کائنات بھی ناز کرتا ہے: ''لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ''۔

غور کیجئے! رب نے انسان کو حیات عطا کی ہے، احسان نہیں جتلایا، تمہیں زمین عطا کی ہے، لیکن احسان نہ جتلایا، آسمان دیا ہے، احسان نہ جتلایا، سورج و چاند دیئے ہیں، احسان نہ جتلایا، وجہ اس کی یہ ہے کہ تمام نعمتیں اپنی مثل بھی رکھتی ہیں، اپنی مثال بھی رکھتی ہیں، لیکن میرا پیغمبر تو وہ نعمت ہے، جس کی نہ مثل موجود، نہ مثال موجود ہے، ایسا عظیم موتی تو

رب کے خزانے میں بھی دوسرا موجود نہیں ہے، کیا خوب کہا:

مُحَمَّدٌ بَشَرٌ لَیْسَ کَالْبَشَرِ
کَالْیَاقُوْتِ حَجَرٌ لَیْسَ کَالْحَجَرِ

میرے بھائیو! بات ہے نعمتِ عظمیٰ ہونے کی، انسانیت کی فلاح وکامرانی کی خاطر جو اس قدر مستعد ہو جاتا ہے کہ رب بھی پکار کر کہتا ہے: ''فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُکَ عَلَیْهِمْ حَسَرَاتٍ'' کہ میرے محبوب! کہیں دشمنوں کی ہدایت کی خاطر، کہیں دشمنوں کی فلاح کی خاطر، کہیں دشمنوں کی کامیابی کی خاطر آپ جان نہ دے دیں، پوری رات کھڑے رہتے ہیں: ''قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلاً'' میرے محبوب! راتیں تھک جاتی ہیں، پرندے تھک جاتے ہیں، انسان وجنات تھک جاتے ہیں، مگر آپ رات بھر کھڑا ہونے سے نہیں تھکتے، پوری رات کھڑے رہتے ہیں اپنی خوشی کے لئے، کچھ دیر سو جایا کیجئے نا میری خوشی کے لئے۔

میرے عزیز ساتھیو! ایک وقت وہ تھا جب دشمنان اسلام نے میرے پیغمبر ﷺ کو ابتر کہہ کر توہین رسالت کی تھی، تو قرآن نے جواب دیا: ''اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ'' میرے محبوب! تیرا دشمن ہی ابتر ہے، آج بھی بدبختی کے پجاریوں نے، بدفطرت وبدمذہب لوگوں نے ڈنمارک کی شکل میں میرے محبوب کی توہین کی ہے، لیکن شاید وہ یہ بھول گئے:

ہم نے ہر دور میں تقدیس رسالت کے لئے
وقت کی تیز ہواؤں سے بغاوت کی ہے
چھوڑ کر سلسلہ رسمِ سیاست کا فسوں
اِک فقط نام محمدؐ سے محبت کی ہے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

مقصدِ ولادتِ مصطفیٰ ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ...... اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی" صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے نقشِ روئے محمدؐ بنایا گیا
پھر اسی نقش سے مانگ کر روشنی بزمِ کون و مکاں کو سجایا گیا

میرے واجب الاحترام ہمسفر عزیز طلباء ساتھیو! ماہِ ربیع الاول رواں دواں ہے، جو ہر سال مسلمانوں کو اتباعِ پیغمبر کی یاددہانی کراتا ہے اور علم وحکمت کے عظیم پیکر امام الانبیاء ﷺ کی دنیا میں آمد کی خبر دیتا ہے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل پوری دنیا ظلمات وجہالت کی کھائیوں میں گر چکی تھی، علم ومعرفت کا نور اٹھ چکا تھا، جہالت اپنی تمام تر خرابیوں اور خامیوں کے ساتھ پوری دنیا پر چھا چکی تھی، دشمنی اور عداوت کا دور دورا تھا ،غرض پوری دنیا جہنم کے کنارے پر پہنچ چکی تھی۔

قرآن کہتا ہے: "وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْهَا" کہ پوری دنیا آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھی، اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آیا اور وہ پیغمبر بھیج دیا، جس پیغمبر کے آنے سے رسوماتِ جاہلیت کی تردید ہوئی، جس پیغمبرؐ کے آنے سے اللہ کی توحید و وحدانیت کی تائید ہوئی، اس لئے کہ میرا پیغمبرؐ وحدانیتِ الٰہیہ کے محاسن کا عظیم شاہکار ہے۔

میرے بھائیو! ایک ہے آمدِ مصطفیٰ (ﷺ) اور ایک ہے مقصدِ آمدِ مصطفیٰ

(ﷺ) علماءِ حق علماء دیوبند کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں حضور ﷺ کی آمد سے بڑھ کر کوئی دن خوشی کا نہیں، کیونکہ یہی وہ پیغمبرؑ ہے جس کی وجہ سے اللہ کی وحدانیت کا ڈنکا بجتا ہے، یہی وہ پیغمبرؑ ہے جس کی آمد سے امت کو معرفتِ الٰہی حاصل ہوتی ہے، جس پیغمبر کی آمد سے نماز ملی ، روزہ ملا، جس پیغمبر کی آمد سے زکوٰۃ کا فریضہ ملا، حج کی سعادت ملی ہے، غرض یہی وہ پیغمبرؑ ہے، جس کی آمد سے گلشنِ اسلام کی آبیاری ہوتی ہے، تو پھر اس پیغمبر کی آمد سے بڑھ کر کوئی دن خوشی کا نہیں ہے۔

اس خوشی کا تقاضا واقعۃً یہ تھا کہ پوری امت میلاد مناتی، ذکر و نعت کی محفلیں کرتی، جھنڈے ہاتھوں میں لے کر جلسے وجلوس کرتی، لیکن میں دیکھتا ہوں تاریخ میں جہاں پیغمبر کی ولادت کی خوشی ملتی ہے، وہاں پیغمبرؑ کے دنیا سے جانے کے غم سے بڑھ کر بھی کوئی غم نہیں ملتا، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی آنکھیں اشکبار نظر آتی ہیں، حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرطِ غم میں پکار اٹھتی ہیں:

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا
صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیاً

ترجمہ: ”میرے والد کی وفات کے غم نے جو مجھ پر کوہِ مصائب ڈھائے ہیں، اگر ان کا کچھ حصہ چمکتے ہوئے دن پر پڑ جائے تو وہ بھی رات کی تاریکیوں میں تبدیل ہو جائے“۔

میرے بھائیو! اب ماہ ربیع الاول میں دو چیزیں جمع ہو گئیں، ایک پیغمبر ﷺ کی ولادت کی خوشی ہے اور ایک پیغمبر ﷺ کی وفات کا غم ہے، ولادت کو دیکھا جائے تو جتنی خوشی منائی جائے کم ہے، وفات کو دیکھا جائے تو جتنا غم کیا جائے، کم ہے، ایک اصولی قاعدہ ہے کہ جب دو متضاد چیزیں جمع ہو جائیں تو ایک تیسرا راستہ نکالا جاتا ہے، چنانچہ میرے پیغمبر ﷺ کی ولادت و وفات کا درمیانہ راستہ مقصدِ آمدِ مصطفیٰ ہے، میرے پیغمبر ﷺ کی

آمد کا مقصد رسوماتِ جاہلیت کو ختم کرنا ہے، میرے پیغمبر ﷺ کی آمد کا مقصد وحدانیت کا ڈنکا بجانا ہے، میرے پیغمبر ﷺ کی آمد کا مقصد انسانوں میں انسانیت کو اجاگر کرنا ہے، میرے پیغمبر ﷺ کی آمد کا مقصد شرک وبدعات کو ختم کرنا ہے۔

جس نے آمد مصطفیٰ کے مقصد پر عمل کیا، وہ سب سے بڑا عاشق رسول کہلائے گا، عشق رسول صرف جھنڈے لہرانے کا نام ہوتا تو بلال رضی اللہ عنہ تپتی ہوئی ریت پر نہ لیٹتے، اگر عشق رسول صرف میلاد منانے کا نام ہوتا تو حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے جسم کے ٹکڑے نہ کیے جاتے، اگر عشق رسول صرف نعتوں کی محفلوں کے انعقاد کا نام ہوتا تو تین سو تیرا صحابہ رضی اللہ عنہم ہزاروں تلواروں کے مقابلے میں بدر کے میدان میں نہ جاتے، احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش نہ تڑپتی، تحفظ ختم نبوت کے لئے بارہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی جان کی بازی نہ لگاتے، معلوم ہوگیا کہ میلاد کو منانا عشق نہیں، مقصدِ میلاد کو اپنانا اور مقصد میلاد پر جان قربان کرنا ہی میرے پیغمبر ﷺ سے عشق ہے۔

میرے بھائیو! آج عشق رسول کا معیار یہ ہوگیا ہے کہ پورا سال حضور ﷺ کی سنتوں کی خلاف ورزی کرو، پورا سال شرک وبدعات کا پرچار کرو، پورا سال احکامات نبوی توڑ دو، صرف بارہ ربیع الاول کو ایک جھنڈا لگالو، ایک دیگ پکالو، رنگ برنگی بتیاں سجالو، جلسے جلوس میں شامل ہوکر عاشق رسول بن جاؤ، کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے جھنڈے لگا کر میلاد منایا ہے؟ کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیگیں پکا کر میلاد منایا ہے؟ کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے چراغ جلا کر میلاد منایا ہے؟ تو میلاد مناتا ہے جھنڈے لہرا کر، تو میلاد مناتا ہے کھانے کی پلیٹیں سجا کر، تو میلاد مناتا ہے گلوں میں ہار سجا کر، قمقمے اور بتیاں لگا کر۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے میلاد منایا ہے بچے یتیم کرا کر، صحابہ رضی اللہ عنہم نے میلاد منایا ہے سر کو

تن سے جدا کرا کر، صحابہ رضی اللہ عنہم نے میلاد منایا ہے اپنے جسم کے ٹکڑے کرا کر، اگر یہ ساری رسومات نہ کر کے صحابہ رضی اللہ عنہم عاشق رسولؐ ہیں، تابعین عاشق رسولؐ ہیں، تبع تابعین عاشق رسولؐ ہیں، تو پھر آج کے دور میں علماء دیوبند بھی یہ تمام رسومات نہ کر کے عاشقان رسولؐ ہیں، آخر میں کہوں گا:

مسجد میں ، نہ مندر میں ، نہ کعبہ کی دیواروں کے سائے میں
نمازِ عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

رحمت دو جہاں ﷺ

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم...... امّابعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم: "وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین" وقال النبیُّ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلّم: "انّما بعثت لاتمّم مکارم الاخلاق". صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ النبیُّ الکریم.

وہ آئے جہاں میں رحمۃ اللعالمین ہو کر
پناہ بیکساں بن کر شفیع المذنبین ہو کر
خرد کیا کر سکے گی ان کی رفعتوں کا اندازہ
فلک بھی رہ گیا جن کے لئے فرشِ زمیں ہو کر

میرے عزیز طلباء ساتھیو! ماہ ربیع الاول انتہائی شان وشوکت کے ساتھ رواں دواں ہے، دنیا کا ہر انسان یہ بات جانتا ہے کہ ماہ مقدس میں ایک ایسی ہستی نے جنم لیا ہے کہ جو ظلمات وتاریکی کی اندھیری گھٹاؤں میں علم وحکمت کا نور اور روشنی ثابت ہوتی ہے، جس کے علم وعمل کی روشنی عرب سے نکل کر عجم کے ہر گوشے اور ذرّے کو منور کر دیتی ہے، جس کا وجود اطہر عالم ہستی کے لئے ایک رحمت کا جھونکا ثابت ہوتا ہے اور یہی رحمت انسانیت کی فلاح وبقاء کا سبب بنتی ہے۔

خالق کائنات قرآن کریم میں سب سے پہلے اپنی صفت جلیلہ "رب العالمین" ذکر فرماتے ہیں، قرآن کریم کی صفت "ذکر للعالمین" بیان کی جاتی ہے، پوری کائنات اور اس کے علاوہ دیگر عالم سب کا خالق و پروردگار جس طرح اللہ کی ذات ہے

،تمام عالم کے لئے قرآن جس طرح نصیحت و وعظ ہے، بعینہٖ اسی طرح میرا پیغمبر ﷺ بھی تمام عالم کے لئے رحمت کا جھونکا بن کر آیا ہے، قرآن کہتا ہے: ''وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ'' کہ میرے محبوب! ہم نے آپ کو تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے، رحمت کا معنی عفو و درگزر کرنا، رحمت کا معنی معاف کرنا، رحمت کا معنی راحت پہنچانا، پیغمبر اعظم ﷺ نے اپنے سر کے دشمنوں کو بھی معاف کر کے یہ بتادیا کہ میری آمد سارے عالم کے لئے رحمت کا پیغام ہے۔

میرے دوستو! ایک بھلائی وہ ہوتی ہے جو اپنے والدین کے ساتھ کی جاتی ہے، ایک بھلائی وہ ہے جو بہن بھائیوں سے کی جاتی ہے، ایک بھلائی وہ ہوتی ہے جو اپنے قریبی رشتہ داروں اور دوستوں سے کی جاتی ہے، لیکن سب سے بڑھ کر بھلائی وہ ہوتی ہے جو دشمنوں سے کی جائے، اپنے والدین سے بھلائی کرنے والے بہت ملیں گے، دوستوں، رشتہ داروں سے بھلائی کرنے والے بہت ملیں گے، لیکن دشمنوں پر بھلائی کی مثال دیکھنی ہے تو آؤ! طائف کی وادی میں لے چلتا ہوں، آقا صلی اللہ علیہ وسلم اپنا مؤقف و مشن بیان کرتے ہیں، اہل طائف پتھروں کی بارش کردیتے ہیں، آقا ﷺ بے ہوش ہوجاتے ہیں، جب ہوش میں آتے ہیں، پہاڑوں کے نظام پر مسلط کردہ فرشتے حاضر ہو کر کہتے ہیں کہ: اللہ کے نبی! آپ حکم دیجئے! ان پر پہاڑ گرا کر نیست و نابود کردیتے ہیں، میں قربان جاؤں حضور ﷺ کے جواب پر آقا ﷺ فرماتے ہیں: اے فرشتو! میں پورے عالم کے لئے رحمت بن کر آیا ہوں، زحمت بن کر نہیں آیا۔

میرے بھائیو! رحم و کرم کی جو مثال حضور ﷺ کی زندگی میں ملتی ہے، دنیا کی کسی شخصیت میں نہیں مل سکتی، آپ ﷺ کا رحم و کرم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم و صبر، آپ

ﷺ کا عفوودرگزر اضطراری نہیں، بلکہ اختیاری ہے، اگر کوئی آدمی بدلہ لینے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور وہ معاف کردے تو اسے رحم وکرم نہیں کہا جائے گا، اسے حلم وصبر نہیں کہا جائے گا، اسے عفوودرگزر نہیں کہا جائے گا، اصل رحم وکرم تو یہ ہے کہ آپ قدرت کے باوجود معاف کردیں، قوت وطاقت کے باوجود معاف کردیں، اس کا عملی مظاہرہ بھی میرے پیغمبر ﷺ کی زندگی میں نظر آتا ہے۔

۸ھ میں میرا پیغمبر ﷺ فاتح بن کر مکہ کی سرزمین میں داخل ہوتا ہے، لیکن اس میں وہ صفت رذیلہ نظر نہیں آتی جو عام فاتحین کے بارے میں قرآن کہتا ہے: "إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا" جب مادہ پرست بادشاہ کسی بستی وعلاقے میں فتح کرنے داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ وبرباد کردیتے ہیں، ماؤں کی مامتا لٹتی ہے، بچے یتیم ہوتے ہیں، بہنوں کی چادریں تارتار ہوتی ہیں۔

لیکن ہجرت کے آٹھویں سال چشم فلک نے ایک منفرد فاتح کو بھی دیکھا ہے جو سر جھکا کر مکہ فتح کرنے آرہا ہے، جس کی عاجزی وانکساری اہل مکہ پر رحم وکرم کی بارش کرتی ہے، کعبے کا صحن ہے، سامنے تمام مجرم سر جھکائے کھڑے ہیں، کون مجرم؟ جنہوں نے حضور ﷺ پر پتھروں کی بارش کی، کون مجرم؟ جنہوں نے حضور ﷺ پر کوہ ستم کھینچی، کون مجرم؟ جنہوں نے حضور ﷺ کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کردیا، آج ان کا ایک ایک جرم ان کے ظلم وتشدد کی گواہی دے رہا تھا، لیکن قربان جاؤں زبان رسالت پر کہ جب بولتی ہے تو رحمت کی بوچھاڑ کردیتی ہے، فرمایا: "لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ" جاؤ! آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں ہے۔

میرے بھائیو! ربیع الاول کا مہینہ ہے ربیع کا معنی "بہار" کا ہوتا ہے، بہار کا

معنی راحت کا ہوتا ہے، رحمت کا معنی بھی راحت ہے، ربیع کا معنی بھی راحت ہے، جب اللہ نے حضور ﷺ ''رحمۃ للعالمین'' بنایا ہے تو پھر انہیں محرم کے مہینے میں نہ بھیجا، صفر کے مہینے میں نہ بھیجا، رجب و شعبان میں نہ بھیجا، شوال و ذیقعد میں نہ بھیجا، بلکہ میرا پیغمبر ﷺ تمام عالم کے لئے راحت تھا تو مہینہ بھی وہ چنا گیا، جو راحت کے معنی میں ہے، بتادیا میرا پیغمبر ﷺ خود بھی رحمت ہے، میرے پیغمبر ﷺ کا آنا بھی رحمت ہے، جو پیغمبر ﷺ کا دامن پکڑ لے، وہ راحت میں آ گیا، جو پیغمبر ﷺ کا دامن چھوڑ دے، ذلت و خواری میں گرتا چلا جائے گا، آخر میں میں یہی کہوں گا:

محبت کے یوں جس نے دریا بہائے
دل ان کا بھی جیتا جو سر لینے آئے
یہ بندہ نوازی کے جوہر دکھائے
خود کھائے جَو اور جواہر لٹائے
خوشی اپنی غیروں کے غم میں بھلا دی
دیا درد جس نے اسے بھی دُعا دی

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

محسنِ انسانیت ﷺ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ...... اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: "لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ" وَقَالَ تعالیٰ فِیْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ: "اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ". صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ۔

میرے انتہائی واجب الاحترام معزز اساتذہ کرام وطلباء! میں آج کے اس منعقد کردہ تقریری مقابلہ میں چند معروضات آپ کی خدمت میں گوش گزار کرنا چاہتا ہوں، اس دنیاء فانی میں تخلیق انسانیت کے بعد خالق کائنات نے ایک فرد کو دوسرے فرد کی خدمت پر کسی نہ کسی طرح مامور کر دیا اور فطرتِ انسانی میں یہ بات رکھ دی ہے کہ اپنے اوپر ادنیٰ سا احسان کرنے والے کو یہ ہمیشہ نگاہِ مشکور سے دیکھتی ہے، لیکن دنیا میں کوئی شخص کسی ایک فرد پر احسان کرتا ہے، کسی ایک جماعت پر احسان کرتا ہے، لیکن میں جس ذات کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں، وہ ذات تو ایسی ہے جس نے پوری انسانیت پر احسانات کی بارش برسائی ہے، جس کا ابرِ کرم اس قدر برستا ہے کہ اپنی جان کے دشمن کو بھی معاف کر کے روئے انور پر مسرت ومسکراہٹ کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں، جو مکہ کی سرزمین پر مبعوث ہو کر معصوم بچیوں کی جان بچا کر قیامت تک آنے والی نسل انسانی پر احسان کر دیتے ہیں۔

اگر قیامت تک کوئی بیٹا اپنے باپ کا ادب کرتا ہے تو یہ میرے پیغمبر ﷺ کا احسان ہے، کوئی والدین بچوں پر شفقت کرتے ہیں تو یہ پیغمبر ﷺ کا احسان ہے، کوئی بیوی

شوہر کے حقوق ادا کرتی ہے تو یہ میرے پیغمبر ﷺ کا احسان ہے، اگر کوئی طالب علم استاد کا احترام کرتا ہے، تو یہ میرے پیغمبر ﷺ کا احسان ہے، اگر کوئی استاذ طلب علم کے مسافر پر دستِ شفقت رکھتا ہے تو یہ میرے پیغمبر ﷺ کا احسان ہے، غرض جب دنیا میں کوئی شخص دوسرے سے نیکی کرے گا، میرے پیغمبر ﷺ کا ابرِ احسان برستا نظر آئے گا۔

میرے بھائیو! اس عظیم ہستی کے احسان کی ایک جھلک آپ کو چودہ سو سال قبل مکہ کی سرزمین پر دکھاتا ہوں کہ مکہ فتح ہو رہا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی جانثاری کا ثبوت دیتے ہوئے پیغمبر ﷺ کے دست و بازو بن کر ساتھ آ رہے ہیں، یکایک ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرطِ خوشی میں نعرہ بلند کرتے ہیں: ''اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَلْحَمَةِ'' آج بدلے کا دن ہے، آج جنگ وقتال کا دن ہے، محسن انسانیت ﷺ کے گوش مبارک میں یہ آواز پڑتی ہے، ابرِ احسان جوش میں آ جاتا ہے، فوراً جواب دیتے ہیں: ''اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَرْحَمَةِ'' آج تو رحمت کا دن ہے، آج تو انسانیت پر احسان کرنے کا دن ہے، پھر چلیے حضور ﷺ کا یہ فقرہ فقط قولی دعویٰ نہیں بنتا، بلکہ صحنِ کعبہ میں اپنے جان کے دشمنوں کو بھی معاف کر کے انسانیت پر احسان کا حق ادا کر کے واضح کر دیا کہ میں پوری انسانیت پر محسن بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

میرے بھائیو! دنیا میں انسان پر دو قسم کے احوال آتے ہیں، کبھی خوش ہوتا ہے، کبھی غم میں ہوتا ہے، اپنی خوشی کے وقت ہر کوئی دوسرے پر احسان کرتا ہے، لیکن غم کے وقت کوئی نہیں کرتا، لیکن میرا دعویٰ میرے آقا ﷺ نے دونوں میں انسانیت کو یاد رکھا ہے، جب میرے آقا ﷺ آسمانوں پر گئے، اس سے بڑھ کر خوشی کا مقام اور کوئی نہیں، اللہ رب العزت نے فرمایا: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ'' آگے محسن انسانیت جواب دیتے ہیں: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ'' قیامت تک

آنے والے ہر صالح پر اس محسن کا احسان چمکتا رہے گا۔

میرے بھائیو! دوسرا موقع غمی کا ہوتا ہے اور قیامت کے دن سے بڑھ کر کونسا دن غمی کا ہے، جس میں ''لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی'' کا عالم ہوگا، کائنات کا یہ عظیم محسن وہاں پر بھی ''رَبِّ ! اُمَّتِیْ'' کی صدا لگا کر انسانیت پر اپنا احسان برساتا نظر آتا ہے۔

میرے دوستو! دنیا میں جو کسی پر ادنیٰ احسان کردے، قرآن اسے ''اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ'' کا سرٹیفکیٹ دے دیتا ہے، اسے اللہ کا محبوب بنا دیتا ہے، جو پوری انسانیت پر احسان کرے، وہ اللہ کا کس قدر محبوب ہوگا؟ میرے پاس وہ الفاظ کا ذخیرہ نہیں جس سے اس محسنِ اعظم ﷺ کے احسان کو بیان کروں، پوری انسانیت سجدہ ریز ہو کر بھی اس کے احسان کا بدلہ دینا چاہے، میرا ضمیر یہ کہتا ہے کہ وہ احسان کا بدلہ نہیں دے سکتی، اس لئے کہ حیوانِ ناطق سے انسانِ کامل بنا دینا یہ بھی میرے پیغمبر ﷺ کا احسان ہے، آخر میں ان کی بارگاہ میں یہی عرض کرتا ہوں:

محبت کے یوں جس نے دریا بہائے
دل ان کا بھی جیتا جو سر لینے آئے
یہ بندہ نوازی کے جوہر دکھائے
خود کھائے جو اور جواہر لٹائے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

تحفظ ناموسِ رسالت وسپاہِ رسالت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ...... اَمَّابَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: "اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ" وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ".

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ.

ہم نے ہر دور میں تقدیسِ رسالت کے لئے
وقت کی تیز ہواؤں سے بغاوت کی ہے
چھوڑ کر سلسلہ رسمِ سیاست کا فسوں
اِک فقط نام محمدؐ سے محبت کی ہے

میرے واجب الاحترام معزز ومکرم ساتھیو! آج کے اس منعقد کردہ تقریری مقابلہ میں آپ سے بیانِ سخن کا شرف حاصل کر رہا ہوں، موضوع کے دو جزء ہیں، ایک "تحفظ ناموسِ رسالت" اور دوسرا "سپاہِ رسالت" ہے۔

بظاہر ان دونوں کا مفہوم اور معنی الگ الگ ہے، لیکن حقیقت میں ان دونوں کا آپس میں خاص تعلق اور خاص ربط ہے، تحفظ ناموسِ رسالت یہ سپاہِ رسالت کے بغیر نہیں ہوسکتا اور سپاہِ رسالت، تحفظ ناموس رسالت کے بغیر نہیں ہوسکتے۔ ایک تحفظ ذاتِ رسالت کا ہے اور ایک تحفظ صفاتِ رسالت کا ہے، اگر آپ تاریخ کی ورق گردانی کرتے ہوئے عقلِ سلیم کے ساتھ بغور مطالعہ فرمائیں گے تو آپ کو یہ بات نظر آئے گی کہ سپاہ رسالت

میں سے ایک سپاہی ہجرت کی رات پیغمبر ﷺ کی ذات کا تحفظ کرتا ہوا نظر آتا ہے، احد کے مشہور معرکے میں جب قریش کے تیغ زنوں نے آپ پر یورش ویلغار کی، میرے آقا ﷺ آواز لگاتے ہیں: کون ہے جو مجھ پر جان قربان کردے؟ سات انصاری صحابی رضی اللہ عنہم نکلتے ہیں، شمعِ رسالت کے یہ پروانے یکے بعد دیگرے اپنی جان کی بازی لگا کر تحفظ ناموس رسالت کے لئے اپنا خون کا قطرہ بہا کر یہ اعلان کرتے ہیں:

یتیم و بے نوا سمجھا تھا جس کو اہلِ باطل نے
جہاں پر چھا گئے وہ سرورِ دنیا و دیں ہو کر
ہزاروں بار عشرتِ کونین اس پہ صدقے ہو
غمِ عشقِ نبی رہ جائے جس دل میں مکیں ہو کر

میرے بھائیو! بات ہے تحفظ ناموس رسالت کی، سپاہ رسالت نے تحفظ کیا ہے جان دے کر کیا ہے، بچے یتیم کرا کر دیا ہے، سر کٹا کر دیا ہے، وطن وملت قربان کر کے کیا ہے، اٹھاؤ تاریخ، اوراق کی ورق گردانی کریں تو تحفظ ناموس رسالت کی خاطر ایک سپاہی زنجیروں میں جکڑا ہوا نظر آتا ہے، اس پر کوہِ ستم ڈھائے جارہے ہیں، ظلم وتشدد کی برسات ہو رہی ہے، ایک بدبخت کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہیں: اے خباب! بتاؤ محمد (ﷺ) کا ساتھ چھوڑو گے یا نہیں؟ سپاہِ رسالت کے پروانوں میں سے یہ ایک پروانہ جواب دیتا ہے: میں جان دے سکتا ہوں، جسم ٹکڑے کرا کر ریزہ ریزہ ہو سکتا ہوں، لیکن محمد ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا، ایک بدفطرت وبدبخت کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہیں: اگر تمہاری جگہ پر یہاں محمد (ﷺ) کو لایا جائے، تمہیں پسند ہے یا نہیں؟ میں قربان جاؤں اس عاشقِ صادق پر جس کے عشق کا سمندر دل میں موجزن ہو جاتا ہے اور وہ بے ساختہ جواب دیتا ہے: ظالمو! تم

کہتے ہو تیری جگہ محمد ﷺ ہوتے، آقا ﷺ کی ذات تو دور کی بات ہے، میرے پیغمبر ﷺ کے پائے اقدس میں ایک کانٹا چبھ جائے، مجھے یہ بھی گوارا نہیں ہے۔

میرے بھائیو! پیغمبر اسلام ﷺ کی ذاتِ گرامی اس قدر اہمیت کی حامل ہے جس کی ناموس کا تحفظ، سپاہِ رسالت کے پروانوں نے اپنی جان پر کھیل کر کیا ہے، قاضی سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "رحمۃ اللعالمین" میں لکھتے ہیں: پورے اسلام کی نشر و اشاعت میں دورِ نبوت کے اندر صرف ۲۱۰ صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوتے ہیں، لیکن جب مسئلہ ناموسِ رسالت کا آتا ہے، تحفظِ ختمِ نبوت کا آتا ہے، تو یمامہ کے میدان میں ۱۲۰۰ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی جان کے نذرانے پیش کر دیتے ہیں اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ناموس کا تحفظ کرتے ہیں، میں نے تاریخ کے اوراق میں ناموس رسالت کا تحفظ کرتے ہوئے ان چھوٹے بچوں کو بھی دیکھا ہے، جن کی تلواریں ان کے قدوں سے بڑی نظر آتی ہیں، جنہیں دنیا معاذ و معوذ رضی اللہ عنہما کے نام سے جانتی ہے، ہاں ہاں! تحفظ ناموس رسالت کا مسئلہ صرف مردوں تک محدود نہیں رہتا، صرف بچوں تک محدود نہیں رہتا، بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ ایک انصاری عورت احد کے راستے میں کھڑی ہے، اسے خبر دی جاتی ہے تیرا باپ شہید ہوگیا، وہ پیغمبر ﷺ کا پوچھتی ہے، خبر دی جاتی ہے تیرا بھائی شہید ہوگیا، وہ پیغمبر ﷺ کا پوچھتی ہے، خبر دی جاتی ہے تیرا شوہر شہید ہوگیا، وہ پیغمبر ﷺ کا پوچھتی ہے، بالآخر آفتابِ رسالت کو صحیح سالم دیکھ کر بے ساختہ کہہ اُٹھتی ہے:

میں بھی اور باپ بھی ، شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہِ دیں تیرے ہوتے ہوئے ہم چیز ہیں کیا ؟

میرے بھائیو! حقیقت میں تحفظ رسالت اگر سمجھ میں آیا ہے تو سپاہِ رسالت

کے کردار و اعمال سے، اگر ناموسِ رسالت کی خاطر سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ قید و قفس برداشت کرتے ہیں تو سپاہ رسالت سے سیکھ کر، انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ تحفظ ناموس رسالت کرتے ہیں سپاہ رسالت سے سیکھ کر، حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ ناموس رسالت کی خاطر کراچی سے کفن لے کر جاتے ہیں تو سپاہ رسالت سے سیکھ کر، عامر چیمہ جان دیتا ہے تو سپاہ رسالت سے سیکھ کر، غازی علم الدین تختۂ دار کو چومتا ہے تو سپاہ رسالت سے سیکھ کر، پتہ چل گیا کہ ایمان کی بقاء تحفظ ناموس رسالت میں مضمر ہے، لیکن سپاہ رسالت کے طرز پر آج بھی شاتمین پیغمبر اپنی بدبختی کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور غلامان محمد کا رشتہ ذات محمدؐ سے توڑنا چاہتے ہیں تو آج بھی ضرورت ہے علم جہاد بلند کر کے ان کو بتا دیا جائے:

مقام نبیؐ تو مقام نبیؐ ہے، صحابہؓ کی خاطر بھی ہم جان دیں گے
ہتھیلی پہ سر کو لئے پھر رہے ہیں، امانت ہے ان کی بصد شان دیں گے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

تحفظِ ناموسِ رسالت، اور ہماری ذمہ داری

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ...... اَمَّابَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: "اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ". وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَايُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ". صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ.

نماز اچھی روزہ اچھا زکوٰۃ اچھی حج اچھا
مگر باوجود اس کے میں مسلماں ہو نہیں سکتا
میں جب تک نہ کٹ مروں شاہِ بطحا کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کہ کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

عزیزانِ گرامی قدر وارثانِ علومِ نبوت وطالبانِ علم وحکمت! آج کی اس صدابہار پروقار محفل میں آپ کے سامنے چند معروضاتِ سخن پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔

اگر آپ بنظرِ دقیق صفحۂ کائنات کا مطالعہ فرمائیں تو اطراف واکناف میں ایک نظریہ فاسدہ گردش کرتا نظر آئے گا اور وجۂ کائنات حبیبِ ربّ الارض والسمٰوات کی ذاتِ عالی پر توہین آمیز قوانین کو بالادستی فراہم کرنے کی ناپاک جسارت کی جارہی ہے، لیکن جس آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو اپنے خبثِ باطن کا نشانہ بنایا جارہا ہے، اب

کی حرمت اور ناموس کا تحفظ صرف عہدۂ ارضی نہیں ہے، بلکہ" وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ " کا عرشی قانون تحفظ ناموس رسالت کا ضامن و ذمہ دار ہے۔

جب میں اوراق تاریخ کی ورق گردانی کرتا ہوں تو مجھے ناموس رسالت کا تحفظ سرفروشان اسلام کے رگ وخون میں دوڑتا نظر آتا ہے، اور" اَلنَّبِيُّ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ " کی عملی روداد سنا تا نظر آتا ہے۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالی عنہ مشرکین مکہ کے گوہ ستم کا تختۂ مشق بنے ہوئے ہیں سوال کیا جاتا ہے: "أَتُحِبُّ أَنْ يَكُوْنَ مُحَمَّدٌ مَكَانَكَ " تو ناموس رسالت کا یہ محافظ و پروانہ تڑپ کر جواب دیتا ہے: "وَاللّٰهِ مَا أُحِبُّ أَنْ أَكُوْنَ آمِنًا فِيْ أَهْلِيْ وَوَلَدِيْ وَأَنَّ مُحَمَّدًا تُشَوِّكُهُ شَوْكَةٌ "۔

جی ہاں! تحفظ ناموس رسالت کا ایک پروانہ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کی صورت میں تڑپتا نظر آتا ہے، جب سورج کی کرنیں زمین کو انگارہ نما بنادیتی ہیں تو مشرکین مکہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو لوہے کی زرہ پہنا کر لٹا دیتے ہیں اور سوال کرتے ہیں "مَا تَقُوْلُ فِيْ مُحَمَّدٍ؟ " جواب میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ جَاءَ نَا بِدِيْنِ الْهُدٰى وَالْحَقِّ "۔

مجھے اوراق تاریخ میں ناموس رسالت کا ایک پاسبان میدان احد میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ میں کھڑا نظر آتا ہے، آقا صلی اللہ علیہ وسلم جب سر اٹھا کر دیکھتے ہیں تو یہ عظیم جانثار پکار کر کہتا ہے "بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ لَا تُشْرِفْ يُصِيْبُكَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ الْقَوْمِ نَحْرِيْ دُوْنَ نَحْرِكَ " اور پھر ستر سے زیادہ زخم کھا کر دنیائے کفر کو یہ باور کرا دیتا ہے:

ہم نے ہر دور میں تقدیس رسالت کے لئے

وقت کی تیز ہواؤں سے بغاوت کی ہے
چھوڑ کر سلسلہ رسمِ سیاست کا فسوں
اِک فقط نام محمدؐ سے محبت کی ہے

عزیزانِ من! تحفظ ناموس رسالت اِک ایسا عظیم جذبہ ہے جس میں نیک و بد کی کوئی تفریق کارگر ثابت نہیں ہوتی، بلکہ ہر وہ شخص جس کے دل میں شمع ایمان کی ادنیٰ سی رمق فروزاں ہو وہ کٹ تو سکتا ہے، وہ گھر بار کی بازی لگا سکتا ہے، وہ اپنی جان سے گزر سکتا ہے، لیکن ناموس رسالت کے تحفظ پر کوئی سودا بازی نہیں کر سکتا، بلکہ وہ تو جانثاران بدر کی زبان میں اپنے آقا ﷺ سے یہ وعدہ کرتا ہے: ''لَوِاسْتَعْرَضْتَ بِنَاهٰذَاالْبَحْرَ لَغُضْنَاهُ وَمَاتَخَلَّفَ مِنَّارَجُلٌ وَاحِدٌ''۔

سامعینِ محترم! تحفظ ناموس رسالت وہ عظیم فریضہ ہے جس کی خاطر میرے آقا ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں مختلف جانثار اور محافظ روانہ فرمائے ہیں، جب یمن میں اسود عنسی ملعون کی شکل میں ناموس رسالت کا چیلنج رونما ہوتا ہے تو پھر حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ حکم نبوت کی تعمیل کرتے ہوئے اسود عنسی کا استیصال کرتے ہیں، اس فریضہ کی اہمیت کا اندازہ لگائیں حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ اسود عنسی کی بیوی حضرت آزاد رضی اللہ عنہا سے معاونت طلب کرتے ہیں تو وہ فرماتی ہیں: ''اُعِیْنُکُمْ عَلٰی اَیِّ شَیْءٍ؟ ''حضرت فیروز رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''عَلٰی اِخْرَاجِهٖ ''تو پھر حضرت آزادؓ تحفظ ناموس رسالت کے جذبے سے سرشار ہو کر جواب دیتی ہیں ''بَلْ اُعِیْنُکُمْ عَلٰی قَتْلِهٖ ''جب حضرت فیروز رحمۃ اللہ علیہ اس بدبخت کا سر اتارتے ہیں تو میرے آقا ﷺ حلقۂ احباب میں ''فَازَ فَيْرُوْزُ'' کی صدا بلند فرما کر تحفظ ناموس رسالت کے پروانوں کو کامیابی کا تمغہ عطا فرما دیتے ہیں۔

تاریخ کے شاہکار جھروکوں میں مجھے ناموس رسالت کا ایک محافظ حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ بھی نظر آتا ہے، مسیلمہ کذاب کے دربار میں جس کے اعضاء و اجزاء بکھیرے جارہے ہیں، لیکن وہ مسیلمہ کذاب کے اس قول "اَتَشْہَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ؟" کے جواب میں "اِنَّ فِیْ اُذُنَیَّ صَمَماً عَنْ سِمَاعِ مَاتَقُوْلُ" جیسا جملہ عزیمت دہراتے نظر آتے ہیں، جی ہاں آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیات طیبہ میں اسلام کی نشر و اشاعت میں ۲۵۹ صحابہؓ شہید ہوتے ہیں، لیکن تحفظ ناموس رسالت کے لئے یمامہ کے میدان میں ۱۲۰۰ صحابہؓ نے جان کا نذرانہ پیش کر کے یہ اعلان کیا ہے:

واقف تو ہیں اس راز سے یہ دار و رسن بھی
ہر دور میں تکمیل وفا ہم سے ہوئی ہے

عزیزان گرامی قدر! جب تحفظ ناموس رسالت ایک اہم فریضہ ہے، جب یہ ایمان کی اساس و بنیاد ہے، جب یہ ایمانی حمیت کا سرمایہ ہے، جب یہ دینی غیرت کا تقاضا ہے تو پھر ہماری ذمہ داری نہیں، بلکہ ہمارے ایمان کی ذمہ داری یہ ہے کہ ناموس رسالت کے دشمنوں کو اپنے معاشرے سے الگ کردیں، ان کے استیصال میں اپنی جان کی بازی لگادیں اور اپنی اس ذمہ داری کے بارے میں آج میں وہی بات کہوں گا جو حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ اس امت کے کندھوں پر بوقت شہادت ڈال کر گئے ہیں، ناموس رسالت کے تحفظ کی ذمہ داری حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی زبان میں یوں عیاں ہوتی ہے: "لَا عُذْرَ لَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ یُّخْلَصَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَفْرٌ وَفِیْکُمْ عَیْنٌ تَطْرِفُ"۔

اس پاکیزہ فریضے کی خاطر دنیوی جاہ و مال کو پس پشت ڈال کر "حَتّٰی اَکُوْنَ

اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ '' کا عملی کردار پیش کریں، اگر وہ کوئی ملک ہے تو سفارتی تعلقات ختم کرنا ایمان کا تقاضا ہے، اگر وہ کوئی کمپنی ہے تو مصنوعات کا بائیکاٹ کرنا ایمان کا تقاضا ہے، اگر وہ کوئی فرد ہے تو اسے کیفر کردار تک پہنچانا عین ایمان کا تقاضا ہے۔

آج اعدائے اسلام کے آلۂ کار حکمران اگر ناموس رسات قانون میں کوئی بدنیتی رکھتے ہیں تو پھر یاد رکھیں، اس امت کی رگوں میں حضرت حبیب بن زید رضی اللہ عنہ کا خون دوڑتا ہے، اس کی رگوں میں حضرت ابومسلم خولانی رضی اللہ عنہ کا خون دوڑتا ہے، اس کی رگوں میں شہیدانِ یمامہ کا خون دوڑتا ہے، اس کی رگوں میں غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کا خون دوڑتا نظر آتا ہے، اس کی رگوں میں غازی عبدالقیوم شہید رحمۃ اللہ علیہ کا خون دوڑتا ہے، اس کی رگوں میں عامر چیمہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کا خون دوڑتا ہے، یہ حضرت معاذ ومعوذ رضی اللہ عنہما جیسے نونہالوں کا جذبہ لے کر وقت کے ابوجہل نما شاتموں کا قلع قمع کر کے دنیائے کفر کو یہ بتائے گی:

ناموس رسالت کی خاطر ہم جان نچھاور کر دیں گے
اگر وقت نے ہم سے خون مانگا ہم وقت کا دامن بھر دیں گے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

سنّت قبل از تدوین

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَهٗ ...... اَمَّابَعْدُ : فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: "وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ". وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اُکْتُبْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَایَخْرُجُ مِنْهُ اِلَّاحَقٌّ وَقَالَ اِسْتَعِنْ بِیَمِیْنِکَ وَاَوْمَأَبِیَدِهٖ لِلْخَطِّ ". صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ.

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود
اگر کسے شک کند در سنتِ مصطفیٰ ؐ
لاجرم کشیدنِ زبانِ او روا بود

اربابِ علم و دانش، اصحابِ فکر ونظر اور شجرۂ بنوری کے مہکتے، دمکتے، چہکتے، چمکتے، ہنستے، مسکراتے، کھلکھلاتے، اور سنت نبوی کے غیور و جسور و جانباز نگہبانو! آج کے اس تقابلی سلسلۂ تقاریر میں میرا موضوع "سنّت قبل از تدوین" کے عنوان سے معنون ہے، بارگاہِ حق میں بندۂ عاجز دست بدعا ہے کہ قدم قدم پر حق سچ کہنے کی توفیق عطا ہو۔ (آمین)

سامعینِ محترم! علم القرآن اگر اسلامی علوم میں دل کی حیثیت رکھتا ہے تو علمِ حدیث شہ رگ کی، یہ شہ رگ اسلامی علوم کے تمام اعضاء تک خون پہنچا کر ہر آن ان کے لئے تازگی کا سامان پہنچاتی ہے، سنت وحدیث انسانیت کے اہم ترین انقلابی عہد کی تاریخ کا وہ معتبر ذخیرہ ہے، جس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہمہ گیر، عالم پر اثر انداز

ہونے والی ہستی انسانیت کو قدرت کی جانب سے عطا ہوئی۔

اسلام دشمن طاقتیں روزِ اول سے ہی دین اسلام کی بنیادوں کو ڈھانے اور مسلمانوں کے دلوں میں اس کے متعلق شکوک وشبہات کے بیج اُگانے کی کوششیں کرتی چلی آرہی ہیں، چونکہ قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جس میں جعل سازی کا امکان نہ تھا، بنابریں انہوں نے اپنے تیر سنت کی طرف موڑ دیئے، وضع حدیث کا سلسلہ شروع کیا، متون پر اعتراضات کی بھرمار کردی، صحیح وسقیم میں تمیز کو مشکل باور کرایا، راوی اور مروی عنہ کے درمیان انقطاع کا دعویٰ کرکے ذخیرۂ احادیث کو جعلی ثابت کرنے پر اپنا سارا زور صرف کرڈالا، مستشرقین کی ایک جماعت نے یہاں تک کہہ ڈالا کہ ذخیرۂ حدیث کا ایک بڑا حصہ فقہاء رحمۃ اللہ علیہم نے اپنی فقہی آراء کی تائید کے لئے گھڑا ہے۔

سنت پر اٹھائے جانے والے اعتراضات میں سے ایک بڑا اعتراض یہ بھی تھا کہ کتب حدیث کی ترتیب و تدوین کا سلسلہ تیسری صدی ہجری میں شروع ہوا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے تدوین کے زمانہ تک زمانی فاصلوں کے وسیع بیابان حائل ہیں، لہٰذا ذخیرۂ حدیث انتہائی بے بنیاد، غیر مستند اور غیر معتمد ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک انتہائی بے بنیاد اعتراض ہے، کیونکہ اگر تدوین سے رسمی تدوین ہی مراد لی جائے، تب بھی تدوین حدیث کا آغاز پہلی صدی ہجری کے انتہاء میں عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ہو چکا تھا، امیرالمؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "صحیح البخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم" میں تعلیقاً نقل کیا ہے "وَ كَتَبَ عُمَرُبْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ اِلٰى اَبِىْ بَكْرِبْنِ حَزْمٍ اُنْظُرْ مَاكَانَ مِنْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاكْتُبْهُ فَاِنِّىْ خِفْتُ دُرُوْسَ الْعِلْمِ وَذِهَابَ الْعُلَمَاءِ"

سامعینِ محترم! رسمی تدوین سے پہلے کے دور میں ذخیرۂ حدیث کی حفاظت کی تین صورتیں تھیں (۱) تعامل (۲) روایت (۳) کتابت

(۱) تعامل: احادیث مقدسہ کی حفاظت کا ایک بہت بڑا ذریعہ باقاعدہ تدوین سے پہلے عمل بالحدیث کا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا کو نہ صرف خود محفوظ کیا، بلکہ زندگی کے ہر پہلو میں حضور ﷺ کی اتباع کرتے اور آپ ﷺ کے اعمال وافعال کی ہو بہو نقل اتارتے تھے، گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم احادیث مقدسہ کے زندہ وجاوید چلتے پھرتے ہزاروں نسخے تھے، تبھی تو جب کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے بارے میں زیادہ اہمیت کا حامل وصف بیان کیا جاتا وہ اتباع سنت رسول ہوتا تھا:

چنانچہ جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمانے لگے: "اَقْرَبُ النَّاسِ هَدْيًا وَ دَلًّا وَسَمْتًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ"۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور ہے کہ: "كَانَ يَتَّبِعُ اٰثَارَهٗ فِيْ كُلِّ مَسْجِدٍ صَلّٰى فِيْهِ وَكَانَ يَعْتَرِضُ بِرَاحِلَتِهٖ فِيْ طَرِيْقٍ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَ نَاقَتَهٗ" ان کی یہ عادت تھی کہ "يَسْأَلُ مَنْ حَضَرَ اِذَا غَابَ عَنْ قَوْلِهٖ وَفِعْلِهٖ"۔

(۲) روایت: حدیث کی تاریخ کی آج جو کچھ بنیاد ہے، وہ کوئی پرانے زمانے کے کسی مصنف کی کوئی یادگار، پرانی قبروں کا کوئی کتبہ، پرانے سکوں کا کوئی ٹھپہ، پرانے کھنڈرات کی کوئی سنگی تختی نہیں، بلکہ یقینی سے یقینی تر شئے ہے، وہ رؤیت اور سماع ہے۔

اَلْاِصَابَة جلد نمبر: ۱، صفحہ نمبر: ۳ پر فن رجال کے چوٹی کے امام علی بن زرعہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ "تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ رَاٰهُ وَسَمِعَ مِنْهُ عَلٰى مِائَةِ اَلْفِ

إِنْسَانٍ مِنْ رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ كُلُّهُمْ قَدْ رَوَى عَنْهُ سِمَاعًا وَرُؤْيَةً"۔

تاریخ حدیث کے ابتدائی حصہ میں نقل کرنے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ اس پر شک کرنا اور اس کو نہ ماننا محال ناممکنات میں سے ہے، یہ صرف ان اصحاب رضی اللہ عنہم کی تعداد ہے، جنہوں نے حضور ﷺ کو دیکھنے کے بعد آپ ﷺ سے کوئی نہ کوئی بات روایت کی، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ صرف ایک حدیث کے لئے ایک مہینہ کا سفر طے کرتے ہیں، ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو دیکھئے ایک حدیث میں صرف شک کو دور کرنے کی غرض سے مدینہ منورہ سے مصر حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے پاس سفر کرتے ہیں اور تو اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ صرف حرف کی تصحیح کی خاطر باقاعدہ کوچ فرمالیتے ہیں۔

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے بھی احادیث وروایات پوچھتے تھے ،حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: "كَانُوا يَعْرِفُونَ نَرْوِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَسْأَلُونَنِي عَنْ حَدِيثِهِ مِنْهُمْ عُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ" ابن عباس رضی اللہ عنہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دروازوں پر تلاشِ حدیث میں گرد کھاتے پھرتے تھے اور یہ الفاظ آپ رضی اللہ عنہ کے وردِ زبان ہوتے تھے: "هَلُمَّ فَلْنَسْأَلْ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهُمُ الْيَوْمَ أَكْثَرُ"۔

سعید بن المسیبؒ سے امام مالک رحمہ اللہ راوی ہیں کہ وہ فرماتے ہیں: "إِنِّي كُنْتُ لَأَسِيرُ اللَّيَالِيَ وَالْأَيَّامَ فِي طَلَبِ الْحَدِيثِ" طلب حدیث کے لئے رحلت سفر واسفار کا عام ذوق صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین میں پھیل گیا تھا، عرب کے بدو کتابت سے زیادہ اپنے حافظوں اور سفینوں سے زیادہ سینوں والے علم پر اعتماد کرتے تھے اور کتابوں کے طومار کو دیکھ کر مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے: "حَرْفٌ فِي طَامُورِكَ خَيْرٌ مِنْ

عَشَرَةٍ فِیْ کُتُبِکَ''۔

(۳) کتابت: اللہ تبارک وتعالیٰ کا مقدس کلام کتاب اللہ جو کہ کلام نفسی ہے، اس کو اٹھا کر دیکھئے! قلب وفکر سے اس میں نظرِ عمیق غور کیجئے! اس کے الفاظ کی گہرائیوں کے سمندر میں غور کیجئے! تو یہ بات آپ کے نقشِ خیال پر مثل الم نشرح ابھر کر واضح ہو جائے گی کہ عہدِ نبوت میں بھی کتابت کی شکل موجود تھی، بھلا جس کتاب کا نام ہی قرآن یعنی پڑھی جانے والی چیز ہو۔

سورت فاتحہ کے بعد جس کی پہلی سورت کی پہلی آیت کا دوسرا لفظ کتاب ہو اور مسلسل کتاب، زُبُر، اسفار، قراطیس، لوح کا ذکر ہر بڑی سورت میں بار بار آتا ہو، پہلی آیت جو پیغمبر علیہ السلام پر نازل ہوئی، اس میں پڑھنے، لکھنے اور قلم کا ذکر موجود ہو: '' اِقْـرَأْ بِـاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ '' اور'' عَلَّمَ بِالْقَلَمِ '' کے الفاظ ہوں، مداد (روشنائی) دوات، سَفَرَۃ، کاتبین، سجل کا ذکر جس کتاب میں پایا جاتا ہو، کون خیال کر سکتا ہے کہ یہ کتاب ایسی قوم میں اتری جو نوشت وخواند سے عاری تھی۔

اس وقت امت کے ہاتھوں میں حدیثوں کا جو معتبر اور قابل اعتماد ذخیرہ موجود ہے، اس کی مقدار اور تعداد کیا ہے؟ عام طور پر حدیث کے حفاظ کی یاد کردہ احادیث کی جو تعداد بتائی جاتی ہے، وہ بہت زیادہ ہوتی ہے، مثلاً کہا جاتا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو غیر معتبر یا ردشدہ حدیثوں کے سوا جو قابل اعتماد حصہ محفوظ تھا، اس کی تعداد سات لاکھ سے اوپر ہے، اسی طرح ابوزرعہ رحمہ اللہ کی حدیثوں کی تعداد بھی سات لاکھ بتائی جاتی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے متعلق مشہور ہے کہ انہیں دو لاکھ کے قریب غیر صحیح اور ایک لاکھ صحیح حدیثیں زبانی یاد تھیں، امام مسلم رحمہ اللہ سے لوگوں نے ان کا یہ دعویٰ نقل کیا ہے کہ اپنی

کتاب صحیح مسلم کے متعلق وہ خود فرماتے تھے کہ اپنے کان سے سنی ہوئی تین لاکھ حدیثوں سے میں نے یہ مجموعہ تیار کیا ہے۔ یہ اضافہ اور زیادتی سندوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے، ورنہ امام بخاری رحمہ اللہ کی صحیح سند کے ساتھ جو حدیثیں مروی ہیں، ان کی تعداد بمشکل دو ہزار چھ سو دو ہے، امام مسلم رحمہ اللہ کی کل حدیثوں کی تعداد چار ہزار ہے، مؤطا امام مالک کی حدیثوں کی تعداد صرف چھ سو ستانوے ہے۔

بہرحال شمار کرنے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ صحیح، حسن، ضعیف ہر قسم کی تمام حدیثیں جو اس وقت صحاح ستہ، مسند احمد، اور دوسری کتب میں موجود ہیں، ان کی تعداد پچاس ہزار بھی نہیں ہے، حاکمؒ کا بیان ہے کہ اول درجہ کی صحیح حدیثوں کی تعداد دس ہزار تک بھی نہیں پہنچتی، اس کے بعد ان خطوط اور معاہدوں، امان ناموں، جاگیر وقطائع کے فرامین کے سوا جن کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا ہے اور جن کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے۔

حدیث کے اس کتابی ذخیرہ کے سوا عہدِ نبوت اور قرونِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں حدیث کا کتنا سرمایہ کتابی شکل اختیار کر چکا تھا، دنیا کو سن کر حیرت ہوگی کہ دس ہزار ہی نہیں، بلکہ اس سے کہیں زیادہ تعداد میں حدیثیں عہدِ نبوت اور عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں کتابی شکل اختیار کر چکی تھیں۔

آپ خود فیصلہ کیجئے! حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوہتر ہے اور دلائل و براہین سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خود اپنی یادداشت کے لئے روایت کردہ حدیثوں کو کتابی شکل میں لے آئے تھے۔ مشہور صحابی عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حسن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

"تَحَدَّثْتُ عِنْدَ اَبِیْ هُرَيْرَةَ بِحَدِيْثٍ فَاَنْكَرَهٗ فَقُلْتُ اِنِّیْ قَدْ سَمِعْتُهٗ مِنْكَ فَقَالَ اِنْ كُنْتَ سَمِعْتَهٗ مِنِّیْ فَهُوَ مَكْتُوْبٌ عِنْدِیْ

فَاَخَذَبِیَدِیْ اِلٰی بَیْتِہٖ فَاَرَانَا کُتُبًا کَثِیْرَۃً مِنْ حَدِیْثِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَذٰلِکَ الْحَدِیْثَ فَقَالَ قَدْاَخْبَرْتُکَ اِنْ کُنْتُ حَدَّثْتُکَ فَھُوَمَکْتُوْبٌ عِنْدِیْ‘‘۔

یہ صرف ایک نسخہ نہیں، بلکہ دارمی میں ہے کہ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے مشہور شاگرد بشیر بن نہیک رحمہ اللہ نے ایک نسخہ ان کی حدیثوں کا تیار کر کے خود ان کو پڑھ کر سنایا تھا، اسی طرح ان کے ایک اور شاگرد ھمام بن منبہ رحمہ اللہ ہیں، انہوں نے بھی آپ کی حدیثوں کو جمع کیا تھا جو صحیفۂ ھمام کے نام سے مشہور ہوا ہے، یہ تو وہ نسخے ہیں، جن کا پتہ چلا ہے، ورنہ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی تعداد امام بخاری رحمہ اللہ نے آٹھ سو کے قریب بتائی ہے، نجانے ان میں سے کتنوں نے یہ کام کیا ہوگا۔

ذرا آگے بڑھئے، خود حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ اعتراف کرتے ہیں: ’’مَامِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ اَحَدٌ اَکْثَرُ حَدِیْثًا عَنْہُ مِنِّیْ اِلَّا مَا کَانَ مِنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍوؓ‘‘ اور اس کی وجہ خود حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے اس قول سے واضح ہے: ’’قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَکْتُبُ کُلَّ مَااَسْمَعُ مِنْکَ؟ قَالَ: نَعَمْ قُلْتُ فِیْ الرِّضَاءِ وَالْغَضَبِ؟ قَالَ: نَعَمْ فَاِنِّیْ لَااَقُوْلُ فِیْ ذٰلِکَ کُلِّہٖ اِلَّا حَقًّا ‘‘اس سے واضح اندازہ ہوجاتا ہے کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایات کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوہتر سے زیادہ تھی۔

خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کی تعداد ایک ہزار دو سو چھیاسی ہے، سعید بن ہلال رحمہ اللہ کا بیان ہے: ’’اِذَا اَکْثَرْنَا عَلٰی اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ فَاَخْرَجَ اِلَیْنَامَحَالًاعِنْدَہٗ فَقَالَ : ھٰذِہٖ سَمِعْتُھَامِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَتَبْتُھَاوَعَرَضْتُھَاعَلَیْہِ ‘‘۔ابن جوزی رحمہ اللہ نے تلقیح میں لکھا ہے کہ حضرت

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایتوں کی تعداد ایک ہزار پانچ سو چھ ہے، مسلم میں ہے کہ حج کے متعلق انہوں نے ایک کتاب جمع کی تھی۔

عورتوں میں سب سے بڑی تعداد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثوں کی ہے، ان کی تعداد تقریباً دو ہزار دس ہے، حضرت عروۃ رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے شاگرد ہیں، انہوں نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنی ہوئی حدیثوں کے مجموعے کو قلمبند کیا تھا، اس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثوں کا مجموعہ بھی کتابی شکل میں آچکا تھا، ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف دو ہزار چھ سو ساٹھ حدیثیں منسوب ہیں، ان کے مشہور آزاد کردہ غلام حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب العلل میں نقل کیا ہے: ”اِنَّ نَفَرًا قَدِمُوْا عَلٰی ابْنِ عَبَّاسٍ مِّنْ اَھْلِ الطَّائِفِ بِکُتُبٍ مِّنْ کُتُبِہٖ فَجَعَلَ یَقْرَءُ عَلَیْھِمْ“ لفظ کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک نہیں کئی کتابیں حدیثوں کی تیار کی تھیں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کی تعداد ایک ہزار چھ سو تیس ہے، ان کا یہ علم ان کے مایہ ناز شاگرد حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے قلم بند ہو چکا تھا، ابن سعد میں سلمان بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے ”اِنَّہٗ رَاٰی نَافِعًا مَوْلٰی ابْنِ عُمَرَ عَلٰی عِلْمِہٖ وَیُکْتُبُ بَیْنَ یَدَیْہِ“ یہ مکثرین کی حدیثوں اور ان کی کتابی شکلوں کا ذکر ہے، اس کے علاوہ بھی متعدد صحابیوں رضی اللہ عنہم کے متعلق ثابت ہے کہ صرف ایک دو نہیں، بلکہ ان کے بھی اچھے خاصے لکھے ہوئے مجموعے موجود تھے، جن میں سے بعض تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھے ہوئے تھے۔

مثلاً وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ جو حضر موت کے شہزادوں میں سے تھے، جب مدینہ آکر مسلمان ہوئے اور واپس جانے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحیفہ لکھوا کر ان کے حوالے کیا، جس میں نماز، روزہ، شراب، سود، وغیرہ کے احکام تھے، اسی طرح حجۃ الوداع کے موقع پر ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی درخواست پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک منہ سے یہ کلمات صادر ہوتے ہیں:

"اُكْتُبُوْا لِأَبِيْ شَاهٍ" اسی طرح عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو جب آپ ﷺ نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو ایک تحریر بھی لکھوا کر ان کے حوالے فرمائی گئی، فرائض، صدقات و دیات کے متعلق بہت سی ہدایات تھیں۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کے بیٹے سلیمان بن سمرہ رحمہ اللہ کے متعلق لکھا ہے: "رَوٰی عَنْ اَبِيْهِ نُسْخَةً كَبِيْرَةً"۔ ترمذیؒ نے "کتاب الاحکام" میں ایک روایت "باب الیمین مع الشاھد" کے سلسلے میں جو درج کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خزرج کے مشہور سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھی ایک صحیفہ تھا، جس کے حوالے سے ان کے صاحبزادے بعض روایتیں بیان کرتے تھے، امام بخاریؒ کی ایک روایت جو "کتاب الجھاد" میں "باب الصبر علی القتال" میں مروی ہے، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن ابی اوفی صحابی رضی اللہ عنہ بھی اپنی حدیثیں لکھا کرتے تھے، اسی طرح صحاح کی کتابوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صحیفے کا بھی ذکر ملتا ہے، جس کو وہ اپنی تلوار کی میان میں رکھتے تھے۔

ان تمام دلائل وشواہد وبراہین کو سامنے رکھ کر بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قبل از تدوینِ حدیث، سنت کا کتابی شکل میں بھی وجود تھا اور یہ سنت ہم تک محفوظ طرق اور مضبوط ذرائع سے پہنچی ہے، مسلمانوں نے آغازِ اسلام سے قرآن پاک کے بعد اس علم کو اپنے سینے سے لگایا اور اپنی پوری محنت، قابلیت اور اخلاص وعقیدت کے ساتھ اس کی خدمت کی کہ دنیا کی کوئی قوم اپنی قدیم روایات واسناد کی حفاظت کی ایسی مثال پیش ہی نہیں کرسکتی اور ایسا ہونا ضروری تھا، کیونکہ اسلام قیامت تک کی زندگی لے کر آیا ہے، اس لئے صحیفۂ آسمانی اور حیات نبوی کا رشتہ بھی قیامت کے دامن سے وابستہ ہے۔

قرآن وسنت ہدایت کی دو ایسی دائمی مشعلیں ہیں جو قیامت تک بجھنے والی نہیں ہیں، موجودہ پرفتن دور میں باطل اور اس کے آلۂ کاروں کی جانب سے ہمت شکنی کی تمام

کوششوں اور حوصلہ گسلی کے اس انتہائی مخالفانہ یاس انگیز ماحول میں بھی امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دیوانوں کا ایک جانباز طبقہ اس وقت تک اپنے جگر کے ٹکڑوں کو حفظ قرآن اور تعلیم و تعلم حدیث اور فہمِ حدیث کی راہ میں گزران کر رہا ہے، خدا کی قسم! جب تک یہ دنیا زندہ ہے، صورِ اسرافیل کے بجنے تک سنت کے یہ محافظ جانباز سپاہی ''قال اللہ وقال الرسول'' کی دل دہلا دینے والی صداؤں سے کرۂ ارض کی اس بستی کو گونجاتے رہیں گے اور باطل کے ایوانوں میں لرزہ برپا کرتے رہیں گے، باطل دبا تھا، دبا ہے اور دبے گا اور آیا ہی دبنے اور مٹنے کے لئے ہے:

خدا کی سرزمین پر اہلِ باطل حکمران کیوں ہوں
بتوں کو پوجنے والے حرم کے پاسباں کیوں ہوں

اگر تم چاہتے ہو اُمن سارے زمانے میں
تو یہ دولت ہے پوشیدہ محمدؐ کے خزانے میں

چلو ڈھونڈیں غلاموں کو شہنشاہ کردیا جس نے
گداؤں کو زمانے بھر کا مولا کردیا جس نے

محمدؐ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

ہونگے جو محمدؐ کی سنت کے نگہدار
ان لوگوں کو ہم ملک کا سردار کریں گے
جس راہ سے گزریں گے سنت محمدؐ کے فدائی
اس راہ کے ہر ذرے کو بیدار کریں گے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَزَلْ وَلَایَزَالُ حَتّٰی قَیُّوْم عَالِم مُدَبِّراً سَمِیْعًا بَصِیْراً. امابعدافقد قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی القرآن المَجِیْدِو الْفرقانِ الحَمِیْد، اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم "اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللہَ مَعَنَا" صدق اللہ العظیم وقال النبی ﷺ "لِیُصَلِّ اَبَابَکْرٍبِالنَّاسِ" قَالُوْایَارَسُوْلَ اللہ لَوْاَمَرْتَ غَیْرَہٗ اَنْ یُّصَلِّیَ قَالَ لَایَنْبَغِیْ لِاُمَّتِیْ اَنْ یَّؤُمَّھُمْ اِمَامٌ وَفِیْھِمْ اَبُوْبَکْر. صدق رسولہ النبی الکریم.

صدق کا پتلا، حلم کا خوگر، عطا کا دریا، وفا کا پیکر
نبی کا عاشق، عشق میں صادق، عظیم تر ہے صدیق اکبرؓ
نبی نے جب اپیل کی، ان سے نہ مانگی دلیل اس نے
جو پاس تھا سبھی لٹایا نہ کبھی بچایا، نبی کی خاطر

میرے بزمِ شامزئی کے محترم ومکرم اور ہمسفر ساتھیو! آج میں اس ہستی کی شخصیت پہ طائرانہ نگاہ ڈالنے لگا ہوں جو صدیق نبی کا رفیق اور لقب جس کا عتیق، جو انتہائی شفیق، جو دل کا رقیق ہے، جو خلیفہ اول بلافصل، سراپا عدل، صداقت میں بے بدل، وفا کی غزل، عطا میں بارش کی مثل، جو نبی کا یار، حیاء دار، وفادار، دلدار، غمخوار اور "اَفْضَلُ الْبَشَرِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ" کا مصداق ہے جسے نبی نے جنت کی خوشخبری دی جو پیغمبر کا سسر ہے اور ہمسفر بھی اور ذی قدر بھی اور مسند نبی کا وارث بھی۔

محترم دوستو! افضلیت صدیقؓ پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے چنانچہ علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں بیہقی کے حوالے سے امام شافعی کی عبارت نقل کرتے ہوئے کہ "اَجْمَعَ الصَّحَابَۃُ وَاَتْبَاعُھُمْ عَلٰی اَفْضَلِیَّۃِ اَبِیْ بَکْرٍ ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِیٌّ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)" اور علامہ عینیؒ شارح بخاری لکھتے ہیں رواہ الطبرانی بلفظ "کُنَّانَقُوْلُ رَسُوْلُ اللہِ حَیٌّ اَفْضَلُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ

اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ یَسْمَعُ ذَالِکَ رَسُوْلُ اللہِ فَلَایُنْکِرُہٗ'' اس کے بعد علامہ عینی رطب اللسان ہیں: ''وَ عَلیٰ ھٰذَا اَھْلُ السُّنَۃِ وَالْجَمَاعَۃِ''۔

سامعین محترم! جب آمنہ کے لخت جگر، سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں موجود تھے تو اپنی کاوشوں سے دین کو پوری دنیا میں پھیلاتے رہے اور انبیاء کے بعد یہ مقام حضرت صدیق اکبر کو ملا، چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ''اَنْتَ قَامَ مَقَامَ الْاَنْبِیَاءِ'' حضرت صدیق اکبر کی جرأت کا یہ عالم تھا کہ ایک موقع پر جب حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضرت حالات کا بھی خیال کیجئے تو صدیقؓ بول اٹھا ''جَبَّارٌ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ وَخَوَّارٌ فِی الْاِسْلَامِ'' (تاریخ الخلفاء)

محترم دوستو! ذرا غور طلب ہے اللہ امتحان خلیل کا بھی لے رہے ہیں اور صدیق کا بھی لے رہے ہیں، خلیل کا امتحان تھا کہ مال پیش کر یا جان پیش کر، صدیق کا امتحان تھا کہ مال پیش کر اور جان پیش کر چنانچہ جان پیش کر کے خلیل بھی کامیاب صدیق بھی کامیاب۔ صدیق جب دربار رسالت میں آئے تو بیوی بچوں کو چھوڑ کر آئے۔ پھر خلیل جہاں پہنچے بیت اللہ کو تعمیر کیا، صدیق جہاں پہنچے مسجد نبوی کو تعمیر کیا، جہاں خلیل پہنچے ہیں اس زمین کی قیمت ادا نہیں کی گئی اور جہاں صدیق پہنچے ہیں اس زمین کی قیمت خود ابوبکر نے ادا کی ہے۔

جہاں کعبہ بنا بڑی عظمت کی جگہ ہے بڑے تقدس والی جگہ ہے۔

لیکن مسلمانو! جو زمین صدیق نے مسجد کیلئے خرید کردی پیغمبر اس کی فضیلت کو یوں بیان فرماتے ہیں، ''مَابَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ''، صدیق کے متعلق جنتی ہونے کا شک کرنے والو! کبھی اتنا سوچو کہ صدیق وہ ہے جس نے اپنے ہاتھوں سے جنت خرید کر قیامت تک کے مسلمانوں کیلئے اس کو وقف کر دیا ہے۔

خلیل کا امتحان کہ اولاد پیش کر، اسماعیلؑ کو پیش کر دیا، صدیقؓ کا امتحان کہ اولاد پیش کر، عائشہؓ کو نبی کے قدموں پہ لا کر رکھ دیا۔ علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ حضرت

اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے وقت عمر کیا تھی بعض نے سات اور بعض نے گیارہ اور بعض نے سات گیارہ کے درمیان کہا ہے۔

اور اسی آخری قول کو ترجیح دی جاتی ہے اور جب سات اور گیارہ کا درمیان نکالیں تو نو بنتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر بھی نو سال تھی۔

میرے دوستو! تیس پاروں والے قرآن کو بھی نے پڑھا ہے اگر عملی قرآن کو کسی نے پڑھا ہے تو وہ صدیق ہے اور یوں پڑھا ہے کہ اکیلے اپنی گود میں محبوب کا سر رکھ کر اللہ نے بھی کہہ دیا ''وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا'' صدیق ٹھہر ٹھہر کے پڑھو۔ اور اس انداز سے ابوبکر تین دن اور تین رات آقا کے چہرے کو تکتے رہے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

رخ یار کو تکتا ہوں اس لئے
کہ پڑھتے ہیں اہل ذوق کتاب آہستہ آہستہ

میرے دوستو! ہر اچھے کام کی پہل ابوبکر نے کی ہے ابوبکر کہتے ہی اسے ہیں جو ہر کام میں اول آئے۔ نبی کی رفاقت میں، نبی کی حجت میں، نبی کے سفر میں، نبی کے حضر میں، مسلمانوں! کلمہ پڑھنے کے بعد (۴۵۰۰۰) پینتالیس ہزار نقد کیش لا کر نبوت کے قدموں میں رکھنے والے سب سے پہلے ابوبکر ہیں۔

شب ہجرت (۵۰۰۰) پانچ ہزار نقد لے کر چلنے والے سب سے پہلے ابوبکر ہیں۔

جس کا خاندان نبی پر قربان، سب سے پہلے ابوبکر ہے۔

قرآن جس کو ''ثَانِيَ اثْنَيْنِ'' کہے، سب سے پہلے ابوبکر ہے۔

قرآن جس کو ''لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا'' کہے، سب سے پہلے ابوبکر ہے۔

قرآن جس کو ''وَالَّذِيْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ'' کہے، سب سے پہلے ابوبکر ہے۔

قرآن جس کو ''فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى، وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى'' کا مصداق بنائے سب سے پہلا ابوبکر ہے۔

مسجد قبا کی تعمیر میں نبی کے بعد سب سے پہلی اینٹ رکھنے والا ابوبکر ہے۔

مسجد نبوی کی زمین خرید کر دینے والا ابوبکر ہے۔

پیغمبر کے بعد مسجد نبوی کی پہلی اینٹ رکھنے والا ابوبکر ہے۔
صلح حدیبیہ کا مشورہ دینے والا ابوبکر ہے۔
سب سے پہلا امیر حج ابوبکر ہے۔
علی کے نکاح کا گواہ ابوبکر ہے۔
جس نے ٹاٹ اور بوریا کا لباس پہنا ابوبکر ہے۔
نبی نے اپنے ہاتھوں سے جس کو مصلی عطا کیا وہ ابوبکر ہے۔
پیغمبر کی زندگی میں جس نے سترہ نمازیں پڑھائیں وہ ابوبکر ہے۔
جس نے حضور کے چہرہ انور کی پیشانی میں بوسہ دے کر کہا
"طِبْتُ حَيًّا وَمَيْتًا لَا يَجْمَعُ اللهُ عَلَيْكَ مَوْتَيْنِ".
جس نے منکرین ختم نبوت کا قلع قمع کیا وہ ابوبکر ہے۔
جس نے قرآن کو جمع کیا وہ ابوبکر ہے۔
جس کی میت کو حیدر کرار نے روضہ کے سامنے رکھ کر کہا تھا آقا غلام حاضر ہے اجازت ہو تو دفن کردیں ورنہ جنت البقیع میں لے جائیں دروازہ کھلتا ہے تالہ ٹوٹتا ہے حجرے سے آواز آتی ہے:
اُدْخِلُوا الْحَبِيْبَ اِلٰی حَبِيْبِه.
جس کو جنت کے آٹھوں دروازوں سے پکاریں گے وہ ابوبکر ہے۔
جو پل صراط سے پہلے گزرے گا وہ ابوبکر ہے۔
تمام انبیاء کے تمام امتی جنت سے باہر ہوں گے جنت میں پہلا قدم رکھنے والا ابوبکر ہے۔
آخر میں اتنا ہی کہوں گا۔

اے صدیق جو بھی تیرا احترام کرتے ہیں
ہم بڑے ادب سے ان کو سلام کرتے ہیں
تو نہ خدا کے کام کا نہ نبیؐ کے کام کا
جو منکر صدیق ہے وہ نطفہ حرام کا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ

الحمدلله و کفی وسلام علی عباده الذین اصطفیٰ. امابعد! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ "وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا، وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا" وقال النَّبِیُّ لِاَبِیْ بَكْرٍ اَنْتَ صَاحِبِیْ عَلَى الْحَوْضِ وَاَنْتَ صَاحِبِیْ فِی الْغَارِ.

کوئی پیدا نہ ہوگا ایسا انسان محشر تک
سبھی اس کے مقلد ہیں عمرؓ، عثمانؓ، حیدرؓ تک
اسی کے ساتھ چل کر ہم اتر سکتے ہیں جنت میں
یہی جھرنا پہنچتا ہے محبت کے سمندر تک
جہاں جبریل دستک بھی نہ دے سکتا تھا بن پوچھے
اسی گھر میں چلا جاتا وہ دوعالم کے رہبر تک
ابھی اس کی امامت کا نشہ ٹوٹا نہیں نجم
ابھی اس کی تلاوت میں ہیں گم محراب و منبر تک

قابلِ صد احترام، محترم اساتذہ کرام، طلبۂ عظام اور میرے بزمِ شامزئی کے غیور ساتھیو!

آج میں جس شخصیت کو خراجِ تحسین پیش کرنے کیلئے آپ کے سامنے حاضر ہوا ہوں وہ سید الصحابہ، امام الصحابہ، صاحبِ غار و مزار بارگاہ رسالت سے بارہا جنت کی خوشخبری سننے والے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے۔

میرے دوستو! آپ کا نام عبداللہ اور لقب صدیق و عتیق ہے کنیت ابوبکر ہے، آپ کی تاریخ پیدائش ماہ اگست ۵۷۳ عیسوی ہے آپ کے والد کا نام عثمانؓ بن عامر ہے، والدہ کا نام ام الخیر سلمیٰؓ ہے، دادا کا نام عامر بن عمرو ہے، دادی کا نام آمنہ بنت عبدالعزیٰ ہے، نانا کا نام صخر بن عمرو ہے، اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ آپ نے چار شادیاں کیں تاریخ میں آپ کے تین

بیٹوں کا نام ملتا ہے عبداللہ، عبدالرحمٰن اور محمد بن ابی بکر اور تین بیٹیوں کے نام یہ ہیں حضرت اسماء، حضرت عائشہ، حضرت ام کلثوم آپ قریش کے قبیلے سے تعلق رکھتے تھے آپ وہ واحد انسان ہیں جنہوں نے بحالت بلوغت سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے خود آقا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں ''میں نے جس پر بھی ایمان پیش کیا اس نے سوچ و بچار شروع کی سوائے ابوبکر کے کہ جنہوں نے بلاچوں چرا اسلام قبول کیا''، مورخین لکھتے ہیں کہ آپ نے ۳۸ سال کی عمر میں ۶۱۱ء کو اسلام قبول کیا، آپ سے ۱۴۲ روایات مروی ہیں، آپ کو اس اعتبار سے بھی امتیازی شان حاصل ہے کہ آپ نے رسول اللہ کی معیت میں ہجرت کی باقی سارے صحابہ الگ ہجرت کر کے گئے صرف صدیق اکبرؓ ہیں جنہوں نے آقا کی معیت میں ہجرت کی۔ قبول اسلام کے بعد آپ نے کوئی لمحہ، کوئی گھڑی، کوئی لحظہ حضور سے دور رہ کر نہیں گزارا بلکہ آپ تمام غزوات میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک رہے آپ کی شان میں حضور نے فرمایا اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْبَکْرٍ آپ ہی کیلئے حضور نے فرمایا لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ خَلِیْلًا وَّلٰکِنَّہٗ اَخِیْ وَصَاحِبِیْ اور ایک موقع پر آقا نے یوں بھی ارشاد فرمایا مَا لِاَحَدٍ عِنْدَنَا یَدًا اِلَّا وَقَدْ کَافَیْنَاہُ مَا خَلَا اَبَابَکْرٍ فَاِنَّ لَہٗ عِنْدَنَا یَدًا یُکَافِئُہُ اللہ بِھَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ.

میرے بھائیو! جناب صدیق اکبر کی فضیلت کا خلاصہ یہ ہے کہ اَفْضَلُ الْبَشَرِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ اَبُوْبَکْرٍ، انبیاء کی اگر اس دھرتی پر کوئی اعلیٰ ہے، افضل ہے، ارفع ہے تو صرف صدیق اکبر ہے۔ حضور جو بات کرتے ہیں صدیق تصدیق کرتا ہے، ادھر شمع رسالت چمکی ادھر سینہ صدیق میں اتری، نبوت اور صدیقت اس طرح ساتھ ساتھ چلے جیسے فاعل اور قابل ساتھ چلتے ہیں، سورج روشنی دینے میں فاعلی قوت رکھتا ہے تو چاند اس سے منور ہونے میں قابلی قوت رکھتا ہے، سورج پردے کے پیچھے چلا جائے تو دنیا چاند سے مستفیض ہوتی ہے اور وہ بھی درحقیقت سورج کا فیض ہوتا ہے حضور کے پردہ فرمانے کے بعد تمام صحابہ اس چاند کے

اردگرد جمع ہو گئے، وہاں چاند کے گرد ستاروں کا ہالہ یہاں صدیق کے اردگرد صحابہ کرام کا ہالہ، آپ خلیفہ بلافصل ہیں اور آپ کی خلافت پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے، صدیق کی خلافت علی منہاج النبوۃ تھی "وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا" کی مظہر تھی، صدیق نے تو لشکر اسامہ کی تاخیر بھی گوارا نہیں کی کسی نے کیا خوب کہا۔

کتنا قوی تھا عزم فضیلت نگاہ کا
رہنے دیا بھرم نہ کسی کج کلدہ کا
آیا نہ دل میں خون کسی مقام پہ
چھوڑا کبھی نہ ساتھ رسالت مآب کا
کرتا تھا خود سوار وہ اک اک سوار کو
وہ قائد جری تھا خدا کی سپاہ کا
کعبہ رہا ہمیشہ نگاہوں کے روبرو
بہکا سکا نہ اس کو تصور گناہ کا

میرے بھائیو! بالآخر ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ بمطابق ۱۳ اگست ۶۳۴ عیسوی کو ۶۳ سال کی عمر میں آپ نے اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف رحلت فرمائی اور روضۂ اقدس میں آپ ﷺ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

آسمان اس کی قبر پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے
وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

شانِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ...... اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: "اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا". وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ". صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ.

استقامت کا لے سبق پھر اسوۂ صدیقؓ سے
پھر زمانے کو سُنا دے داستانِ زندگی
ہاں ! جنونِ شوق اٹھ پھر لے کے فاروقی علم
پھر دکھا دے دیدۂ عالم کو شانِ زندگی

میرے واجب الاحترام انتہائی معزز و مکرم عزیز طلباء ساتھیو! آج کی اس منعقد کردہ بزم میں آپ سے مخاطب ہونے کا شرف حاصل کر رہا ہوں، انسانیت کو رشد و ہدایت کے راستے پر گامزن کرنے کے لئے جب خلّاقِ عالم نے سلسلۂ نبوت و رسالت کا آغاز فرمایا "مَا كَانَ نَبِيٌّ وَّلَا رَسُوْلٌ اِلَّا لَهُ الْحَوَارِيُّوْنَ" دنیا میں کوئی نبیؑ اور رسولؑ ایسا نہیں آیا جس کی نبوت و رسالت کی گواہی دینے والے کوئی لوگ موجود نہ ہوں، مگر ہر دور کا نبیؑ و رسولؑ جس طرح ایک محدود عصر و زمانہ تک محدود رہا، اسی طرح اس پر حقیقی ایمان لانے والے بھی ایک مقررہ مدت تک انسانیت کے لئے اسوہ و نمونہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مگر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت، شریعت وطریقت تا قیامت نسل انسانی کے لئے اسوہ ونمونہ تھی تو رب کائنات نے ساتھی بھی وہ دیئے ہیں جو تا قیامت معیارِ حق وصداقت ہیں، ساتھی بھی وہ دیئے ہیں جو "اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ" کی کسوٹی ہیں، ساتھی بھی وہ دیئے ہیں جو "ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ" کے تذکروں سے مزین ہیں، ساتھی بھی وہ دیئے ہیں جو "يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ" کی عملی تصویر ہیں، جن کو دیکھ کر اسوۂ نبوت کی خوشبو مہکتی ہے، شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

خدا ان سے راضی وہ راضی خدا سے
محبت کے بیمار یاد آرہے ہیں
غلامانِ احمدؐ پہ قربان ہم سب
حقیقی وہ احرار یاد آرہے ہیں

میرے بھائیو! پوری جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم مقام ومنزلت کے عظیم منصب پر فائز ہے، لیکن میں جس کا آج تذکرہ کرنا چاہتا ہوں، وہ بعد از انبیاء پوری کائنات کی عظیم ترین ہستی ہے جو درمیانِ حلقۂ رسالت ایک عظیم منصب کی مالک ہے، جو آیا تو ابوبکر کے نام سے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے تاجِ صداقت پہن کر جاتا ہے، وہ کون صدیقؓ ہے جس نے سب سے پہلے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کا شرف حاصل کیا ہے، وہ کون صدیقؓ ہے جو معراج نبوت کی سب سے پہلے تصدیق کرتا ہے، وہ کون صدیقؓ ہے جس کے بارے میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "میں نے تمام لوگوں کا بدلہ چکا دیا ہے، مگر صدیق رضی اللہ عنہ کا بدلہ صرف رب کی ذات چکائے گی" وہ کون صدیقؓ ہے جو اپنے گھر کا پورا سامان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پہ لا کے ڈال دیتا ہے، وہ

کون صدیقؓ ہے جو حیاتِ نبوت میں سترہ نمازیں پڑھانے کا شرف حاصل کرتا ہے، وہ کون صدیقؓ ہے جو آقا ﷺ پر وفاداری و جان نثاری کی ایک مثال قائم کرتا ہے، وہ کون صدیقؓ ہے جس کی بیٹی کی بدولت ''فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا'' سے تیمم کا تحفہ ملتا ہے، وہ کون صدیقؓ ہے جو مکہ میں سب کچھ چھوڑ کر ہجرت میں آقا ﷺ کا ساتھ دیتا ہے اور بزبانِ حال بتلا دیتا ہے:

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسول بس

میرے بھائیو! ہجرت کی طلاطم خیز رات ہے، اہل مکہ کی تلواریں درِ نبوت کے باہر لہرا رہی ہیں، پورا مکہ عداوتِ نبوت سے بھرپور نظر آتا ہے، آقا ﷺ گھر سے نکلتے ہیں، درِ صدیقؓ پہ پہنچتے ہیں، ایک طویل سفر کی تیاری کرنی ہے، جب آسمان کا سفر کرنا تھا تو نوریوں کا سردار درِ نبوت پہ حاضر ہوتا ہے، جب ہجرت کا سفر کرنا تھا، تو انسانیت کا سردار پیغمبر ﷺ درِ صدیقؓ پہ تشریف لاتا ہے، آسمان کے سفر میں جب خطرے کی گھڑی آتی ہے تو نوریوں کا سردار پیغمبر ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے اور جب ہجرت کی رات کوئی گھڑی خطرے سے خالی نہیں ہوتی تو صدیقؓ پیغمبر ﷺ کا ساتھ دیتا ہے، غارِ ثور میں پہنچ کر محبوبِ خدا کو پیار و محبت کے وہ جوہر دیتا ہے کہ قرآن کہتا ہے: ''ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ'' قیامت کی صبح تک جب تک قرآن پڑھا جائے گا، قرآن یاریٔ صدیقؓ کی گواہی دیتا رہے گا ، جس نے عشق و وفا کے تمام راستے عبور کر کے اعلان کر دیا:

ارادے جن کے پختہ ہوں، نظر جن کی خدا پر ہو
طلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

میرے بھائیو! مقامِ صدیق کی بات ہے، آیت اترتی ہے: "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ" سارے صحابہ رضی اللہ عنہم خوش ہوتے ہیں کہ آج دینِ متین کی تکمیل ہو چکی ہے، لیکن ایک کونے میں ایک بوڑھا عاشق صدیق اکبر رضی اللہ عنہ زار و قطار رو رہا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم پوچھتے ہیں: آپ کو کیا ہوا ہے؟ جواب بھی عشق و وفاء سے بھرپور دیتے ہیں، فرمایا: جب دین مکمل ہو گیا تو میرا محبوب بھی عنقریب دنیا سے چلا جائے گا، فطرت پکار کر کہہ رہی تھی صدیق! اگر تو جدائی برداشت نہیں کرتا تو رب کا وعدہ ہے: دنیا میں تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھا بیٹھا ہے تو قیامت کے دن بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبر سے اٹھے گا، تیرے حاسد جلتے رہیں گے، پر نبوت و صداقت کو جدا نہیں کر سکتے، کیونکہ:

حسد کے مارے حسد کی آگ میں جلتے رہیں گے
اللہ جسے فضل سے نوازے وہ پیغمبرؐ کے پہلو میں سوتے رہیں گے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

مناقب عمر رضی اللہ عنہ

الحمدللّٰہ جلّ وعلاو الصلوٰۃ والسلام علی من صلی علیہ الالہ.

امابعد! اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا" وقال النبی ﷺ: اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَر. صدق اللہ وصدق رسولہ الکریم.

رہبر عمرؓ ، آقا عمرؓ، مرشد عمرؓ ، مولا عمرؓ
برتر عمرؓ ،بالا عمرؓ، اعلیٰ عمرؓ، اولیٰ عمرؓ
ذات نبی پاک پرسوجان سے شیدا عمرؓ
ایمان میں،ایقان میں،احسان میں یکتا عمرؓ

محترم اساتذہ کرام اور میرے بزمِ شامزئی کے نوجوان ساتھیو! میں آج اس تقابلی میدان میں جس عنوان کو موضوع بنانا چاہتا ہوں وہ ہے: مناقب عمرؓ۔

یوں تو "اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْم" کی رو سے تمام اصحاب آسمان کے درخشندہ تارے ہیں کبھی تو قرآن میں اعلان ہوتا ہے "اُولٰئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ"، کبھی اعلان ہوتا ہے "اُولٰئِکَ ھُمُ الصَّادِقُوْن"، کبھی اعلان ہوتا ہے "اُولٰئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا"، کبھی اعلان ہوتا ہے "اُولٰئِکَ ھُمُ الرَّاشِدُوْن"، کبھی اعلان ہوتا ہے

"رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اُولٰئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ"، کبھی اعلان ہوتا ہے، "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ"، کبھی اعلان ہوتا ہے "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ... الآیۃ" لیکن ان میں سے ایک تارہ ایسا ہے جو "حضرت عمرؓ ابن خطاب" کے نام سے ملقب ہے۔

میرے عزیز! فاروق اعظم کا مقام جو اسلام کی تاریخ میں ہے صرف اسلام کی تاریخ میں نہیں بلکہ پوری دنیا کی تاریخ میں ''عمرؓ'' کا مقام اونچا ہے اور عمرؓ وہ عظیم انسان ہے کہ جس کو نبی نے مانگا کہ ''تجھے اسلام کی ضرورت ہے، مجھے اسلام کی ضرورت ہے۔ ہیروں کو اسلام کی ضرورت ہے، ولیوں کو اسلام کی ضرورت ہے، صحابہ کو اسلام کی ضرورت ہے، لیکن اسلام کو عمرؓ کی ضرورت ہے عمرؓ کو نبی نے مانگا۔

سامعین گرامی! توجہ کریں، ہر نبی نے خدا سے کچھ نہ کچھ مانگا اللہ نے چاہا تو دیا نہیں چاہا تو نہیں دیا نبی کیلئے مفید ہوا تو دیدیا نبی کیلئے کوئی چیز مفید نہیں ہوئی تو نہیں دی۔ نوح علیہ السلام نے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا اے رب! میرے بیٹے کو ہدایت دیدے۔ اللہ نے فرمایا ''ہدایت نہیں مل سکتی نبی کے ہاتھ خالی آگئے'' ابراہیم علیہ السلام نے ہاتھ اٹھائے ''اے اللہ! میرے باپ کو ہدایت دیدے'' نبی کے ہاتھ خالی واپس ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا ''اے رب! میرے چچا کو ہدایت دیدے اللہ نے فرمایا نہیں آپ کو چچا نہیں مل سکتا'' چچا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی کیلئے مفید نہیں تھا اور بیٹا نوح علیہ السلام کا نبی کیلئے مفید نہیں تھا باپ ابراہیمؑ کیلئے مفید نہیں تھا تو نہیں ملا لیکن جب محمد مصطفیٰ انے چچا کے بجائے خانہ کعبہ کی دیواروں کے نیچے عمرؓ کیلئے ہاتھ اٹھائے تو عمرؓ دوسرے دن ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جھولی میں آگئے۔ اگر عمرؓ اسلام کیلئے مفید نہ ہوتا تو عمرؓ بھی اسلام کے دامن میں نہ آتا۔ عمرؓ وہ عظیم انسان ہے جس کے کلمہ پڑھنے سے خانہ کعبہ کا دروازہ کھلا۔ جس کے کلمہ پڑھنے سے خانہ کعبہ میں اذان بلند ہوئی۔ عمرؓ اسلام کی تاریخ کا وہ عظیم انسان ہے جو دو قبلوں کا فاتح ہے۔ کلمہ علیؓ نے بھی نبی کا پڑھا تھا، کلمہ ابوبکرؓ نے بھی نبی کا پڑھا تھا، کلمہ عثمانؓ نے بھی نبی کا پڑھا تھا لیکن کعبہ میں اذان اس وقت ہوئی جب عمر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جھولی میں آئے نبی کا کلمہ عمرؓ نے بھی پڑھ لیا تھا اذان ہونے لگی تھی دارارقم میں فاروق اعظمؓ نے فرمایا یہ نہیں ہوسکتا کہ عمرؓ اسلام لے آئے اور اذان پھر بھی گھر میں ہو آج اذان کعبہ کی چھت پر ہوگی اور جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کا اعلان کیا صدیق نے ہجرت نبی کے ساتھ کی، علیؓ نے ہجرت نبی کے حکم پر کی، عثمانؓ نے بھی ہجرت کی، سب صحابہ نے ہجرت کی، ہجرت خفیہ کی کسی نے ہجرت رات کو کی، کسی نے صبح صبح کی، کسی نے دوپہر کو ہجرت

کی، جب کوئی دیکھتا نہ تھا لیکن تاریخ کہتی ہے ''اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ عَلَانِيَةً فَهُوَ عُمَرُ اَوَّلُ مَنْ هَاجَرَ عَلَانِيَةً فَهُوَ عُمَرُ، اَوَّلُ مَنْ اَذَّنَ فِيْ دَارِ الْكَعْبَةِ فَهُوَ عُمَرُ '' جس نے پہلے پہل نبی کا کلمہ پڑھا وہ عمرؓ تھا، جس نے علی الاعلان ہجرت کی وہ عمرؓ تھا، جس نے پہلے پہل علی الاعلان کعبہ میں اللہ کا نام بلند کیا وہ عمرؓ تھا، جب عمرؓ ہجرت کرنے لگا تو کعبہ کے سامنے آیا اور کہا: ''يَا اَبَا جَهْلُ اُهْجُرُ بِحُكْمِ نَبِيِّ '' ابوجہل! میں نبی کے حکم پر ہجرت کر رہا ہوں اگر تو مجھے روک سکتا ہے تو روک لے اگر بچوں کو یتیم کرانا ہے، بیویوں کو بیوہ کرانا ہے تو آ عمرؓ کا راستہ روک لے۔ میں تیرے ٹکڑے ٹکڑے کردوں گا عمرؓ اتنے عظیم انسان ہیں کہ دس سال چھ مہینے خلیفہ رہتے ہیں قیصر و کسریٰ کا جنازہ نکالتا ہے:

وَبَاتَ اَيْوَانٌ وَهُوَ مُنْصَدِعٌ
كَشَمْلِ اَصْحَابِ كِسْرىٰ غَيْرِ مُلْتَئِمٍ

عمر دس سال خلیفہ رہتے ہیں قرآن کے اندر یہ پیش گوئیاں ہیں:

''الٓمّٓ . غُلِبَتِ الرُّوْمُ''، روم فتح ہو جائے گا۔ قرآن کہتا ہے: ''وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا '' اللہ تعالیٰ نے زمین پر خلافت دینے کا وعدہ کر رکھا ہے۔

آخر میں ان اشعار پر اکتفا کرتا ہوں۔

یاد بمباری کی طرح گزرا عراق و روم سے
ابرِ کرم بن کر اٹھا، ایران پر برسا عمرؓ
ما بعد ختم المرسلین کوئی نبی اٹھنا نہیں
یہ سلسلہ چلتا اگر تو اک نبی ہوتا عمر
آقا مرے صدیق بھی آقا میرے عثمان بھی
اک طرف مولا علیؓ ہیں، اک طرف مولا عمرؓ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

سیرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

الحمدلله و کفی وسلام علی عباده الذین الصطفی......امابعد!

" لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا"صدق الله العظیم.

پاکیزہ کس کی سوچ ہے عثمانؓ کی طرح
ملتا ہے کون موت سے عثمانؓ کی طرح
رکھا ہے کس کے سر پر حیا داریوں کا تاج
آنکھیں ہیں کس کی عرش کے مہمان کی طرح
کس کے ہاتھ کو نبی نے کہا ہے غنی کا ہاتھ
بیعت ہے کس کی بیعت عثمانؓ کی طرح

ارباب علم ودانش!

حضرت عثمانؓ کا تعلق بنوامیہ سے تھا آپ کی عمر ۳۴ سال تھی مکہ مکرمہ میں توحید کی آواز بلند ہوئی یہ آواز مکہ والوں کے لئے انتہائی نامانوس تھی انہوں نے اس آواز پر لبیک کہنے کے بجائے اسے دبانے کی کوشش کی۔ ہر طرف سے مخالفت عروج پر تھی مگراز لی سعادت مند ابوبکر صدیقؓ اس آواز کو ہر سنجیدہ شخص تک پہنچانے کی دن رات کوشش کر رہا تھا۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے عفیف اور پارسا دوست عثمانؓ کو بھی دعوت اسلام دی یوں محسوس ہوتا ہے عثمانؓ پہلے سے تیار بیٹھے تھے کہا اٹھو مجھے بارگاہ نبوت میں لے چلو اور دامن مصطفوی ﷺ سے وابستہ کرادو۔ ابھی جانے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ کائنات کے سردار ﷺ خود تشریف لے آئے آپ نے عثمان سے فرمایا: اے عثمان اللہ کی جنت قبول کرلو میں تمہاری اور تمام مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

اللہ نے اپنے نبی کی زبان مبارک میں بڑی تاثیر رکھی تھی پتھر موم ہو جاتے تو؟

جیسے دل پگھل جاتے یہ تو عثمان کا دل تھا پانی سے زیادہ رقیق اور ریشم سے زیادہ نرم حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ زبان نبوت کے ان سادہ اور صاف جملوں میں نا جانے کیا تاثیر تھی میں نے بلا اختیار کلمہ شہادت پڑھ لیا کائنات کے سردار ﷺ کی غلامی اختیار کر لی۔

سامعین گرامی!

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت عثمانؓ پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا اپنے پرائے ہو گئے پرائے ظالم ہو گئے جو ظلم کر سکتے اسمیں کوئی کسر نہ چھوڑی رشتہ داروں نے منہ موڑ لیا لیکن جو جام ہدایت ساقی کوثر ﷺ کے ہاتھوں پی لیا تھا پھر اسکا نشہ اترنا ناممکن تھا آخر کار ہجرت کو ترجیح دی لیکن غلامی رسول کو نہیں چھوڑا۔

سامعین محترم:

دامن اسلام سے وابستگی کے بعد حضرت عثمانؓ نے اپنے خزانے کے منہ کو اسلام کی ترقی اور مسلمانوں کو خوشحالی کیلئے کھول دئے اتنا خرچ کیا کہ غنی انکے نام کا حصہ بن گیا بیواؤں اور یتیموں کیلئے ان کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے غزوہ تبوک کے موقعہ پر دس ہزار فوج کیلئے اکیلے سامان مہیا کیا اس کے علاوہ ایک ہزار اونٹ ستر گھوڑے دیگر اخراجات کیلئے ایک ہزار دینار پیش کئے اس قدر فیاضی کو دیکھتے ہوئے پھر زبان نبوت رہ نہ سکی اور شان عثمانؓ میں وہ تاریخی جملہ فرمایا۔

"**ماضر عثمان ماعمل بعدهذا اليوم**" آج کے بعد عثمان کا کوئی کام اسے نقصان نہیں پہنچائے گا حضرت عثمانؓ کے مال کو اللہ نے ایسے استعمال کروایا۔

مسجد نبوی کی تعمیر تو مال عثمانؓ کا۔

حضرت علیؓ کی شادی مال عثمانؓ کا۔

بیئر رومہ کو خریدنا مال عثمانؓ کا۔

غزوہ تبوک میں من جهز جيش **العسرة فلها الجنة** کا اعلان مال عثمانؓ کا۔

بیواؤں اور یتیموں کی تنگی دور ہوتی ہے مال عثمانؓ کا۔

ستر ہزار مجاہدین کو سامان مہیا کرنا مال عثمانؓ کا۔

ہر جمعہ کو غلام آزاد ہوتا ہے مال عثمانؓ کا۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دارین کہاں

حضرت عثمانؓ نے جب سخاوت، فیاضی اور رحمت کی انتہاء کی تو پھر رسول ﷺ نے بھی اعزازات کی انتہاء کر دی ذرا تاریخ کے اوراق کو پلٹئے تو........

ذوالنورین کا لقب پانے والے عثمانؓ......

ذوالہجرتین کا لقب پانے والا عثمانؓ......

حدیبیہ کے موقع پر ۱۴۰۰ سو صحابہؓ نے بیعت شہادت لی تو عثمانؓ کے لئے......

حضرت محمد ﷺ نے اپنے ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا......

جامع قرآن اور حافظ قرآن کا لقب آپ کے حصے میں......

شہادت کی خبر بزبان رسالت حضرت عثمان کے لئے......

''لکل نبی رفیق ورفیقی فی الجنة'' عثمان کی بشارت حضرت عثمان کے لئے......

اول المہاجرین کا تمغہ آپ کے لئے......

آسمان کے فرشتے جس سے حیا کریں تو نام عثمان کا نظر آتا ہے......

شہادت بھی ایسی نصیب ہوئی کہ صبر وتحمل کا معیار قائم قرار دیا کہ دنیا مثال لانے سے قاصر ہے کسی انسان کا خون بہانا پسند نہ کیا اسی دن بائیس غلام آزاد کیے جمعے کا دن ہے روزے کی حالت ہے کچھ دیر پہلے رحمت دوعالم ﷺ کے روئے اقدس کی زیارت ہوئی، کلام اللہ کی تلاوت میں مصروف ہیں جب شہید ہوتے ہیں تو خون قرآن کے مقدس اوراق پر گرتا ہے جب قیامت کے دن جب وہ عدالت قائم ہوگی جس میں سوائے انصاف کے کچھ نہ

ہوگا تو مختلف لوگ اپنی قربانیاں اور نیکیاں لے کر حاضر ہوں گیان میں شہدا بھی ہوں گے جب باری آئے گی گواہی کی تو کسی کی شہادت کی گواہی تلوار کی دھار دے گی، کسی کی شہادت کی گواہی نیزے کی نوک دے گی، کسی کی شہادت کی گواہی پھانسی کا پھندا دے گا، کسی کی شہادت کی گواہی زمین کا فرش دے گا، کسی کی شہادت کی گواہی بندوق کی گولی دے گی، کسی کی شہادت کی گواہی جیل کی کالی کوٹھری دے گی مگر قربان جاؤں ذوالنورین ؓ کی قسمت پر کہ ان کی شہادت کی گواہی اللہ کا قرآن دے گا۔

وہ داماد نبی ﷺ جسے ہم سب عثمان کہتے ہیں
حیاوالے غنی اور ناشرالقرآن کہتے ہیں
غنی تھے مال کیا ہے راہ حق میں جان تک دیدی
اسے ایثار کہتے ہیں اسے قربان کہتے ہیں
کوئی ظالم انہیں خائن کہے توبہ معاذ اللہ
اسے الزام کہتے ہیں اسے بہتان کہتے ہیں
انہیں کی خاطر بیعت رسول اللہ نے لی تھی
جسے خود حق تعالیٰ بیعت رضوان کہتے ہیں

وما علینا الا البلاغ المبین

شان فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

الحمدلله و كفى وسلام علىٰ عباده الذين اصطفىٰ. أمابعد! فاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ "مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ "وقال النبی ﷺ لَوْ كَانَ بَعْدِىْ نَبِيًّا لَكَانَ عُمَرَ رضى الله عنه.

تقاضا ہے کہ پھر دنیا میں شان حق ہویدا ہو
عرب کے ریگزاروں سے کوئی فاروق پیدا ہو
بڑا غوغا ہے اس قصر جہاں میں اہلِ باطل کا
کوئی فاروق پھر اٹھے تو حق کا بول بالا ہو

سامعین محترم! جب آفتاب رسالت طلوع ہو چکا تھا جس کی کرنوں سے کفراور شرک کے ایوانوں میں روشنی پھیل رہی تھی، سرچشمہ نبوت پھوٹ چکا تھا، جس کے آب باداں سے ضلالت وگمراہی کی اُگی ہوئی کھیتیاں حق وہدایت کے سبزہ میں تبدیل ہو رہی تھی چمنستانِ رسالت مہک اٹھا تھا جس کی خوشبو سے ساکنان مکۃ المکرّمہ کے دل ودماغ کو معطر کرنا شروع کر دیا تھا اس وقت کم وبیش (۳۹) افراد حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکے تھے اوران پر مشرکین مکہ کی آتشِ غضب تیز ہو رہی تھی تو عبداللہ کے لختِ جگر کے پے در پے چیدہ دستوں کو دیکھ کر محسوس کیا کہ اسلام کی گاڑی کو آگے چلانے کیلئے فولادی مشینوں کی ضرورت ہے چنانچہ فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظریں دو افراد پر پڑیں اوردر بارِ ربوبیت میں ہاتھ پھیلا کر فرمایا "اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَبْنِ هِشَامٍ اَوْبِعُمَرَبْنِ الْخَطَّاب"

میرے پیغمبر کی دعا قبول ہوگئی۔ امام الکونین، سراج الرسل کی تڑپ، خاتم الانبیاء کی آرزو، امام النبیین کی طبعی چاہت، قیصروکسریٰ کے فاتح، صدیق اکبرؓ کے بعد کرہ ارض پر افضل ترین شخصیت، متعدد بار جس کی رائے کے مطابق فَاطِرُ السَّمٰوٰت نے وحی اتاری جس کو نبوت نے رب قدوس کی بارگاہ سے التجا کر کے مانگا تھا، جب یہ عظیم ہستی اسلام لاتی ہے تو کفر کے

ایوانوں میں زلزلہ آگیا، باطل کی دیواریں ہل گئیں، آسمان کے دروازے کھل گئے، فرشتوں نے جھوم کر مبارک باد دی، مشرکین کے گھروں میں صف ماتم بچھ گیا، اسلام کا بول بالا ہوا، باطل کا منہ کالا ہوا اور آسمانی دنیا پر ایک اور سحر طلوع ہوا اس کے بعد فاروق اعظم پیغمبر کی جماعت کو لیکر دار ارقم سے بیت اللہ کی طرف نماز کیلئے روانہ ہوئے تو بزبان جرأت یہ اعلان کر دیا اے مکہ کے وڈیرو! اور جاگیر دارو! آج خطاب کا بیٹا عمر اسلام لا چکا ہے جس نے بیٹوں کو یتیم کروانا ہو اور بیوی کو بیوہ کروانا ہو اور ماؤں کو روتے دیکھنا ہو تو وہ عمر کا راستہ روک کر دکھائے یہ اعلان کرنا تھا کہ کفار حواس باختہ ہو گئے۔

سامعین محترم! میں تاریخ کے عہد سے حجاب اٹھا کر فاروقِ اعظمؓ کی شان انوکھے انداز میں بیان کرنا چاہتا ہوں وہ فاروق اعظم جس کو پیغمبر نے فرمایا عمرؓ جس راستے پر تم چلتے ہو شیطان اس راستے پر نہیں آسکتا، وہ فاروق اعظمؓ جس نے ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل خطے پر دس سال اور دس دن تک اسلامی خلافت قائم کر رکھی تھی، جس نے سن ۱۴ ھ میں امت کو تراویح کی نماز پر جمع کیا، جس نے فلسطین جا کر معاہدہ امن لکھا، جس کی خلافت میں ۱۸ ہجری میں نیشاپور، ۱۹ ہجری میں قادسیہ، ۱۹ ھ اور پھر ۲۰ ھ میں اسکندریہ پر اسلامی جھنڈا لہرا دیا گیا اور مجموعی طور پر ایک لاکھ چھتیس ہزار دنیا کے بڑے شہروں کو فتح کر کے ان تک پہنچ گئے۔

سامعین محترم! میں فاروق اعظم کی شان قرآن وسنت کی روشنی میں دکھاتا چلوں وہ فاروق اعظم نے جس نے نبوت کے سامنے عورتوں کی پردے کی بات کی تو رب نے قرآن اتار دیا، کون فاروق اعظمؓ؟ جنہوں نے حرمتِ شراب کا مقدمہ اللہ کی عدالت میں دائر کیا تو اللہ نے فیصلہ کیلئے قرآن اتارا" يَسْـئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَـمْرِ وَالْمَيْسِرِ " دوسری جگہ فرمایا:" اِنَّمَا الْـخَـمْـرُ وَالْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ " کون فاروق اعظم؟ جن کی رائے کے مطابق " وَاتَّـخِـذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى " نازل ہوئی، کون فاروق اعظم؟ جس نے امی عائشہ صدیقہؓ کے بہتان کو" هٰـذَا بُهْتَـانٌ عَظِيْمٌ "کہا تو رب نے اس کو قرآن کا حصہ بنا دیا" سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ " کون فاروق اعظم؟ جس کی رائے پر آیت نازل ہوئی" وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ "،

کون فاروق اعظم؟ جس کی رائے بدر کے قیدیوں کے متعلق عرش معلیٰ پر قبول ہوئی اور خالق عالم نے اس رائے کو وحی بنادیا "مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّکُوْنَ لَهٗ اَسْرٰی حَتّٰی یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا، وَاللّٰهُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ"، کون فاروق اعظم؟ جس کی شان نطق نبوت نے یوں بیان فرمائی لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ، کون فاروق اعظم؟ جس کی کی شان میں پیغمبر نے فرمایا: "مَا طَلَعَتْ شَمْسٌ عَلٰی رَجُلٍ خَیْرٌ مِّنْ عُمَرَ"، کون فاروق اعظم؟ جس کو لسان نبوت نے فرمایا "لَقَدْ کَانَ فِیْمَا قَبْلَکُمْ مِنَ الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ فَاِنْ یَّکُ فِیْ اُمَّتِیْ اَحَدٌ فَاِنَّهٗ عُمَرُ"، کون فاروق اعظم؟ جس کی حق گوئی کی شہادت آمنہ کے دریتیم نے دی "اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهٖ"، کون فاروق اعظم؟ جس کی شان میں ۴۰ سے زائد احادیث مقدسہ نبوی ہیں، کون فاروق اعظم؟ جنہوں نے قحط سالی کے وقت ۹۹ میل کی نہر کھدوا کر دریائے نیل کو بحر قلزم سے ملادیا، کون فاروق اعظم؟ جنہوں نے چاردانگ عالم میں عدل وانصاف کا ڈنکا بجادیا۔

غرض یہ پیکر انسانی زندگی کا کوئی پہلو، خطۂ ہستی کا کوئی گوشہ، تاریخ اسلام کا کوئی ورق ایسا نہیں ملتا جس میں اس پیکرِ دین وایمان مجسمہ عدل وحریت، مرکزِ مہر ووفا کا نام روزِ روشن کی طرح نہ چمکتا ہو، میں اس خلافتِ اسلامیہ کے تاجدارِ ثانی کی جرأت، دلیری وبہادری اور شجاعت کو سلام کرتے ہوئے اتنا ہی کہوں گا۔

قلندرانہ حیات اس کی، سکندرانہ صفات اس کی
کبھی دوا تھا وہ مفلسوں کا، کبھی وہ یتیم کا سائباں تھا
وہ ایک عنوان بشارتوں کا بصیرتوں کا بصارتوں کا
اسی سے راستہ تلاش کرنا، وہ دین فطرت کا کہکشاں تھا
حسنؓ سے پوچھو علیؓ سے پوچھو اس کے بارے میں نبیؐ سے پوچھو
اندھیری شب میں چراغ مگر وہ ساری دنیا میں ضوء فشاں تھا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

مناقب علی رضی اللہ عنہ

الحمدلله جل وعلاو الصلوٰة والسلام علیٰ من صلیٰ علیه الاله اما بعد! اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "اَفَمَنْ كَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَیَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰی اِمَامًا وَّرَحْمَةً" وقال علیه السلام اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا،مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ فَلْیَاْتِ الْبَابَ اَوْ کماقال علیه السلام .

وَلَقَدْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَه
كَلَیْثِ غَابَاتٍ كَرِیْهِ الْمَنْظَرَهْ
اَوْفِیْهِمْ بِالصَّاعِ كَیْلَ السَّنْدَرَهْ

محترم اساتذہ کرام اور میرے بزم شامزئی کے نوجوان ساتھیو! میں آج اس تقابلی میدان میں جس عنوان کو موضوع سخن بنانا چاہتا ہوں وہ ہے ''مناقب علیؓ''۔

یوں تو اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ کی رو سے تمام اصحاب آسمان کے درخشندہ تارے ہیں لیکن ان میں ایک تارہ ایسا ہے جو حضرت علیؓ بن ابی طالب کے نام سے ملقب ہے۔

میرے عزیزو! اس ہستی کے مناقب مجھ جیسا کم ظرف اور کم علم انسان کیا بیان کرے جس کو آسمانوں سے "اَسَدُاللهِ الْغَالِب" کالقب ملا، جس کو حیدر کرار اور شیر خدا کہا گیا اور جس کو علمائے اہل سنت نے خوارج کے بول سَوَّدَاللهُ وَجْهَه کے مقابل کَرَّمَ الله وَجْهَه کی دعا دی اور قرآن نے جن کے گھرانے کی مدح سرائی اس طرح کی "وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا"، دوسری جگہ فرمایا"وَیَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ" بعض مفسرین کے اقوال کے مطابق یہاں شاہد سے مراد حضرت علیؓ ہے جس کو مخاطب کر کے زبان نبوت یوں بول اٹھی "اَتَرْضیٰ اَنْ یَّكُوْنَ مَنْزِلَكَ مُقَابِلَ مَنْزِلِیْ فِی الْجَنَّةِ" جن کے علم ودانش کے متعلق لسان رسالت یوں گواہی دے "اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا،مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ فَلْیَاْتِ الْبَابَ" تو کبھی یوں فرمان ہوا "اَنَا مِنْ عَلِیٍّ وَعَلِیٌّ مِنِّیْ"۔

من تو شدم تو من شدی
من تن شدم تو جان شدی
تا کس نگوید بعد ازیں
من دیگرم تو دیگری

روایات میں ہے حضور اکرم ﷺ پہ وحی اتر رہی ہے آپ کا سر مبارک علیؓ کی گود میں وَکَانَ رَأْسُهٗ فِیْ حِجْرِ عَلِیٍّ یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا تو فرمایا: "اَصَلَّیْتَ یَاعَلِی" کہنے لگے نہیں آپ علیہ السلام نے دعا کی "اَللّٰھُمَّ اِنَّهٗ کَانَ فِیْ طَاعَتِکَ وَطَاعَةِ رَسُوْلِکَ فَارْدُدْ عَلَیْهِ الشَّمْسَ". اسماء بنت عمیسؓ کہتی ہیں "فَرَاَیْتُھَا غَرَبَتْ ثُمَّ رَاَیْتُھَا طَلَعَتْ بَعْدَمَا غَرَبَتْ وَرَفَعَتْ عَلَی الْجِبَالِ وَالْاَرْضِ".

ایک اور جگہ منقول ہے کہ طویل محاصرے کے بعد بھی خیبر فتح نہیں ہو رہا تھا اب جنگ کی کمان کون کرے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا "لَاُعْطِیَنَّ هٰذِهِ الرَّایَةَ غَدًا رَجُلًا یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ" علیؓ جھنڈا اٹھا لیتے ہیں مقابلے میں خیبر کا مشہور پہلوان مرحب تکبرانہ انداز میں یہ اشعار پڑھتا ہوا آتا ہے۔

وَلَقَدْ عَلِمَتْ الْخَیْبَرُ اَنِّیْ مَرْحَب
شَاکِیْ السِّلَاحِ بَطَلٌ مُّجَرَّب
اِذَا الْحُرُوْبُ اَقْبَلَتْ وَتَلَهَّب

حضرت علیؓ جوابی اشعار پڑھنے لگے!

وَلَقَدْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَه
کَلَیْثِ غَابَاتٍ کَرِیْهِ الْمَنْظَر
اُوْفِیْهِمْ بِالصَّاعِ کَیْلَ السَّنْدَرَه

آخر کار جب مرحب موت کے گھاٹ اتر گیا گویا اس کی لاش زبان حال سے کہہ رہی تھی۔

یہ شکست فاش ملی مجھ کو، آج پہلی بار
اور پتہ چلتا ہے تو حیدر کرار ہے

ابونعیم اصفہانیؒ نے "حِلْيَةُ الْاَوْلِيَاء" اور علامہ ابن جوزیؒ نے "الصفوة" کے اندر ضرار بن ضمرہ کا تاریخی خطبہ نقل کیا ہے امیر معاویہؓ نے ان سے کہا "صِفْ لِیْ عَلِيًّا" علیؓ کے اوصاف بیان کرو تو بول اٹھے "اِنَّهُ كَانَ بَعِيْدُ الْمَدٰى" وہ بلند ہمت "شَدِيْدُ الْقُوٰى" مضبوط جسم "يَقُوْلُ فَصْلًا" قول فیصل کے مالک "وَيَحْكُمُ عَدْلًا" حاکم عادل تھے "يَتَفَجَّرُ الْعِلْمُ مِنْ جَوَانِبِهٖ" ان کے روئیں روئیں سے علم کے چشمے پھوٹتے "وَتَنْطِقُ الْحِكْمَةُ مِنْ نَوَاحِيْهِ" اور رگ رگ سے حکمت بولتی "يَسْتَوْحِشُ مِنَ الدُّنْيَا وَزَهْرَتِهَا" دنیا کی رنگ رلیوں سے خوف کھاتے وَيَسْتَأْنِسُ بِاللَّيْلِ وَظُلْمَتِهٖ رات اور اسکی تاریکی سے مانوس ہوتے "كَانَ وَاللهِ غَزِيْرُ الدَّمْعَةِ طَوِيْلُ الْفِكْرَةِ يُقَلِّبُ كَفَّهٗ وَيُخَاطِبُ نَفْسَهٗ يُعْجِبُهٗ مِنَ اللِّبَاسِ مَاخَشُنَ وَمِنَ الطَّعَامِ مَاجَشُبَ وَاللهِ كَاَحَدِنَا يُجِيْبُنَا اِذَا سَاَلْنَاهُ وَيَاْتِيْنَا اِذَا دَعَوْنَاهُ وَنَحْنُ وَاللهِ مَعَ تَقْرِيْبِهٖ لَنَا وَقُرْبِهٖ مِنَّا لَانُكَلِّمُهٗ هَيْبَةً" رعب اور دبدبے کی وجہ سے ہم ان سے بات تک نہیں کر سکتے تھے "وَاَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُهٗ فِیْ بَعْضِ مَوَاقِفِهٖ" میں نے کئی بار ان کو دیکھا "وَقَدْ اَرْخَى اللَّيْلُ سُدُوْلَهٗ" جب رات اپنی چادریں ڈال چکی ہوتی "وَغَارَتْ نُجُوْمُهٗ" اس کے ستارے چھپ چکے ہوتے "يَصِلُ فِیْ مِحْرَابِهٖ مُصَلّٰى" پر بے چین "قَابِضًا عَلٰى لِحْيَتِهٖ" اپنے داڑھی کو یوں مٹھی میں لئے ہوئے "يَتَمَلْمَلُ تَمَلْمُلَ السَّلِيْمِ" سانپ کے ڈسے ہوئے انسان کی طرح تڑپتے ہوئے "وَيَبْكِیْ بُكَاءَ الْحَزِيْنِ" غمگین رونا دھوتے ہوئے "فَكَاَنِّیْ اَسْمَعُهُ الْاٰنَ" گویا وہ صدا میرے کانوں میں اب تک گونج رہی ہے "وَهُوَ يَقُوْلُ" وہ کہہ رہے ہیں يَادُنْيَا غِرِّغَيْرِیْ، دھیچ کے آئی هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ دفع ہوجا دفع ہوجا "قَدْ بَتَتُّكِ ثَلَاثًا لَا رَجْعَةَ لِیْ فِيْكِ" تجھے تین طلاق۔

دُنْيَا تُخَادِعُنِیْ كَاَنِّیْ لَسْتُ اَعْرِفُ حَالَهَا
مَدَّتْ اِلَیَّ يَمِيْنَهَا فَقَطَعْتُهَا وَشِمَالَهَا
مَنَعَ الْاِلٰهُ حَرَامَهَا وَاجْتَنَبْتُ حَلَالَهَا
فَرَاَيْتُهَا مُحْتَاجَةً فَوَهَبْتُ جُمْلَتَهَا لَهَا

فَعُمُرُکَ قَصِیْرٌ وَعَیْشُکَ حَقِیْرٌ وَخَطَرُکَ کَبِیْرٌ آہ آہ، ہائے ہائے مِنْ قِلَّةِ الزَّادِ، اے اللہ میرا توشہ کم ہے وَبُعْدِ السَّفْرِ اے اللہ! سفر لمبا ہے وَوَحْشَةِ الطَّرِیْقِ راستے میں بھی تنہائی ہے پتہ نہیں منزل ملے گی یا راستے میں بھٹک جاؤں گا۔

غرض حضرت علیؓ کے فضائل ومناقب اتنے زیادہ ہیں حتی کہ شاہ ولی اللہ نے فرمایا اگر خلفائے ثلاثہ کی افضلیت نصوص سے ثابت نہیں ہوتی تو میں حضرت علیؓ کے فضائل دیکھ کر ان کو ترجیح دینے پر مجبور ہوتا، آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ان اشعار پر اکتفا کرتا ہوں جو انہوں نے دنیا کی بے ثباتی کے متعلق کہے!

یَا مَنْ بِالدُّنْیَا اِشْتَغَلْ
قَدْ غَرَّہٗ طُوْلُ الْاَمَلْ
اَوَلَمْ یَزَلْ فِیْ غَفْلَةٍ
حَتّٰی دَنَا مِنْہُ الْاَجَلْ
اَلْمَوْتُ یَاْتِیْ بَغْتَةً
وَالْقَبْرُ صُنْدُوْقُ الْعَمَلْ
اِصْبِرْ عَلٰی اَحْوَالِھَا
لَا مَوْتَ اِلَّا بِالْاَجَلْ
قَلِیْلٌ عُمْرُنَا فِیْ دَارِ دُنْیَا
وَمَرْجِعُنَا اِلٰی بَیْتِ التُّرَابِ
اَلَا یَا سَاکِنَ الْقَصْرِ
سَتُدْفَنُ عَنْ قَرِیْبٍ فِی التُّرَابِ
لَہٗ مَلَکٌ یُنَادِیْ کُلَّ یَوْمٍ
لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ
وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

الحمدللہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علی امام الھدیٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ اُولِی الْمَجْدِوَالْعُلیٰ وَعَلیٰ اَزْوَاجِہٖ وَبَنَاتِہٖ صَوَاحِبِ الْفِقْہِ وَالْحَیَاء۔

امابعد! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "وَمَنْ یَّقْنُتْ مِنْکُنَّ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَھَا مَرَّتَیْنِ وَاَعْتَدْنَا لَھَا رِزْقًا کَرِیْمًا" وقال النبی ﷺ "فَضْلُ عَائِشَۃَ عَلَی النِّسَاءِ کَفَضْلِ الثَّرِیْدِعَلیٰ سَائِرِ الطَّعَامِ" اَوْ کَمَاقَالَ عَلَیْہِ السَّلَام۔

میرے قابل صد احترام اساتذہ کرام اور گلشن بنوری کے لہلہاتے پھولو! میری تقریر کا عنوان "حضرت امی عائشہؓ کی فضیلت وخصائص" ہے۔

میرے دوستو! میں کس منہ سے حضرت امی عائشہؓ کی فضیلت ومناقب کو بیان کروں اگر آپ کی تمام خوبیوں وفضائل کو بیان کیا جائے تو یقیناً اس کیلئے عمرِ نوح چاہئے میں کوشش کرونگا اس مختصر وقت میں کچھ لب کشائی کرسکوں۔

حضرات سامعین!

اگر ابتدائی تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات ہر صاحب علم ودانش پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ حضرت امی عائشہؓ وہی خوش نصیب عورت ہیں جن کے باپ بھی مسلمان، دادا جان بھی مسلمان، ماں بھی مسلمان، تمام بھائی و بہن بھی مسلمان تھے ابتدائے اسلام میں یہ سعادت کسی کی کو نصیب نہ ہوئی۔

یقیناً یہ حضرت عائشہؓ ہی تھیں جن کے شوہر نامدار امام الانبیاء، خاتم الرسل، تاجدار عرب وعجم، محمد مصطفیٰ ﷺ تھے آپ کے علم میں ہوگا خلیفۃ الرسل، ثانی الاثنین، خلیفہ بلا فصل ابوبکر صدیقؓ آپؓ کے والد ماجد تھے۔

معزز سامعین! نبوت کا سورج جب اپنی پوری تابانی کے ساتھ فضائے عالم پر اپنے انوار کی

بارش کررہا تھا اسی دور میں ابوبکرؓ کے گھر ایک باسعادت لڑکی کی پیدائش شوال ۹ نبوی میں ہوئی والدین نے اپنی اس بیٹی کا نام عائشہؓ رکھا پھر یہی عائشہؓ بعد میں نبی کریم ﷺ کی رفیقِ حیات اور ام المومنین کے باسعادت لقب سے ملقب ہوئی تمام امہات المومنین سے زیادہ آپ ہی کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی محبت تھی۔

آپ کی فضیلت ومناقب میں قرآن کریم کی بارہ آیتیں اتریں جو آپ کی سیرت، عفت اور فضیلت کیلئے حرف آخر ہیں آپ کی گود میں نبی کریم ﷺ پر قرآن کا نزول ہوا نبی کریم ﷺ کا جب اس جہاں فانی سے انتقال ہوا، تو آخری لمحات آپؓ کے پاس ہی گزارے، آپؓ ہی گود میں نبی کریم کا سر مبارک تھا اور اسی حالت میں آقائے دو جہاں کی روح عالم قدس کی طرف پرواز ہوگئی، حضرت امی عائشہؓ کے گھر اور حجرے میں ہی نبی کریم ﷺ کی تدفین ہوئی یوں آپ کے گھر کو مرقد نبی اور روضہ رسول ﷺ ہونے کی فضیلت وشرافت حاصل ہوئی۔

زمین کا ذرہ ذرہ حضرت امی عائشہؓ کی اس فضیلت پر تعجب کررہا تھا اور قسمت عائشہؓ پر رشک کرتے ہوئے یہ آہیں بھرتا تھا کہ کاش کہ یہ فضیلت ہم کو حاصل ہوتی تمام صحابہ کرامؓ آپ کی فضیلت وشرافت علم وعمل وعفت وحیاء کے اس درجہ کے قائل تھے کہ جب بھی کوئی اہم مسئلہ پیش آتا یا کوئی بھی اہم کام ہوتا تو آپ سے مشورہ لیتے یوں آپ مرجع خلائق بن گئیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں:

"مَا اَشْكَلَ عَلَيْنَا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ حَدِيْثٌ قَطُّ فَسَأَلْنَا عَائِشَةَ اِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَنَا مِنْهُ عِلْمًا."

یعنی جب بھی اصحاب رسول پر کوئی مشکل بات پیش آئی تو انہوں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا تو عائشہؓ کے پاس اس کے بارے میں علم پایا۔

امام زہریؒ فرماتے ہیں تمام لوگوں میں عائشہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ عالمہ تھیں بڑے بڑے

صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپؓ سے مسائل پوچھتے آپ کے واسطہ سے امت کو دو ہزار دو سو دس احادیث پہنچیں یہاں تک کہ علماء نے فرمایا کہ دین کا چوتھائی حصہ صرف امی عائشہؓ نے امت کو دیا۔

لَوْجُمِعَ عِلْمُ النَّاسِ كُلِّهِمْ ثُمَّ عِلْمُ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَكَانَتْ عَائِشَةُ وَسِعَهُمْ عِلْمًا.

اس پر واضح دلیل ہے۔

بہترین شاعرہ تھیں، ادیبہ تھیں، طبیبہ تھیں، فقیہہ تھیں، فصیحہ تھیں، اور ہر فن مولیٰ تھیں، عروہ بن زبیر صحابی رسول کی شہادت سنیئے:

مَارَأَيْتُ اَحَدًا اَعْلَمَ بِالْقُرْآنِ وَلَا بِفَرِيْضَةٍ وَلَا بِحَلَالٍ وَلَا بِفِقْهٍ وَلَا بِشِعْرٍ وَلَا بِطِبٍّ وَلَا بِحَدِيْثِ الْعَرَبِ وَلَا نَسَبٍ مِنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

خطابت پر مکمل دسترس حاصل تھا ایک موقعہ پر یوں خطاب فرمایا:

لوگو! خاموش، خاموش! تم پر میرا مادری حق ہے مجھے نصیحت کا حق حاصل ہے فرمانبردار شخص کے علاوہ مجھے کوئی الزام نہیں دے سکتا حضورؐ نے میرے سینے پر سر رکھ کر وفات پائی میں آپ کی محبوب بیوی ہوں خدا نے مجھ کو دوسروں سے ہر طرح محفوظ رکھا میری وجہ سے مومن ومنافق میں فرق ہے۔

آپ میں یہ تمام خوبیاں کیوں جمع نہ ہوں آپ کے شوہر نامدار تمام خوبیوں صفتوں کے مالک تھے تو آپ میں بھی یہ تمام صفات کا جمع ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں اَلطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے!

وَلَيْسَ عَلَى اللّٰهِ بِمُسْتَنْكِرٍ
اَنْ يَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِيْ وَاحِدٍ

فصاحت میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا موسیٰ بن طلحہؓ کا قول ترمذی شریف میں ہے۔

مَارَأَيْتُ اَفْصَحَ مِنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

میں نے عائشہ سے زیادہ کسی کو فصیح نہیں پایا۔

اخلاقی حیثیت سے بھی انتہائی بلند مقام پر فائز تھیں۔ نہایت شکرگزار، تہجد گزار، غیبت سے احتراز کرنے والی، اعلیٰ درجہ کی خوددار، شجاعت و دلیری میں یکتائے روزگار تھیں، جود وسخا میں بڑے بڑے سخی آپ کی نقل اتارنے میں ناکام رہے۔

ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ نے ایک لاکھ درہم بھیجے آپؓ نے شام سے پہلے ہی سب غریبوں میں تقسیم کر دیئے اور اپنی افطاری کیلئے کچھ بھی نہ رکھا تب لونڈی نے عرض کیا کہ افطاری کیلئے کچھ رکھ لیا ہوتا فرمایا پہلے بتا دیتی۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ سے زیادہ سخی میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

اکثر روزے رکھا کرتی تھیں جب سے اسلام میں حج فرض ہوا آپ نے مرتے دم تک کبھی حج کی ادائیگی نہیں چھوڑی رضائے الٰہی کے لئے سڑسٹھ (۶۷) غلاموں کو آزاد کیا دنیا و آخرت میں آپ کی رفیقہ حیات ہیں زَوْجُکَ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ حضرت جبرئیلؑ نے خواب میں آکر بتایا۔

حضرت عائشہؓ کی فضیلت کو حضور ﷺ کی زبانی سنیئے:

(۱)...... نبی کریم ﷺ نے فرمایا "فَضْلُ عَائِشَۃَ عَلَی النِّسَاءِ کَفَضْلِ الثَّرِیْدِ عَلٰی سَائِرِ الطَّعَامِ" اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔

عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی اور کھانوں پر۔

(۲)...... یَا عَائِشَۃُ ھٰذَا جِبْرَئِیْلُ یَقْرَئُکَ السَّلَامُ۔

اے عائشہ یہ جبرائیل امین ہے تجھ پر سلام بھیجتے ہیں۔

(۳)...... اپنے لخت جگر حضرت فاطمہؓ کو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اَلَا تُحِبِّیْنَ مَنْ اُحِبُّ قَالَتْ بَلٰی۔

اے بیٹی جس سے میری محبت ہو تو بھی اس سے محبت کر یعنی عائشہؓ سے۔

(۴)...... ۵۷ھ میں علم و فضل، عفت و حیا، جود و سخا کا یہ سورج ۱۷ رمضان المبارک منگل کی

رات جنت البقیع کے قبرستان میں عالم دنیا کی آنکھوں سے اوجھل ہو کر راہی جنت ہوا۔

اس کے بعد میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ جہاں کے سارے کمالات اے عائشہ تجھ میں ہیں اور نہیں تیرے کمال کسی عورت میں نہیں مگر دو چار۔

تیری پاکیزگی پر نطق فطرت نے شہادت دی
تجھے عظمت عطاء کی، عافیت بخشی، فضیلت دی
خدا لم یزل کا بارہا تجھ پر سلام آیا
مبارک ہیں وہ لب جن پر ادب سے تیرا نام آیا
رسول اللہ نے خود رکھا ہے صدیقہ لقب تیرا
شرف تیرے دوپٹے نے یہ جنگ بدر میں پایا
کہ اسے پرچم بنا کر رحمت عالم نے لہرایا
تیرا حجرہ امین خاص ذات رسالت کا
بساط عرض پر یہی ٹکڑا ہے باغ جنت کا
حشر کے دن سرور کونین اٹھیں گے
مگر تنہا نہیں اٹھیں گے مع شیخین اٹھیں گے
شفاعت کی تیرے رحمت سے ابتداء ہوگی
کہ اسی پر امتوں کی مغفرت کی انتہاء ہوگی

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا

الحمد لله جل وعلا والصلوة والسلام علی نبیه المصطفیٰ اما بعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ "اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ اُولٰئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ" وقال النبی ﷺ "فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ" صدق الله ورسوله.

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام ودیگر مہمانان گرامی اور میرے ہم نوا ساتھیو! آج کی اس پر رونق بزم میں بندہ جس عنوان پہ لب کشائی کرنے جارہا ہے وہ ہے سیرتِ عفیفہ کائنات بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا۔

سامعینِ محترم! مجھ جیسا ادنی اور بے مایہ انسان اس ہستی کے متعلق کیا بیان کرے جسکی صفائی اور برأت کی گواہی آسمانوں سے اوپر عرش بریں پر خود رب لم یزل کی ذات باری نے ان الفاظ میں دی اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ ...... الخ اور جسکی ایمانی طہارت اور باطنی پاکیزگی براہِ راست خدائے پاک نے اپنے زیرِ نگرانی کی ہو۔

" اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا" اور جسکی فضیلت اور عظمت لسانِ نبوت نے ان الفاظ میں بیان کی ہو۔ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ میری مراد اس سے عفیفہ کائنات صدیقہ بنت صدیق، زوجہ رسول اُمُّنَا وَاُمُّكُمْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ہیں۔

عزیزانِ من! نبوت کے چار سال بعد صدیق اکبرؓ کے گھر میں ام رومان کے بطن سے اس روشن مہتاب کی ولادت ہوئی ہے جسے دنیا صدیقہ اور حمیرا کے لقب سے جانتی ہے صدیق اکبرؓ کا کاشانہ وہ برج سعادت تھا جہاں خورشید اسلام کی شعائیں پرتو فگن ہوئیں اسی بنا پر ان کے کانوں نے کفر وشرک کی آواز تک نہیں سنی خود فرماتی ہیں جب سے میں نے اپنے

والدین کو پہچانا ان کو مسلمان پایا۔ جب عمر مبارک چھ برس کو پہنچتی ہے تو حضورا کی حرم میں آتی ہیں۔ اور نکاح اس سادگی سے ہوتا ہے کہ آپ لڑکیوں میں کھیل رہی ہوتی ہیں ان کی انا آتی ہے اوران کو لے جاتی ہے صدیق اکبرؓ نکاح پڑھا دیتے ہیں۔ جب نو سال کی ہوتی ہیں تو رخصتی بھی اس انداز سے ہوتی ہے کہ سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی ہوتی ہیں کہ ام رومان آواز دیتی ہے ماں کے پاس آتی ہے وہ منہ دھوتی ہیں بال درست کر دیتی ہیں۔ گھر میں لے کے جاتی جہاں انصار کی عورتیں انتظار میں ہوتی ہیں، گھر میں داخل ہونے کے بعد سب مبارک باد دیتی ہیں تھوڑی دیر بعد حضور خود تشریف لاتے ہیں۔ تمام ازواج میں سب سے زیادہ محبت حضورا کو آپ ہی سے تھی۔ یہاں تک کہ جب روح پرنور پرواز کر گئی تو اس وقت سینے پر سر ٹیک کر لیٹے تھے۔ وفات سے کچھ دیر پہلے حضرت عبدالرحمٰن آئے ہاتھ میں مسواک تھی، آپؐ مسواک کی طرف نظر جما کر دیکھنے لگے۔ حضرت عائشہ سمجھ گئیں کہ آپؐ مسواک کرنا چاہتے ہیں عبدالرحمٰنؓ سے مسواک لیکر دانتوں سے نرم کیا اور خدمت اقدس میں پیش کی۔ آپ نے مسواک فرمایا۔ آپ فخریہ کہا کرتی تھیں کہ تمام بیویوں میں مجھی کو یہ شرف حاصل ہے کہ آخر وقت میں بھی میرا جھوٹا آپ نے منہ لگایا۔ حضورا کے بعد ۴۸ سال آپ نے بیوہ ہونے کی حالت میں بسر کیے اس زمانہ میں اپنے روحانی فرزندان کو قرآن وحدیث کی تعلیم دیا کرتی تھیں۔ سانحہ جنگِ جمل پر عمر بھر افسوس کرتی رہیں۔ وفات کے وقت وصیت کی کہ مجھے روضہ رسولؐ میں نہ دفنانا بلکہ بقیع میں ازواج کے ساتھ دفن کرنا کیونکہ مجھ سے ایک غلطی ہوئی ہے جب یہ آیت وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ پڑھتیں تو اس قدر روتی تھیں کہ آنچل تر ہو جاتا تھا۔

آپ نہایت شیرین کلام اور فصیح اللسان تھیں موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں مَا رَأَيْتُ أَفْصَحَ مِنْ عَائِشَةَ ؓ آپ کی فصیح اللسانی کا اندازہ آپ کی ان احادیث سے ہوتا ہے۔ فرماتی ہیں فَمَا رَأَىٰ رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ حضور نبوت سے پہلے جو خواب دیکھتے تو وہ سپیدہ سحر کی طرح نمودار ہو جاتا۔ آپ پر جب وحی کی کیفیت طاری ہوتی تو جبیں مبارک پر

عرق آجاتا تھا اس کو یوں ادا کرتی ہیں مِثْلُ الْجُمَانِ پیشانی پر موتی ڈھلکتے تھے۔ واقعہ افک کی راتوں میں بے خوابی کا تذکرہ یوں کرتی ہیں مَا اكْتَحَلَ بِنَوْمٍ میں نے سرمہ خواب نہیں لگایا خطابت میں حضرت عمر اور حضرت علی کے علاوہ سب سے زیادہ ممتاز تھیں جنگ جمل میں جو تقریریں کیں وہ جوش اور زور کے لحاظ سے اپنا جواب نہیں رکھتیں۔ ایک جگہ فرماتی ہیں۔ اے لوگو! خاموش، خاموش تم پر میرا مادری حق ہے۔ مجھے نصیحت کی عزت حاصل ہے سوا اس شخص کے جو خدا کا نافرمان ہے مجھکو کوئی الزام نہیں دے سکتا آپ نے میرے سینے پر سر رکھے ہوئے وفات پائی۔ میں آپ کی محبوب ترین بیوی ہوں۔ خدا نے مجھے دوسروں سے ہر طرح محفوظ رکھا اور میری ذات سے مومن و فاسق میں تمیز ہوئی اور میرے ہی سبب سے تم پر خدا نے تیمم کا حکم نازل فرمایا۔ فضل و کمال اور علمی میدان میں اپنی مثال آپ تھیں۔ ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں: مَا اَشْكَلَ عَلَيْنَا (اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ) حَدِيْثٌ قَطُّ فَسَئَلْنَا عَائِشَةَ اِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْماً ہمیں کسی حدیث کے بارے میں اگر اشکال ہوتا تو عائشہ کے پاس ہم اس کو پاتے امام زہری جو سرخیل تابعین میں سے ہیں فرماتے ہیں بی بی عائشہ سب سے زیادہ جاننے والی تھیں كَانَتْ عَائِشَةُ اَعْلَمُ النَّاسِ يَسْئَلُهَا الْاَكَابِرُ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عروہ بن زبیرؓ کا قول مشہور ہے کہ آپ کو میں نے ہر فن و ہنر میں ماہر پایا مَا رَاَيْتُ اَحَداً اَعْلَمَ مِنْ عَائِشَةَ بِالْقُرْآنِ وَلَا بِفَرِيْضَةٍ وَلَا بِحَلَالٍ وَلَا بِفِقْهٍ وَلَا بِشِعْرٍ وَلَا بِطِبٍّ وَلَا بِحَدِيْثِ الْعَرَبِ وَلَا نَسَباً امام زہری کی یہ شہادت بھی مشہور ہے کہ اگر تمام لوگوں کے علم کو جمع کیا جائے آپ کا علم ان سے بڑھ کر ہوگا لَوْ جُمِعَ عِلْمُ النَّاسِ كُلِّهِمْ ثُمَّ عِلْمُ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ فَكَانَتْ عَائِشَةُ اَوْسَعُهُمْ عِلْماً۔

الغرض آپ کی زندگی تمام کمالات اور صفات کی جامع ہے اور آپ کی سیرت اپنے روحانی فرزندان کے لئے حقیقی نمونہ ہے میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

سیرت زینبؓ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم. أمابعد! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "قَالَ النَّبِیُّ ﷺ ھِیَ خَیْرُ بَنَاتِیْ اُصِیْبَتْ فِیَّ ،ھِیَ اَفْضَلُ بَنَاتِیْ اُصِیْبَتْ فِیَّ."

واجب الاحترام اساتذہ کرام اور بزمِ شامزئی کے لہلہاتے پھولو!

میری تقریر کا موضوع "سیرت سیدہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ" کے عنوان سے معنون ہے حضرت زینب گوشہ رسول اللہ ﷺ بعثت نبویہ سے دس سال قبل حضرت خدیجہؓ کے بطن مبارک سے مکۃ المکرمہ میں پیدا ہوئیں، بنات رسول اللہ ﷺ میں آپ کو اولیت حاصل ہے اور علی القولین اولاد رسول اللہ ﷺ میں سب سے بڑی ہیں۔ الغرض محمد رسول ﷺ کی صاحبزادی حضرت خدیجہ الکبریٰ کی بیٹی، باسلیقہ، باشعور، نیک سیرت اور پاکیزہ اخلاق سے مالا مال تھیں۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ چاہتی تھیں کہ حضرت زینب کا نکاح اپنے بھانجے حضرت ابوالعاصؓ سے ہو جائے جو بعد میں مشرف با اسلام ہوئے وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا یُخَالِفُھَا لہٰذا ایسا ہی ہوا۔

سامعین محترم! امام الانبیاء احمد مجتبیٰ سرور کائنات ﷺ کو جب نبوت ملی تو اٰمَنَتْ خَدِیْجَۃُ وَبَنَاتُھَا لیکن دوسری طرف قریش یک لخت آپ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کو اذیت پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور عداوت کی انتہا کردی چنانچہ اسی عداوت و دشمنی کا اثر تھا کہ ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں پر زور دیا تو انہوں نے سردارِ دو جہاں کی دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دیدی لیکن ظہور اسلام کے وقت حضرت ابوالعاصؓ سفر میں تھے دوران سفر ان کو نبوت کی خبر ملی گھر میں پہنچ کر حضرت زینب کی زبانی تصدیق ہوئی نبی کی رسالت کی تحقیق ہوئی اسلام قبول نہ کرنے کے باوجود عدم تفریق ہوئی البتہ شوہر کہنے لگے کیا تم نے یہ بھی

سوچا کہ اگر میں نے اسلام قبول نہ کیا تو پھر کیا ہوگا؟ لیکن بنت رسول ﷺ فرمانے لگیں کیا میں اپنے صادق وامین باپ کو جھٹلا سکتی ہوں خدا کی قسم وہ سچے ہیں اور ان پر میری قوم کے افراد ایمان لا چکے ہیں اور تیری قوم کے بھی افراد ایمان لا چکے ہیں البتہ جب ابوالعاص گھر پہنچتے ہیں تو قریش ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں اور کہتے ہیں فَارِقْ صَاحِبَتَکَ وَنَحْنُ نُزَوِّجُکَ بِاَیِّ اِمْرَاَۃٍ شِئْتَ مِنْ قُرَیْشٍ لیکن داماد رسول حضرت خدیجہ کے بھانجے ابوالعاص بے ساختہ بول اٹھے وَاللّٰہِ لَا اُفَارِقُ صَاحِبَتِیْ مَایَسُرُّنِیْ اَنَّ لِیْ بِاِمْرَاَتِیْ اَفْضَلُ اِمْرَاَۃٍ مِّنْ قُرَیْشٍ حالانکہ اس وقت آپ مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے لیکن جو امام الانبیاء کا داماد ہو سرور کونین کی طرف منسوب ہو تو وہ کسی اور کو کیسے ترجیح دے سکتا ہے میں ضرور یہ کہوں گا: ''ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ''۔

واجب الاحترام دوستو! ہجرت مدینہ کے بعد جب جنگِ بدر کا مرحلہ آپہنچا تو قریش اپنے ساتھ حضرت زینب کے شوہر ابوالعاص کو بھی لے کر آئے تھے آپ ابھی تک مکہ میں تھیں اس جنگ میں ایک طرف آپ کے کریم باپ تھے دوسری طرف آپ کے شوہر تھے جس طرف سوچتیں دل ڈوبنے لگتا انتہائی غمگین تھیں کہ نبی کریم ﷺ کی پھوپھی عاتکہ نے آکر آپ کو یہ خوشخبری سنائی کہ محمد ﷺ نے باوجود قلت صحابہ کے قریش کے لشکر عظیم پر فتح پائی آپ انتہائی خوش ہوئیں اور خوشی کے مارے بے اختیار وَاَفْرَحْتَنَا کے الفاظ منہ سے نکلے لیکن پھر فوراً غم کے مارے اپنے بچوں سے لپٹ گئیں اور اپنے شوہر کا حال پوچھا عاتکہ نے جواب دیا کہ وہ سسر کریم کی قید میں ہیں۔

چنانچہ جب قیدیوں کو مدینہ منورہ لایا گیا تو فدیہ کے عوض چھڑانے کا فیصلہ ہوا، ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے پاس فدیہ کی رقم نہ تھی تو حضرت زینب نے اپنے شوہر کے فدیہ کیلئے اپنا ہار بھیجا جو حضرت خدیجہ نے انہیں عقد نکاح کے وقت عطا کیا تھا۔

لیکن جب یہ ہار نبی کریم کے سامنے آتا ہے تو نبی کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتی

ہیں، دل غمگین ہوتا ہے، پرانی باتیں یاد آتیں ہیں، حیاء کے مارے صحابہ کے سر جھک جاتے ہیں الغرض یہ ہار انہیں واپس دیا جاتا ہے اور ان سے یہ وعدہ ہوتا ہے کہ حضرت زینب کو مدینہ بھیجا جائے۔

چنانچہ جب یہ خبر بنت رسول اکو پہنچتی ہے تو محبت رسول محبت خاوند پر غالب آتی ہے اور مدینہ کی تیاری شروع ہوتی ہے قریش کو جب یہ خبر پہنچتی ہے تو تعاقب کرنے لگتے ہیں راستہ میں آپؓ پر حملہ کرتے ہیں تو آپ زمین پر گرتی ہیں اور زخمی ہوتی ہیں اور یہ زخم عمر بھر تکلیف دہ ثابت ہوتے ہیں چنانچہ زبان رسالت گویا ہوتی ہے "هِيَ خَيْرُ بَنَاتِيْ أُصِيْبَتْ فِيَّ، هِيَ أَفْضَلُ بَنَاتِيْ أُصِيْبَتْ فِيَّ" آخرکار اتنے مصائب کے بعد مدینہ منورہ پہنچ جاتی ہیں اور شوہر حالت شرک میں مکہ ہی میں رہ جاتے ہیں۔

سامعینِ محترم! تین سال اس پر مزید گزرتے ہیں اور چوتھے سال اور ہجرت کے چھٹے سال حضرت ابوالعاص کا مقدر بھی رفعت آشنا ہوا اور ظلمت کدۂ اصنام میں بھٹکنے والا یہ پیکر خاکی آفتاب ہدایت بن گیا چنانچہ داماد رسول نے سب کو چھوڑا اور مدینہ کی طرف روانہ ہوئے وہاں پہنچے تو نبی رحمت نے کمال شفقت و محبت کا مظاہرہ فرمایا اور سیدہ زینب بنت رسول ﷺ کو نکاح اول میں بدستور ابوالعاص کے پاس بھیجا۔

سامعینِ محترم! حضرت زینبؓ نے باوجود اتنے اونچے مراتب پانے کے اپنے شوہر کے ساتھ نہایت شریفانہ کریمانہ زندگی گزاری ان کی خدمت میں کوئی کسر نہ چھوڑی، امور خانہ داری بحسن وخوبی انجام دیئے بالآخر یہ گوشۂ رسول اللہ ﷺ ۸ھ میں اس دارفانی کو چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے راحت کی نیند سوگئیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعنہم۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم

نحمده ونصلي علىٰ رسوله الكريم.

أما بعد! فأعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجِيم بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللهِ وَرِضْوَانًا" وقال النبي ﷺ اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ. صدق الله العظيم.

قلب و جگر میں عشقِ صحابہ ہوگا
جو سمجھتا ہے کہ عبادت ہے تبرا بازی
اے بے خبر! تیرے گناہوں کا ازالہ ہوگا
ایسے بدبخت کا منہ حشر میں کالا ہوگا

قابلِ صد احترام علماء کرام اور گرامی قدر حاضرین! آج میری گفتگو کا عنوان "عظمت صحابہ" کے نام سے معنون ہے۔ خالق ارض و سموٰت سے التجاء ہے کہ سچ حق بیان کرنے کی توفیق عطا کرے اور اس کے بعد اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

سامعینِ محترم! اسلامی نقطۂ نگاہ سے انبیاء کرام کے بعد سب سے بلند و بالا مقام صحابہ کرامؓ کا ہے صحابی شریعت میں اس کو کہا جاتا ہے کہ جس نے ایمان کی حالت میں آپ ﷺ کی صحبت اختیار کی ہو یا آپ ﷺ کے چہرہ انور کا دیدار کیا ہو اور ایمان ہی کی حالت میں اس کو موت واقع ہوئی ہو۔ ویسے تو سابقہ تمام انبیاء کی قوموں میں ان پر ایمان لانے والے موجود تھے لیکن حضور ﷺ کی تربیت یافتہ جماعت یعنی صحابہ کرامؓ جنت کے شیدائی تھے، ناموس رسالت کے پروانے اور فدائی تھے، اگر صحابہؓ کی شان کو دیکھنا ہے تو تاریخ کے مطالعے سے نہیں بلکہ زمین و آسمان میں سب سے بڑے مرتبے والی کتاب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی روشنی میں ان کے تقویٰ کو دیکھنا ضروری ہے۔ آیئے! میں آپ کو بتاتا ہوں کہ قرآن میں صحابہ کرامؓ کی شان

کے تذکرے ہیں،ان کے عمل بالقرآن کے تذکرے ہیں،ان کی صداقت وایمان کے تذکرے ہیں،ان کے اخلاق وکردار کے تذکرے ہیں،ان کے افعال ونظریات کے تذکرے ہیں،ان کی دیانت وامانت کے تذکرے ہیں،ان کے اخلاق وکردار کے تذکرے ہیں،ان کے اعمال واذکار کے تذکرے ہیں،ان کے گفتار واقوال کے تذکرے ہیں،ان کی بہادری اور شجاعت کے تذکرے ہیں،ان کی دیانت وامانت کے تذکرے ہیں،ان کی عظمت وشرافت کے تذکرے ہیں حتی کے نبی علیہ السلام،صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینۃ الرسول میں تشریف فرما ہیں جبرئیل امین آکر اللہ کا پیغام سناتے ہیں کہ "فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ" اللہ کے رسول ﷺ سوچنے لگے کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے طہارت میں کونسا انداز اپنایا ہے کہ اللہ ان کی شہادت کا تذکرہ قرآن میں کرتے ہیں جب معلوم کیا تو پتہ چلا کہ یہ استنجا کرنے سے قبل مٹی کا ڈھیلہ استعمال کرتے ہیں اور بعد میں پانی استعمال کرتے ہیں۔

سامعینِ محترم! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ جماعت ہے کہ جس جماعت کو اللہ رب العزت نے اپنی فوج قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا "اُولٰئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ"، بلکہ جب ان کے تقویٰ کی باری آئی تو قرآن نے "وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ" کہا،ان کی صداقت کی باری آئی تو قرآن نے "اُولٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ" کہا،ان کے ایمان کی باری آئی تو قرآن نے "فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا" کہا،ان کے عمل بالقرآن کی باری آئی تو قرآن نے "وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ" کہا،ان کے عہدومیثاق کی باری آئی تو قرآن نے "اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ" کہا،ان کی بہادری اور شجاعت کی باری آئی تو قرآن نے "فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا" کہا،ان کی شان کی باری آئی تو قرآن نے "رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ" کہا،ان کی سختی کی باری آئی تو قرآن نے اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ کہا،ان کی نرمی کی باری آئی

تو قرآن نے "رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ" کہا، ان کے رکوع وسجود کی باری آئی تو قرآن نے "تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا" کہا، ان کی عبادت کی باری آئی تو قرآن نے "سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ" کہا، پھر میں احادیثِ رسول ﷺ کے ذخیروں کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور ان سے کہتا ہوں کہ آیا متن کے اندر جو صحابہ کرامؓ کی شان کے تذکرے ہیں شرح اور تفصیل اس کی حمایت کرتی ہے؟ تو احادیث رسول کے ذخیرے اپنے اوراق کھول کر رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ دیکھو! یہاں پر نبی علیہ السلام کا یہ فرمان صحابہ کی شان میں موجود ہے "اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُم"، دوسری جگہ ارشاد ہے "خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ" ایک اور جگہ صحابہ کی شان اس انداز سے بیان کی "فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ" دوسری جگہ ارشاد ہے "عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ"۔

سامعینِ محترم! صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان کے کیا کہنے قرآن کہتا ہے کہ ان کی شان صرف قرآن وحدیث میں نہیں ہے بلکہ ان کی پیدائش سے قبل اللہ رب العزت نے ان کی شان کے تذکرے آسمانی کتابوں میں کیے ہیں۔ "ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِيْلِ" جب میں نے قرآن کی یہ آیت پڑھی تو میں سابقہ کتب ساویہ کی طرف متوجہ ہوا تو میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں کہ تورات میں موسیٰ کی قوم کی شان میں چار آیتیں اور صحابہ کرامؓ کی شان میں نو آیتیں ہیں، انجیل میں عیسیٰؑ کی قوم کی شان میں پانچ آیتیں ہیں، زبور میں داؤدؑ کی قوم کی شان میں آٹھ آیتیں اور صحابہ کرامؓ کی شان میں پندرہ آیتیں ہیں آخر اس کی وجہ کیا ہے کہ سابقہ کتب ساویہ میں صحابہ کرامؓ کی شان بیان کی گئی وجہ ایک نہیں لیکن اتنا عرض کرتا چلوں کہ سابقہ امتیں اپنے نبی کو یہ کہتی ہوئی نظر آتی ہیں "فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا"، لیکن صحابہ کرام ہر وقت فِدَاکَ اَبِیْ وَاُمِّیْ کا اعلان کرتے رہے اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ نے نبی علیہ السلام کے بعد خلافت کا سلسلہ شروع کرنا تھا تو لازم تھا کہ ان کی صفات

کو بیان کیا جائے تا کہ ایمان کی مزین راہ میں رکاوٹ نہ ہوسکے ارے دوستو! صحابیت ایک ایسا درجہ ہے کہ جس تک رسائی ناممکن ہے۔ یہ محنت اور کوشش سے حاصل نہیں ہوتا، یہ تقویٰ اور پرہیزگاری سے حاصل نہیں ہوسکتا بلکہ معراج صحابیت تک رسائی وہی کرسکتا ہے کہ جس کے قلب کو "اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی" سے دھویا گیا ہو جن کی محنت کا مرکز صرف ایمان ہو، "وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ" اور آسمانوں سے اتنے فرشتے اتر آئے ہو، کہ حضور ﷺ اپنے پاؤں کی انگلیوں پر چلنے پر مجبور ہو، جن کی گواہی کیلئے اللہ نے وحی اتاری ہو، جن کے مشورے کو اللہ نے قرآن کا حصہ بنادیا ہو، جن کی صفات بیان کرتے ہوئے اللہ فرما رہے ہو، "فَمِنْھُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا"، جن کو "ھُنَالِکَ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا" سے واسطہ پڑا ہو، جن کو اِنَّ اللّٰہَ اخْتَارَنِیْ وَاخْتَارَلِیْ اَصْحَابِیْ کا مصداق قرار دیا ہو خلاصہ یہ نکلا کہ اسلام کو کَمَا حَقَّہٗ سمجھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے حضرات صحابہ کرامؓ ہی تھے حتیٰ کہ پورا کا پورا دین انہی قدسی صفات لوگوں سے ثابت ہے تو دین کے تحفظ کیلئے، اسلام کی صحت کیلئے، حضرات صحابہ کرامؓ کا دفاع ضروری ہے آیئے اللہ رب العزت سے عہد کریں کہ صحابہ کرامؓ کا تحفظ کرتے ہوئے دین اسلام کا پرچار کریں گے اسی لئے۔

گھر اپنا کسی کو جلانے نہ دینگے
صحابیتؓ پہ کبھی آنچ آنے نہ دیں گے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من الذین اوفو عهده امابعد! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قال الله تبارک وتعالیٰ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ الله وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُم وقال النبی ﷺ وَمَثَلُ اَصْحَابِىْ فِىْ اُمَّتِىْ كَالْمِلْحِ فِى الطَّعَامِ لَايَصْلُحُ الطَّعَامُ اِلَّابِالْمِلْحِ .

اللہ نے زینت بخشی ہے افلاک کو روشن تاروں سے
اسلام نے زینت پائی محبوب خدا کے یاروں سے

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام اور گلشن بنوری کے مہکتے پھولو!

آج میں جس موضوع کو لے کر آپ کے سامنے حاضر ہوا ہوں وہ ہے "عظمتِ صحابہ"

سامعین محترم! اخلاقِ عالم نے جب اس عالمِ اسباب میں اپنی توحید و وحدانیت کی آبیاری کا ارادہ فرمایا تو نوعِ انسان میں سے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش انبیاء مبعوث فرمائے اور ہر نبی ورسول نے اپنے اپنے ادوار واعصار وازمان میں دین حق کی آبیاری کے لئے جوانتھک محنت و بے مثال کوشش اور لافانی جدوجہد کی ہے تاریخ انسانی اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے یہ وہ جماعت ہے جس کے بارے میں عبداللہ ابن مسعودؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ!

اِنَّ الله نَظَرَ فِىْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ
فَنَظَرَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَبَعَثَهٗ بِرِسَالَتِهٖ
ثُمَّ فِىْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَوَجَدَ قُلُوْبَ اَصْحَابِهٖ خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ
فَاخْتَارَهُمْ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ وَنُصْرَةِ دِيْنِهٖ

یہ وہ جماعت ہے جنہوں نے غم کے پہاڑ سہہ کر اپنے بچے یتیم کروا کر، اپنے بیویوں کو بیوہ کروا کر، اپنی جان کے نذرانے دے کر، خود کو خون میں نہلا کر قیامت تک آنے والوں کو بزبان حال یہ پیغام دے دیا۔

واقف تو ہیں اس راز سے دار و رسن بھی
ہر دور میں تکمیل وفا ہم سے ہوئی ہے

آیئے! سیرت صحابہؓ کو سب سے پہلے رب کے کلام سے پھر نبی کے فرمان سے سمجھنے کی کوشش کریں۔

سامعینِ مکرم! جب میں صحابہؓ کے بارے میں قرآن سے سوال کرتا ہوں کہ اے قرآن تو ہی بتا کہ صحابہؓ کا مزاج کیا تھا تو قرآن پکار اٹھتا ہے!

اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ......الخ

جب میں قرآن سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی عبادت کے بارے میں سوال کرتا ہوں تو قرآن اس انداز سے گویا ہوتا ہے!

تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا

جب میں قرآن سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی چاہت کے بارے میں سوال کرتا ہوں تو قرآن یوں جواب دیتا ہے!

سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا.

جب میں مزید قرآن کی ورق گردانی کرتا ہوں تو کہیں قرآن **اُولٰٓئِکَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ** کہہ کر ان کی ہدایت کا چرچا کرتا ہے اور کہیں **اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ** کہہ کر ان کی کامیابی پر مہر صداقت ثبت کرتا ہے ارے قربان جاؤں قرآن سے کہ جس نے **رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ** کہہ کر خدا کے ان سے راضی ہونے کا پروانہ جاری کر دیا۔

آقائے نامدار ﷺ ان پر سب شتم سے منع کرتے ہیں ان پر لعن طعن کرنے والوں

پر زبان نبوت لعنت کا حکم دیتی ہے اِذَا رَأَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ ..... الخ
اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْم کا حکم دے کر ان کی اقتدا ء کا حکم دیتے ہیں۔

ارے قربان جایئے! محمد ﷺ پر جنہوں نے یہاں تک فرمایا کہ لَاتَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِیْ کہ میرے صحابہ کو جہنم کی آگ نہ چھو سکے گی۔

سامعینِ محترم! سلسلہ نبوت کی انتہاء محمد عربی ﷺ پر ہوتی ہے احکامات الٰہیہ قیامت تک آنے والے فعل انسانی کے دامن میں ڈالنے کی ضرورت تھی جس کے لئے ایک ایسی جماعت کی ضرورت تھی جو اپنی جان کی بازی لگا کر، اپنے بچے یتیم کروا کر، گھر سے بے گھر ہو کر، در بدر ہو کر، اسلام کی نشر واشاعت کا ذریعہ بن سکیں۔

اس کے لئے جو جماعت منتخب ہوئی ہے وہ وہ لوگ ہیں جو شرم وحیا کے پیکر تھے، جو بندگانِ تسلیم ورضا تھے، جن کی مدد کے لئے فرشتے قطار در قطار، جن کا سب سے بڑا سرمایہ انبیاء کا تاجدار ﷺ، جو سچے پکے مسلمان، جن کی تجارت عاقبت کا سامان، جن کی دولت اہل فقر کے لئے قربان، جو مثل کہکشاں چاند ان پر قربان، حسن ان پر نازاں، کسی اور کی کہاں یہ شان، جن کے خلفاء و بکر و عمر و عثمان و علی (رضی اللہ عنہم ورضوعنہ) وہ چراغ آقائے دو جہاں ﷺ، ان کی صورت صورتِ ایمان، ان کی سیرت ایمان کی ترجمان، ان کی جان رسول خدا کو عزیز از جاں، ان کی بخشش پر شاہد خود نبی آخر الزمان، خدا ان سے راضی وہ خدا سے راضی اس پر گواہ قرآن، ان کے عفو درگزر پر دنیا حیران، ان کی ہیبت سے باطل لرزاں، ان کے مقابل اشخاص بد بخت وبدگماں ان کے خون سے رنگین تاریخ کی داستان، نظر آتے تھے قراء حقیقت میں تھے قرآن، ایسی کشمکش میں یوں گویا ہوتا ہے قرآن، اے جنات وانسان تم کیوں نہیں مانتے اس منعم کا احسان، فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ۔

اے وہ لوگ جنہوں نے خون دے کر پھولوں کو رنگت بخشی ہے
دو چار سے دنیا واقف گمنام نہ جانے کتنے ہیں
وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

صحابہ کرام معیارِ حق و پیکر عدل و انصاف

الحمدللّٰہ الذی خلق الشمس والقمر وخلق الشجر والھجر وخلق اللیل والسحر والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدالانبیاء والرسل. امابعد! فقدقال اللہ تعالیٰ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِہٖ فَقَدِ اھْتَدَوْا" وقال النبی ﷺ: "أَصْحَابِی کَالنُّجُوْمِ بِأَیِّھِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ" اَوْ کَمَاقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم.

نہایت ہی واجب الاحترام، قابل صد تکریم اساتذہ کرام اور میرے ہمسفر نو جوان ساتھیو! آج کی اس باوقار محفل میں بندہ جس عنوان کے تحت اپنے خیالات کا اظہار کر رہا ہے وہ ''صحابہ کرام معیارِ حق اور عدل وانصاف کے پیکر ہے''۔ سب سے پہلے یہ بات سمجھ لیں کہ کسی کے معیارِ حق ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ امورِ شرعیت کے بارے میں اس کا قول وفعل، حق و صداقت کیلئے کسوٹی ہو جب کسی شخص کا پیکرِ حق وصداقت ہونا نصوصِ شرعیہ سے ثابت ہو جاتا ہے تو امور دینیہ میں اس کا معیارِ حق ہونا بھی ثابت ہو جاتا ہے چونکہ انبیاء کے بعد صحابہ سے بڑھ کر بلکہ ان کے برابر تک بھی کوئی مرتبہ نہیں پاسکتا تو جناب رسالت مآب ﷺ کی ذات کے بعد اگر کوئی دین اسلام کا عملی معیار ہے تو وہ آپ کے تلامذہ ہیں آپ کی تربیت یافتہ جماعت ہے آپؐ کے علم وعرفان کو اخذ کرنے والی جماعت ہے میں انشاء اللہ ادلہ اربعہ سے ثابت کرونگا کہ صحابہ کرام معیارِ حق اور پیکر عدل وانصاف ہیں۔

احکام شرع کے مرجع اول قرآنِ کریم میں اللہ رب العزت صحابہ کرامؓ کو پیکر حق و صداقت ہونے کی وجہ سے ان کو اپنی خوشنودی اور رضامندی کی سندان الفاظ میں دیتے ہیں: "وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ"، اسی طرح ایک دوسری جگہ اللہ رب العزت نے صحابہ

کرامؓ کو معیارِ حق وصداقت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "وَاِذَا قِيلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ" اس آیت کریمہ میں الناس سے مراد کون ہیں؟ علامہ محمد بن احمد جزری الکلبیؒ فرماتے ہیں کہ "اصحاب رسول اللہ ﷺ" ایک اور مقام پر اللہ رب العزت نے صحابہ کرام کی اتباع کو واجب اور ان کے طریقے کو لوگوں کیلئے حجت قرار دیتے ہوئے فرمایا: "كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" کیونکہ اس آیت کے اولین مخاطب صحابہ کرامؓ ہیں چنانچہ علامہ ابن اصلاح "علوم الحديث" میں لکھتے ہیں اِتَّفَقَ الْمُفَسِّرُوْنَ عَلٰى اَنَّهٗ وَارِدٌ فِىْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، قرآن کریم کی ایک اور آیت وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ کے اندر صحابہ کرامؓ کو نہ صرف اس آیت کیلئے بلکہ اہم سابقہ کیلئے بھی معیار حق وصداقت قرار دیا ہے کیونکہ یہ امت قیامت کے دن دوسری امتوں کیلئے گواہ بنے گی اگر یہ خود معیار حق وصداقت نہ ہو تو دوسری امتوں کیلئے کس طرح گواہ بن سکتی ہے اور آیت مذکورہ کے مصداق صحابہ کرامؓ ہیں جیسا کہ علامہ الوسی بغدادیؒ تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں۔ اَنَّ الْخِطَابَ لِلْحَاضِرِيْنَ اَعْنِى الصَّحَابَةَؓ، ایک اور جگہ صحابہ کرامؓ کے معیار حق ہونے کو رب لم یزل نے یوں آشکارہ کیا: "فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ اِيْمَانِكُمْ وَ صَدَّقُوْا مِثْلَ تَصْدِيْقِكُمْ فَقَدِ اهْتَدَوْا" اس آیت کی تفسیر علامہ الوسی بغدادیؒ کچھ اس انداز میں کرتے ہیں "فَاِنْ اٰمَنُوْا اِيْمَانًا مُتَلَبِّسًا بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتُمْ اِيْمَانًا مُتَلَبِّسًا بِهٖ مِنَ الْاِذْعَانِ وَالْاِخْلَاصِ وَعَزْمِ التَّفْرِيْقِ بَيْنَ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

سامعینِ محترم! جس طرح صحابہ کرامؓ کا معیار حق وصداقت ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے اسی طرح احادیث مبارکہ سے بھی صحابہ کرامؓ کے معیار حق ہونے کا ثبوت ملتا ہے چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو امت کی درستگی کا سبب قرار دیتے ہوئے فرمایا مَثَلُ اَصْحَابِىْ فِىْ اُمَّتِىْ كَالْمِلْحِ فِى الطَّعَامِ لَا يَصْلُحُ الطَّعَامُ اِلَّا بِالْمِلْحِ ان لوگوں کا امت کی درستگی کا سبب بننے ان کیلئے معیار حق وصداقت ہونا ضروری ہے ایک اور حدیث میں عبداللہ ابن

مسعودؓ فرماتے ہیں مَنْ کَانَ مُسْتَنًّا فَلْیَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْمَاتَ فَاِنَّ الْحَیَّ لَاتُوْمَنُ عَلَیْهِ الْفِتْنَةُ اُولٰئِکَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ کَانُوْا اَفْضَلَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اسی طرح ایک اور حدیث میں خوشخبری ان الفاظ میں دیتے ہیں اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ ایک اور جگہ جناب رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمایا تَفَرَّقَتْ بَنُوْاِسْرَائِیْلَ عَلٰی ثَلٰثِیْنَ وَسَبْعِیْنَ مِلَّةً وَتَفَرَّقَ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَسَبْعِیْنَ مِلَّةً کُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا اُمَّةً وَاحِدَةً قَالُوْا مَاهِیَ یَارَسُوْلَ اللهِ قَالَ مَااَنَاعَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ اس حدیث میں جنت کا مستحق ہونے کو صحابہ کرامؓ کی پیروی کرنے پر موقوف رکھا ہے اور کسی کے طرز اور طریقے پر چلنے سے جنتی اس وقت ہوسکتا ہے جب وہ خود پیکر عدل و انصاف ہو اس روایت سے معلوم ہوا کہ جس طرح پیغمبر ﷺ اور خلفائے راشدین کی سنت راہِ ہدایت ہے اسی طرح صحابہ کرامؓ کے اقوال واعمال بھی ہمارے حق کا معیار اور پیمانہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا مَااَنَاعَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ۔

میرے دوستو! صحابہ کرامؓ کا معیارِ حق وصداقت ہونا جس طرح قرآن وسنت سے ثابت ہے اسی طرح اجماعِ امت سے بھی ثابت ہے چنانچہ علامہ ابونعیم اصفہانی معرفۃ الصحابہؓ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں اِتَّفَقَ اَهْلُ السُّنَّةِ عَلٰی اَنَّ الْجَمِیْعَ عَدُوْلٌ وَلَمْ یُخَالِفْ فِیْ ذَالِکَ اِلَّا شُذُوْذٌ، علامہ ابن حجر عسقلانیؒ الاصابہ میں صحابہ کرام کی عدالت وصداقت کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں: "عَدَالَةُ الصَّحَابِیَةِ ثَابِتَةٌ مَعْلُوْمَةٌ بِتَعْدِیْلِ اللهِ لَهُمْ وَاِخْبَارِهٖ عَنْ طَهَارَتِهِمْ وَاخْتِیَارِهٖ لَهُمْ" اسی طرح علامہ ابن الصلاح صحابہ کرامؓ کے پیکر عدل وانصاف ہونے پر امت کا اجماع نقل کرتے ہیں اَنَّ لْاُمَّةَ مُجْتَمِعَةٌ عَلٰی تَعْدِیْلِ جَمِیْعِ الصَّحَابَةِ امام المفسرین امام قرطبیؒ "تفسیر قرطبی" میں صحابہ کرام کی عدالت کو دوٹوک الفاظ میں بیان کرتے ہیں اَلصَّحَابَةُ کُلُّهُمْ عُدُوْلٌ اولیاء اللہ تعالیٰ ملاعلی قاری اپنی مایہ ناز کتاب مرقات شرح مشکوٰۃ میں یوں لب کشائی کرتے ہیں "وَالصَّحَابَةُ کُلُّهُمْ عُدُوْلٌ مُطْلَقًا بِظَوَاهِرِ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَاِجْمَاعِ مَنْ یُّعْتَدُّبِهٖ"۔

سامعین محترم! صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معیار حق اور پیکر عدول وانصاف ہونا جس طرح قرآن وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے اسی طرح قیاس سے بھی ثابت ہے۔ ذرا غور کریں! تو قیاس کا تقاضہ بھی یہی ہے صحابہ کرام عدل وانصاف کے پیکر ہیں کیونکہ رسول حق ہے، قرآن حق ہے، سنت رسول حق ہے اگر ان کو نقل کر کے امت تک پہنچانے والے حق نہ ہو تو کتاب اللہ کا باطل ہونا لازم آتا ہے چنانچہ خطیب امام ابوزرعہ " الكفاية في علم الروايه " میں یوں نقل کرتے ہیں:

"وَذَالِکَ اَنَّ الرَّسُوْلَ عِنْدَنَا حَقٌّ وَالْقُرْآنُ حَقٌّ وَاِنَّمَا اَدّٰی اِلَیْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ وَالسُّنَنَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاِنَّمَا يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّجْرِحُوْا شُهُوْدَنَا لِيُبْطِلُوا الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ"

میں اسی پر اپنی تقریر کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

فریضہ جہاد اور ہم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ أَعَزَّ الْإِسْلَامَ بِأَوْلِیَائِہٖ وَأَذَلَّ الْکُفْرَ وَالْکَفَرَۃَ بِرُسُلِہٖ وَأَنْبِیَائِہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاِنْسِ وَالْجَانِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ رَفَعُوْا لِوَآءَ الْاِسْلَامِ عَلٰی سَائِرِ الْاَدْیَانِ، أَمَّا بَعْدُ! اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ"

وقال النبی ﷺ إِذَا تَرَکْتُمُ الْجِہَادَ فَسَلَّطَ اللّٰہُ عَلَیْکُمُ الذِّلَّۃَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

سکھایا ہے ہمیں اے دوست طیبہ کے والی نے
کہ بوجہلوں سے ٹکرا کر ابھرنا عین ایمان ہے
جہاں باطل مقابل ہو وہاں نوک سناں سے بھی
برائے دین اسلام رقص کرنا عین ایمان ہے
عقل ہے تیری سپر عشق ہے شمشیر تیری
میرے درویش! خلافت ہے جہانگیر تیری
ما سوا اللہ کے آگ ہے تکبیر تیری
تو مسلمان ہو تو تقدیر ہے تدبیر تیری
نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
زیر خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہے ہم نے
کس نے ٹھنڈا کیا آتش کدہ ایراں کو
کس نے پھر زندہ کیا تذکرہ یزداں کو

میرے انتہائی واجب الاحترام اساتذہ کرام اور گلشن بنوریؒ کے عزیز طلبہ ساتھیوں میں آج آپ حضرات کے سامنے جس موضوع پر گفتگو کرنے کی جسارت حاصل کر رہا ہوں وہ موضوع "فریضہ جہاد اور ہم" کے نام سے معنون ہے۔ دعا کریں کہ اللہ مجھے حق بات کہنے کی

توفیق عطا فرمائے۔

میرے دوستو! جس طرح اسلام میں نماز اور روزے اور حج وزکوۃ کا ایک مقام ہے اسی طرح جہاد کا بھی ایک مقام ہے اور جس طرح کسی شخص کی ذات کی صحت اور اصلاح کیلئے نماز روزہ کی ضرورت ہے اسی طرح اصلاح معاشرہ اور امن عامہ کیلئے جہاد کے ذریعے مفسدین فی الارض کا علاج بھی ضروری ہے جس طرح کسی ملک ووطن میں اس ملک کے بادشاہ کے قوانین نافذ کرنے کیلئے باغیوں کی سرکوبی ضروری ہے اسی طرح روئے زمین کے مالک حقیقی اور خالق حقیقی کے احکام وقوانین کو پوری روئے زمین پر نافذ کرنا اور ان قوانین سے بغاوت اور انکار کرنے والوں کا قلع قمع کرنا بھی انتہائی ضروری ہے اور اسی احکام الٰہی کے نفوذ اور نافرمانوں کی سرکوبی کا نام جہاد ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسی جہاد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ '' اسی جہاد کی اجازت دیتے ہوئے رب تعالیٰ نے فرمایا: ''اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا... الخ'' اور ''وَاِذَا تَرَكْتُمُ الْجِهَادَ .. الخ'' کی وعید آپ ﷺ نے اسی جہاد کے ترک پر فرمائی ہے ''فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ'' کی فضیلت اسی میدان کے مجاہد کی ہے ''وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ... الآية'' میں اسی میدان کے گھوڑوں کی قسمیں اللہ تعالیٰ نے کھائی ہے ''اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا '' کا حکم اسی میدان میں جوان مردی دکھانے کیلئے ہے۔

عزیزانِ محترم! یہی وہ جہاد ہے کہ جس کے ذریعہ سے اسلام کا غلبہ ممکن ہے، یہی وہ جہاد ہے جس کے ذریعے کفر کا غرور خاک میں ملایا جا سکتا ہے، یہی وہ جہاد ہے جس سے ہر دور میں باطل خوفزدہ رہا ہے، یہی وہ جہاد ہے جس سے فارس اور روم کی سلطنتیں الٹ دی گئی تھیں، یہی وہ جہاد ہے جس کے ذریعہ صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس یہودیوں سے آزاد کرایا تھا، یہی وہ جہاد ہے جس کے ذریعے طارق بن زیاد نے ساحل سمندر پر کشتیاں جلادی تھیں، یہی وہ جہاد ہے جس کے ذریعے محمد بن قاسمؒ نے سندھ کے راجاؤں کو سبق سکھایا

تھا، یہی وہ جہاد ہے جس کے خاطر سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ نے بالاکوٹ کے سکھوں سے لڑتے ہوئے جان کی بازی لگائی تھی یہی وہ جہاد ہے جسے اپنا کر طالبان نے افغانستان میں اسلامی حکومت اور قانون نافذ کیا تھا اور میرا دعوی ہے صرف دعویٰ ہی نہیں بلکہ چیلنج ہے کہ انشاء اللہ ایک دن ہم واشنگٹن پر بھی اسلام کا جھنڈا اسی جہاد کے ذریعے سے لہرائیں گے۔

میرے محترم دوستو! مجھے بڑے افسوس سے یہ بات کہنی پڑ رہی ہے کہ آج ایک طرف تو طاغوتی قوتیں جہاد کی محبت کو مسلمانوں کے دلوں سے نکالنے کیلئے مختلف ہتھکنڈے استعمال کر رہی ہیں تو کبھی قادیانی اور کبھی سر سید احمد خان جیسے پٹھو تیار کر کے ان سے جہاد کے تنسیخ کے فتوے لئے جاتے ہیں تو کبھی بظاہر ہمدردانہ کتابیں چھپوا کر مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد نکالنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں اور دوسری طرف ہم بھی مغربیت سے متاثر ہو کر جہاد کی تعریف میں تاویلات کے پیچھے پڑ گئے ہیں اور جہاد کو مختلف قیودات کے ساتھ مقید کر لیتے ہیں میں اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ جہاد بالمال بھی جہاد ہے، جہاد باللسان بھی جہاد ہے، جہاد بالقلم بھی جہاد ہے لیکن میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ "یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَى الْقِتَالِ" والی آیت میں کون سے جہاد پر مؤمنین کو ابھارنے کا حکم نبی ﷺ کو دیا جاتا ہے "یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ" میں منافقین اور کفار سے کس قسم کے جہاد کا کرنے کو کہا جا رہا ہے "اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ" میں اللہ تعالیٰ کس قسم کے جہاد کیلئے صف بندی کرنے والوں سے محبت کا اعلان کرتے ہیں مجھے بتاؤ سرداران قریش کا غرور کس قسم کے جہاد کے ذریعے خاک میں ملایا گیا تھا حضورؐ کے دندان مبارک جہاد کے کون سے قسم پر عمل کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے منکرین زکوٰۃ اور مرتدین کے خلاف ابوبکر صدیقؓ نے کس قسم کے جہاد کا علم بلند کیا تھا، عمر فاروقؓ نے لاکھوں مربع میل تک اسلامی حکومت کس قسم کے جہاد کے ذریعے پھیلا دی تھی، حضرت خالد بن ولیدؓ کا جسم جس میں ایک بالشت برابر جگہ بھی زخم

سے خالی نہیں تھی کس قسم کے جہاد میں چور چور کردیا گیا تھا مجھے بتاؤ آج امریکہ اور برطانیہ کی نیندیں کس قسم کے جہاد کی وجہ سے حرام ہوگئی ہیں امریکہ اور اس کے حواری کس قسم کے جہاد کو دہشت گردی سے تعبیر کررہے ہیں میرے مسلمان بھائیوں آج ہم چیخ رہے ہیں اور چلا رہے ہیں مر رہے ہیں اور کٹ رہے ہیں گونا گوں مسائل اور بحرانات کا شکار ہیں کیا کبھی ہم نے سنجیدہ طور پر سوچا بھی ہے کہ یہ مسائل اور مصائب کہاں سے آئے ہیں؟ یہ ذلت اور رسوائی کیوں؟ مسلمان ہر جگہ مظلوم کیوں؟ در در کے ٹھوکر کیوں کھا رہے ہیں؟

یاد رکھو ان تمام مسائل کے جہاں کئی اور اسباب ہیں وہیں ایک بڑا اور اہم سبب ترک جہاد بھی ہے کہ ہم نے آج جہاد کو ترک کر کے غیروں کی روش کو اختیار کیا ہے ہم نے جہاد سے کنارہ کشی اختیار کی ہوئی ہے۔

میرے محترم دوستوں اگر ہم اسی طرح جہاد سے پہلو تہی کرتے رہے اور خواب خرگوش سے بیدار نہ ہوئے تو یاد رکھنا یہ اہلِ مغرب اور اہل کفر ہمیں ایسے کچل ڈالیں گے اور ایسے ختم کردیں گے کہ ہماری داستان تک افسانوں میں نہ ملے گی اٹھو! بزدلی کا کشکول توڑ دو ایک ہی قوت بن کر میدان کارزار میں اتر کر اعلان کردو۔

نغمہ توحید کو کچھ اس انداز سے گاتے ہیں ہم
خرمنِ باطل پر گویا آگ برساتے ہیں ہم
رات کی تاریکیاں منزل پہ چھا سکتی نہیں
نور برساتے ہیں تارے جس طرف جاتے ہیں ہم

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

جہاد اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ...... اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: " وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ". وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ ". صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِيْمُ.

میرے انتہائی واجب الاحترام حضرات اساتذہ کرام اور میرے عزیز طالب علم بھائیو اور دوستو! "جہاد اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم" کے باہمی تعلق کے موضوع پر چند معروضات پیش کرنا چاہوں گا۔

عزیزانِ محترم! خلاقِ عالم نے جہاد جیسی مقدس عبادت کو احیاءِ خلافت اور نفاذِ دین کا، اسی طرح دفاعِ دین اور بقاءِ دین کا بنیادی ذریعہ اور ضامن بنایا ہے، اس قطعی اور محکم فریضے کے اولین مخاطب فیضانِ نبوت سے براہِ راست فیضیاب ہونے والے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔

جب رب وحدہٗ لاشریک کی طرف سے "فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا " کے ذریعہ معیارِ کمالِ ایمان بنا دیا گیا اور بارگاہِ رسالت سے بھی نبوت والی پاکیزہ زبان سے "اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ " کا واشگاف اعلان کر دیا گیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس امت کے لئے معیار اور کسوٹی ٹھہرائے گئے تو رب لم یزل کی حکمتِ بالغہ سے ان پاکیزہ نفوس کے جملہ اعمال و افعال ایسے اعلیٰ و ارفع درجے میں انجام پائے کہ

وہ امت کے لئے معیار و نمونہ بھی بنتے چلے گئے۔

فلھذا اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مضبوط جہادی نظریہ ہو یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جانی و مالی قربانی دے کر جہاد سے تعلق اور وابستگی کا اظہار کرنا ہو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صبر و عزیمت کی لازوال داستانیں ہوں یا احزاب کو منتشر کر دینے کی جہادی تدبیریں اور کاوشیں ہوں یا حیران کن حربی کارناموں اور فتوحات کا منظر ہو، جسم پر سجنے والے خوشبودار جہادی زخم ہوں یا میدانِ کارزار میں شہادت کا مرتبہ پانے کا والہانہ انداز، یاد رکھنا یہ سب کچھ نہ صرف تاریخ کا روشن باب ہیں، بلکہ قیامت کی صبح تک امتِ مسلمہ کے لئے معیار اور نمونہ ہیں۔

امت مسلمہ جب انقلاب کی راہوں پر چلنا چاہے گی، اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جہاد کے باہمی تعلق کو ضرور سمجھنا اور سانچۂ عمل میں ڈھالنا پڑے گا، ورنہ نفاذِ دین کی ہر کوشش بے سود ہوگی، ہر قربانی رائیگاں اور ہر عزم بے ثمر رہے گا۔

قرآن و حدیث اور تاریخ سے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جہاد کے باہمی تعلق اور ارتباط کی حقانیت اور عظمت کا درس ملتا ہے، ذرا توجہ کرنا! رب ذوالجلال اپنی لاریب کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں: ''وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ '' کہ تذکرۂ جہاد سے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سینوں میں قتال فی سبیل اللہ کی سچی آرزو مچلنے لگتی ہے، ارے ان کا ایمان تو جذبۂ جہاد سے ٹھاٹھیں مارتا ہوا وہ سمندر بن جاتا ہے جو اپنی طلاطم خیز موجوں کے ذریعے وقت کے دجالوں کو ملیامیٹ کرنے کے لئے مچل رہا ہو۔

ہاں! جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہادی یلغار کی برکت سے کفر پر زمین کو تنگ کر دیا اور کفر کی شان و شوکت اور حشمت بکھری تو کفر دنیا سے مٹتا چلا گیا، تب قرآن مقدس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ''اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ '' کا ایسا مبارک خطاب دیا جو قیامت کی صبح

تک کفر یہ نسلوں کا منہ چڑاتا رہے گا اور مسلمانوں کو دعوتِ عزیمت دیتا رہے گا۔

اسی طرح ایک اور مقام پر قرآن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حسین جذبات اور مضبوط نظریۂ جہاد کی منظر کشی کرتا ہے، ارشاد فرمایا: ''اَلَّذِیْنَ قَالَ لَھُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْھُمْ فَزَادَھُمْ اِیْمَاناً '' کہ وہ اپنے سینوں میں ایسا پختہ نظریۂ جہاد بساتے تھے کہ اتحادی افواج کے حملوں کی خبر پر خوف و مصلحت کا شکار ہوئے بغیر شوقِ شہادت سے مخمور ہو جاتے اور دشمن پر کاری ضرب بن کر ٹوٹ پڑتے، رب ذوالجلال سے ملاقات کے لئے سلسبیل وزنجبیل کی لذتیں لوٹنے کے لئے دیوانہ وار پھرا کرتے تھے، تب شاعر نے کیا خوب کہا:

یہ غازی تیرے پُراسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحراء و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بے گانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی
شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

میرے محترم سامعین! قرآنِ مقدس کے بعد احادیث کا ذخیرہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جہادی کارناموں سے لبریز و مزین نظر آتا ہے، بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تو پوری زندگی کا خلاصہ دو جملوں میں بند ہے، فرمایا: ''رُھْبَانٌ بِاللَّیْلِ وَفُرْسَانٌ بِالنَّھَارِ '' کہ راتوں

کو راھب ہوتے ہیں تو دن کو جنگی شاہسوار بھی ہوا کرتے تھے۔

ذرا دیکھیے! آقا ﷺ بدر میں اترتے ہیں تو ۳۱۳ شہادت کے متوالے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی گلشن اسلام کی بنیادوں میں اپنا لہو گرا کر اس کی آبیاری کرنے لئے بدر کی سرزمین کی طرف نکل پڑتے ہیں، وہاں معاذ و معوذ رضی اللہ عنہما بھی شوقِ شہادت کے جواں عزم کے ساتھ ننگی تلواریں لئے ابوجہل کی گردن کاٹنے نکل پڑتے ہیں، آقا ﷺ اُحد کے دامن میں پڑاؤ ڈالتے ہیں تو شہادت کے متوالے بھی ساتھ نظر آتے ہیں، سیّد الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہادت کا مرتبہ پا کر شوقِ شہادت کی قلبی پیاس بجھاتے ہیں، غسیل الملائکہ کا اعزاز حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا مقدر بنتا ہے۔

آقا ﷺ پیٹ پر دو، دو پتھر باندھ کر خندق کھود رہے ہیں اور فرما رہے ہیں:

اَللّٰھُمَّ لَوْ لَا اَنْتَ مَا ھْتَدَیْنَا

وَ لَا تَصَدَّقْنَا وَ لَا صَلَّیْنَا

فَاَنْزِلَنْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا

وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَیْنَا

اِنَّ الْاُولٰی قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا

اِذَا اَرَادُوْ فِتْنَۃً اَبَیْنَا

جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی پیٹ پر پتھر باندھ کر خندق کھودنے میں مصروف نظر آتے ہیں، پیغمبر ﷺ خیبر کی سرزمین پر پہنچ کر اعلان فرما رہے ہیں: ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ ! خَرِبَتْ خَیْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَۃِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ'' ہاں! اس مقام پر صحابہ رضی اللہ عنہم پیغمبر ﷺ کے ساتھ نظر آتے ہیں، آقا ﷺ حنین و تبوک کی طرف محو سفر ہیں، تب بھی صحابہ رضی اللہ عنہم ساتھ

نظر آتے ہیں، الغرض ہر میدان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں، اور

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا

عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

کے اعلانِ صدق و وفا کے ساتھ اس بات کا عزمِ مصمم رکھتے ہیں کہ اگر نبوت والی زبان سے سمندروں میں کود جانے کا حکم ملے تب بھی کر گزریں گے، بالآخر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہادی یلغار کی عظمت اور اپنے مقدس لہو کی برکت سے شہادتوں کی داستان کا ایسا گلشن سجا دیا ہے کہ جس کی شادابی سے تاریخ کے اوراق آج بھی سدا بہار نظر آ رہے ہیں اور مسلمانوں کا سر فخر سے بلند ہو چکا ہے۔

ذرا تاریخی اوراق پلٹ کر دیکھئے! تحریکِ نفاق و بغاوت اور فتنہ ارتداد کے بھڑکتے شعلوں سے مسلمانوں کا ایمان بچانے کے لئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کو اس کی دجالیت سمیت واصلِ جہنم کردیا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر کشی کی تو کفر کو ملیامیٹ کردیا، جہاد اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پوری آب و تاب کے ساتھ چلتے رہے، عرب کی سرزمین سے نکل کر عجم کے سینے پر پھیلے۔

ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ جہادی قوت سے شام، دمشق و عراق کی سرزمین کو روندتے چلتے گئے، روم و فارس کی حشمت تباہ و برباد کردی گئی، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رستمی طاقت کو کاٹ کر زمین بوس کردیا، افریقہ و یورپ کے در و دیوار پر اعلاء کلمۃ اللہ کی دستک سنائی گئی، جہادی قافلوں نے بحرِ اوقیانوس کی موجوں سے ٹکرا کر قبرص کے جزیروں کو اپنا مسکن بنایا، قسطنطنیہ کے دروازے بھی جہادی ضربوں سے توڑے گئے۔

الغرض ہر سمت عاشقانہ جانبازی اور والہانہ سرفروشی کا منظر نظر آتا ہے اور آج اس

فتنے اور دجالیت کے دور میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قدموں کی خاک پر قربان ہونے والے بہت سے فرزندانِ اسلام کفریہ طاغوتی طاقتوں سے ٹکرا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا روشن کردار زندہ کر چکے ہیں اور بدر واُحد کی تاریخ یاد دلا کر کفر کے علمبرداروں کو ڈنکے کی چوٹ پر یہ پیغام دے دینا چاہتے ہیں کہ:

آثار سے ماضی ہر سو عیاں ہمارا
ہر خطۂ زمین ہے افسانہ خواں ہمارا
گزرا ہے ایسا عہدِ زریں گزشتہ کس کا
ارے ثانی کوئی بندۂ تاریخ داں ہمارا
کمزور ہم کو ہرگز نہ سمجھے اہل باطل
اٹھے نہیں کہ پھر ہے سارا جہاں ہمارا

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اسلامی انقلاب اور جہاد

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ قَلَّبَنِیْ لِذِکْرِ حَبِیْبِهٖ فِی الْمَجَالِسِ وَالشُّکْرُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَرْسَلَهٗ لِاِظْهَارِ حَقِّهٖ فِی الْعَوَالِمِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَی الَّذِیْ اِشْتَهَرَ بَیْنَ الرُّسُلِ بِالْقَابِ صَاحِبِ السَّیْفِ وَرَسُوْلِ الْمَلَاحِمِ وَ قَسَّمَ بَیْنَهُمُ الْمَغَانِمَ...... اَمَّابَعْدُ: فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: "اِنْفِرُوْا خِفَافاً وَّثِقَالاً وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ". وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ.

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں ، نہ تدبیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

میرے انتہائی واجب الاحترام قابلِ صد تعظیم اساتذہ کرام اور میرے ہم سفر ساتھیو! آج میں جس موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں وہ ہے "اسلامی انقلاب اور جہاد" اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے سچ اور حق بات کہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔(آمین)

سامعینِ محترم! یہ بات تو روز روشن کی طرح واضح ہے، اس کو ہر کس و ناکس سمجھ سکتا ہے کہ جس طرح پھول کو خوشبو کی ضرورت ہے، چاند کو روشنی کی ضرورت ہے، سورج کو کرنوں کی ضرورت ہے، آنکھوں کو بصارت کی ضرورت ہے، کانوں کو سماعت کی ضرورت ہے، پلکوں کو جھپکنے کی ضرورت ہے، دلوں کو دھڑکن کی ضرورت ہے، بالکل اسی طرح خدا کی

زمین میں خدا کے نظام کی ضرورت ہے، اسلامی نظام کی ضرورت ہے، جس کے بغیر امن و امان کا قیام عدل و انصاف کا پیام، ظلم و جبر و تشدد کا اختتام، تمدن و ثقافتِ اسلامی کا اہتمام، مساوات و مدارات کا استحکام، اخوت و بھائی چارے کا انتظام، اسلامی ممالک کا انضمام مشکل ہی نہیں، بلکہ ناممکن ہے اور موجودہ وقت میں یہ انقلاب اور تبدیلی جہاد کے بغیر ممکن نہیں۔

میرے غیور مسلمانو! میں سیاست کی ضرورت سے انکار نہیں کرتا، میں وعظ و تقریر کی اہمیت سے انکار نہیں کرتا، میں دعاؤں اور اذکار کی عظمت سے انکار نہیں کرتا، میں اصلاح وارشاد کی فضیلت سے انکار نہیں کرتا، میں درس و تدریس کے ثمرات سے انکار نہیں کرتا، میں تصنیف و تالیف کی افادیت سے انکار نہیں کرتا۔

مگر میرے جیالے دوستو! جب بھی اس سرزمین میں عدل و انصاف کو بسایا گیا، اس گلشنِ ارض کو امن کا گہوارہ بنایا گیا، مظلوموں کی دادرسی کی گئی، انسانوں کو انسانوں کی عبادت سے روکا گیا اور اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام نافذ کیا گیا، اخوت اور بھائی چارہ کا درس دیا گیا تو ہر دور میں بعض سرکش و جابر لوگوں نے اس کی زور و شور سے مخالفت کی اور اس نظام کے نفاذ کے سامنے آڑ بن گئے "وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ" کا سماں عیاں کیا تو اس وقت اللہ جل جلالہٗ نے ان لوگوں کے دماغ درست کرنے کے لئے اور ان کی باطنی خباثت کو صاف کرنے کے لئے اور ان کے ناسور مرض کے علاج کے لئے اور ان کے غرور کو خاک میں ملانے کے لئے اور اپنے مظلوم بندوں کو ظالمانہ نظام سے خلاصی دلانے کے لئے جہاد جیسے انقلابی عمل کو فرض قرار دیا۔

قرآن عظیم نے بہانگِ دھل اعلان کیا: "كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ" یعنی تم پر قتال فرض کیا گیا اور کہیں فرمایا: "وَ قَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ" اور کہیں فرمایا "اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

تَعۡلَمُوۡنَ ‘‘اور کہیں فرمایا: ’’وَ قَاتِلُوۡهُمۡ حَتّٰى لَا تَكُوۡنَ فِتۡنَةٌ وَّيَكُوۡنَ الدِّيۡنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ‘‘اور جہاد کرتے رہو اللہ کے راستہ میں، حتیٰ کہ فتنہ ختم ہو جائے اور دین پورا کا پورا اللہ تعالیٰ کا ہو جائے۔

گرامی قدر احباب! توجہ فرمایئے! آج سے پندرہ صدیاں پہلے میرے آقا مدنی ﷺ نے جو انقلاب برپا کیا تھا، جب آپ اس کی گہرائی اور پس منظر میں غور وفکر کریں تو آپکو بدر و اُحد کے معرکے دکھائی دیں گے اور کہیں خندق و حُنین کی جنگیں نظر آئیں گی اور کہیں تبوک کے تپتے صحراء دکھائی دیں گی اور کہیں خیبر کے نخلستان نظر آئیں گے اور کہیں تلواروں کی سنسناہٹ اور تیروں کی سرسراہٹ سنائی دیں گے۔

اگر میری یہ بات درست ہے تو آپ کو بھی ماننا پڑے گا کہ جہاد کے بغیر اسلامی نظام ناممکن ہے، بلکہ میں واشگاف کہتا ہوں کہ اگر صرف وعظ و نصیحت سے انقلاب برپا ہو سکتا تو حضور ﷺ کے وعظ تمہارے وعظوں سے کہیں زیادہ مؤثر تھے، اگر صرف دعاؤں سے کفار کو شکست دی جا سکتی تو میرے مدنی آقا ﷺ کی دعائیں تمہاری دعاؤں سے کہیں زیادہ اثر رکھتی تھیں، حالانکہ آپ ﷺ نے صرف وعظ و نصیحت اور دعاؤں پر انحصار نہیں، بلکہ جہاد کے لئے میدان میں بھی تشریف لائے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ تیرا سالہ مدنی زندگی میں ستائیس مرتبہ بنفس نفیس میدان جنگ میں نظر آئے۔

نبی کی حیات مقدس کو دیکھو، ملے گی سراپا جہاد مسلسل
وفا کی صلابت میں فولادِ آہن، کرم کی لطافت میں رحمتِ مکمل

وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ

علم و جہاد

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ..... اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: "كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ" وَقَالَ تَعَالٰی فِيْ مَقَامٍ اٰخَرَ "هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ" وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ". صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ.

جہدِ مسلم وہ تیز طوفان ہے جو کہ روکے سے رُک نہیں سکتا
مسلمان کا سر کٹ تو سکتا ہے، جھکانے سے جھک نہیں سکتا

میرے بھائیو، عزیز طلباء ساتھیو! آپ جیسے علومِ نبوت کے ابحارِ زخار کے سامنے میں ایک طفلِ مکتب ہونے کی حیثیت سے چند معروضات گوش گزار کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، موضوعِ سخن "علم و جہاد" ہے جو کہ تمام موضوعات میں انتہائی اہمیت وانفرادیت کا حامل ہے، امام الانبیاء ﷺ کی حیاۃِ طیبہ کا اگر بنظرِ عمیق مطالعہ کیا جائے تو اس موضوع کے دونوں جزء آفتاب و ماہتاب بن کر میرے پیغمبر ﷺ کی حیاۃِ طیبہ کو آشکارا کرتے ہیں، حلقۂ رسالت کے متعلمین ان دونوں جزؤں سے مزین و آراستہ نظر آتے ہیں۔

جی ہاں! تاریخ اسلام کی ورق گردانی کرتے ہوئے اگر پیغمبر ﷺ ایک معلم انسانیت کی حیثیت سے مسجد نبوی کے صحن میں اپنی مسندِ تدریس پر رونق افروز نظر آتے ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم بلاتفریق زانوئے تلمذ طے کرتے نظر آتے ہیں، دوسری جانب وہی پیغمبر ﷺ وہی صحابہ رضی اللہ عنہم علمِ جہاد تھام کر بدر و اُحد کے میدانوں کو، حُنین و تبوک کے میدانوں کو، خیبر و

خندق کے میدانوں کو اپنے مقدس خون سے آراستہ کر کے گویا اعلان کرتے ہیں:

ہمارا خون حاضر ہے وفا کے نام پر
ہم جان بھی دے دیں گے خدا کے نام پر

میرے بھائیو! علم کی فضیلت و منقبت کا انکار نہیں کیا جاسکتا، لیکن چند خصوصیات ایسی ہیں، چند کمالات و صفات ایسی ہیں جو مجاھد کو تمام نسلِ انسانی سے ممتاز کرتی ہیں، میں آج انہیں خصوصیات کو ملحوظِ نظر رکھ کر ایک مجاھد اور اہلِ علم کا موازنہ کرنا چاہتا ہوں، علوم نبوت کے چشمے دنیا میں بہت پھوٹے ہیں، جن سے مختلف طبقاتِ انسانی نے جنم لیا، ایک طرف فقہاء کا لشکر ہے تو دوسری طرف محدثین کا گروہ اور جماعت ہے، ایک طرف اسماء الرجال کی جماعت ہے تو دوسری طرف محققین کا گروہ ہے۔

ان تمام تر طبقات میں سے کوئی شخص دنیا سے وصال کر جائے، آپ کہہ سکتے ہیں فلاں عالمِ دین کا انتقال ہوا ہے، فلاں فقیہ فوت ہو گئے ہیں، قرآن آپ کو فوت کہنے سے منع نہیں کرے گا، لیکن جب باری عَلَم جہاد بلند کرنے والے کی آتی ہے، پھر حکم خداوندی آجاتا ہے: ''وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْیَآءٌ '' خبردار! راہِ خدا میں جان دینے والے کو مردہ نہ کہنا ''بَلْ أَحْیَآءٌ'' بلکہ وہ تو زندہ ہیں اور ایسی کامل و اکمل حیاۃ سے سرفراز ہیں کہ پوری دنیا کی عقلیں جمع کرلو، پوری دنیا کا علم جمع کرلو، پوری دنیا کا شعور و فہم جمع کرلو''وَلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ'' تم شہیدوں کی زندگی کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

میرے بھائیو! علم کی فضیلت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ جس کا چاہنے والا راہِ خداوندی کا مُسافر کہلاتا ہے، آقا ﷺ فرماتے ہیں: ''مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ حَتّٰی یَرْجِعَ '' جو علم کی طلب میں نکلا وہ واپسی تک اللہ کے راستے میں

ہے، اہل علم جانتے ہیں ''حتی '' کا لفظ غایت کے لئے ہوتا ہے، مابعد کا ماقبل سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، مطلب یہ ہوا کہ جب وہ واپس لوٹنے کا ارادہ کر لے، راہِ خداوندی کی تمام برکات وفضائل، اجروثواب بھی رک جاتا ہے، لیکن میں قربان جاؤں سفر جہاد پر نکلنے والے مجاہد کی عظمت پرآقا ﷺ فرماتے ہیں۔ ''قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ '' صرف دو الفاظ میں مجاہد کی عظمت سمجھا دی ہے، ''قَفْلَةٌ '' کا معنی سفر سے گھر واپس لوٹ آنا، مطلب یہ ہے کہ جس طرح مجاہد کا میدان جہاد میں کھڑا رہنا اجروثواب کا باعث بنتا ہے، اپنے بچوں میں لوٹ آنا بھی اجروثواب کا باعث بنتا ہے۔

میرے بھائیو! شریعتِ مطہرہ کے جس قدر احکاماتِ بینات ہیں، سب کی بنیاد علم ہی پر ہے، قرآن کے سمجھنے کی بنیاد علم ہے، حدیث کے سمجھنے کی بنیاد علم ہے، فقہ وقیاس کی بنیاد علم ہے، اسی فقہ کا ایک اصول اور ضابطہ ہے، ایک قاعدہ وقانون ہے کہ نماز کے دوران ایک رکن کے بقدر کوئی پاؤں اٹھالے تو نماز فاسد ہے، فقیہ پاؤں اٹھائے نماز فاسد ہے، عالم پاؤں اٹھائے نماز فاسد ہے، محدث ومحقق پاؤں اٹھائے نماز فاسد ہے، لیکن جب باری راہ حق میں جان کا نذرانہ پیش کرنے والے مجاہد کی آتی ہے، تو قانون بدل جاتا ہے، اصول وضابطہ بدل جاتا ہے۔

فقہ کی کتابیں اٹھا کر دیکھ لیجئے! اور مجاہد کی نماز کا امتیاز دیکھئے!: ''وَقَفَ الْإِمَامُ طَائِفَةً بِإِزَاءِ الْعَدُوِّ وَصَلَّى رَكْعَةً بِطَائِفَةٍ أُخْرَى '' امیر جہاد دو گروہ بنائے، ایک امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے، چلا جائے، دوسرا آجائے، ایک رکعت پڑھ کے چلا جائے، پہلا آجائے، دیکھئے تو سہی فقیہ کا نماز میں پاؤں اُٹھانا قبول نہیں، عالم کا نماز میں پاؤں اٹھانا قبول نہیں، کسی محدث ومحقق کا پاؤں اُٹھانا قبول نہیں ہے، مجاہد کا میدان میں آنا جانا بھی قبول ہے۔

میرے بھائیو! آج ستم ظریفی کی انتہاء ہے، طعن وتشنیع کی انتہاء ہے کہ آج علم

و جہاد میں ایک بُعد اور دوری پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، انہیں دو متضاد چیزیں باور کرانے کی سعی کی جارہی ہے، انہیں ایک دوسرے کے منافی ہونا قرار دیا جارہا ہے، دنیادار ایک ڈاکٹر کئی سالوں تک سائنس کا علم حاصل کرکے جب تھیٹر روم میں آپریشن کی غرض سے مریض کا سینہ چاک کرتا ہے، تو دنیا کا کوئی شخص اسے سفاک قرار نہیں دیتا، ظالم قرار نہیں دیتا ہے، اس کے آپریشن کو اس کے علم کے منافی نہیں سمجھتا، سب کو پتہ ہے یہ جان بچانے کے لئے کررہا ہے، مٹانے کے لئے نہیں۔

اگر ایک آدمی کی جان کی خاطر آپریشن کرنا ڈاکٹر کے علم کے منافی نہیں ہے تو پھر میدانِ جہاد میں پوری انسانیت کی جان بچانے کے لئے مجاہد کا تلوار لہرانا بھی علم کے منافی نہیں ہے، جس طرح ڈاکٹر آپریشن کرکے محسن انسان ہے، تو پھر مجاہد بھی اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر محسن انسانیت ہے، جس طرح ڈاکٹر ظالم وسفاک نہیں ہے، مجاہد کو بھی ظالم نہیں کہا جاسکتا ہے۔

میرے بھائیو! دین اسلام کے چار اصول ہیں: ''قرآن وحدیث، اجماع و قیاس'' میں نے چاروں اصولوں سے یہ بات سمجھائی ہے کہ جس طرح علم کی فضیلت قرآن سے ثابت ہے، جہاد کی فضیلت بھی قرآن سے ثابت ہے، جس طرح علم کی فضیلت حدیث، اجماع اور قیاس سے ثابت ہے، جہاد کی عظمت بھی حدیث و اجماع اور قیاس سے ثابت ہے۔

اگر علم آئیڈیا ہے، جہاد اس کی پریکٹس ہے، اگر علم بدن ہے تو جہاد اس کی روح ہے، اگر علم اُجالا ہے تو جہاد اس کی راحت ہے، اگر علم حق ہے تو جہاد اس کا پرچار ہے اور اسی پرچار کے لئے اپنا لہو بہا کر یہ اعلان کرنا پڑے گا:

زورِ بازو آزما شکوہ نہ کر صیّاد سے
آج تک کوئی قفس ٹوٹا نہیں فریاد سے

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

علم و جہاد

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ...... اَمَّا بَعْدُ:
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: "اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ". وَقَالَ صَاحِبُ الْعِلْمِ وَالسَّيْفِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ". صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ.

ہم روک رہے ہیں باطل کو کوئی آئے ہمارے ساتھ چلے
یہ رستہ جنّت جاتا ہے جو چاہے ہمارے ساتھ چلے

میرے واجب الاحترام عزیز ساتھیو! علم و جہاد سے مزیّن ومعنون موضوع پر جسارتِ سخن کر رہا ہوں، ادوارِ کائنات کے مختلف زمانوں میں یہ دونوں پہلو انبیاء علیہم السلام کی حیاۃ بابرکات سے عیاں نظر آتے ہیں جن کی انتہائے تکمیل سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ طیبہ پر ہو جاتی ہے، ہر صاحب عقل وخرد اور نظرِ عمیق رکھنے والا شخص بخوبی جانتا ہے کہ سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لگائے ہوئے حلقے کبھی تو بغرضِ درس وتدریس صحنِ مسجدِ نبوی کو رونق بخشتے نظر آتے ہیں اور کبھی یہی حلقے میدانِ کارزار میں احقاقِ حق وابطالِ باطل کے لئے سینہ سپر ہو کر صفوں میں بدل جاتے ہیں اور جرأت واستقامت کی وہ مثال دیتے ہیں کہ رب کا قرآن بھی پکار اُٹھتا ہے: "اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ" یہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح صفیں بنا کر درسگاہِ نبوت کے تعلیم یافتگان اپنے علم پر عمل کرنے میدان جہاد میں آتے ہیں۔

اگر صحنِ مسجد میں علم کے حلقے لگائیں تو ملائکِ آسمان ان پر رحمت و سکائن کے پھول برساتے ہیں، اگر میدانِ جہاد میں صفیں بنائیں تو رب محبت کی بارش کر کے اپنے جوارِ رحمت میں محبوب بنانے کا اعلان کر دیتا ہے۔

میرے عزیز ساتھیو! علم و جہاد کے دو الفاظ حیاۃ نبویہ کے عظیم شاہکار ہیں، تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ امت کی بقاء کا راز انہیں دو الفاظ میں مضمر ہے، اگر ایمان کی حفاظت کرنی ہے تو علم نبوت کو ڈھال بنانا پڑے گا، اگر جان کی حفاظت کرنی ہے تو علَم جہاد لہرانا پڑے گا: ''أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوْا '' جہاد کی حکمت و علت یہ ہے کہ جب ظلم سر چڑھ کر بولنے لگے۔

جب رحم و کرم کے تمام نقوش مفقود ہو کر رہ جائیں، جب عزت و آبرو کی چادریں تار تار ہونے لگیں تو پھر صحنِ نبوی میں علم و حکمت کے تشنگان کو ہاتھ میں تلواریں لے کر اس ظلم کا قلع قمع کرنے کے لئے بدر و اُحد برپا کرنا پڑے گا، حنین وتبوک کے میدانوں کو پار کرنا پڑے گا، خیبر و یرموک کے ذرّات کو اپنے لہو سے مزیّن کر کے دنیا کو بتانا پڑے گا، صرف درس و تدریس سے ظلم کا خاتمہ کرنا ہوتا تو بدر و اُحد کا معرکہ برپا نہ کرنا پڑتا، اگر صرف علومِ نبویہ وراثت پیغمبرؑ ہوتے تو یمامہ کے میدانوں میں ناموسِ رسالت کی خاطر ۱۲۰۰ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانیں دینے کی ضرورت نہ پڑتی، عشقِ نبوت کا حق ادا کرنا ہے تو آؤ! برسرِ میدان اعلان کر دو:

مسجد میں نہ مندر میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں
نمازِ عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں

میرے عزیز ساتھیو! دورِ حاضر میں ستم ظریفی کی انتہاء ہے کہ علم و جہاد کو ایک

مغایر چیز تصور کیا جارہا ہے، دونوں میں ایک بُعد پیدا کیا جارہا ہے، پھر خیر ابھی ایک سوال ہے، علوم نبویہ کی درس و تدریس کے تمام مراکز میں بخاری بھی پڑھائی جاتی ہے، مسلم بھی پڑھائی جاتی ہے، ترمذی بھی پڑھائی جاتی ہے، ابوداؤد بھی پڑھائی جاتی ہے، نسائی شریف بھی پڑھائی جاتی ہے، سُنن ابن ماجہ بھی پڑھائی جاتی ہے۔

اگر میدان جہاد میں تلوار لہرانا تحصیل علم کے منافی ہوتا تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو جہاد کے ۲۴۱ باب باندھنے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر جہاد علم کے مغایر ہوتا تو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کو ۱۰۰ اباب باندھنے کی کیا ضرورت تھی؟ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کو ۷۶ ا باب باندھنے کی کیا ضرورت تھی؟ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کو ۱۱۵ ابواب باندھنے کی کیا ضرورت تھی؟ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کو ۴۸ باب باندھنے کی کیا ضرورت تھی؟ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کو ۴۶ ابواب باندھنے کی کیا ضرورت تھی؟۔

ان تمام ائمہ ؒ نے یہ ابواب باندھ کر دنیا پر واضح کر دیا ہے کہ وراثتِ پیغمبر ؑ اگر تبلیغ کا نام ہے، وراثتِ پیغمبر ؑ اگر تصوُّف کا نام ہے، وراثتِ پیغمبر ؑ اگر حصولِ علمِ دین کا نام ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ بدر واحد کا معرکہ برپا کرنا بھی پیغمبر کی وراثت ہے، حُنین و تبوک کو عبور کرنا بھی پیغمبر کی وراثت ہے، جسم و بدن کو لہولہان کرانا بھی پیغمبر کی وراثت ہے تو دنیا کو بتادو:

خون حاضر وفا کے نام پر جان دے دو خدا کے نام پر
جیسے طائر ہو قفس میں مضطرب روح پھڑکی یوں قضا کے نام پر

میرے عزیز ساتھیو! بات چلتی ہوئی آتی ہے، ہندوستان پر انگریزی سامراج کا تسلّط ہوتا ہے، اہلِ ہند کا ایمان و جان دشمنانِ دین کی چال میں ڈھلتی نظر آتی ہے، حجۃ الاسلام مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اسی علم و جہاد کو لے کر مقابلہ کرتے ہیں، جی ہاں! اساسِ علم کی

گواہی اگر دارالعلوم دیوبند کے در و دیوار دیتے ہیں تو اساسِ جہاد کی گواہی شاملی کے ذرّات دیتے ہیں، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مسلکِ دیوبند میں صفحہ: ۹۰ پر تحریر فرماتے ہیں: ''دارالعلوم دیوبند میں فنِ سپاہ گری کا شعبہ قائم ہوتا ہے، جس میں جہاد کی تعلیم و تمرین کے استادر کھے جاتے ہیں، جب استخلاصِ وطن کی تحریک اُٹھتی ہے تو لاکھوں منتسبین دیوبند اپنے اپنے رنگ میں کام کرتے نظر آتے ہیں''۔

میرے بھائیو! آج بھی اگر ظلم انتہاء کو پہنچ جائے، احکاماتِ الٰہیہ کی دھجیاں اڑا دی جائیں، شراب نوشی کی محفلیں سرِ عام سجنے لگیں تو پھر اسلام آباد میں غازی برادران صدائے حق بلند کر کے وراثتِ نبوّت کا حق ادا کرتے ہیں اور دنیائے کفر میں زلزلہ برپا کر کے اعلان کرتے ہیں:

اُٹھو اہلِ حق! اہلِ باطل سے ٹکرانے کا موسم ہے
مکانِ کفر کی بنیاد کو ڈھانے کا موسم ہے
خدا پر ایک دن میں جان دی ستر صحابہؓ نے
اثر اس داستاں کو پھر سے دُہرانے کا موسم ہے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

علم و جہاد

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ...... اَمَّابَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ،بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: "يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ". وَفِيْ مَقَامٍ اٰخَرَ: "وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ أَجْراً عَظِيْماً،دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً" وَقَالَ صَاحِبُ الْعِلْمِ وَالْجِهَادِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً" وَفِيْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى "بُعِثْتُ مَرْحَمَةً وَّمَلْحَمَةً". صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ.

نکل کر جو مکتب سے تو میدان کارزار آیا
نکل کر منبروں سے دیں پھر دشت و کوہسار آیا
کیا تھا جو حاصل علم عمل ہوا میدان میں
جہانِ فانی میں عجب پھر دین پہ نکھار آیا

میرے قابل صد تکریم معزز ساتھیو! آج کے اس منعقد کردہ عظیم الشان پروقار تقریری مقابلہ میں "علم و جہاد" کے وسیع و عمیق موضوع پر جسارتِ سخن وشرفِ ہم کلامی حاصل کررہا ہوں۔

اگر آپ بگوشۂ چشم بصیرۃ بنظرِ عمیق مطالعہ فرمائیں تو علم و جہاد انسانیت کی بقاء حیات کا پہلا متقضی نظرآتا ہے، اگر باطنی وقلبی امراض کے لئے علم ایک نسخۂ کیمیا کی حیثیت رکھتا ہے تو ظاہری و بدنی امراض کے لئے جہاد ایک آبِ حیاۃ کی حیثیت رکھتا ہے، اگر

''اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً'' کہ کر امراضِ قلبی وباطنی سے نجات دلائی جاتی ہے تو ''بُعِثْتُ مَرْحَمَةً وَّمَلْحَمَةً'' کہ کر امراضِ ظاہریہ وبدنیہ کو نیست ونابود کیا جارہا ہے۔

بنظرِ غائر اوراق کی ورق گردانی کیجئے، اگر ایک طرف صحنِ مسجدِ نبوی میں حلقۂ رسالت اسرار ومعارف، علوم وحِکَم سے آراستہ وپیراستہ نظر آتا ہے، تشنگانِ علوم نبوت جب اپنے فہم وادراک سے علم وحکمت کو جذب کرتے ہیں تو حالات کے تغیرات وتبدلات، گردشِ لیل ونہار، حالات کا اتار چڑھاؤ، بھوک وافلاس کا غلبہ ان کے حوصلے نہ توڑ سکا، مکتبِ نبوی کا ایک ایک طالب جہاں فہم وفراست، تفقہ وتدبر سے مزین ومنور نظر آتا ہے، وہاں وہی طالب علم بہادری وشجاعت، جانثاری وجوانمردی کے جوہر سے لیس نظر آتا ہے اور بزبان حال اعلان کرتا ہے:

زورِ بازو آزما شکوہ نہ کر صیاد سے
کوئی قفس ٹوٹا نہیں آج تک فریاد سے

میرے بھائیو! علم وجہاد کی انفرادیت وافادیت ایک مسلم امر ہے، اگر حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم حلقۂ رسالت میں زانوئے تلمذ طے کر کے علوم نبویہ سے سرفراز ہوں تو رب کائنات کہتا ہے: ''یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ'' یعنی ایمان وعلم رفعتِ درجات کا سبب بنے گا، اگر یہی حلقۂ رسالت میدان کارزار میں لگتا ہے تو میں نے قرآن سے پوچھ لیا کہ یہاں انہیں عشق ووفا سے کیا ملے گا؟ قرآن کہتا ہے: ''فَضَّلَ اللّٰہُ الْمُجَاھِدِیْنَ عَلَی الْقَاعِدِیْنَ أَجْراً عَظِیْماً، دَرَجَاتٍ مِّنْہُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً'' یہاں انہیں برتری حاصل ہوگی، میدانِ کارزار میں رب کائنات پانچ انعامات سے نوازے گا، پہلا: ''فَضَّلَ اللّٰہُ'' رب کائنات انہیں فضیلت دے گا، دوسرا: ''أَجْراً

عَظِيماً " دوسرا انعام اجرِ عظیم ملے گا، تیسرا: " دَرَجَاتٍ مِّنْهُ " رب ان کے درجے بلند کرے گا، چوتھا: " وَمَغْفِرَةً " خطاوگناہ معاف ہو جائیں گے، پانچواں: " وَرَحْمَةً " رب کی رحمت برسے گی۔

صاحب روح المعانیؒ نقل کرتے ہیں: آقاءِ دو جہاں ﷺ فرماتے ہیں: " وَأُخْرىٰ يَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا الْعَبْدَ مِائَةَ دَرَجَةٍ " جہاد سے سو درجے بلند ہوتے ہیں: " مَابَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَابَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ " دو درجوں کا فاصلہ آسمان وزمین کے برابر ہے۔ " وَالَّذِيْنَ أُوْتُوْا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ " میں اگر رفعتِ علوم نبوت کا ذکر ہے تو " دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً " میں رفعت جہاد کا تذکرہ ہے۔

میرے دوستو! " لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ " کے معیار پر پورا اترنا ہے تو حیاۃ صحابہؓ کو پرکھ کر دیکھ لو کہ اگر بے سروسامانی کی حالت میں حلقۂ رسالت سے تشنگانِ علوم نبوت اپنی پیاس بجھاتے ہیں، فقر وفاقہ کی زندگی گزار کر تحصیلِ علم سے آشنا ہوتے ہیں تو اسی بے سروسامانی کی حالت میں میدان جہاد میں کود پڑتے ہیں، آیت " وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ " اس بے سروسامانی و بے بسی کا نقشہ پیش کرتی ہے۔

فقر وفاقہ کی حالت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جہاں پیغمبر علیہ السلام کے چہرۂ اقدس کے سامنے ۵۳۷۴ احادیث روایت کرتے ہیں، حلقۂ رسالت میں فہم حدیث وتفقہ فی الدین کے امام بنتے ہیں، وہاں غزوۂ خیبر میں جوانمردی کے وہ جوہر دکھاتے ہیں کہ تمام عقول انسانی اس کا ادراک نہیں کرسکتیں، ایک ادنی غلام حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ علوم نبویہ کے حصول میں لگتے ہیں تو تفقہ فی الدین کے امام کہلاتے ہیں، وہی عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ تلوار

ہاتھ میں لے کر تجدیدِ عشق وفاء کی پاسداری کرتے نظر آتے ہیں، کیونکہ آقا ﷺ نے فرمادیا: ''أَنَا الضَّحُوکُ وَالْقِتَالُ'' بدری صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ سن کر تمام اطراف عالم میں علم جہاد بلند کر کے بتادیا:

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں بھی دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

میرے بھائیو! گردشِ تاریخ رواں دواں رہی، ہر دور میں علم و جہاد انسدادِ جہالت وفساد میں مؤثر نظر آتا ہے، جب ہندوستان میں لارڈ میکالے نے ظلمات وفسادات کے جھنڈے گاڑھ دیئے تو پھر منتسبین دیوبند نے علم و جہاد میں تطبیق کی وہ مثال قائم کی ہے کہ جب حکمران ظلمت وفساد کی آغوش میں چلے جائیں، اور مسلمانوں کا دین وایمان دشمن کا ہدف بن جائے، ماؤں کی ممتا لوٹی جارہی ہو، بیٹیوں، بہنوں کی چادریں بر سرِ راہ تار تار ہونے لگیں، پھر اہلِ علم پر فرض بنتا ہے کہ وہ علمِ جہاد بلند کر کے وراثتِ نبوت کی پاسداری کر کے اغیار کو یہ بتلادیں:

واقف تو ہیں اس راز سے یہ دار و رسن بھی
ہر دور میں تکمیلِ وفا ہم سے ہوئی ہے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

مقامِ مجاهد

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِالرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِيَاءِ...... اَمَّابَعْدُ: فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: "فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً" وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ". صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ.

میرے انتہائی معزز و مکرم اساتذۂ کرام وطلباء عظام! میں آج کے اس تقریری مقابلہ میں چند معروضات آپ کے گوش گزار کرنا چاہوں گا، دنیا کے اندر جب تک مسلمان کتاب الطهارة ، کتاب الصلوٰة و کتاب الزکوٰة و الصوم کی طرح کتاب السیر و الجهاد پر عمل پیرا تھے، پوری دنیا میں ان کا تسلّط وغلبہ، رعب ودبدبہ نمایاں طور پر نظر آتا ہے، لیکن جب سے اس کتاب کو پس پشت ڈال دیا گیا، پوری دنیا میں ظلم و بربریت کا نشانہ بنتے چلے جاتے ہیں، جس کی نوبت آج علماء حق کی شہادت اور سولہ کروڑ عوام کی موجودگی میں دینی مدارس ومساجد کے تقدس پامال ہونے تک پہنچ چکی ہے، علم وعلماء کی فضیلت اپنی جگہ مسلّم ہے، لیکن آج "فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً" کی روشنی میں ایک مجاہد کا موازنہ کرنا چاہتا ہوں۔

میرے دوستو! ایک بڑے سے بڑا عالم فوت ہو جائے، فقیہ فوت ہو جائے، آپ کہہ سکتے ہیں: فلاں عالم فوت ہو گئے، فلاں فقیہ فوت ہو گئے، شریعت آپ کو لفظ فوت

کہنے سے منع نہیں کرتی ،لیکن جب باری مجاہد کی آتی ہے تو ایک قانون بن گیا،ایک دستور بن گیا''وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ'' کہ شہید کو مردہ مت کہنا، بلکہ وہ زندہ ہے، میں نے قرآن سے سوال کیا،اے قرآن! بات سمجھ نہ آئی ،عالم فوت ہوتا ہے،اس کے تمام اعضاء اس کے جسم کے ساتھ لگے ہیں،فقیہ کے پورے اعضاء مکمل ہیں ،اسے پھر بھی فوت کہہ سکتے ہیں اور یہ مجاہد ہے،،جس کے اعضاء بھی میدان کارزار میں بکھرے پڑے ہیں،بدن کا ایک ایک حصہ جدا کر دیا گیا ہے،یہ پھر بھی زندہ ہے، یہ کیسے؟ قرآن جواب دیتا ہے،ہاں! یہ شہید زندہ ہے:''لَا تَشْعُرُوْنَ'' تم نہیں سمجھ سکتے، مجاہد کو جو حیات کامل حاصل ہے،دنیا کا کوئی شخص اس کی زندگی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

میرے دوستو! خالق کائنات کی طرف سے جو احکامات مسلمانوں پر لاگو ہوئے ہیں،تمام مسلمانوں پر ان کی پاسداری کرنا،ان پر عمل کرنا لازم ہے اور تمام مسلمان ان پر عمل کرنے میں یکساں ہیں،ان احکامات میں سے سب سے اہم نماز ہے،نماز میں ایک دستور ہے کہ کوئی قبلہ رخ سے پھر جائے ،اس کی نماز فاسد ہے،ایک رکن کے بقدر پاؤں اٹھا لے، اس کی نماز فاسد ہے،یہ حکم تمام مسلمانوں کے لئے ہے،لیکن جب باری مجاہد کی آتی ہے تو دستور بدل گیا،قانون بدل گیا،منشور بدل گیا،آپ نے قدوری میں،کنز الدقائق میں پڑھا ہوگا،دنیا کی کوئی فقہ کی کتاب اٹھا کر دیکھ لیجئے،میدان جہاد میں''وَقَفَ الْاِمَامُ طَائِفَةً بِاِزَاءِ الْعَدُوِّ وَصَلّٰى بِطَائِفَةٍ رَكْعَةً وَمَضَتْ هٰذِهٖ اِلَى الْعَدُوِّ وَجَاءَ تِلْكَ الْاُخْرٰى ''(کنز الدقائق) امام دو دستے بنائے گا،ایک دشمن کے مقابلے میں ہو،ایک دستے کو ایک رکعت پڑھائے ، وہ چلا جائے ، دوسرا آجائے ،اس کو ایک رکعت پڑھائے ، وہ چلا جائے ، پہلا آجائے ،یہ آنے جانے کے باوجود نماز میں کہلائے گا،عام مسلمان کا نماز میں

پاؤں اٹھانا قبول نہیں ہے، اور مجاہد کا میدان میں آنا جانا بھی قبول ہے۔

میرے بھائیو! یہ دنیا دار العمل ہے، آخرت دار الجزاء ہے، دنیا کے اندر کوئی بڑا عالم کیوں نہ ہو، کوئی بڑا فقیہ کیوں نہ ہو، کوئی عام مسلمان کیوں نہ ہو، دنیا میں اس کی جنت کی کوئی ضمانت نہیں، آخرت میں جا کر ہی وہ جنت میں جائے گا، لیکن مجاہد کو دیکھو، میرے آقا ﷺ فرماتے ہیں: "اِعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ" جنت تلواروں کے سائے تلے ہے، عام مسلمان قیامت کے دن جنت میں جائے گا، مجاہد دنیا میں تلواروں کے سائے تلے جنت میں گھوم رہا ہوتا ہے۔

میرے عزیز ساتھیو! یہی تو وہ انعامات واحسانات ہیں مجاہد پر کہ مجاہد جب شہید ہوتا ہے تو ہنستا کھیلتا مسکراتا ہوا اپنے رب کے حضور حاضر ہوتا ہے، آپ نے اخبارات ورسائل میں اکثر مجاہد کی تصویر دیکھی ہوگی، شہادت کے وقت اس کے چہرے پر مسکراہٹ ہوا کرتی ہے، جس کی زندہ مثال مجاہدِ وقت غازی عبد الرشید شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تصویر دیکھ لیجئے، چہرے پر مسکراہٹ نمایاں نظر آتی ہے، آخر وجہ کیا ہے؟ شہید مسکراتا کیوں ہے؟ آپ بارھواں پارہ کھولئے، جب زلیخہ نے عورتوں کے ہاتھوں میں پھل دیئے، چھریاں دیں، حضرت یوسف علیہ السلام کو لے کر آئی، جب عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا، قرآن کہتا ہے: "فَلَمَّا رَأَيْنَهٗ أَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ" یوسف علیہ السلام کے حسن کو دیکھ کر انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے، لیکن انہیں حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن دیکھنے کی وجہ سے ہاتھ کٹنے کا درد نہ ہوا، ارے مجاہد جب شہید ہوتا ہے، وہ یوسف کو حسن دینے والے رب کے حسن کو دیکھ رہا ہوتا ہے، اسے کیا پتہ کہ مجھے گولی کہاں لگی ہے؟

میرے دوستو! میں انتہائی ادب کے ساتھ ایک سوال کرنا چاہتا ہوں، آج یہ

عظیم آواز منبر ومحراب سے لگنا کیوں بند ہو چکی ہے؟ مجھے جواب دیا جاتا ہے، ہماری قوت کمزور ہے، ہماری طاقت کمزور ہے، پھر میں سوال کروں گا، اگر کامیابی کا دار و مدار قوت و طاقت پر ہے تو اس آیت کا کیا مطلب ہے؟ ''وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ'' بدر میں قوت وطاقت نہ تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے مدد کر کے دکھائی ہے۔

اگر مال کی کثرت، قوت وطاقت کی کثرت سے ہی فتح ہوتی ہے تو اس آیت کا کیا مطلب ہے؟ ''لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا'' یوم حنین میں مال کی کثرت تھی، طاقت کی کثرت تھی، لیکن اس کے باوجود شکست ہو جاتی ہے، معلوم ہوا فتح وشکست کا دار و مدار قوتِ مالیہ پر نہیں، قوتِ ایمانیہ پر ہے، دل میں ایمان مضبوط ہو، دنیا کی کوئی طاقت ایمان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

تو آج بھی وقت ہے ایمان کو مضبوط کر کے میدان کارزار میں کود جائیں اور شہادت کے مرتبے سے سرفراز ہو کر اس شعر کا مصداق بن جائیں:

شہید کا ہے مقام کیا ، افق کے اس پار جا کے دیکھو
حیاتِ تازہ کے کیا مزے ہیں ، ذرا یہ گردن کٹا کے دیکھو

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

جہاد فی سبیل اللہ

الحمدللہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی ،امابعد! اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ وَمَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ"وقال النبی ﷺ لَغَدْوَۃٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْرَوْحَۃٌ خَیْرٌمِّنَ الدُّنْیَاوَمَافِیْھَااَوْکَمَاقَالَ علیہ الصلوۃ والسلام. صدق اللہ العظیم صدق رسولہ النبی الکریم.

سوچا ہے کفیل اب کچھ بھی ہو ہر حال میں اپنا حق لینگے
عزت سے جئے تو جی لیں گے یا جام شہادت پی لیں گے
یہ بات عیاں ہے دنیا پر ہم پھول بھی ہیں تلوار بھی ہیں
یا بزم جہاں مہکا ئیں گے یا خون میں نہا کر دم لیں گے

نہایت ہی واجب الاحترام اساتذہ کرام، معزز مہمانوں اور میرے بزمِ شامزئی کے غیور نوجوانو!

آج میں آپ حضرات کے سامنے جہاد فی سبیل اللہ کے عنوان پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں سب سے پہلے مجھے اور آپ حضرات کو جاننا چاہئے کہ جہاد کسے کہتے ہیں اور جہاد کا کیا حکم ہے اور ہمیں جہاد کس سے کرنا ہے اور کب تک جہاد کرنا ہے اور جہاد نہ کرنے پر کیا نقصان ہوگا اور جہاد کے کیا کیا فضائل ہیں؟

معزز سامعین! جہاد لغت میں مشقت تکلیف برداشت کرنے کو کہتے ہیں "اَلْجِھَادُ بِکَسْرِ الْجِیْمِ اَصْلُہٗ لُغَۃً ھُوَالْمَشَقَّۃُ وَشَرْعًابَذْلُ الْجُھْدِفِیْ قِتَالِ الْکُفَّارِ "شرعاً جہاد اس کو کہتے ہیں کہ اپنی پوری طاقت اور صلاحیتوں کو کفار کے مقابلے میں خرچ کرنے کا نام جہاد ہے اگر معاشرے میں برائیاں پھیل جائیں جس سے مسلمانوں کو اور اسلام کو نقصان پہنچ رہا ہو تو اس وقت کوئی عالم دین ان برائیوں کے خلاف تقریر کرتا ہو۔ جس سے یہ برائیاں ختم

ہو جائیں تو یہ بھی جہاد ہے اور اس جہاد کو جہاد باللسان کہتے ہیں۔ اگر عالم دین کی تقریر سے برائیاں ختم نہ ہوں تو وہ قلم اٹھا کر ان برائیوں کے خلاف تحریر شروع کرتا ہے جس کی وجہ سے اگر یہ برائیاں ختم ہو جائیں تو یہ جہاد بالقلم ہے۔ اگر ان تمام کوششوں کے باوجود معاشرے کی برائیاں ختم ہونے کے بجائے پھیل جائیں تو اس وقت تلوار ہاتھ میں لیکر میدانِ کارزار میں اتر کر ان برائی پھیلانے والوں کے خلاف لڑنے کا نام جہاد فی سبیل اللہ ہے۔
اگر مسلمان اپنی دفاع کیلئے جہاد کریں تو اس وقت جہاد فرض عین ہوگا اگر مسلمانوں کی سلطنت قائم ہو اور مسلمان خود پیش قدمی کر کے کافروں سے اقدامی جہاد کریں تو اس وقت جہاد فرض کفایہ کے درجے میں ہوگا۔

جہاد کے حکم کے بارے میں اللہ رب العزت نے فرمایا ''كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ '' جہاد تم پر فرض کیا گیا ہے اگرہ تمہیں گراں لگتا ہے۔

دوسرے مقام پر اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے ''إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ '' اللہ رب العزت نے مسلمانوں کی مال اور جان خرید لیا ہے۔ یا اللہ جان اور مال یہ سب آپ کے دیئے ہوئے پھر کس عوض میں ان کو خرید رہے ہیں؟ تو رب نے فرمایا ''بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ'' جنت کے بدلہ میں یا اللہ ہمارا کام کیا ہے؟ تو رب العزت نے فرمایا ''يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ '' وہ جہاد کرتے ہیں اللہ کے راستے ہیں ''فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ '' وہ کافروں کو قتل کرتے ہیں اور خود شہید کیے جاتے ہیں۔

یا اللہ ہم کس سے جہاد کریں؟ تو میرے رب نے فرمایا ''يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ''، اے نبی آپ کافروں اور منافقوں سے جہاد کریں اور ان میں سختی کریں یہاں تک کہ وہ ٹیکس دینے پر مجبور ہو جائیں یہ تو دنیا کی سزا ہے یا اللہ آخرت میں ان کا کیا ٹھکانہ ہوگا؟ تو رب نے فرمایا ''وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ '' ان

کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت برا ٹھکانہ ہے یا اللہ ہم جہاد کب تک کریں؟ تو رب نے فرمایا" وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ "اس وقت تک جہاد کرو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے" وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ "اور پوری دنیا میں اللہ کے احکامات نافذ ہو جائیں۔

جہاد کے چھوڑنے پر کیا کیا نقصانات ہیں؟ تو اس کے متعلق میرے رب نے فرمایا "اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـئًا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اِذَا تَرَكْتُمُ الْجِهَادَ فَسَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الذِّلَّةَ" جب تم جہاد کو چھوڑ دو گے تو اللہ تم پر ذلت مسلط کر دے گا۔

دوسری حدیث میں فرمایا "مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهٗ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِّنْ نِفَاقٍ" جو شخص اس حال میں رہ جائے جس نے پوری زندگی میں جہاد بھی نہ کیا نہ اس نے دل میں جہاد کا شوق رکھا تو وہ شخص نفاق کے ایک شعبہ میں مرا۔

جہاد کرنے والوں کے بارے میں میرے رب نے فرمایا ہے!

"يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ"

جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا "لَغَدْوَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا" اللہ کے راستے میں ایک صبح اور ایک شام لگانا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے بہتر ہے۔

اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی جہاد جیسے عظیم کار خیر میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آخر میں اتنا کہوں گا:

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لیے مجاہد میں اسی لیے نمازی

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

تحفظ ختم نبوت

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم . اما بعد اَعُوذُ باللّٰهِ مِنَ الشَّیطان الرَّجِیم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم "مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط وَکَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا" وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام" اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ".

سلام ان پر ہوئے قربان جو ناموس رسالت پر
خدا کی رحمت ہو ان شہیدانِ محبت پر

اربابِ عقل ودانش واصحابِ فکرونظر اور میرے بزمِ شامزئی کے ہمدم ساتھیو!

میں آج کی اس پررونق اور باوقار محفل میں جس عنوان کو لے کر حاضر ہوا ہوں وہ ہے تحفظ ختم نبوت۔

عزیزانِ گرامی: مسلمانوں کا مسلّمہ عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تشریعی نہ غیر تشریعی نہ ظلی نہ بروزی، جو آپؐ کے بعد دعوی نبوت کا مرتکب ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

سامعین کرام! اس عقیدے کے دفاع وتحفظ کیلئے اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً رجال کار پیدا فرماتے رہتے ہیں جو اس عقیدے کی حفاظت کیلئے ہمہ وقت کمربستہ ہو کر ہر دور میں جھوٹے مدعیان نبوت کا سرتوڑ مقابلہ کرتے رہتے ہیں۔ اس عقیدے کی دفاع اور تحفظ سب سے پہلے خود قرآن حکیم نے ان الفاظ میں کیا چنانچہ فرمایا: "مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط وَکَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا" اس آیت کی تفسیر میں لسان رسالت یوں بول اٹھتی ہے" اَنَا آخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَاَنْتُمْ آخِرُ الْاُمَمِ "کبھی یوں ارشاد ہوتا ہے" اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ "ایک اور جگہ پر یوں ارشاد ہوتا ہے: اَنَا اَوَّلُ النَّبِیِّیْنَ فِی الْخَلْقِ وَآخِرُهُمْ فِی الْبَعْثِ۔

اس عقیدے کا دفاع اور تحفظ کرتے ہوئے زبان نبوت یوں گویا ہوتی ہے:

"فُضِّلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ بِسِتٍّ اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا وَاُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّةً وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ ایک مقام پر یوں پیشن گوئی فرمائی لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَخْرُجَ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ کُلُّهُمْ یَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ وَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ"

جب مسیلمہ کذاب کا فتنہ امنڈ آیا تو اس کی سرکوبی کیلئے خلیفہ بلافصل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میدان عمل میں آئے اور تحفظ ختم نبوت کا اعلان کرتے ہوئے برملا پکار اٹھے: "قَدِ انْقَطَعَ الْوَحْیُ وَتَمَّ الدِّیْنُ اَوَیَنْقُصُ الدِّیْنُ وَاَنَا حَیٌّ" صحابہ کرام کے دور مبارک کے بعد ائمہ کرام اس کے دفاع کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے چنانچہ تیسری صدی کے مجدد ملت امام طحاوی ان الفاظ میں ختم نبوت کی دفاع کرتے ہیں:

"وَکُلُّ دَعْوَةٍ بَعْدَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ بَغْیٌ وَهَوًی وَهُوَ الْمَبْعُوْثُ اِلَی الْخَلْقِ وَالْوَرٰی کَافَّةً"

امام ابن حجر فرماتے ہیں "مَنِ اعْتَقَدَ وَحْیًا بَعْدَ مُحَمَّدٍ ﷺ کُفِّرَ بِاِجْمَاعِ الْمُسْلِمِیْنَ" فقہ حنفی کی معتبر کتاب جو پانچ سو جید علماء کرام کی مشترکہ کاوشوں سے وجود میں آئی۔ اس میں جلی اور واضح الفاظ میں یہ لکھا ہے: "اِذَا لَمْ یَعْرِفِ الرَّجُلُ اَنَّ مُحَمَّدًا آخِرُ الْاَنْبِیَاءِ فَلَیْسَ بِمُسْلِمٍ"۔

مفسر کبیر علامہ "محمود آلوسی بغدادی" اپنی شہرہ آفاق تفسیر "روح المعانی" میں یوں رقمطراز ہوتے ہیں:

"وَکَوْنُهٗ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ مِمَّا نَطَقَتْ بِهِ الْاُمَّةُ وَصَدَعَتْ بِهِ السُّنَّةُ وَاجْتَمَعَتْ عَلَیْهِ الْاُمَّةُ فَیُکَفَّرُ مُدَّعِیْ خِلَافِهٖ وَیُقْتَلُ اِنْ اَصَرَّ۔"

محترم سامعین! آئیے! ذرا اپنے برصغیر پاک و ہند کی تاریخ پہ نظر ڈالتے ہیں۔ جب سرزمین برصغیر پر قادیانی فتنہ اٹھا اور انگریزی پیداوار مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس

کے مقابلے میں ناموس رسالت کے پروانے میدان عمل میں اتر آئے چنانچہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا قاضی احسانؒ، احمد شجاع آبادیؒ اور دوسرے حضرات نے مل کرایک غیر سیاسی جماعت کی بنیاد رکھی جو سیاست سے ہٹ کر صرف اور صرف دینی نقطہ نظر سے قادیانیوں سے برسر پیکار ہو۔اس جماعت کا نام مجلس تحفظ ختم نبوت رکھا گیااس پر امیر شریعت کوقید وبند کی صعوبتیں اور مشقتیں جھیلنی پڑیں،جیل کی سلاخوں کے پیچھے چکی پیستے ہوئے امیر شریعت کی بے چینی جب انتہاء کو پہنچتی تورات کی تاریکی میں دردوکرب کے عالم میں یہ اشعار پڑھتے!

زندگی کی اداس راتوں میں ایک دیا سا ٹمٹماتا ہے
اے ہوا اسے بھی گل کردے گزرچکی رات اب کون آتا ہے
اب ذکر نہ چھیڑ مستی کا اب نام نہ لے پیمانے کا
جب ساقی نہ رہا تو پھر لطف ہی کیا ہے مے خانے کا

تحریک ختم نبوت میں مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے جو کردار ادا کیا وہ بجائے خودایک تحریک،ایک تاریخ اوردعوت وعزیمت کا ایک روشن باب ہے مستقبل کا مورخ جو لکھے گا سو لکھے گا لیکن ''مولانا تاج محمود'' اور محدث العصر،پیکر اخلاص،حضرت بنوریؒ کی قربانی خطۂ عالم پر ثبت رہے گی۔

امیر شریعت نے جب تحفظ ختم نبوت کا جھنڈا امام سیاست،امام انقلاب،حضرت مفتی محمودؒ کے ہاتھ میں تھمادی تو آپ نے ان کی صحیح جانشینی کا حق ادا کیا۔آخر بھٹو کی حکومت مرزائیوں کو پاکستان کے آئین میں کافر قرار دینے پر مجبور ہوئی چنانچہ ےستمبر۱۹۷۴ ہماری تاریخ کا وہ یادگار دن ہے جب ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کے شہیدان ختم نبوت کا خون رنگ لایا اور حضرت مفتی صاحب کی دن رات کی محنت اور مجاہدانہ کردار کی وجہ سے پاکستان کی قومی اسمبلی نے امت مسلمہ کی ترجمانی کرتے ہوئے عقیدۂ ختم نبوت کو آئینی تحفظ دے کر قادیانیوں کو دائرہ اسلام

سے خارج قرار دیا۔

سلام ان پر ہوئے قربان جو ناموس رسالت پر
خدا کی رحمت ہو ان شہیدان محبت پر

حضرت مفتی صاحب سے کسی عقیدت مند نے خواب میں یہ پوچھا کہ حضرت کیسے گزری؟ ساری زندگی قرآن وحدیث کی تبلیغ میں گزری۔ اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے کوشش وکاوش کی وہ سب اپنی جگہ پر مگر نجات ختم نبوت کی خدمت کے صدقے میں ہوئی۔

میں سر محشر کچھ اس شان سے پہنچا ماہر
شور اٹھا کہ محمد کا غلام آتا ہے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

گستاخِ رسول کی سزا

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالَ اللهُ تَعَالٰى: إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا. وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّ الْأَنْبِيَاءَ قُتِلَ وَمَنْ سَبَّ أَصْحَابِيْ جُلِدَ.

حاضرینِ مجلس! آج کی محفل میں، میں آپ حضرات کے سامنے جس موضوع پر لب کشائی کرنا چاہتا ہوں وہ "گستاخِ رسول کی سزا" کے عنوان سے معنون ہے حق تعالیٰ شانہ سے دست بدعا ہوں کہ مجھے حق سچ اہلِ حق کے انداز میں بیان کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

محترم سامعین! دینِ اسلام اللہ تعالیٰ کا آخری، سچا اور تاقیامت رہنے والا دین ہے یہ دین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے امت تک پہنچا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دین کے داعی، مبلغ، پیغمبر اور معلم ہیں۔ دشمنانِ دین کی روزِ اول سے یہ کوشش رہی ہے کہ کسی طرح دینِ اسلام کو نیچا دکھائیں لیکن کسی دم بھی انکا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا جب دشمنانِ اسلام کو کامیابی کی راہ نظر نہ آئی تو انہوں نے چاہا کہ اس دین کے معلم کی ذات گرامی کو مجروح باور کرایا جائے تو اسلام پر نشتر چلانا ممکن ہو سکے گا تو اعداءِ دینِ اسلام کے اجلے دامن کو داغدار کرنے کیلئے ردائے نبوت پر حملہ کرنے کی ناپاک کوشش کرتے رہے۔ لہٰذا ناموسِ رسالت پر نشتر زنی درحقیقت اسلام پر حملہ اور ناموسِ رسالت کا دفاع اسلام کا دفاع ہے۔ ایسے دریدہ دہن کی سزا تعیر کرکے معاشرے کو اسکے ناپاک وجود سے پاک کرنا دینِ اسلام کے تحفظ کا تقاضا اور بنیادی حق ہے۔

معزز سامعین! آیئے اصول اربعہ اور اقوال مشاہیر امت کی روشنی میں ایسے شخص کی سزا معلوم کرتے ہیں۔ احکام شرع کے مرجع اول قرآن کریم میں ارشاد ہے: "وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ." اس آیت کے ذیل میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "يَكُوْنُ الْمُؤْذِيْ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَافِرًا عَدُوًّا لِلّٰهِ

وَرَسُوْلِهٖ مُحَارِبَ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ۔" ایک مقام پر گستاخ رسول کی سزا یوں آشکار کی گئی ہے:
"اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔" اس کی تفسیر قاضی
ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ کی زبانی سنیے مَنْ اٰذَى رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِطَعْنٍ فِيْ شَخْصِهٖ اَوْ دِيْنِهٖ اَوْ نَسَبِهٖ اَوْ صِفَةٍ مِّنْ صِفَاتِهٖ صَرَاحَةً اَوْ كِنَايَةً اَوْ
تَعْرِيْضًا اَوْ اِشَارَةً كَفَرَ اور کافر کی سزا قتل ہے ایک موقع پر قرآن یوں کہتا ہے:"وَاِنْ نَّكَثُوْا
اَيْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ۔"

طعن فی الدین کیا ہے؟ آیئے علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دروازے پر دستک
دیتے ہیں چنانچہ وہ اپنی شہرۂ آفاق تفسیر روح المعانی میں رطب اللسان ہیں وَمِنْ ذٰلِكَ
الطَّعْنُ بِالْقُرْاٰنِ وَذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَاشَاهُ بِسُوْءٍ جب توہین
رسالت طعن فی الدین کے زمرے میں آتی ہے تو اس کی سزا بھی ان ہی کی زبانی سنیے فَيُقْتَلُ
الذِّمِّيُّ بِهٖ عِنْدَ جَمْعٍ مُسْتَدِلِّيْنَ بِالْاٰيَةِ سَوَاءٌ شُرِطَ اِنْتِقَاضُ الْعَهْدِ بِهٖ اَمْ لَا۔

سامعین محترم! احکام شرع کا دوسرا مرجع سنت رسول اللہ ﷺ ہے چنانچہ نبوت کی
لسان حق ترجمان گستاخ رسول کی سزا کے متعلق حکم صادر فرماتی ہے عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ
تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَبَّ نَبِيًّا فَاقْتُلُوْهُ وَمَنْ سَبَّ
اَصْحَابِيْ فَاضْرِبُوْهُ قولی حدیث کے بعد فعلی حدیث سے معلوم کرتے ہیں کہ ایسے ملعون شخص
کی کیا سزا ہونی چاہئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ردائے نبوت پہ گستاخی کے نشتر چلا کر اسلام
کے اجلے دامن کو داغدار کرنے کی ناپاک جسارت کرے چنانچہ امام ابوداؤدؒ روایت کرتے
ہیں کہ ایک یہودیہ پیغمبر علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرتی تھی ایک شخص نے اس کا کام تمام
کر دیا تو آپ ﷺ نے اس کے خون کو معاف قرار دیدیا۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ يَهُوْدِيَّةً كَانَتْ تَسُبُّ النَّبِيَّ ﷺ
وَتَقَعُ فِيْهِ فَخَنَقَهَا رَجُلٌ حَتّٰى مَاتَتْ فَاَبْطَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ دِمَّتَهَا اگر گستاخی رسول

قابل معافی جرم ہوتا تو آپ ﷺ مَنْ یَکْفِیْنِیْ عَدُوِّیْ فرما کر کعب بن اشرف کے لئے جان نثاروں کی جماعت روانہ کیوں فرماتے ہیں اور ابو رافع کو قتل کرنے والے کو جنت کی خوشخبریاں کیوں سناتے، ابن ابی سرح جو کہ کتابت وحی کیا کرتا تھا جب مرتد ہو کر کفا مکہ سے مل گیا اور کہنے لگا کہ میں محمد کو جیسے چاہتا لکھوالیتا تھا فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے اس کے قتل کا حکم جاری فرما کر امت کو یہ تعلیم دی کہ گستاخ رسول کی سزا قتل کے سوا اور کچھ نہیں کُنْتُ اَصْرِفُ مُحَمَّدًا حَیْثُ اُرِیْدُ مِنْ قَوْلِیْ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ وَعَلِیْمٌ حَلِیْمٌ فَلَمَّا کَانَ بَعْدَ الْفَتْحِ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِقَتْلِہٖ۔

احکام شرع کا تیسرا مرجع اجماع ہے چنانچہ اجماع کی بھی یہی بتلاتا ہے گستاخ رسول کافر ہے قَالَ جَمَعَ الْعُمَاءُ عَلٰی اَنَّ شَاتِمَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَالْمُنْتَقِصَ لَہٗ کَافِرٌ اور اس کی سزا قتل ہونے پر بھی اجماع قائم ہو چکا ہے وَقَالَ اَبُوْبَکْرِ بْنِ الْمُنْذِرِ اَجْمَعَ عَوَامُ اَھْلِ الْعِلْمِ عَلٰی اَنَّ مَنْ سَبَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ الْقَتْلُ قیاس بھی گستاخ رسول کی سزا قتل ہونے کی تائید کرتا ہے اس لئے یہ دین مبین ہم تک پہنچانے والے آپ ﷺ ہیں اگر ان کی ذات کو مجروح کیا گیا اور ان کے بارے میں کسی قسم کی بھی گستاخی کی گئی تو پورا کا پورا دین مجروح ہو جائے گا اس لئے دین کے تحفظ اور بقا کے لئے آپ علیہ السلام کا دفاع ناگریز ہے۔

سامعین محترم! اصول اربعہ سے گستاخ رسول کی سزا قتل ثابت ہونے کے بعد اقوال مشاہیر امت کی طرف چلتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ہے مَنْ سَبَّ اللّٰہَ اَوْ سَبَّ اَحَدًا مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ فَاقْتُلُوْہُ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور باقی احناف کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ایسا شخص مرتد اور واجب قتل ہے قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ اَصْحَابُہٗ فِیْمَنْ تَنَقَّصَہٗ اَوْبَرِءَ مِنْہُ اَوْ کَذَّبَہٗ اِنَّہٗ مُرْتَدٌّ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گستاخ رسول اسلام وکفر کی تمیز کے بغیر واجب القتل ہے مَنْ سَبَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَوْ شَتَمَہٗ اَوْ عَابَہٗ اَوْ نَقَصَہٗ قُتِلَ

مُسْلِماً کَانَ اَوْ کَافِراً امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نبی کی ادنیٰ سی توہین بھی کفر ہے
کُلُّ مَنْ تَعَرَّضَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ بِمَافِیْهِ اِسْتِهَانَةٌ فَهُوَ کَالسَّبِّ الصَّرِیْحِ فَاِنَّ
الْاِسْتِهَانَةَ بِالنَّبِیِّ کُفْرٌ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی فتویٰ ہے کُلُّ مَنْ شَتَمَ النَّبِیَّ
ﷺ اَوْ تَنَقَّصَهٗ مُسْلِماً کَانَ اَوْ کَافِراً فَعَلَیْهِ الْقَتْلُ.

سامعینِ محترم! ان تصریحات کے بعد اب اس میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے کہ گستاخ رسول کی سزا قتل ہی ہے لہٰذا اے امت کے رہنما و مقتدا بننے والو اپنا یہ نظریہ بنالو کہ گستاخِ رسول کی سزا سوائے قتل کے اور کچھ نہیں اس لئے میں کہنا چاہتا ہوں:

یارانِ وفا دورِ صحابہ کو صدا دو
توہین رسالت کے یہ آثار ہٹادو
ہر کافر و دجال کے فتنوں کو گرا دو
اب جو کچھ بھی ہے ختم نبوت پہ لٹادو
دل بیدار کر کہ دل خوابیدہ جب تک
سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
نہ تیری ضرب ہے کارگر نہ میری ضرب ہے کاری
کہ بے جملہ جزاء کی تمنا بھی نہ کر

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

ختم نبوت میں علماء دیو بند کا کردار

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ: مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ ... الخ، قَالَ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ وَاَنَا اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ.

جو ختم نبوت کا طرف دار نہیں ہے
لاریب ہے وہ جنت کا سزاوار نہیں ہے
خاموش رہے سن کے جو اسلام کی توہین
بے شرم ہے بزدل ہے وہ خود دار نہیں ہے

عزیز دوستو!

شہسوارانِ خطابت کے اس مسابقہ میں جس موضوع کو لیکر حاضر ہوا ہوں وہ "ختم نبوت میں علماء دیو بند کا کردار" کے عنوان سے معنون ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پیغمبر خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ کو دنیا میں پیدا فرمایا ان کی عظمت کا ڈنکا چاردانگ عالم میں بجایا گیا اس محمد کے شہر کی قسم رب نے کھائی اس کے شہر کی خاک کو شفا خود رب نے قرار دیا اور جگہ جگہ اپنے نام کے ساتھ ان کا نام سجایا محمد رب کا اتنا لاڈلا! کہ خدا نے اسے خاتم المرسلین بنایا، ان کے سر پر تاج ختم نبوت سجایا، پورے عالم کی فضاؤں میں لا نبی بعدی کا پرچم لہرایا، یہ ختم نبوت کا مسئلہ اتنا اہم مسئلہ ہے کہ سب پہلے امت کو اجماع کی دولت اس پر نصیب ہوئی۔ قاضی سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں کہ "پورے شجرۂ اسلام کی آبیاری کے لئے ۲۵۹ صحابہ شہید ہوئے لیکن ختم نبوت کے تحفظ کے لئے جو جنگ لڑی گئی اس جنگ یمامہ میں ۱۲۰۰ صحابہ شہید ہوئے جس میں اکثر صحابہ حفاظ تھے اور ۷۰ وہ بدری صحابہ تھے کہ جن کے بارے میں بارگاہ خداوندی سے یہ اعلان ہو چکا تھا: "اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ"

چنانچہ ہر دور میں جھوٹے مدعیان نبوت آتے رہے ان کا مقابلہ کرنے کے لئے اللہ

اپنے پاکیزہ بندوں کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دیا چنانچہ ہندوستان میں مرزا غلام قادیانی نے جھوٹا نبوت کا دعویٰ کر کے عقیدہ ختم نبوت کی چادر کو تار تار کر کے اہل اسلام سے دشمنی مول لی اور اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کا سہرا بھی علماء دیوبند کے سر بندھوایا۔

علماء دیوبند نے پھانسی کے تختوں پر گولیوں کی بوچھاڑ میں ہتھکڑیوں کی جھنکار میں جیلوں کی تنگ وتاریک کوٹھڑیوں میں جب تک جان میں جان باقی رہی قادیانیت کا تعاقب کیا۔

وہی دہر میں راز نظام دل سمجھتے ہیں
جو تیرے عشق کو کونین کا حاصل سمجھتے ہیں

عزیز دوستو!

علماء دیوبند نے عدالت اور قانون کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر قادیانیت کو للکارا چنانچہ ۱۹۳۲ء میں علامہ انور شاہ کشمیری نے قادیانی وکیل کو جوابات دیئے اور ۱۹۳۳ء میں جب حضرت انور شاہ کشمیری کی دوبارہ مقدمہ بہاولپور کے لئے آئے تو مسجد میں ایک شخص مولانا عبد الحنان ہزاروی نے آپ کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا ہم سے تو گلی کا کتا بھی اچھا ہے وہ مالک کے نمک کا حق ادا کرتا ہے ہمارے ہوتے ہوئے لوگ ناموس رسالت پر حملہ کریں اگر ہم تحفظ نہ کر سکے تو کتے سے بھی بدتر ہوں گے باوجود بیماری کے آپ کی چارپائی کو عدالت میں لا کر رکھا گیا تو آپ نے جلال الدین شمس مرزائی مبلغ کو فرمایا کہ اگر اس طرح نہیں مانتے تو آنکھیں بند کرو میں کھڑے کھڑے دکھا سکتا ہوں کہ مرزا قادیانی جہنم میں جل رہا ہے۔

آتا ہے قلندروں کو جس وقت جلال
شاہوں کے سروں سے تاج گر پڑتے ہیں

بعد میں کسی نے پوچھا حضرت اگر وہ آنکھیں بند کر لیتا تو آپ کیا کرتے تو آپ نے فرمایا دکھا دیتا کیونکہ اس وقت انور شاہ نہیں وکیل ختم نبوت بات کر رہا تھا۔

قادیانیوں کو مباہلہ کی دعوت بھی دی ایک مرتبہ ایک قادیانی مبلغ مبارک احمد سے ایک مرد قلندر نے مباہلہ کیا تو وہ پاگل ہو گیا اور بیوی بچوں کو چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔

عزیزان انجمن! وہ لال حسین اختر کون تھا کہ جس کا نام سن کر قادیانی میدان

چھوڑ کر بھاگ جایا کرتے تھے، جس کی رعب دار آواز سے قادیانی مربی قاضی نذیر کا پیشاب نکل گیا تھا، وہ فاتح قادیان مولانا صیاحت صاحب کون تھے جن کے نام سے قادیانی گھروں سے نہ نکلتے تھے اور وہ عطاء اللہ شاہ بخاری کون تھا جس کے لفظوں کی لڑیاں انسانی قلوب میں جگہ بنالیا کرتی تھیں۔ جن کے بارے میں سید حسین احمد مدنی نے فرمایا'' ان کا دل صرف اسلام کے لئے دھڑکتا تھا۔ محدث العصر یوسف بنوری فرماتے ہیں وہ ایک ہی شخصیت جس نے ایسا کام کیا وہ ایک صدی میں ایک ادارہ بھی بمشکل کر سکے گا جن کو امیر شریعت کا لقب انور شاہ کشمیری نے دیا تھا تو انہوں نے اپنی پوری زندگی ختم نبوت کے مبلغ ہونے کی حیثیت سے گزار دی، چوکوں اور چوراہوں پر خطاب کئے، عوام الناس کے دلوں پر اپنے بیان سے ایسا اثر دکھاتے تھے کہ مجمع کا مجمع ختم نبوت کے لئے جان کی بازی لگالیا کرتے تھے، وہ لوگ جو دولہا بن کر بارات کے ساتھ نکلتے ختم نبوت کے لئے جان دے کر شہید ہو جایا کرتے تھے امیر شریعت فرمایا کرتے تھے کہ میں مدینہ کبھی نہ جاؤں گا میں مدینہ جاؤں نانا جی سوال کریں گے اے عطاء اللہ! پاکستان میں قادیانی میرے دین کو کتے کی طرح کاٹ رہے تھے اور تم مدینہ آئے ہو تو کیا جواب دوں گا ختم نبوت کے مسئلے میں اکثر جیل میں رہتے تھے۔

عزیزانِ محترم!

کیا وہ وقت یاد نہیں جب کالج کے طلبہ پر ربوہ کی سرزمین میں ٹرین میں شب خون مارا گیا تو علماء دیوبند نے سر پر کفن باندھ کر میدان میں نکلے تھے محدث العصر علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے جامعہ بنوری ٹاؤن کی کنجیاں مفتی ولی حسن کو دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ ختم نبوت کا مسئلہ حل کرنے جارہا ہوں پتہ نہیں کہ میں دوبارہ آؤں گا چنانچہ اس تحریک میں ۱۵ سے ۲۰ ہزار لوگوں نے شہادت کے جام نوش کئے پھر بالآخر ے ستمبر کو بھٹو کے دور حکومت میں قادیانیوں کو مفتی محمود رحمہ اللہ کی پارلیمنٹ کے اندر دن رات کی کوششوں سے کافر اور غیر مسلم اقلیت قرار قائد جمیعت پاکستان مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ پارلیمنٹ میں موجود تھے اور باہر مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ موجود تھے۔

دوستو! اسی ختم نبوت کے مسئلہ کے لئے حضرت لدھیانی ہم سے جدا ہوئے جن کے

چھوڑ کر بھاگ جایا کرتے تھے، جس کی رعب دار آواز سے قادیانی مربی قاضی نذیر کا پیشاب نکل گیا تھا، وہ فاتح قادیان مولانا صیاحت صاحب کون تھے جن کے نام سے قادیانی گھروں سے نہ نکلتے تھے اور وہ عطاء اللہ شاہ بخاری کون تھا جس کے لفظوں کی لڑیاں انسانی قلوب میں جگہ بنالیا کرتی تھیں۔ جن کے بارے میں سید حسین احمد مدنی نے فرمایا ''ان کا دل صرف اسلام کے لئے دھڑکتا تھا۔ محدث العصر یوسف بنوری فرماتے ہیں وہ ایک یہی شخصیت جس نے ایسا کام کیا وہ ایک صدی میں ایک ادارہ بھی بمشکل کر سکے گا جن کو امیر شریعت کا لقب انور شاہ کشمیری نے دیا تھا تو انہوں نے اپنی پوری زندگی ختم نبوت کے مبلغ ہونے کی حیثیت سے گزار دی، چوکوں اور چوراہوں پر خطاب کئے، عوام الناس کے دلوں پر اپنے بیان سے ایسا اثر دکھاتے تھے کہ مجمع کا مجمع ختم نبوت کے لئے جان کی بازی لگالیا کرتے تھے، وہ لوگ جو دولہا بن کر بارات کے ساتھ نکلتے ختم نبوت کے لئے جان دے کر شہید ہو جایا کرتے تھے امیر شریعت فرمایا کرتے تھے کہ میں مدینہ کبھی نہ جاؤں گا میں مدینہ جاؤں نانا جی سوال کریں گے اے عطاء اللہ! پاکستان میں قادیانی میرے دین کو کتے کی طرح کاٹ رہے تھے اور تم مدینہ آئے ہو تو کیا جواب دوں گا ختم نبوت کے مسئلے میں اکثر جیل میں رہتے تھے۔

عزیزانِ محترم!

کیا وہ وقت یاد نہیں جب کالج کے طلبہ پر ربوہ کی سرزمین میں ٹرین میں شب خون مارا گیا تو علماء دیوبند نے سر پر کفن باندھ کر میدان میں نکلے تھے محدث العصر علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے جامعہ بنوری ٹاؤن کی کنجیاں مفتی ولی حسن کو دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ ختم نبوت کا مسئلہ حل کرنے جا رہا ہوں پتہ نہیں کہ میں دوبارہ آؤں گا چنانچہ اس تحریک میں ۱۵ سے ۲۰ ہزار لوگوں نے شہادت کے جام نوش کئے پھر بالآخر ۷ ستمبر کو بھٹو کے دور حکومت میں قادیانیوں کو مفتی محمود رحمہ اللہ کی پارلیمنٹ کے اندر دن رات کی کوششوں سے کافر اور غیر مسلم اقلیت قرار قائد جمعیت پاکستان مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ پارلیمنٹ میں موجود تھے اور باہر مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ موجود تھے۔

دوستو! اسی ختم نبوت کے مسئلہ کے لئے حضرت لدھیانی ہم سے جدا ہوئے جن کے

قلم سے کفر لرزتا تھا شیعت اور قادیانیت کے ایوانوں میں دراڑیں پڑ جاتی تھیں۔

مدتوں روئیں گے ارباب وفا تیرے لئے
عمر بھر کا داغ ہے یہ ایک دو دن کا نہیں

میرے دوستو!

تاریخ اٹھا کر دیکھو ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ کو یہ صفحات ملیں گے کہ مولانا سرفراز خان صفدر نے ملتان کی سینٹرل جیل میں بھی بیٹھ کر ختم نبوت کے حوالے سے تصنیف کی ہے۔

صیاد و نگہباں چمن پر ہے یہ روشن
آباد ہیں ہمیں سے نشیمن بھی قفس بھی

عزیزانِ انجمن!

آخری بات کر کے ختم کرتا ہوں اس ختم نبوت کے تحفظ کی خاطر میرے اکابر علماء دیوبند نے اپنی اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر زندگیاں لگا دی ہیں تند و تیز فتنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا آج عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جس کے امیر خواجہ خان محمد صاحب اور نائب امیر حضرت ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر ہیں پوری دنیا میں ان ناپاک عزائم رکھنے والوں کے خلاف میدان عمل میں برسرِ پیکار ہے قادیانیت کو انگلینڈ ہو یا امریکہ انڈونیشیا ہو یا جاپان ہر جگہ ان کا تعاقب کر رہی اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور ہم سب کو اس عظیم مشن کیلئے قبول فرمالے۔

آخر میں اتنا کہوں گا:

کلیوں کو میں سینے کا لہو دے کے چلا ہوں
برسوں مجھے گلشن کی فضاء یاد کرے گی
فدا ہے جاں میری عظمتِ ختم نبوت پر
کچل دوں گا خلاف اس کے کہیں ہو فتنہ گر پیدا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

توہینِ رسالت اور اسلام

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم. امابعد! اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ" وقال النبی ﷺ لَایَرْحَمُ اللّٰہُ مَنْ لَایَرْحَمُ النَّاس.. صدق اللہ العظیم

سامعین محترم!

۱۸۵۷ء میں ہندوستان میں سلطنت مغلیہ اور ۱۹۲۳ء میں ترکی میں خلافت عثمانیہ کے سقوط کے بعد سے مسلمانانِ عالم پر جو کرہ غم ٹوٹا تھا اس کا بوجھ ڈیڑھ صدی کا عرصہ طے کر کے آج اکیسویں صدی کے مسلمان کیلئے ناقابل برداشت بن چکا ہے۔ آج نظر اٹھا کر دیکھئے تو صومالیہ سے لیکر افغانستان تک، فلسطین سے لیکر کشمیر تک اور بوسینا سے لیکر عراق تک ہر مسلمان کا چہرہ اسی غم کی پرچھائیوں میں ڈوب کر حسرت ویاس یا اہانت کا کوئی پہلو ظاہر یا پوشیدہ ہو دربارِ نبوت کے آداب کی تصویر بنا ہوا ہے ڈیڑھ صدی پر مشتمل حرمان نصیبی کے اس جاں گسل سفر میں مسلمان مصائب وآلام کے جن مراحل سے گزرتے آرہے ہیں ان کا بغور جائزہ لیا جائے تو آج جس مرحلے سے ہم گزر رہے ہیں اس سے بڑا سخت مرحلہ کبھی نہیں گزرا آج چاروں طرف نت نئے فتنوں کی یلغار کے مقابلے میں فرزندان توحید کو جس ضعیفی اور بے کسی کا سامنا ہے تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آج دنیائے کفر، اسلام اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کا ایجنڈا لیکر ایک طرف عالمِ اسلام پر فوجی حملوں میں مصروف ہے تو دوسری طرف کلیشن آف سولائزیشن کا مصنوعی ماحول پیدا کر کے دین اسلام، اسلامی تعلیمات اور معتقدات کے خلاف فکری جنگ جاری رکھے ہوئی ہے۔

سامعین محترم!

عالمی سطح پر روبہ عمل اس شیطانی ایجنڈے کے پس پردہ دراصل "وَدَّ کَثِیْرٌ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ لَوْ یَرُدُّوْنَکُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِیْمَانِکُمْ کُفَّارًا. حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِھِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا

تَبَیَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ‘‘ کی وہ نار خواہش پوشیدہ ہے جس کی تسکین کیلئے طاغوت کی سیاہی صدیوں سے مصروف عمل ہے لیکن اس مقصد کیلئے مسلمانوں کی جملہ عقیدتوں کے محور و مرکز سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس سے گستاخی کا جواب ارتکاب کیا گیا ہے وہ دین اسلام کے خلاف کی جانے والی اب تک کی تمام کوششوں میں سب سے گھناؤنی کوشش ہے اس کا آغاز ستمبر ۲۰۰۵ء کو ڈنمارک کے ایک غیر معروف اخبار گولانڈ پوسٹین کے ذریعہ ہوا جسے بعدازاں ناروے، جرمنی اور ہالینڈ سمیت یورپ کے سترہ اخبارات نے مزید ہوا دی اور پھر جنوری ۲۰۰۸ء ایک رکن پارلیمنٹ گریک نے تو قرآن پر فتنہ کے نام سے فلم بنا کر گویا اس کی ابتداء کردی کہ کفر اب اسلام کے خلاف پوری طرح متحد ہے۔ آیئے! دیکھتے ہیں کہ آزادی اظہار کی آڑ میں اس مذموم ارتکاب کو اسلام کس نظر سے دیکھتا ہے۔

حاضرین گرامی!

اسلام نبی کریم ﷺ سمیت کسی بھی نبی کے بارے میں کسی ایسے خیال یا رائے کے اظہار کی اجازت نہیں دیتا جس میں سوء ادب، تنقیص یا اہانت کا کوئی پہلو ظاہر یا پوشیدہ ہو دربارِ نبوت کے آداب بیان کرتے ہوئے شان بیان اللہ کا کلام ہدایت دیتا ہے ’’یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ‘‘ اس واضح پیغام کے باوجود جو کوئی حدِ ادب عبور کرنے کی جسارت کرے اس کے بارے میں حکم ہے ’’اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ‘‘ دوسری جگہ ارشاد ہے ’’وَ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ‘‘ دربارِ نبوت کے یہ آداب و احکام تو مسلمانوں کیلئے ہیں مگر منکرین رسالت کیلئے بھی قرآن ضابطہ مقرر کرتا ہے چنانچہ یہود مدینہ کی بعض گستاخانہ سرکشیوں کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید بیان کرتا ہے ’’مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ یَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا

وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّام بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا '' اس آیت میں یہود کی ایک شنیع حرکت کا پردہ چاک کر کے انہیں سمجھایا گیا کہ دربارِ نبوت کے جملہ آداب ان پر بھی لاگو ہیں۔علامہ شوکانی رحمہ اللہ ''صلی اللہ علیہ وسلم یٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا '' کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد مسلمانوں کا عقیدہ بن گیا کہ توہینِ رسالت کا مرتکب واجب القتل ہے ،اسلام ایسے شخص کی سزا موت مقرر کرتا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں دانستہ یا نادانستہ گستاخی کا ارتکاب کرے اور یہ وہ قطعی حکم ہے جس پر پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے چنانچہ ائمہ اربعہ امام داؤد ظاہری ،امام ابن حزمؒ ،امام ابن تیمیہؒ اوران کے جملہ صاحب فضل وکمال شاگرد اس بات پر متفق ہیں کہ شاتم رسول واجب القتل ہے اور یہ سزا بطور حد ہوگی فقہ حنفی کی مشہور کتاب فتاویٰ بزازیہ اور تنبیہ الولاۃ کے مطابق سزائے موت بطورِ حد دی جائے گی امام خیر الدین ربانی فتاویٰ خیریہ میں شاتمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو واجب القتل قرار دیتے ہیں۔فقہ حنفی کے ایک اور امام علامہ ابن عابدینؒ شامی کہتے ہیں کہ گستاخِ رسولؐ ہر صورت واجب القتل ہے چاہے اس کی گستاخی اعلانیہ ہو یا خفیہ ابن سحنون مالکیؒ کا فتویٰ ہے ''اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ اَنَّ شَاتِمَهٗ كَافِرٌ وَحُكْمُهُ الْقَتْلُ وَمَنْ شَكَّ فِيْ عَذَابِهٖ وَكُفْرِهٖ كُفِّرَ ''مشہور شافعی مسلک امام ابوبکر بن منذر کا کہنا ہے کہ شاتمِ رسولؐ کے بارے میں امام شافعیؒ کا مسلک بھی وہی ہے جو امام مالک اور دوسرے ائمہ فقہ کا ہے فقہ حنبلی کے مشہور امام شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے شاتم رسولؐ کے بارے میں ایک معرکۃ الآراء کتاب ''اَلصَّارِمُ الْمَسْلُوْلُ عَلٰی شَاتِمِ الرَّسُوْلِ '' تالیف کی جس میں آپ نے قرآن و سنت ،تعامل صحابی ،تابعین اور مضبوط دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے کہ گستاخِ رسول کو حداً سزائے موت دی جائیگی اوراس سلسلے میں توبہ قَبْلَ الْاَخْذ اور بَعْدَالْاَخْذ کوئی قابل قبول نہیں۔

سامعین محترم!

شانِ رسالت میں گستاخی کی اس سزا پر اسلامی دنیا میں ہمیشہ سے عمل ہوتا رہا اور مسلمان آج بھی باوجود اس کے کہ وہ ایسے بدبختوں کو سزا دینے کی قوت نہیں رکھتے اس سزا کو بالکل جائز اور روا سمجھتے ہیں اور اس سے کسی بھی طور اور ایک لمحے کیلئے بھی دستبردار ہونے کو تیار نہیں آج آزادی اظہار کا سہارا لیکر شانِ رسالت مآب ﷺ میں گستاخی کے ارتکاب کو جائز سمجھنے والے اہل یورپ کو یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ باوجود اس کے کہ وہ مذہب کا قلادہ اپنی گردن سے اتار پھینک چکے ہیں ان کے قومی دستور میں ''بلیس فیمی ایکٹ'' یعنی قانون تحفظ مذہب موجود ہے ان کے آئینی ماہرین اپنے اس قانون کا دفاع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مذہب پر حملہ اسٹیٹ پر حملہ کرنے کے مترادف ہے چنانچہ آج امریکا برطانیہ سمیت یورپ کی تمام ریاستوں کے آئین میں تو ان مذہب و مسیح کے حوالے سے لکھنا بھی جرم ہے چنانچہ یہودیوں کے ایک افسانوی نظریئے ہولوکاسٹ کے خلاف زبان کھولنا پورے مغرب کے نزدیک ناقابل معافی جرم ہے تو بتایا جائے دین اسلام، اسلامی شخصیات اور بالخصوص کائنات کی سب سے قابل احترام ہستی سیدنا محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔ اہل مغرب یاد رکھئے! مسلمان کمزور ضرور ہیں مگر ابھی اتنے گرے نہیں کہ سب کچھ ٹھنڈے پیٹوں ہضم کرلیں۔

شہ جن وبشر پر شر گوارا کر نہیں سکتا
کہ حملہ ذات عالی پر گوارا کر نہیں سکتا
گو اپنی ذات پر ہر ستم سہہ جائے گا مسلم
مگر تنقید آقا پر گوارا کر نہیں سکتا
امام الانبیاء کی شان اقدس میں گستاخی
صحافت اس قدر خود سر گوارا کر نہیں سکتا
وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

ختم نبوت کی اہمیت اور ردقادیانیت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ...... اَمَّابَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ،بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ:"مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ " وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"اَنَاخَاتَمُ النَّبِيّٖنَ لَانَبِيَّ بَعْدِيْ".صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ.

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے نقشِ روئے محمدؐ بنایا گیا
پھر اسی نقش سے مانگ کر روشنی بزمِ کون و مکاں کو سجایا گیا
اس کی رحمت ہے بے حد و بے انتہاء اس کی شفقت تخیّل سے ماوراء
جو بھی عالم جہاں میں بنایا گیا اس کی رحمت سے اس کو سجایا گیا

میرے قابل صد تکریم اساتذۂ کرام وطلباءعظام! آج آپ کے سامنے ''ختم نبوت کی اہمیت اور ردقادیانیت'' کے وسیع وعمیق موضوع پر جسارت سخن کر رہا ہوں۔

مسئلہ ختم نبوت ان مسائل بدیہیہ وضروریہ میں سے ہے کہ جن پر دلائل وبراہین کی جسارت کرنا درحقیقت انہیں اکتساب ونظر کے سانچے میں ڈھالنے کے مترادف ہے،مگر آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے میرے آقا ﷺ نے اعلان فرمادیا تھا:''لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ ثَلَاثُوْنَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ''۔

ارباب فکر ونظر،وارثان قلب وجگر پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ جو چیز ابتداء کی صفت

سے متصف ہو، وہ انتہاء کی صفت سے بھی موصوف ہوتی ہے۔ جب رب کائنات نے قصرِ نبوت کی تعمیر کی ہے تو اس کا اختتام حضرت محمد ﷺ کی ذات عالی پر فرمادیا، جس کی تائید خود آقا ﷺ نے یوں فرمائی: ''فَجِئْتُ اَنَا فَاَتْمَمْتُ تِلْکَ اللَّبِنَةَ'' میں نے آکر قصرِ نبوت کی تکمیل کی ہے، قرآن کریم کی دوسو آیات، بے شمار احادیث نبویہ، اجماع صحابہؓ وتابعینؒ، اجماع فقہاءؒ ومحدثینؒ ختم نبوت کی عکاسی کرتے ہیں۔

میرے بھائیو! ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کا کمال منصب نبوت دو چیزوں سے مزین نظر آتا ہے، پہلے نمبر پر ماقبل کے انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرنا، دوسرے نمبر پر مابعد آنے والے نبی کی خوش خبری دینا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آکر اعلان کرتے ہیں: ''اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِیْ اسْمُهٗ اَحْمَدُ'' مگر میرے آقا ﷺ کا کمالِ منصب نبوت اعلانِ ختم نبوت پر ہوتا ہے، رب کائنات نے فرمایا: ''مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ'' رب کائنات نے ابوۃ کی نفی کرکے آقا ﷺ کی ختم نبوت کو ثابت کیا ہے۔

دنیا کا ایک ضابطہ واصول ہے کہ ہر فرزند ارجمند اپنے باپ کے منصب کا جانشین ہوا کرتا ہے، ابراہیم علیہ السلام اگر پیغمبر ہیں تو بیٹا اسحاق علیہ السلام واسماعیل علیہ السلام بھی پیغمبر ہیں، اگر اسحاق علیہ السلام پیغمبر ہیں تو بیٹا یعقوب علیہ السلام بھی پیغمبر ہے، اگر یعقوب علیہ السلام پیغمبر ہیں تو بیٹا یوسف علیہ السلام بھی پیغمبر، رب نے ابوۃِ رجال کی نفی کرکے اس قاعدے کی رو سے امکانِ نبوت ہی کو ختم فرمادیا، حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''لَوْ قُدِّرَ اَنْ یَّکُوْنَ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ لَعَاشَ اِبْرَاهِیْمُ''۔

میرے بھائیو! وصال پیغمبر کے بعد تین اہم مسائل پیش آتے ہیں:

پہلا مسئلہ: مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کا مسئلہ ہے۔

دوسرا مسئلہ: جیش اسامہؓ کی روانگی کا مسئلہ ہے۔

تیسرا مسئلہ: ختم نبوت کا مسئلہ ہے۔

مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کے مسئلہ پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف پایا جاتا ہے، جیشِ اسامہؓ کو بھیجنے کے مسئلہ پر اختلاف پایا جاتا ہے، مگر سب سے پہلا اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کا ختم نبوت کے مسئلے پر ہو جاتا ہے، چنانچہ مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف لطیف ''خاتم النبیین'' میں رقمطراز ہیں: ''اول اجماع کہ در امت است منعقد شد اجماع بر قتل مسیلمہ کذاب بسبب او دعوائے نبوت بود''۔ حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''مسک الختام فی ختم نبوۃ سید الانام'' میں لکھتے ہیں: ''امت کا سب سے پہلا اجماع مدعیٔ نبوت کے واجب القتل ہونے پر ہوتا ہے۔'' آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تھا: ''لَنْ تَجْتَمِعَ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ'' میری امت کا اجماع گمراہی پر نہیں ہوسکتا۔

یہ تمام تر تصریحات وتوضیحات وتشریحات میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی عکاسی کرتی ہیں، اے کاش! میری یہ آواز گنبدِ خضراء تک بادِ صباء پہنچادے کہ آقا! آپ کا ماننے والا غلام چوری کا مرتکب ہوسکتا ہے، زنا کا مرتکب ہوسکتا ہے، قتل کا مرتکب ہوسکتا ہے، صغائر کا مرتکب ہوسکتا ہے، مگر اسود عنسی جیسے مسیلمہ کذاب جیسے طلیحہ اسدی جیسے مرزا غلام احمد قادیانی جیسے کسی جھوٹے مدعیٔ نبوت کو تسلیم نہیں کرسکتا۔

سامعین مکرم! اس برصغیر میں انگریز نے اپنے ظالمانہ دور حکومت کو استحکام بخشنے

کے لئے اپنے معبدِ تاریک میں ایک شخص کو نبی بنا کر پیش کیا، جسے دنیا غلام احمد قادیانی کذاب و دجال کے نام سے جانتی ہے، نبی کے اقوال وافعال پر سب سے زیادہ اعتماد ہونے کی بنا پر انگریز نے اسے نبی باور کرایا اور اپنی جابرانہ حکومت کے حق میں اس سے فتاوی دلوائے، اس قادیانی دجال نے آغازِ امر میں مجددیت کا دعویٰ کیا، اس کے بعد وفات مسیح ابن مریم کا دعویٰ کر کے قیامت سے پہلے آنے والے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا، جبکہ قرآن کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ابھی نہیں ہوئی: ''وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ''۔

احادیث نبویہ موعود مسیح حضرت مریم علیہا السلام کے صاحبزادے کو قرار دیتی ہیں: ''لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ تُقَاتِلُ عَلَى الْحَقِّ حَتّٰى يَنْزِلَ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ'' اس کے بعد یہ دعویٰ کیا کہ محمد عربی ﷺ نے اپنے آپ کو نبیوں کی مہر فرمایا ہے اور مجھ پر بھی آپ ﷺ نے نبوت والی مہر لگادی ہے، لہٰذا میں بھی نبی ہوں، جبکہ حدیث کا آخری حصہ ''لَانَبِيَّ بَعْدِيْ'' کا اعلان کرتا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ سابقہ نبیوں کے لئے آپ ﷺ مہر تھے۔

جس دستِ محمدؐ سے ہو بند لفافہ
تا حشر نہ ہوگا، نہ ہوا اس میں اضافہ

عزیزانِ من! قرآن کریم کی قطعی نصوص، متواتر احادیث کا عظیم ذخیرہ اور اجماع وقیاس کے علاوہ غور طلب بات یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نبی تھے، ان کا نام مفرد تھا، حضرت شیث علیہ السلام فرستادۂ حق تھے، ان کا نام بھی مرکب نہ تھا، مفرد تھا، حضرت محمد ﷺ سمیت تمام نبیوں کے اسمائے مبارکہ مفرد تھے، داعیانِ توحید پیغمبروں کے ناموں میں یہ اختصاص قدرت نے خاص حکمت کے ساتھ رکھا تھا، جبکہ غلام احمد قادیانی کا نام مفرد نہیں، مرکب ہے۔

تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کو سب سے زیادہ واجب التعظیم رکھنے کے لئے کسی استاذ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے سے اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا، جبکہ غلام احمد قادیانی گل شاہ کا شاگرد تھا، تمام انبیاء علیہم السلام اعلیٰ کردار کے حامل تھے، غلام احمد قادیانی شراب کا رسیا ، غیر عورتوں کے ساتھ غیر اخلاقی حرکات میں معروف تھا، تمام نبی اور رسول شکل وصورت میں ذی وجاہت، ذی وقار اور حسین تھے، غلام احمد قادیانی کی شکل دیکھ ابکائی آتی تھی۔

میں اپنی تقریر کا اختتام ان اشعار پر کرتا ہوں:

اکملت لکم آیتِ قرآنی کو پڑھ کر
ظلی و بروزی کی نبوت کو مٹا دو
ہو جس کو محمدؐ کی مساوات کا دعویٰ
"مثواہ جھنم" کی وعید اس کو سنا دو
وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

ختم نبوت کی اہمیت اور رد قادیانیت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ..... اَمَّابَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: "مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ"۔ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ"۔ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ۔

قابل صد احترام اساتذہ کرام، قابل صد تکریم اماکن بعیدہ سے بزم آراء ہونے والے علماء عظام ومہمانان گرامی اور میرے ہمدم وہمقدم ساتھیو اور گلشن بنوری کے چہکتے عندلیبو!

آج کی اس پروقار بزم خویشاں میں بندہ کو جس موضوع وعنوان پر گفتگو کرنے کا موقع ملا ہے، وہ ہے "ختم نبوت کی اہمیت اور ردّ قادیانیت"۔ بارگاہ صمدیت میں بصد الحاح دست بدعا ہوں کہ صحیح گفتگو کی توفیق عنایت فرمائیں۔

گرامی قدر سامعین! یہ مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری نبی ﷺ ہیں، آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، نہ تشریعی، نہ غیر تشریعی، نہ ظلی، نہ بروزی، جو نبی ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے، وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

گرامی قدر سامعین! میں قرآن وحدیث واقوال صحابہؓ اور اقوال ائمہؒ کی روشنی میں سب سے پہلے ختم نبوت کی اہمیت اور پھر ردّ قادیانیت بیان کروں گا، چنانچہ قرآن حکیم میں اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کی ختم نبوت کی اہمیت کو یوں بیان کیا ہے کہ: "مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" اس آیت کی تفسیر اوّلاً حضور ﷺ کے فرمان سے کرتے ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اَنَا خَاتَمُ

النَّبِيِّيْنَ لَانَبِيَّ بَعْدِیْ ‘‘ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اَنَا اٰخِرُ الْاَنْبِيَآءِ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ ‘‘ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اَنَا اَوَّلُ النَّبِيِّيْنَ فِی الْخَلْقِ وَاٰخِرُهُمْ فِی الْبَعْثِ‘‘۔

ماقبل میں ذکر کردہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام المفسرین حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ تفسیر ابن کثیر میں فرماتے ہیں: ’’فَهٰذِهِ الْاٰيَةُ نَصٌّ فِیْ اَنَّهٗ لَانَبِيَّ بَعْدَهٗ وَاِذَا كَانَ لَانَبِيَّ بَعْدَهٗ فَلَارَسُوْلَ بِالطَّرِيْقِ الْاُوْلٰى وَالْاُخْرٰى لِاَنَّ مَقَامَ الرِّسَالَةِ اَخَصُّ مِنْ مَقَامِ النُّبُوَّةِ فَاِنَّ كُلَّ رَسُوْلٍ نَبِيٌّ وَلَا يَنْعَكِسُ وَبِذٰلِكَ وَرَدَتِ الْاَحَادِيْثُ الْمُتَوَاتِرَةُ عَنِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَدِيْثِ جَمَاعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ‘‘۔

ایک اور مقام پر رب لم یزل نے حضور ﷺ کی ختم نبوت کی اہمیت کو یوں بیان کیا ہے: ’’اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ‘‘۔اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رئیس المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ’’لَمْ يَنْزِلْ بَعْدَ هٰذِهِ الْاٰيَةِ حَلَالٌ وَّلَا حَرَامٌ وَلَا شَیْءٌ مِّنَ الْفَرَائِضِ وِالسُّنَنِ وَالْحُدُوْدِ وَالْاَحْكَامِ‘‘۔

ارباب عقل ودانش! قرآن وحدیث کے بعد ختم نبوت کی اہمیت اقوال صحابہؓ سے سنئے! چنانچہ خلیفہ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’قَدِ انْقَطَعَ الْوَحْیُ وَتَمَّ الدِّيْنُ اَوَ يَنْقُصُ الدِّيْنُ وَاَنَا حَیٌّ ‘‘اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ‘‘۔

اب ختم نبوت کی اہمیت کے بارے میں اقوال ائمہ کی طرف چلتے ہیں، چنانچہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ طحاویہ میں فرماتے ہیں: ’’وَكُلُّ دَعْوَةٍ بَعْدَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَغْیٌ

وَهُوَ وَهُوَ الْمَبْعُوثُ اِلَى الْجِنِّ وَالْوَرٰى كَافَّةً" اور اسی ختم نبوت کی اہمیت کے بارے میں فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے: "اِذَا لَمْ يَعْرِفِ الرَّجُلُ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰخِرُ الْاَنْبِيَاءِ، فَلَيْسَ بِمُسْلِمٍ" ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر میں ختم نبوت کی اہمیت کو یوں بیان فرماتے ہیں: "وَ دَعْوَى النُّبُوَّةِ بَعْدَ نَبِيِّنَا كُفْرٌ بِالْاِجْمَاعِ"۔

عزیزان من! قرآن وحدیث واقوال صحابہؓ اور اقوال ائمہؒ سے ختم نبوت کی اہمیت ثابت کرنے کے بعد اب اس لئے ردِ قادیانیت کی طرف چلتے ہیں، چنانچہ برصغیر میں جب انگریز نے اپنے استبدادی پنجے مضبوطی سے گاڑ دیے تو اس نے اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی اختیار کی، دین فروشوں اور فتویٰ بازوں کے علاوہ انہیں ایک ایسے مدعی نبوت کی ضرورت پیش آئی، جو ان کی ظالمانہ اور کافرانہ حکومت کو سندِ الہام مہیا کر سکے، اس لئے انہوں نے ہندوستان بھر کے ضمیر فروش طبقات سے اپنے مطلب کا آدمی غلام احمد قادیانی تلاش کیا۔

چنانچہ غلام احمد قادیانی نے ۱۸۸۰ء میں ملہم من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا اور ۱۸۸۲ء میں مجدد ہونے کا دعویٰ کیا اور ۱۸۹۱ء میں مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور ۱۸۹۹ء میں ظلی بروزی نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور ۱۹۰۱ء میں مستقل صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کیا، جس کی پیش گوئی ۱۴سو سال پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی: "لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ"۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے دور کے کذاب کو واصل جہنم کیا اور اس دور میں اس فتنے کے خلاف سب سے پہلے دیوبند مکتب فکر کے علماء نے آواز اٹھائی، علماء دیوبند کے مساعی، جمعیت کے صدقے پوری امت کے تمام مکاتب فکر کے علماء قادیانیوں کے خلاف صف آراء ہوئے تو پورے ہندوستان میں قادیانیوں کا کفر امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر آشکارا ہوا،

چنانچہ مقدمہ بہاولپور میں علمائے دیوبند کی طرف سے وکالت کے لئے علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، اس مقدمہ کی کارروائی ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۵ء تک چلی، آخر کار جج نے ان کے کفر پر عدالتی مہر لگائی۔

مارچ ۱۹۳۰ء کو لاہور میں انجمن خدام الدین کے سالانہ اجتماع میں پانچ سو (۵۰۰) علمائے کرام کے اجتماع میں امام العصر انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو امیر شریعت کا خطاب دیا اور فتنۂ قادیانیت کے محاذ کی ذمہ داری ان پر ڈالی، ۱۹۴۹ء میں ملتان کی ایک چھوٹی سی مسجد مسجدِ سراجیاں میں مشاورت کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی گئی۔

۱۹۷۰ء میں جمعیت علماء اسلام کی مثالی جدوجہد سے مفکر اسلام حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ اور شیر اسلام مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے، قومی اسمبلی میں امت مسلمہ کی نمائندگی کا شرف اللہ تعالیٰ نے دار العلوم دیوبند کے عظیم رہنما مفکر اسلام مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کو بخشا، قانونی طور پر قادیانی اپنے منطقی انجام کو پہنچے اور ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا، غرض دار العلوم دیوبند کے سر پرست اول حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی الف سے تحفظ ختم نبوت کی تحریک شروع ہوئی اور محدث العصر علامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی یاء پر کامیابی کے ساتھ اپنے اختتام کو پہنچی۔

یارانِ وفا دورِ صحابہؓ کو صدا دو
ہر ظالم و جابر کے تم ہوش اُڑا دو
اس دور میں قادیانیت کے یہ آثار مٹا دو
جو کچھ بھی ہو اب ختم نبوت پہ مٹا دو

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

اسلام میں حدود کا تصور

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد! اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلَا تَعْتَدُوْھَا" صدق اللہ العظیم.

میرے انتہائی قابل صد احترام اساتذۂ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو! آج کی اس محفل میں جس موضوع پر لب کشائی کی صدارت کر رہا ہوں وہ ہے "اسلام میں حدود کا تصور"

بلاشبہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اسلام کے اندر انسانیت سے متعلق ہر شعبے کیلئے ایسے قوانین اور احکامات موجود ہیں کہ اگر ان کو عمل میں لایا جائے تو انسان کے فلاح کی مکمل گارنٹی دی جاسکتی ہے اور انسانیت سے متعلق ایک شعبہ سیاست کا بھی ہے جو کسی ملک کے نظام حکومت کو چلانے کا شعبہ ہے اور کسی ملک کے نظام کو چلاتے ہوئے اس کی اولین ترجیح وہاں امن وامان کا قیام ہوتا ہے اور جب تک کسی ملک کے عوام کو جان کے اعتبار سے، مال کے اعتبار سے اور عزت کے اعتبار سے حفاظت فراہم نہ کی جائے تو اس وقت تک اس ملک میں امن وامان کی ضمانت نہیں دی جاسکتی یہی وجہ ہے کہ آج بین الاقوامی قوانین انہی کی حفاظت کا نہ صرف حکم کرتی ہے بلکہ جو شخص بھی کسی ملک کے اندر ان میں سے کسی ایک کو بھی غیر محفوظ بنا کر ملک کے امن وامان کو تہ وبالا کرنا چاہتا ہے تو اسلام اس شخص کیلئے حدود اور سزاؤں کا حکم دیتا ہے کیونکہ یہ ہمارا دعویٰ ہے کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے ان تینوں چیزوں کی حفاظت کا بنیادی تصور قائم رکھا ہے چنانچہ اگر کوئی ناعاقبت اندیش خواہ مخواہ کسی دوسرے کی جان کا دشمن بن جاتا ہے تو اسلام ایسے شخص کیلئے قصاص کا حکم کرتے ہوئے اعلان کرتا ہے "وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ... الایۃ" اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کی عزت چاہتا ہے تو اسلام کا حکم حدِ زنا اور حدِ قذف کی صورت میں حرکت میں آکر اعلان کرتا ہے "اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ

...الایۃ" اور "وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَھُمْ" اور اگر کوئی شخص کسی کے مال محفوظ پر ہاتھ صاف کرتا ہے تو حد سرقہ کا قانون حرکت میں آکر حکم کرتا ہے "وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ... الایۃ" اس لئے اگر وقت کا کوئی خلیفہ یا وقت کا کوئی حکمران اپنے ملک کے اندر امن وامان کا خواہشمند ہے تو اس سے ہماری دردمندانہ اپیل ہے کہ اسلامی حدود کو اپنے ملک کے آئین کا حصہ بنا کر اپنی عدالتوں کو حدود آرڈیننس سے مزین کرو پھر دیکھنا کہ ملک امن امان کا گہوارہ ہے۔

بہر حال کوئی شخص فلسفہ کفر کی سازشوں کا شکار ہو کر ارتداد کا فتنہ برپا کرنا چاہتا ہے تو اسلام کا حکم تازیانہ قتل کی صورت میں حرکت میں آتا ہے بخاری شریف کی روایت ہے "مَنْ بَدَّلَ دِیْنَہٗ فَاقْتُلُوْہُ" اسی طرح اگر کوئی شخص دشمنان اسلام کی خوشنودی اور ڈالروں کا آسرا لیکر اسلامی ملک کے پرامن معاشرے میں دہشت گردی پھیلاتا ہے تو اسلام کا حکم حدِ حرابہ کی صورت میں حرکت میں آتا ہے "اَلَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا... الخ"۔ اگر کوئی شخص نشہ آور چیزیں استعمال کر کے اپنے حواس کھو بیٹھے اور شہریوں کی جان مال اور عزت کیلئے خطرہ بن جاتا ہے تو اسلام کا قانون حدِ شرب کی صورت میں حرکت میں آکر اعلان کرتا ہے:

"مَنْ شَرِبَ خَمْرًا فَاجْلِدُوْہُ فَاِنْ عَادَ فِی الرَّابِعَۃِ فَاقْتُلُوْہُ"

عزیزانِ محترم! اسی طرح اگر کوئی وقت کا حکمران یا وقت کا خلیفہ اپنے ملک کے اندر پرامن معاشرہ دیکھنے کا خواہشمند ہے تو اس کیلئے ہماری دردمندانہ اپیل ہے کہ حدود اللہ کو اپنے ملک کے آئین میں شامل کر کے دیکھے کہ کیسے شہریوں کو تحفظ فراہم نہیں ہوتا اور کیسے امن وامان کا گہوارہ نہیں بنتا ہے؟

قیادت ہاتھ میں لو مسلمانوں زمانے کی
ورنہ کفر دنیا کو ہلاکت میں گرا دے گا

نظام دین رحمت ہے بشارت ہے بہاروں کی
اسے نافذ کرو یہ دنیا کو جنت بنادے گا
گلدستہ کو عجب ڈھنگ سے باندھو
اک پھول کا مضمون ہے تو سو رنگ سے باندھو
نام سے قانون کے ہوتے ہیں کیا کیا ستم
جبر یہ زیر نقاب دیکھئے کب تک رہے
دولت ہندوستان قبضۂ اغیار میں
بے حد و حساب دیکھئے کب تک رہے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اسلامی تاریخ

الحمدلله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفىٰ . امابعد!فقدقال الله تبارک وتعالیٰ في القرآن المجيدوالفرقان الحميد. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ "قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ"صدق الله العظيم.

کبھی تدبر کیا اے نوجوان مسلم تو نے
وہ کیا گردوں تھا جس کا ہے تو ٹوٹا ہوا تارا
جس دور پہ نازاں تھی دنیا، ہم وہ زمانہ بھول گئے
دنیا کی کہانی یاد رہی اور اپنا فسانہ بھول گئے

واجب الاحترام اساتذہ کرام اور بزمِ شامزئی کے ہونہار ساتھیو!

انسان کا حال اس کے ماضی کے ساتھ مرتب ہوتا ہے اور اس کا مستقبل ماضی پر ہی پروان چڑھتا ہے چاہے وہ انسان کی ذاتی زندگی ہو یا اس کی اجتماعی زندگی ہو چنانچہ انسان اپنے ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھ کر اپنے مستقبل کو شاندار بناتا ہے اور اسی طرح وہ اپنے محاسن اور خوبیوں کو دہرا کر مستقبل کو تابناک بناتا ہے اور یہی انسان کی اجتماعی زندگی یعنی قوموں کا حال ہے۔

اسی لئے کہا جاتا ہے کہ" تاریخ آئینہ ہے جس میں قوموں کے عروج وزوال نظر آتے ہیں کہ کسی قوم کی عظمت کا شاہد اس کی تاریخ ہوا کرتی ہے اسی لئے قوموں کی زندگی میں تاریخ کو بہت اہمیت حاصل ہے۔

اور اسلام میں تاریخ کی اہمیت اس لحاظ سے بھی زیادہ ہے کہ اس کی تاریخ زمانے کے اعتبار سے چودہ سو سال اور رقبے کے لحاظ سے مشرق ومغرب اور شمال وجنوب تک پھیلی ہوئی ہے لہذا کسی مورخ کی تاریخی نظر حجازِ مقدس کی طرف اٹھتی ہے تو وہاں صحابہ کرام کی

تلواروں کی جھنکار سنائی دیتی ہے، جب بغداد کی طرف اٹھتی ہے تو وہاں امام ترمذی نظر آتے ہیں، جب کوفہ کی طرف اٹھتی ہے تو امام اعظم امام ابوحنیفہ نظر آتے ہیں، جب فلسطین کی طرف نظر اٹھتی ہے تو نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی کی للکار نظر آتی ہے، جب سرزمین ہند کی طرف نظر اٹھتی ہے تو شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی حفاظتِ اسلام کی تڑپ نظر آتی ہے، سمرقند بخارا کی طرف نظر اٹھتی ہے تو محدثین کی ''قال الرسول'' کی صدا گونجتی ہے اور جب کہسار افغانستان کی طرف نظر اٹھتی ہے تو سلطان محمود غزنوی اسلام کے علمبردار نظر آتے ہیں۔

اسلامی تاریخ کے ان شہ پاروں اور شہ سواروں پر نہ صرف اسلام اور اہل اسلام کو فخر ہے بلکہ عالم انسانیت کیلئے ان کی زندگی باعث فخر اور سعادت ہے۔

تاریخِ اسلام میں ان جیسے انمول ہیرے ایک یا دو نہیں بلکہ اسلامی تاریخ ایسے جواہر سے بھری پڑی ہے شاید اسی لئے شاعر کو یہ کہنا پڑا!!

وہ لوگ جنہوں نے خون دے کر پھولوں کو رنگت بخشی ہے
دو چار سے دنیا واقف ہے گمنام نہ جانے کتنے ہیں

تاریخ اسلام کا دوسرا امتیاز یہ ہے کہ اس کی باتیں مستند اور مراجع معتبر ہیں۔

محترم سامعین! اسلامی تاریخ کے بہت سارے واقعات قرآن مقدس کی تفسیر میں محفوظ ہیں اور بہت سارے واقعات آپ کو امام بخاری کی صحیح بخاری، امام مسلم کی صحیح مسلم، امام ترمذی کی جامع ترمذی، امام ابوداؤد کی سنن ابی داؤد، امام ابن ماجہ کی سنن ابن ماجہ میں ملیں گے اور علماء ومحدثین کے نزدیک صحاح ستہ خود بھی معتبر ہے اوران کے جلیل القدر مصنفین اصحاب اعتماد ہیں اس کے برعکس اقوام عالم کی تاریخوں میں من گھڑت واقعات شامل ہو چکے ہیں اور اپنے مفاد کی خاطر ان کے تاریخ دانوں نے ان کی تاریخ کو بگاڑ کے رکھ دیا ہے۔

اسلامی تاریخ کی تیسری بڑی خاصیت یہ ہے کہ اس میں ایسے انمول افراد نظر آتے

ہیں کہ اگر صحیح معنوں میں ان کی اتباع کی جائے تو دنیا آج ایک دفعہ پھر تاریکیوں سے نکل کر روشنیوں کی طرف، جہالت سے نکل کر علم کی نورانیت کی طرف، مایوسیوں سے نکل کر خوشیوں کی طرف، ظلم سے نکل کر عدل کی طرف اور شر سے نکل کر خیر کی طرف آسکتی ہیں شاید انہیں انمول ہستیوں کی شان میں اقبال مرحوم نے یہ شعر کہا تھا!

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے، جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا، سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

برادرانِ اسلام! ان سب حقائق کا اپنی جگہ پر مسلّم ہونے کے باوجود جہاں اس پرفتن دور میں اسلامی تعلیمات سے لاپرواہی برتی جارہی ہے وہیں شاندار اسلامی تاریخ کو اہل اسلام نے نہ صرف نظر انداز کیا بلکہ آج کا مسلمان نوجوان اعدائے اسلام کی تاریخ کو حسرت کی نظر سے دیکھتا ہے اور رونے کا مقام تو یہ ہے کہ بعض تو اپنی تاریخ سے زیادہ یہود و نصاریٰ کی تاریخ کو محبوب رکھتے ہیں یہ حالت دیکھ کر بے اختیار زباں پر یہ شعر آتا ہے!

وطن تو آزاد ہو چکا ہے، دل و دماغ ہیں غلام اب بھی
شراب غفلت پے ہوئے ہیں یہاں خاص و عام اب بھی

ارے غافلوں تمہیں امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم کا واقعہ یاد کیوں نہیں آیا فاروق اعظم دنیا کے بہادر ترین سپہ سالار اور آدھی سے زیادہ دنیا کے فرمان روا ہو کر قاضی شریح کی عدالت میں پیش ہوتے ہیں جب قاضی امیر المؤمنین کے خلاف فیصلہ صادر کرتے ہیں تو سیدنا فاروق اعظمؓ وہ تاریخی جملہ کہتے ہیں جسے صرف تصور کرنا ہی ناممکن نظر آتا ہے فاروق اعظم قاضی شریح کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

اِذْهَبْ اِلَى الْكُوْفَةِ، وَلَّيْتُكَ قَضَاءَ هَا

کوفہ جایئے میں نے آپ کو قاضی مقرر کر دیا۔

یہ ہے اسلام میں حق بات کرنے والوں سے محبت کہ اپنے خلاف فیصلہ دینے والے

کو قاضی بنادیا جاتا ہے۔ اس طرح کے ایک یا دو واقعہ نہیں بلکہ اسلامی تاریخ کا دامن ایسے واقعات سے بھرا پڑا ہے جن کا تصور آج کے انسان کیلئے مشکل ہے۔

آخر میں تاریخ کے ان شہسواروں، چمکتے موتیوں اور انمول ہیروں کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرونگا جو استاد الاساتذہ، نمونہ اسلاف، حضرت ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب دامت برکاتہم العالیہ اکثر پڑھا کرتے ہیں!

أُولٰئِکَ آبَائِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِهِمْ
إِذَا جَمَعَتْنَا یَا جَرِیْرُ الْمَجَامِعُ
وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

اسلامی نظام تعلیم کی اہمیت

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہ

امابعد اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ، خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ، اِقۡرَاۡ وَرَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ، الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ، عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ" صدق اللہ العظیم.

میرے انتہائی قابل صد احترام اساتذہ کرام اور بزمِ شامزئی کے غیور ساتھیو! اور دیگر مہمانان گرامی آج کی اس مبارک نشست میں میں اسلامی نظام تعلیم کی اہمیت پر کچھ معروضات پیش کرنا چاہونگا دعا کریں اللہ مجھے حق سچ کہنے کی اور ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

عزیزانِ محترم! یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کامیابی اور ناکامی کی بھاگ دوڑ میں نظام تعلیم وہ واحد ذریعہ ہے جو کسی بھی قوم کی تہذیب وثقافت کیلئے آئینہ دار اور کسی بھی ملک اور معاشرے کی ترقی کیلئے بنیاد اور اساس کی حیثیت رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ جب بھی کسی ملک کے شیرازے کو بکھیرنا ہوتا ہے یا کسی قوم کو صفحہ ہستی سے مٹانا مقصود ہوتا ہے تو اس کیلئے ایٹم بم یا بارود کا استعمال نہیں کیا جاتا بلکہ فلاسفہ کا کہنا یہی ہے کہ ان کے نظام تعلیم کو بدل دو چنانچہ اسی نظریے پر عمل کرتے ہوئے انگریز سامراج نے جب برِ صغیر پر قدم جمائے تو برصغیر کے مسلمانوں کی اجتماعی قوت کو پاش پاش کرنے کے لئے انگریز نے مسلمانوں کے نظام تعلیم کو بدلنے کی کوشش کی اور پھر اپنی اس خواہش کو عملی جامہ پہنانے کیلئے لارڈ میکالے کے مرتب کردہ نظام تعلیم کو ترویج دے کر داخل نصاب کرایا۔

عزیزانِ محترم! آپ اس سازش کا صحیح اندازہ ماضی قریب کی ایک رپورٹ سے لگا سکتے ہیں کہ ۲۰۰۰ء سے لیکر ۲۰۰۴ء تک امریکہ نے مسلم دنیا کے بارے میں جتنی رپورٹیں تیار کیں ان میں مسلمانوں کے نظام تعلیم کو بنیادی طور پر ہدف بنانے کی کوشش کی گئی ہے اس لئے تو آج یہ نتائج

ہمارے سامنے ہیں کہ ایک طرف تو ہم افرادی قوت کی کمی کی سزا بھگت رہے ہیں اور دوسری طرف حقائق یہ ہیں کہ صرف ہمارے ملک کا نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے باوجود ہم کسی ایسے دانشور کے پانے سے قاصر ہیں جو اپنے اس نظام تعلیم کے مقاصد کا تعین کر سکے یا قوم کو اجتماعی سوچ فراہم کر سکے اس لئے تو مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ نے فرمایا تھا کہ اس تعلیم سے کوئی بابو یا اسکالر تو بن سکتا ہے لیکن امام شاہ ولی اللہؒ، مولانا قاسم نانوتویؒ اور شاعر مشرق علامہ اقبالؒ جیسی شخصیتیں نہیں بن سکتے تو اکبر آلہ آبادی نے بھی خوب کہا تھا۔

یوں قتل میں بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

عزیزان محترم! اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نظام تعلیم کے مقابلے میں وہ کونسا نظام تعلیم ہے جو ہماری تہذیب وثقافت کیلئے آئینہ دار ہو: ہمارے ملک اور معاشرے کو ترقی کی راہ پر گامزن کر سکے، وہ کونسا نظام تعلیم ہے جو ہمارے نوجوانوں میں امام شاہ ولی اللہؒ جیسی فکر، مولانا قاسم نانوتویؒ جیسا کردار، شاعر مشرق جیسی سوچ پیدا کرے۔

عزیزان محترم! اس سوال کے جواب کیلئے ہمیں ملک بھر کی لائبریریوں کو کھنگالنے کی ضرورت نہیں بلکہ اگر صرف اسلامی نظام تعلیم کا مطالعہ کریں تو مسئلہ حل ہو جائے گا کیونکہ اسلامی نظام تعلیم ہی وہ نظام ہے جو طلبہ کرام کو اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ اقدار سکھاتا ہے، اسلامی نظام ہی ہے جس سے نا صرف راہنما یا اس قوم کے سچے اور محب وطن سیاستدان پیدا ہوتے ہیں بلکہ بڑے بڑے انجینئر اور سائنسدان بھی اسی نظام تعلیم سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ صرف ایک دعویٰ نہیں بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ جابر بن حیان، ابن الہیثم اور الفارابی المسعودی جیسے عظیم سائنسدان اور فلسفی اسی نظام تعلیم سے پیدا ہوئے ہیں جن کے تجربات سے آج تک سائنسدان رہنمائی حاصل کر کے ترقی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آج چاند تک پہنچنے کا دعویٰ کرنے والے شاید اس بات سے ناواقف ہیں کہ آٹھویں صدی عیسوی میں مصنوعی چاند ایجاد کرنے والے حاکم بن ہاشم نے

اسلامی نظام تعلیم سے تربیت پائی تھی، سب سے پہلے عینک کا شیشہ اور اڑنے والی کے موجد ابوالقاسم ابن الفرناس اسی اسلامی نظام تعلیم کے تربیت یافتہ تھے، لاہور کی تاریخی شاہی مسجد اور شاہی قلعہ کا انجینئر اسی تعلیم سے سبق حاصل کر چکا تھا۔

عزیزان محترم! داستان ان حقائق کی بڑی طویل ہے لیکن صرف ضرورت اس بات کی ہے کہ اس موجودہ نظام تعلیم کو پس پشت ڈال کر فنی اور سائنسی بنیادوں پر مبنی اسلامی نظام تعلیم کو ترویج دی جائے جو قوم کو منزل اور مقصد کا تعیین کر کے نظام خلافت کی لذت سے آشنا کرے نئی نسل کو ساحرات کی تقلید کے بجائے اسلاف کی تقلید کا سبق سکھائے اس لئے آج کے مجمع کے توسط سے میں دینی وعصری تمام طلبہ برادری کو یہ دعوت دیتا ہوں کہ تعلیمی اداروں میں اسلامی نظامِ تعلیم کی تنفیذ کیلئے ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو کر ایک پرچم کے سائے تلے ایک قوت بن کر علماء حق کی سرپرستی میں کردار ادا کریں۔ کامیابی کا ستارہ آپ ہی کے حق میں چمکے گا۔ کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ:

"وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ. إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا"

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اسلام کا نظامِ عدل اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

نحمده ونصلي على رسوله الكريم أما بعد! اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ "يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ." وقال النبی ﷺ لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ. صدق اللہ و صدق رسوله النبی الكريم.

سامعین گرامی قدر!

آج میں آپ حضرات کے سامنے جس موضوع پر لب کشائی کی جرأت کر رہا ہوں وہ ہے "اسلام کا نظام عدل اور سیدنا عمر فاروقؓ" آج کے اس مادی دور میں ہر طرف سے اسلام پہ طعن و تشنیع کا بازار گرم ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو لوگ اسلام کو طعن کا نشانہ بناتے ہیں وہ لوگ اسلام کی الف سے بھی واقف نہیں۔ ہمارا اسلام وہ آفاقی مذہب ہے جس نے ایک عام غریب آدمی کو بھی یہ حق دیا ہے کہ وہ وقت کے حکمران پر دعویٰ کر کے عدالت میں حاضر کرا سکتا ہے اور مجال نہیں کہ وقت کا حاکم عدالت میں قاضی کے روبرو پیش نہ ہو۔

میرے دوستو! دنیا کا کوئی مذہب بھی ایک غریب آدمی کو یہ حق نہیں دیتا جو حق اسلام نے دیا ہے کہ وقت کا حکمران ملزم کی حیثیت سے عدالت میں پیش ہو یہ صرف اسلام کی امتیازی خصوصیت ہے کہ اس میں امیر غریب، حاکم محکوم سب برابر ہیں۔ اگر امیر پر الزام ہے تو اسے عدالت میں آنا پڑے گا اور اگر وزیر پر الزام ہے تو اسے عدالت میں آنا پڑے گا۔ اگر امیر المؤمنین پر الزام ہے تو اسے عدالت میں آنا پڑے گا اور انصاف و عدل کے تقاضے پورے کرنے ہوں گے۔

مثال کے طور پر خود فاروق اعظم کا دور ہے سبحان اللہ دور فاروقی پر بھی قربان جائیں کہ عدل و انصاف کا ایسا بھرپور دور ہے کہ کسی شخص کو جرأت نہیں ہے کہ وہ کسی بکری

کے ساتھ ناانصافی کرے۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت فاروق اعظم کا دور ہے مسجد نبوی کے قریب گھر میں پرنالہ لگا تھا جس سے بارش کا پانی مسجد کے اندر گرتا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اسے ہٹوادیا تو جس صحابی کا گھر تھا ان صحابی نے عدالت میں کیس کر دیا کہ جو پرنالہ خود حضور ﷺ نے لگوایا تھا وہ عمر نے کیوں اتار دیا قاضی کی طرف سے عدالت میں طلبی ہوئی عدالت میں حاضر ہو کر ملزم کے کٹہرے میں وقت کا سب سے بڑا حکمران کھڑا ہے، فرد جرم عائد ہوتی ہے، جرم ثابت ہو جاتا ہے، وقت کا حکمران اپنے اوپر جرم ثابت ہونے پر نالاں نہیں ہوتا ناراض نہیں ہوتا بلکہ حضرت فاروق اعظم اس صحابی سے فرماتے ہیں کہ میرے کندھے پر چڑھ کر یہ پرنالہ دوبارہ اپنی جگہ واپس لگا دو۔ یہ ہے اسلام کا نظام عدل فیصلہ کسی وزیر کے خلاف ہی کیوں نہ۔

میرے بھائیو!

حضرت عمر فاروق خطبہ دے رہے ہیں ایک اعرابی کھڑے ہو کر کہتا ہے اے عمر! ہم تمہیں اس وقت تک خطبہ نہیں دینے دینگے جب تک تم اپنی صفائی پیش نہ کرو کیونکہ مالِ غنیمت میں جو کپڑا آیا تھا اس کپڑے سے ہماری تو ایک ایک چادر بنی لیکن آپ کا پورا سوٹ کیسے تیار ہو گیا حالانکہ آپ کا قد بھی لمبا ہے اگر کوئی آج کا حکمران ہوتا، اگر کوئی جمہوریت کا راگ الاپنے والا حکمران ہوتا تو فوراً اس شخص کو پکڑ کر جیل میں ڈال دیا جاتا مگر یہ اسلامی حکومت تھی جس کے سربراہ فاروق اعظم تھے فاروق اعظم غصے نہیں ہوئے ناراض بھی نہیں ہوئے بلکہ خوش ہوئے اور فرمایا کہ مالِ غنیمت کے کپڑوں میں سے ایک چادر میرے حصے میں آئی ایک چادر میرے بیٹے کے حصے میں آئی ان دونوں چادروں کو ملا کر میرا کپڑا تیار ہوا پھر اس اعرابی سے کہا کہ اب میں خطبہ دے سکتا ہوں اعرابی نے اجازت دیدی تو فرمایا کہ جب تک حضور کے ایسے صحابی زندہ ہیں عمر غلط نہیں جا سکتا ناانصافی نہیں کر سکتا۔

میرے دوستو! اسلام میں عدل کا نظام ایسا زبردست ہے آپ ﷺ کے دور میں جب ایک

فاطمہ نامی عورت کے ہاتھ کاٹے جانے لگے جس نے چوری کی تھی وہ عورت کسی بڑے گھرانے کی تھی آپ ﷺ سے اس کی سزا کی معافی کے بارے میں سفارش کی گئی تو آپ ﷺ نے یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا: ''کہ اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیا جاتا''۔ تو معلوم ہوا کہ اسلام کے نظامِ عدل سے کسی کو مفر نہیں۔

کعبۃ اللہ کا طواف ہو رہا ہے، ایک غریب آدمی کا پاؤں سردار کی چادر پر آ گیا سردار نے گھوم کر اس غریب آدمی کو تھپڑ مار دیا اس غریب صحابی کی چیخ نکل گئی رو کر بولے کیا عمر فاروق کا انتقال ہو گیا لوگوں نے بتایا کہ عمر فاروق زندہ ہیں۔ یہ غریب صحابی دوڑے دوڑے حضرت فاروق اعظم کے پاس مدینے پہنچے اور اس سردار کی شکایت کی اسی وقت دربارِ خلافت سے حکم جاری ہوا کہ اس سردار کو خلیفہ کے سامنے پیش کیا جائے۔ سردار کو گرفتار کر کے خلیفہ کے حضور پیش کیا گیا حضرت عمر نے پوچھا کہ: کیا اس غریب صحابی کو تھپڑ تم نے مارا اس سردار نے اقرار کر لیا کہ میں نے تھپڑ مارا اس لئے کہ اس کا پاؤں میری چادر پر آ گیا تھا فرمایا: ''اچھا! آدھا طواف کر کے تم منہ سیدھا کر و تھپڑ کھانا پڑے گا واہ عمرؓ نے یہ نہیں سوچا کہ یہ سردار ہے اس کی بے عزتی ہو جائے گی بلکہ اس غریب صحابی سے اس سردار کو تھپڑ لگوایا تا کہ رہتی دنیا تک یہ مثال قائم ہو جائے کہ اگر غریب پر زیادتی ہو گی تو اسلام اس غریب کو حق دلوائے گا، اگر غلام پر زیادتی ہو گی اسلام غلام کو حق دلوائے گا غرض دنیا کے جس کونے میں بھی کسی پر زیادتی ہو گی اسلام اس کو حق دلوائے گا، دعا فرمائیں اللہ پاک مجھے اور آپ کو اسلام کے نظامِ عدل کی بہاریں دکھائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اسلام کا نظامِ امن

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ...... اَمَّابَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: "وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا" وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَیَدِهٖ، وَالْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰی دِمَائِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ" اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ.

تیری نگاہ کا مرکز ہے پستیاں و لیکن
بلندیوں کے ستارے کچھ اور کہتے ہیں
ہمارے خرمنِ امن و سکون کو جلا کر بھی
تیری نظر کے اشارے کچھ اور کہتے ہیں

انتہائی واجب الاحترام اربابِ علم و دانش اساتذہ اور عزیز طلبہ! قرآن وحدیث کے وسیع وعریض اور ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے "اسلام کے نظامِ امن" کے چند ہیرے اور جواہرات نکال کر آپ حضرات کے دامن اقدس میں پرونے کا متمنی ہوں۔

عزیزانِ من! اسلام پوری زندگی کے مکمل نظام اور حیاتِ انسانی کے مکمل ضابطے کا نام ہے، انسان کی زندگی مختلف شعبوں میں منقسم ہے، اسلام میں شعبۂ معاشرت بھی ہے، معیشت بھی ہے، سیاست بھی ہے، تحقیق بھی ہے، تفسیر بھی ہے، حدیث بھی ہے، اسلام کی درخشاں تاریخ نے ہر شعبے میں امن کا نظام فراہم کیا ہے۔

اگر لفظِ اسلام پر غور کیا جائے تو اسلام کا "الف" کہتا ہے کہ یہ امن کا مرکز ہے،

''س'' بتلاتا ہے کہ سلامتی کا محور ہے''ل'' بتلاتا ہے کہ یہ لطافت کا پھول ہے''م'' بتلاتا ہے کہ یہ محبت کا گہوارہ ہے، قبل از اسلام عورت کی بھی کوئی ویلیو (حیثیت) نہ تھی، مگر اسلام نے آ کر بتلایا کہ عورت پیدا ہو تو اسے رحمت کہتے ہیں، جوان ہو تو اسے غیرت کہتے ہیں، بیوی بن جائے تو اسے عزت کہتے ہیں اور اگر ماں بن جائے تو اسے جنت کہا جاتا ہے۔

سامعینِ مکرم! غور کرنے کی بات ہے کہ عورت کا باہر نکلنا بھی فتنوں کا باعث تھا تو اسلام نے ''وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ '' کہہ کر ان کو گھروں میں امن دے دیا۔ اگر بوقتِ ضرورت باہر جانا ہو تو ''یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ '' کا حجابِ امن و آشتی اوڑھا دیا اور ساتھ ساتھ مردوں کو یہ حکم بھی دے دیا: ''قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ'':

یہی وہ اسلام کا نظام امن ہے کہ جس نے آ کر حلت وحرمت کے مابین درسِ امتیاز دیا اور سلامتی و امن کو عام کرنے کے لئے ''اَفْشُوْا السَّلَامَ'' کا حکم جاری کر دیا۔ یہی وہ اسلام کا نظام امن ہے کہ مسلمان تو مسلمان جس نے کافروں کو بھی امن بخشا، جو کافر جزیہ ادا کرے گا اس کے مال و جان، عزت و آبرو کے امن کی ضمانت اسلام نے دی۔ قتل وغارت گری بھی فساد تھا، مگر یہ اسلام ہی ہے کہ جس نے ''وَلَکُمْ فِیْ الْقِصَاصِ حَیَاةٌ یَّاُولِیْ الْاَلْبَابِ '' کہہ کر امن کی فضا قائم کر دی، اور '' اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ '' کی صدائے لم یزل بلند کر کے اسلام کے نظام امن کی بالادستی قائم کر دی۔ چوری بھی امن کو تباہ کرنے کا ذریعہ تھی، مگر اسلام نے ''وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَهُمَا '' کہہ کر امن کی لہر دوڑا دی۔ زنا بھی امن کو پامال کرتا تھا، لیکن اسلام نے آ کر یہ آرڈیننس جاری کر دیا کہ ''وَلَا تَقْرَبُوْا الزِّنیٰ اِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِیْلاً '' اور پھر فرمایا ''اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ''۔

سامعینِ مکرم! آج کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام کے دامن میں کیا ہے؟ آؤ! میں بڑے چیلنج سے کہتا ہوں کہ مجھے بتاؤ کہ وہ کونسی چیز ہے کہ جس کا حکم اسلام نے نہیں دیا ہے، انسان تو انسان ہے، اسلام نے تو جنات کو بھی تکلیف دینے سے منع کر دیا اور حکم جاری کر دیا کہ ''لَاتَسْتَنْجُوْابِالرَّوْثِ وَلَابِالْعِظَامِ فَاِنَّهَازَادُاِخْوَانِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ'' فرشتوں کو بھی تکلیف دینے سے منع کر دیا اور اعلان فرمایا: ''مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتِنَةِ فَلَايَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَافَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَاَذّٰى مِمَّايَتَاَذّٰى مِنْهُ الْاِنْسُ''۔ اسلام نے حشرات الارض کو بھی امن دیا اور اعلان فرمادیا کہ: ''لَايَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِيْ جُحْرٍ'' جی ہاں! یہی وہ اسلام ہے جو کافر کو بھی دعوت دیتا ہے، پھر تلوار اٹھاتا ہے۔

آیئے! میں آپ کو مزید آگے لے جاتا ہوں، اس ہستی کو جس کو آمنہ کا لال کہتے ہیں، محبوبِ ربِ ذوالجلال کہتے ہیں، جب آقا علیہ السلام بڑی شان وشوکت سے مکہ میں فاتحانہ انداز میں داخل ہورہے تھے تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: سب کو بلالو، چنانچہ وہ بھی آگئے، جنہوں نے سمیہ رضی اللہ عنہا کے ٹکڑے کئے تھے، وہ بھی آگئے، جنہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے کلیجے کو کچا چبایا تھا، وہ بھی آگئے جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے تھے، وہ بھی آگئے، جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پاگل، دیوانہ اور مجنوں کہا تھا، یہ سب سامنے کھڑے ہوگئے، اقوامِ عالم کا دستور تو یہ چلا آرہا تھا کہ: ''إِنَّ الْمُلُوْكَ إِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً أَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زبانوں پر یہ کلمات جاری تھے کہ: ''اَلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ'' لیکن اسلام نے رسالت پناہ کی زبان مبارک سے ''لَاتَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ'' اور ''اَلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَرْحَمَةِ'' کی صدائیں بلند کروا کر عالم میں نظامِ امن کا ڈنکا بجادیا۔

میں جب تاریخ کے صفحات کھنگالتا ہوں تو مجھے اسلام کے نظامِ امن کا وہ درخشاں

دور بھی نظر آتا ہے کہ جب ایک عورت زیورات سے لدی پھندی دمشق سے چلتی ہے اور مدینہ طیبہ میں آتی ہے اور پورے راستے میں اسے میلی آنکھ اٹھا کر دیکھنے والا کوئی نہیں ملتا ہے، مجھے وہ دور بھی نظر آتا ہے کہ جب زلزلہ آیا تو خلیفۂ وقت نے زمین پر دُرّہ مار کر کہا کہ کیوں کانپتی ہو، کیا میں نے تمہارے اوپر عدل وانصاف اور امن وامان قائم نہیں کیا؟

آج ہم نے اسلام کے اسی نظامِ امن کو پس پشت ڈالا اور برہنہ مغربی تہذیب کو اپنایا تو ہم بدامنی کا شکار ہوگئے، ہماری زندگیوں کے ہر ہر شعبہ سے سکون واطمینان نکل گیا، شاعر نے کہا:

قیادت ہاتھ میں لو اے مسلمانو! زمانے کی
وگرنہ کفر دنیا کو ہلاکت میں گرا دے گا
نظامِ دین رحمت ہے، شجاعت ہے، بہاروں کی
اسے نافذ کرو، دنیا کو جنت بنا دے گا

تو میرے دوستو! آج ہم ایک مرتبہ پھر اسلام کے نظامِ امن کے دامن میں پناہ لیں تو آج بھی وہی امن قائم ہوسکتا ہے کہ جو خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں ہوتا تھا، آخر میں کہتا ہوں:

آؤ دوستو! ایک کام کریں
اسوۂ نبیؐ کو عام کریں
جن سے ہو نظامِ امن کی روشنی
ان چراغوں کا اہتمام کریں

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

اسلام کا نظامِ امن

الحمدلحضرۃ الجلالۃ والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم الرسالۃ.

أما بعد! أعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم "قال الله تبارک وتعالیٰ "إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ" صدق الله العظيم.

قیادت ہاتھ میں لوائے مسلمانو! زمانے کی
وگرنہ کفر دنیا کو ہلاکت میں گرا دیگا
نظام دین رحمت ہے بشارت ہے بہاروں کی
اسے نافذ کرو دنیا کو جنت بنا دے گا

واجب التکریم اساتذہ کرام، طلباء عظام اور میرے بزمِ شامزئی کے ہم مشن ساتھیو!
آج کی اس پر رونق اور باوقار محفل میں جس عنوان پر اپنے بے جوڑ، بے ربط خیالات لے کر حاضر ہوا ہوں وہ ہے "اسلام کا نظامِ امن" رب لم یزل کی بارگاہ صمدیت میں ملتجی ہوں کہ حق وصواب پر مبنی گفتگو کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

سامعین کرام! امن وامان کی اہمیت وضرورت ہر دور اور ہر امت میں مسلم رہی ہے۔ امن وامان کے بغیر ہر فرد کی زندگی بے کیف اور بے بہار ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ سارے سنجیدہ انسان بقائے امن وآشتی کی جدوجہد میں برابر کے شریک رہے ہیں۔ اس مقصد کیلئے انہوں نے مختلف عالمی ادارے قائم کئے، مختلف انجمنیں معرض وجود میں آئیں، کبھی السیف ازم کی تحریک چلائی اور کبھی ورلڈز موومنٹ قائم کی مگر دنیا نے دیکھا ان تحریکوں اور اداروں کی موجودگی میں انسانوں کو دو عالمگیر جنگوں سے دوچار ہونا پڑا، جس میں کروڑوں انسانی جانیں ضائع ہوئی اور کھربوں کا سرمایہ برباد ہوا، امن وآشتی کے نام پر آج بھی دنیا میں مختلف نظریوں کا ہجوم ہے، نیشنلزم، سیکولرازم اور کیپٹل ازم جیسے نظریئے کارفرما ہیں لیکن اس کے باوجود امن و آشتی دنیا سے ناپید ہے انسانی جان ومال اور عزت وآبرو اپنی قدر وقیمت سے محروم ہیں اس صورت حال سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے ایک پاکیزہ اور ٹھوس نظام امن کی ضرورت ہے

جو انسانی مساوات اور عالمی اخوت کا درس دے۔ یقیناً اسلام ہی وہ نظامِ امن پیش کر سکتا ہے۔

اس لئے کہ اسلام کا نظامِ امن اس وقت دنیا میں آیا تھا جب دنیا بربادی کے نقطہ عروج پر پہنچ چکی تھی، پوری دنیا سے امن وامان حرف غلط کی طرح مٹ چکا تھا، اسلام نے آکر دنیا کو امن کا گہوارہ بنا دیا اسلام نے سب سے پہلے دنیا کے تمام انسانوں کو اخوت اور بھائی چارے کی لڑی میں پرویا'' یَا أَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَاءً'' امن وآشتی کے فروغ کیلئے اسلام نے عدل ومساوات کا حکم دیا کیونکہ عدل ومساوات معاشرے میں قیام امن کیلئے نہایت مددگار ثابت ہوتا ہے۔

ارشاد ہے'' یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ '' پھر اس عدل وانصاف پر استقامت اختیار کرنے کا حکم دیا اس طور پر کہ دشمن کی وجہ سے بھی تمہارے قدم ڈگمگانہ جائیں'' وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى''۔

سامعین محترم! معاشرے میں قیامِ امن کیلئے تین چیزیں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں پہلی چیز یہ ہے کہ آدمی کی جان محفوظ ہو، دوسری چیز آدمی کی عزت وآبرو محفوظ ہو اس پر کسی کا حرف نہ آئے، تیسری چیز آدمی کا مال محفوظ ہو، اسلام ان تینوں کو امن فراہم کرتا ہے۔ قتل اور خونِ ناحق پر پابندی لگا کر اسلام نے امن وامان کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ ارشاد ہے'' وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ''، قتل ناحق کی پرزور مذمت کی'' مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ''، اگر کوئی شخص قتل ناحق کا ارتکاب کر بیٹھے اور امن وامان بگاڑنے کی کوشش کرے تو اسلام نے اس کیلئے کڑی سزا تجویز کر رکھی ہے'' یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰى ''، اسلام نے قصاص کا قانون اس لئے بنایا کہ آئندہ کوئی اس جرم کا ارتکاب نہ کرے اور مقتولین کے ورثاء کا جذبہ انتقام ٹھنڈا پڑ جائے یہی وجہ ہے کہ معاشرے کے اندر قصاص کے بعد حیات تازہ کی لہر دوڑ جاتی ہے'' وَلَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ''

سامعین محترم! اسلام جیسے جان کی حفاظت کرتا ہے یوں ہی مال کی حفاظت کی بھی ضمانت

دیتا ہے ارشاد نبوی ہے ''فَإِنَّ دِمَائَكُمْ وَ أَمْوَالَكُمْ وَ أَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا ''، اگر کوئی شخص امن وآشتی کی جڑیں کاٹنے پر اتر آئے اور کسی کا مال ناجائز طریقے سے ہڑپ کرے تو اسلام اس فعل قبیح کے انسداد کرنے کیلئے اس فعل کے مرتکب کو عبرت ناک سزا دینے کا حکم دیتا ہے ''وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللهِ''۔

قیام امن کیلئے تیسری بنیادی چیز عفت اور عصمت کا تحفظ کرنا ہے۔ عفت وعصمت بچانے کیلئے انسان کٹ مرنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں امن وامان کا مسئلہ سنگین صورتحال سے دوچار ہو جاتا ہے اسلام نے دوسرے شعبہ جاتِ زندگی کی طرح زندگی کے اس شعبہ کی بھی اصلاح کی انسانیت کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نکاح کرنے کا حکم دیا ہے'' فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ''،سیدھی راہ متعین کرنے کے بعد اسلام میں اس کے باوجود اگر کوئی شخص کسی عصمت وعزت پر ڈاکہ ڈالنے کی ناپاک جسارت کرکے زناء کا ارتکاب کر بیٹھے تو اسلام اس کو عبرت ناک سزا دیتا ہے اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۔

اور قیام امن کیلئے سزا بھی کھلے عام دیتا ہے'' وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ''۔

سامعین محترم! جس معاشرے میں لوگوں کی جان محفوظ ہوتی ہے، لوگوں کی عصمت محفوظ ہوتی ہے اور لوگوں کا مال محفوظ ہوتا ہے تو وہ معاشرہ امن وآشتی کا دلفریب منظر پیش کرتا ہے قیام امن کیلئے وہی نظام نافذ کرنا ہوگا جس نظام نے چودہ سو سال پہلے دنیا کو بہار بنا دیا تھا، اگر کوئی شخص قیام امن کیلئے دیگر ازموں کو اختیار کرتا ہے تو ان کی یہ کوشش صدا بہ صحرا ثابت ہوگی۔

آخر میں اتنا ضرور کہوں گا!

اپنی ملت کو قیاس اقوام عالم سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اسلام اور سرمایہ دارانہ نظام

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ......اَمَّابَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ
مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:
"وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْ
هُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ". وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ طَلَبَ
الدُّنْيَا حَلَالاً اِسْتِعْفَافًا عَنِ الْمَسْئَلَةِ وَسَعْيًا عَلٰی اَهْلِهِ وَتَعَطُّفًا عَلٰی جَارِهٖ
بَعَثَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَوَجْهُهٗ مِثْلُ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَمَنْ طَلَبَهَا حَلَالاً
مُتَكَاثِرًا الْهَامُفَاخِرًا لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ" صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَ
صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِيْمُ.

مجبور ہوں ، مجبور تر ، مقروض ہوں ، مقروض تر
اپنی جیبوں کو بھریں مجبور کا خون چوس کر
ہے یہی سرمایہ بڑھانے کا موجودہ نظام
اٹھ "قُلِ الْعَفْوَ" لے کر یہ جبر پابوس کر

قابلِ صد احترام اساتذہ کرام وطلبہ عظام ! آج بندہ جس عنوان کو موضوعِ سخن بنانے کے لئے حاضر ہوا ہے، وہ "اسلام اور سرمایہ دارانہ نظام" کے عنوان سے معنون ہے، بارگاہِ صمدیت میں بعجز و نیاز دعا گو ہوں کہ حقیقت پر مبنی گفتگو کر کے اس پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائیں۔

معمارانِ ملت ! کائناتِ ہست و بود میں سکونت پذیر اور ربعہ مسکون پر موجود

ہر انسان فطرت کے اس اصول پر کاربند ہے کہ وہ رب ذوالجلال خالقِ کائنات کی تخلیق کردہ نعمتوں سے لطف اندوز ہو، یہ انفرادی جذبہ جب زندگی کی کشمکش اور وسائلِ حیات کی کشاکش میں ایک دوسرے سے ٹکراتا ہے تو قانونِ فطرت ایسے اجتماعی معاشرے کی تشکیل کرتا ہے، جس میں باہمی امداد وتعاون عدل ومساوات کی بنیاد پر اُستوار ہو، اس تصوراتی نظام کے خاکے میں اگر حقیقت کا رنگ بھرا جائے تو اسلامی نظامِ معیشت کی تصویر نکھر کر سامنے آتی ہے، جس کا مقصود صرف انسانوں کی ضروریات وحاجات کی تکمیل نہیں، بلکہ اقوام میں باہمی اخوت وہمدردی اور مساوات کے جذبے کو ابھارتا ہے، جو ''اَلْمُؤْمِنُوْنَ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا'' کا اہم سبق پڑھاتا ہے۔

سامعینِ محترم! پندرہویں صدی عیسوی میں جہالت کی چادر اوڑھے سویا ہوا یورپ بیدار ہونے لگا، علم وترقی کے مسدود راستے اس پر کھلنے لگے، ان کے معاش کا دھارا تجارت کے رُخ پر بہنے لگا، لیکن اس دور میں تجارت کا مفہوم اپنے دامن میں عوام کی خوشحالی اور فلاح کے لئے جگہ نہ بنا سکا، بلکہ ایک خاص طبقہ کی معاشی برتری ہی اس کا نصب العین ٹھہری، ڈیڑھ سو برس بعد جب صنعتی انقلاب نے دستک دی اور مشینی ایجادات کے ذریعہ سالوں کی محنت مہینوں اور دنوں میں سمٹنے لگی تو وحی ہدایت سے محروم تاجروں اور سرمایہ داروں کا یہ طبقہ لاتعداد دولت پر سانپ بن بیٹھا، زیادتی یہاں تک کہ اٹھارہویں صدی میں افریقہ اور انیسویں صدی میں ہندوستان اس استعمار کی نذر ہوگیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں ساری دنیا سرمایہ دار طاقتوں کی تجارتی منڈی بن گئی۔

سامعینِ گرامی! اس تاریخی پس منظر کے بعد آیئے! اسلام اور کیپٹل ازم یعنی سرمایہ دارانہ طرزِ معاش کے درمیان موازنہ کرتے ہیں۔

سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد نفع بڑھانے پر ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر ہوتا جاتا ہے، جبکہ اسلام نے ایسا نظامِ معاش پیش کیا ہے، جو دولت مندوں کے لئے نفع کی جولانگاہ نہیں، بلکہ ''وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى'' کی کسوٹی پر اجتماعی ضروریات کی تکمیل کا ذریعہ بن کر اپنی افادیت کو عام کرنا چاہتا ہے، سرمایہ داری نظام کی روح یہ ہے کہ بچت کو جمع اور جمع شدہ دولت کو لگا کر مزید دولت حاصل کی جائے۔

جبکہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ دولت سے بقدرِ ضرورت فائدہ اٹھا کر باقی کو خرچ کردیا جائے ''وَيَسْأَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ'' ارشادِ نبوی بھی اس کی طرف رہنمائی کرتا ہے: ''مَنْ كَانَ لَهٗ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهٖ عَلٰى مَنْ لَا ظَهْرَ لَهٗ وَمَنْ كَانَ لَهٗ فَضْلٌ مِّنْ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهٖ عَلٰى مَنْ لَا زَادَ لَهٗ'' ابن حزم رحمہ اللہ نے المحلی میں حیدر کرار حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان لکھا ہے: ''إِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ عَلَى الْأَغْنِيَاءِ فِيْ أَمْوَالِهِمْ بِقَدْرِ مَا يَكْفِيْ فُقَرَائَهُمْ فَإِنْ جَاعُوْا أَوْ عَرُوْا أَوْ جَهَدُوْا فَبِمَنْعِ الْأَغْنِيَاءِ وَإِنَّ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى أَنْ يُّحَاسِبَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ'' سرمایہ دار ذہنیت کے ہاں تجارت و صنعت کے میدان میں ہر شخص آزاد ہے، چنانچہ آزادانہ فائدے کے حصول کی خاطر جائز و ناجائز کو بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے، جبکہ اسلام نے معاشی سرگرمیوں کی اس آزادی کو حلال وحرام کی کچھ پابندیوں میں محدود کیا، تاکہ پاکیزہ معاشرہ وجود پذیر ہو اور ''لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِّيَ بِالْحَرَامِ'' کی وعید سے بچا جاسکے۔

سرمایہ دارانہ نظام ہی کا یہ تحفہ ہے کہ دولت سمٹ سمٹ کر چند ہاتھوں میں محدود رہ جاتی ہے، چنانچہ آج دنیا کی اَسّی فیصد دولت پر ۵٪ فیصد لوگ قابض ہیں، جبکہ اسلامی نظامِ معیشت میں ایسے اصول قطعاً ناقابلِ تسلیم ہیں، جن سے دولت پھیلنے کی بجائے چند افراد کی

تجوریوں کی زینت بنے: ''وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ '' دوسرے مقام پر ارشاد ہو: ''كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ '' سرمایہ دار اگر چاہے تو حصول نفع کی خاطر مخرب اخلاق اور مضرِ صحت اشیاء کی پیداواری کا سہارا لے کر معاشرے کو تباہ کردے، جبکہ اسلام ایک ایسی پاکیزہ تجارت اور معاش کی ترغیب دیتا ہے، جس میں اخلاقیات کی تباہ کاری نہ ہو: ''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ '' اور ''إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ أَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ''۔

• سرمایہ داری نظام میں ذخیرہ اندوزی کے ذریعے مصنوعی قلت پیدا کر کے عوام کو جیتے جی مرنے پر مجبور کیا جاتا ہے، جبکہ اسلام اجتماعی مصالح کے لئے نقصان دہ ذخیرہ اندوزی پر لعنت بھیجتا ہے: ''مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ مَلْعُوْنٌ '' سرمایہ دار طبقہ ایسے طرزِ حکومت کی حمایت کرتا ہے، جس میں قوانین کے ذریعہ اپنے نظام کی حفاظت و ترقی کا سامان فراہم کر سکے، جبکہ اسلام کے تشکیل کردہ معاشرے میں سیاست و معیشت کو جہاں مذہب کا پابند بنایا گیا، وہاں معاشیات میں ''اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ '' اور ''اَحَبُّهُمْ اِلَى اللّٰهِ اَنْفَعُهُمْ لِعِيَالِهٖ '' فرما کر اخوت و ہمدردی کے احساسات بیدار کئے گئے، اسلامی نظامِ معیشت میں مسلمانوں کی رفع حاجات کے لئے ''بیت المال، عشر، جزیہ، خُمس اور زکوٰۃ و صدقات'' کا صاف و شفاف نظام ہے۔

سامعینِ محترم! سرمایہ دارنہ نظام کی بدولت ۱۹۲۹ء میں امریکہ کی اسٹاک مارکیٹ والی اسٹریٹ کریش ہوئی تو تین سال تک کسی کو کوئی راستہ سجھائی نہ دیتا تھا، وہ امریکا جو کبھی کہا کرتا تھا کہ دنیا مالیاتی نظام میں ہماری تقلید کرے، آج وہ خود جان بلب ہے،

فرانسیسی اخبار اور مغربی جریدہ (چیلنج) کے موجودہ عالمی بحران کا ذمہ دار سرمایہ دارانہ نظام کو بتا رہے ہیں۔

اگر آج بھی اسلامی نظامِ معیشت پر عمل کیا جائے تو دنیا اس بحران سے نکل سکتی ہے، مگر افسوس ہے ان مسلمان دانشوروں پر جو انہی کھوٹے سکوں سے امید لگائے بیٹھے ہیں، میں ان کو دعوتِ عمل دیتا ہوں کہ آؤ! مغرب کی اندھی تقلید چھوڑ کر اسلامی نظامِ معیشت اختیار کرلو، کیوں کہ:

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب کو نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمیؐ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

اسلام میں انسانی جان کی حرمت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ......اَمَّابَعْدُ: فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: "مَنْ قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعاً وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعاً". صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

تم نے لُوٹے بے نوا صحرا نشینوں کے خیام
تم نے لُوٹی کشتِ دہقاں، تم نے لوٹے تخت و تاج
پردۂ تہذیب میں غارت گری، آدم کشی
کل روا رکھی تھی تم نے، میں روا رکھتا ہوں آج

سامعینِ محترم! اگر ہم تاریخ کے اوراق کو کھنگالیں تو اسلام سے پہلے انسان ایسے دور میں نظر آئے گا، جہاں ظلم و جبر کی ظلمتیں تھیں، جہاں حق قوت کا نام تھا، جہاں انسان راستے میں پڑے اس کنکر کی مانند تھا جو ٹھوکروں کو چپ چاپ سہتا ہے، لیکن جب اسلام کا آفتاب فاران کی چوٹی سے عالَم کو روشن کرتا ہوا طلوع ہوا تو اس نے تمدن انسانی کے قانون کی سب سے پہلی دفعہ یہ لگائی کہ اس کا خون محترم ہے اور اس کا حق زندہ رہنے اور زندہ رہنے دینے کا ہے تو دنیا نے دیکھا کہ وہ لوگ جن کی طاقت کی بے رحم موجیں انسان کی حرمت کو چیرہ چیرہ کر رہی تھیں، وہ تحفظِ انسانی کے نمائندے بن کر دنیا کے نقشے پر ابھرے، لیکن یہ انقلاب ان کی زندگی میں آ کیسے گیا، تحفظ انسانی کا جوار بھاٹہ اٹھ کیسے گیا؟

تو اے تحفظ انسانی کے نام لیواؤ! گوش ہوش سے سن لو!

(۱) کہ حرمت انسانی کے پامال کرنے والوں کو اسلام نے "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ" کا نعرہ لگا کر اس کی عظمتوں کی گواہی دی۔

(۲) خون سے اپنی پیاس بجھانے والوں کو ''مَنْ قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعاً وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَآ أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعاً'' کا فیصلہ دے کر شیر وشکر کردیا۔

(۳) خون کی ہولی کھیلنے والوں کو ''وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِناً مُتَعَمِّداً فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيهَا'' کی وعید سنا کر دوزخ کے عذاب سے ڈرایا۔

(۴) حرمتِ انسانی کی دھجیاں اڑانے والوں کو ''لَا يَقْتُلُ الْقَاتِلُ حِيْنَ يَقْتُلُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ'' سے سمجھایا۔

(۵) تو کہیں ''اَلْإِيْمَانُ قَيْدُ الْفَتْكِ لَا يَفْتِكُ مُؤْمِنٌ'' ارشاد فرما کر حرمتِ انسانی کو ایمان کی شرط قرار دیا۔

(۶) تو کبھی عرفات کے میدان میں ''إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَآئَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ'' کا درس دے کر ظلم کو بے نقاب کرتے ہوئے یہ صدا لگائی کہ:

اس ظلم کا چہرہ بالآخر میں نوچ ڈالوں گا
میرے ہاتھوں میں جگنو ہے، اندھیرا کچھ نہیں کہتا
تلاطم خود بخود بے تاب رہتا ہے سلامی کو
اگر تیراک اچھا ہو تو دریا کچھ نہیں کہتا

سامعینِ گرامی! اسلامی تعلیمات کی رو سے انسانی جان کی کیا قدر و قیمت ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام نے حالتِ اضطرار میں حرمت انسانی کا پاس رکھتے ہوئے گناہ کی اجازت دے کر انسانی عظمتوں کا پلہ بھاری کردیا کہ شراب پینی پڑے تو پی لو، خنزیر پیٹ میں اتارنا پڑے تو اتار لو، کلمۂ کفر کہنا پڑے تو زبانوں پر لے آؤ، مگر حرمتِ انسانی پر آنچ نہ آنے دو۔

میرے عزیزو! یہ اسلام ہی تو ہے جو اپنا زیاں تو برداشت کرسکتا ہے، مگر انسانی جان کی توہین برداشت نہیں کرسکتا، بقول جگر مرحوم:

اس نفع کی دنیا میں یہ ہم نے لیا ہے درسِ جنوں
اپنا تو زیاں منظور، مگر اوروں کا زیاں تسلیم نہیں

سامعینِ محترم! انسان تو وہ ہے کہ جس کی حرمت اس مقدس گھر سے بھی بڑھ کر ہے کہ جس کے اردگرد دیوانے دیوانہ وار چکر لگا کر محبوب کو راضی کرتے ہیں، لیکن اللہ اکبر! قربان جایئے آمنہ کے لعل ﷺ کے قدموں کی دھول پر، بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے "لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ اَعْظَمُ عِنْدَاللّٰهِ حُرْمَةً مِّنْکَ" ارشاد فرما کر اس انسان کو فضیلت کی عوج ثریا پر بٹھادیا، لیکن یہ انسان بھی بڑا عجیب ہے، جب انسانیت کے جامے سے باہر نکل آیا، تو یہ درندوں سے زیادہ سنگدل ہوگیا، بابری مسجد کی شہادت پر تو اس نے کہرام مچایا، لیکن یہ بھول گیا کہ مسلمان کی جان بیت اللہ کو ڈھانے سے زیادہ سنگین ہے۔ اے انسان! تو کب تک اور کتنے کعبوں کو ڈھائے گا اور کتنے سہاگ اجاڑے گا اور کتنے والدین کی ممتا ٹھنڈی کرے گا اور کتنی بہنوں کی سسکیوں سے اپنی آخرت تباہ و برباد کرے گا؟ خدا کے لئے ہوش میں آجا اور بے حسی کی چادر اتار دے، ورنہ تو زلزلے اور طوفان تیرا انتظار کر رہے ہیں، آندھیاں اور پتھروں کی بارشیں تیرا انتظار کر رہی ہیں اور بالآخر قیامت تیرا انتظار کر رہی ہے۔

عمل سے کردار سے حالات سے دستور سے
آدمی خود ہی قیامت کو بلائے دور سے
آج کوئی دیکھ لے وحدانیت کے نور سے
صور بھی بے چین نکلنے کو ہے ناقور سے

وَمَاعَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

اسلام اور سیاست

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ وَلَا نُبُوَّةَ بَعْدَهٗ وَلَا رَسُوْلَ بَعْدَهٗ وَلَا رِسَالَةَ بَعْدَهٗ...... اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ: "وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ" وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ" صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ.

یہ بات عیاں ہے دنیا پر ہم پھول بھی ہیں تلوار بھی ہیں
یا بزم جہاں مہکائیں گے یا خون میں نہا کر دم لیں گے
سیاہ و سفید پرچم ہے ہر حال میں یہ لہرائے گا
یہ نغمہ ہے آزادی کا دنیا کو سنا کر دم لیں گے

جناب صدر مجلس معزز علمائے کرام طلباء عظام مہمانان گرامی! آج کی اس پروقار محفل میں بندہ جس موضوع وعنوان پر اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتا ہے، وہ ہے ''اسلام اور سیاست'' خداوند قدوس کی بارگاہ میں التجا ہے کہ سدا حق کی صدا لبوں پر جاری فرمائے۔ (آمین)

عزیزان گرامی! اردو لغات میں سیاست کو بمعنی حکومت، سلطنت، ملکی معاملات بیان کیا گیا ہے، فارسی لغات میں سیاست کا معنی ''رعیت داری کردن'' سے کیا جاتا ہے اور

سیاست کی اصطلاحی تعریف شارح مشکوٰۃ وکیل احناف ملا علی قاری رحمہ اللہ یوں کرتے ہیں: ''اَلسِّیَاسَۃُ اَلْقِیَامُ عَلَی الشَّیْئِ بِمَا یُصْلِحُہٗ'' اور امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: '' ھِیَ الْحِکْمَۃُ الْبَاحِثَۃُ عَنْ کَیْفِیَّۃِ رَبْطِ الْوَاقِعِ بَیْنَ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ''۔

مولانا محمد میاں رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''اجتماعی زندگی انسان کی نصر ہے، تمام نوع انسانی کو یا کم از کم ایک ملک کے انسانوں کو ایک جسم قرار دے کر اس کی صحت کے تحفظ اور ترقی اور اس کی بیماریوں اور خرابیوں کے ازالہ کرنے کی تدبیر سوچنا اور ان کو نافذ کرنا سیاست یا نظامِ حکومت کہلاتا ہے، کیونکہ جب ہم اسلام کے بنیادی اسباق پر نظر و غور کرتے ہیں تو اس کی عظیم نظر نوع انسانی کی فلاح و بہبود پر جمی دکھائی دیتی ہے، وہ مصالح الخلق و فوائد کو اپنا آخری نصب العین اور مقصد ٹھہراتی ہے، جہاں کہیں انسانیت کی فلاح و بہبود اور اصلاح معاشرہ کی بات آتی ہے تو اسلام فوراً بلا تاخیر اس کا حکم دیتا ہے اور جہاں کہیں نوع انسانی کی تکلیف و مضرت کا پہلو نظر آتا ہے تو اسلام فوراً نفی، نہی اور حرام کا حکم لگا کر اس طرف جانے سے اس عظیم مخلوق کو روکتا ہے۔

چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا قرآن میں یوں نظر آتی ہے: ''وَاِذْ قَالَ اِبْرَاھِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَھْلَہٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ '' جس کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کی اول نظر امن و سکون کے قیام پر ہے، چنانچہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اس عقدہ کو یوں حل کرتے ہیں:

''فَاِنَّ الشَّرِیْعَۃَ مَبْنَاھَا وَاَسَاسُھَا عَلَی الْحِکَمِ وَمَصَالِحِ الْعِبَادِ فِی الْمَعَاشِ وَالْمَعَادِ وَھِیَ کُلُّھَا مَصَالِحُ وَکُلُّھَا حِکْمَۃٌ فَکُلُّ مَسْئَلَۃٍ خَرَجَتْ مِنَ الْعَدْلِ اِلَی الْجَوْرِ وَعَنِ الرَّحْمَۃِ اِلٰی ضِدِّھَا وَمِنَ

المصلحۃ الی المفسدۃ من الحکمۃ الی العبث فلیست من الشریعۃ وان ادخل من التاویل ''۔

مذکورہ بالا حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ جو بھی فعل وعمل عدل وانصاف کا سبب بنے وہ شریعت ہی کا حصہ ہوگا اور سیاست اگر اس جذبے سے ہو تو وہ بھی شریعت مطہرہ کا جزء ہے، یہی اسلامی سیاست تھی جس کی بناء پر مدینہ کی چھوٹی سی ریاست اس ۱۵ سال کے قلیل عرصہ میں ۱۲لاکھ مربع میل پر عظیم سیاست وفراست سے اور تدبر وبصیرت سے اسلام کا پرچم لہرانے میں کامیاب ہوگئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار ہونے والے ایسے لوگ جن کو بھیڑیں چرانے کا ڈھنگ نہ تھا، ایک وقت آیا کہ وہی سلطنتوں کے فاتح بن گئے، بڑی بڑی طاقتیں ان کے سامنے لرزنے لگیں، شرک وبدعت اور یہودیت وعیسائیت کے بہی خواہوں نے گھٹنے ٹیک دیے۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

عزیزانِ من! سیاست کا لغوی معنیٰ اور اصطلاحی تعریف بیان کرنے کے بعد دیکھتے ہیں کہ قرآن کی نظر میں سیاست کی کیا اہمیت ہے؟ چنانچہ قرآن پاک کے مطالعہ میں صلح وجنگ اتحاد اور قوت واجتماعیت کی ترغیب دینے والی آیتوں کے ساتھ ساتھ صراحۃً ایک آیت ایسی ملتی ہے جو مقصد انسانیت خلافت کا قیام اور زمین میں احکام خداوندی کی تنفیذ ٹھہراتی ہے، چنانچہ قرآن پاک میں ہے: ''وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ''۔

خلیفہ کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے صاحب تفسیر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اَلْخَلِيْفَةُ الْفَعِيْلَةُ مِنْ قَوْلِكَ بَعْدَهُ كَمَاقَالَ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ اِذْقَامَ مَقَامَهُ فِيْهِ بَعْدَهُ '' کما قال تعالیٰ: ''ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ '' اور قرآن کریم میں مختلف انبیاء علیہم السلام کا یہ قول نقل کیا گیا ہے: ''وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ '' چنانچہ طبری رحمۃ اللہ علیہ ابن زید کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں: ''وَيَحْتَمِلُ اَنْ يَّكُوْنَ اَرَادَ ابْنَ زَيْدٍ اَنَّ اللّٰهَ اَخْبَرَ الْمَلٰٓئِكَةَ اَنَّهُ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً لَهُ يَحْكُمُ فِيْهَا بَيْنَ خَلْقِهِ بِحُكْمِهِ ''۔

چنانچہ مذکورہ حوالوں سے یہ بات عیاں ہوگئی ہے کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق خلافت کے قیام کے لئے بھی ہوئی ہے، قرآن وحدیث کی دوسری نصوص سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے نائب اور خلیفہ ہیں، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَآئِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَاِنَّهُ لَانَبِيَّ بَعْدِيْ وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ ''۔

ابو البرکات عبداللہ النسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''لِاَنَّ اٰدَمَ كَانَ خَلِيْفَةَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ اَرْضِهٖ وَكَذٰلِكَ كُلُّ نَبِيٍّ كَمَاقَالَ تَعَالٰى يَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ '' اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ '' یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ البدایہ والنہایہ میں ''وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ '' کے تحت فرماتے ہیں کہ یہاں میراث سے مراد نبوت، حکومت اور بادشاہی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی حکومت کے بارے میں رب تعالیٰ نے فرمایا: ''وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ''۔

عزیزان گرامی ! قرآن کریم کے آئینہ میں سیاست کا جائزہ لینے کے بعد احادیث کا درجہ ہے، لیکن سیاست یا امارت کے متعلق فرمودات نبوی اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا احصاء ممکن نہیں اور ایسا کیوں نہ کہ آپ خود ایک سیاسی لیڈر اور رہنما تھے، ایسی ہستی کہ دس سال حکومت وسلطنت کا تجربہ ہونے کے ساتھ ساتھ وحی الہٰی بھی ان کی رہنمائی کرتی ہو اور اس کی دعوت میں عالمگیریت بھی ہو تو وہ کیونکر سیاسی اصول کے طے کرنے اور ان کے نشیب وفراز سے اپنی امت کو بے خبر رکھ سکتے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اسلام اور سیاست

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَهٗ

...... اَمَّابَعْدُ: فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ: ''وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ''. وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ''کَانَتْ بَنُوْاِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِیَاءُ''. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ.

ہوں لاکھوں سلام اس آقا پر بت لاکھوں جس نے توڑ دیے
دنیا کو دیا پیغام سکوں طوفانوں کے رخ موڑ دیے
اس محسن عالم نے زاہد! کیا کیا نہ دیا اس عالم کو
دستور دیا، منشور دیا، کئی راہیں دیں، کئی موڑ دیے

جنابِ صدرِ مجلس، معزز علمائے کرام، طلبائے عظام اور مہمانانِ گرامی! آج کی اس پروقار محفل میں بندہ جس موضوع وعنوان پر لب کشائی کرنا چاہتا ہے، وہ ہے'' اسلام اور سیاست'' رب کائنات کی بارگاہ صمدیت میں التجا ہے کہ سچ حق گفتگو کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عزیزانِ گرامی! سیاست کا لغوی معنیٰ ''سَاسَ یَسُوْسُ سِیَاسَةً '' سے لوگوں کے معاملات سنبھالنا اوران کے لئے تدبیر وانتظام کرنے کے آتے ہیں اور عالم اسلام کے عظیم مبلغ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ اپنی مایہ ناز کتاب ''احیاء العلوم'' میں سیاست کی اصطلاحی

تعریف یوں کرتے ہیں: ''هِيَ التَّالِيفُ وَالتَّعَاوُنُ ...... عَلٰى اَسْبَابِ الْمَعِيْشَةِ وَضَبْطُهَا''۔ علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ سیاست کی اصطلاحی تعریف میں یوں رقمطراز ہیں: ''فَالسِّيَاسَةُ وَالْمُلْكُ هِيَ كَفَالَةٌ بِالْخَلْقِ وَخِلَافَةٌ لِلّٰهِ فِي الْعِبَادِ لِتَنْفِيذِ الْاَحْكَامِ فِيهِمْ''۔

عالم اسلام کے عظیم مؤرخ علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمہ اللہ تجلیات عثمانی کے حوالے سے سیاست کی اصطلاحی تعریف یوں کرتے ہیں: ''اَلسِّيَاسَةُ اِقَامَةُ الْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَحُسْنُ الْمُعَامَلَةِ وَالْمُعَاشَرَةِ فِي الرِّيَاسَةِ بِالْحِكْمَةِ الشَّرْعِيَّةِ'' سیاست کی اصطلاحی تعریفوں کی روشنی میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں سیاست کا ملاحظہ کرتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ملکی مسائل کو حل کرنے کے لئے کس قسم کی تدبیریں کیا کرتے تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سیاسی شعور کیا تھا؟۔

آج ہم مغربی سیاست کی بدنامی کی وجہ سے برملا سیاست کا نام نہیں لے سکتے، علی الاعلان سیاست کا اظہار نہیں کر سکتے، کیونکہ مغربی اصطلاح میں عظیم سیاست دان اس کو کہا جاتا ہے، جس نے جھوٹ بولنے میں پی ایچ ڈی کیا ہو، مغربی اصطلاح میں عظیم سیاستدان اس کو کہا جاتا ہے جو عوام کو دھوکہ دینے میں مہارت رکھتا ہو اور بڑا سیاست دان اس کو کہا جاتا ہے، جس نے وعدہ خلافی کو اپنے لئے نصب العین بنایا ہو، جبکہ اسلام میں سیاست کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ پیغمبر ایک ہی وقت میں اپنی امت کے لئے مذہبی رہبر بھی ہیں اور سیاسی پیشوا بھی کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کے بعد اہل مکہ کو ۱۳ سالہ مکی زندگی میں توحید اور حقانیت اسلام کا درس دیا، اس کے بعد مدنی زندگی میں مکمل اسلامی ریاست قائم کر کے اس کے لئے خارجہ پالیسی بنائی، عدالتی نظام قائم کر کے لوگوں کے ملکی مسائل کو

حل کرنے کے لئے بہترین انتظامات کیے اور ارشاد فرمایا: "کَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِیَاءُ" آج اہل اسلام کے لئے ضروری ہے کہ وہ پیغمبر ﷺ کے فرمان کو سامنے رکھ کر غاصبوں سے اپنا حق چھیننے کے لئے بیدار ہو جائیں اور دین اسلام سے بے خبر اسلام اور سیاست کو دور سمجھنے والوں کو یہ پیغام دیں:

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

عزیزان گرامی! حضور ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو سب سے پہلے مسجد نبوی کی تعمیر کی، تا کہ مسلمان اجتماعی صورت میں اپنی عبادت ادا کر سکیں اور ایک قائد کے پیچھے چل کر دین اسلام کے لئے راستہ ہموار کریں، مسجد نبوی تعمیر کرنے کے بعد حضور ﷺ نے اپنے خطبہ میں علی الاعلان توحید و رسالت کا اعلان فرمایا۔ مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد میرے نبی ﷺ نے دوسرا کارنامہ یہ انجام دیا کہ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کے لئے حدود مقرر کر کے اس کو حرم قرار دیا، کیونکہ حرم ہونے کی وجہ سے اس شہر کی تمام چیزیں محفوظ سمجھی جاتی تھیں۔ میرے پیغمبر ﷺ کی اس عظیم سیاست کی وجہ سے اہل مدینہ اپنے آپ کو خطرات سے ایسا ہی محفوظ سمجھتے تھے، جیسا کہ مکہ حرم ہونے کی بنا پر اہل مکہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے تھے۔

اس سیاست میں میرے پیغمبر ﷺ کی سیاسی بصیرت بھی ملاحظہ کیجئے کہ اگر نبی مدینہ منورہ کو حرم قرار نہ دیتے تو مکہ کا فتح ہونا ممکن نہیں تھا، کیونکہ مکہ حرم تھا اور حرم کے اندر قتال ممنوع تھا، لیکن مدینہ کو حرم قرار دینے کے بعد جب قریش مکہ مدینہ پر حملہ آور ہوئے تو مسلمانوں کے پاس بھی مکہ میں داخل ہونے کے لئے جواز پیدا ہوا، یوں میرے نبی ﷺ کی

عظیم سیاسی بصیرت کی وجہ سے مکہ مکرمہ فتح ہوا، خانہ کعبہ کے اندر رکھے ۳۶۰ بتوں کو توڑ کر خانہ کعبہ پر اسلام کا جھنڈا لہرا کر بزبان حال ہمیں بھی یہ پیغام دے گئے:

بتوں کے شہر میں جا کر خدا کا نام لکھ دینا
جہاں پر کفر لکھا ہو وہاں اسلام لکھ دینا
اگر وہ صلح کے پھولوں کو پاؤں تلے مسل دے
تو شاخِ گل کے ہر پتے پہ قتلِ عام لکھ دینا

عزیزانِ گرامی! اگر اسلام میں سیاست نہ ہوتی تو نبی کریم ﷺ کبھی بھی یہ سیاسی امور انجام نہ دیتے۔

انبیاء علیہم السلام کا صاحب فضیلت ہونا، بدیہیات میں سے ہے اور علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں، لہٰذا وہ بھی صاحب فضیلت ہوئے، میرے پیغمبر ﷺ کا فرمان ہے: ''صِنْفَانِ مِنَ النَّاسِ اِذَاصَلَحَاصَلَحَ النَّاسُ وَاِذَافَسَدَافَسَدَالنَّاسُ اَلْعُلَمَاءُ وَالْاُمَرَاءُ'' اس لئے جب تک علماء ان اصولوں پر چلتے ہوئے قوم کی دینی وسیاسی سرپرستی کرتے رہے، تب تک دین اسلام اور قوانین اسلام کا رواج تھا اور علماء اور صلحاء کی ایک سیاسی طاقت ہوا کرتی تھی، جو حکمرانوں کو ہمہ وقت سیدھا رکھتی، لیکن صد افسوس کہ آج کا دیندار طبقہ بھی علماء کو مساجد و مدارس تک محدود رہنے کی تلقین کرتا ہے، کاش کہ وہ اپنے اکابرین کے اقوال کا مطالعہ کرتے کہ اکابر کی نظر میں سیاست کی کیا اہمیت ہے؟۔

چنانچہ اس بات پر تو سب کا اتفاق ہے کہ سیاست جزءِ شریعت ہے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''انسان کے اصولی اعمال میں سے بلند ترین عمل سیاست ہے''۔ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیاست کو سیاست کہنا ایک اصطلاح ہے، ورنہ یہ شریعت کا ایک

حصہ ہے۔ ابوحنیفہ ثانی علامہ ابن نجیم مصری حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''سیاست عادلہ شریعت ہی کا حصہ ہے''۔ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلۂ فرماتے ہیں کہ: ''سیاست کو دین سے الگ سمجھنا جائز نہیں''۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''سیاست و دیانت میں سیاست وسیلہ ہے''۔ مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''سیاست اسلام کی ابتدائی منزل ہے''۔

شہید ناموس صحابہ علامہ حق نواز جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''سیاست منبر ومحراب کا حصہ ہے''۔ ترجمان علماء دیوبند قائد ابن قائد مسلمانوں کی آنکھوں کا تارا حسین احمد مدنی کے روحانی فرزند حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلۂ فرماتے ہیں کہ: ''سیاست انبیاء علیہم السلام کا وظیفہ ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

اسلام اور عصبیت

الحمدللہ وکفی والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہٗ... اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: "یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا" وقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: "کلکم بنو ادم وادم من تراب" صدق اللہ العظیم وبلغنا رسولہ النبی الامی الکریم.

نام اسلام لیا کام نہ کرنا چاہا
پست راہوں پہ چلا اور ابھرنا چاہا
نسل و رنگ کے فتنوں کو ہوائیں دے کر
نظم برباد کیا اور سنورنا چاہا

واجب القدر و التکریم حضرات اساتذۂ کرام، مہمانانِ گرامی اور میرے ہم مشن طالب علم ساتھیو!

آج کے اس عظیم الشان تقابلی سلسلۂ تقاریر میں بندہ جس موضوع وعنوان پر اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتا ہے وہ ہے "اسلام اور عصبیت" اللہ تبارک وتعالٰی حق وسچ کی گفتگو کے ساتھ بزم آرائی کی توفیق بخشے (آمین)۔

عزیزانِ گرامی! اسلام محبتوں کو فروغ دینے والا، آپ میں رشتۂ اخوت قائم کرنے والا، ایک عالمگیر اور آفاقی مذہب ہے، جو جملہ بھلائیوں کو محیط اور اللہ رب العزت

کے نزدیک مقبول و معتبر ہے "اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ" اس میں قومیت، صوبائیت، لسانیت اور عصبیت کی کوئی گنجائش نہیں ہے، عصبیت کی طرف بلانے والا، عصبیت پر قتل و قتال کرنے والا اور آپ تادم قائم رہنے والا اس روئے زمین پر بدترین بوجھ ہے، پیغمبر اسلام محمد عربی ﷺ نے ان سے بیزاری کا اعلان فرمایا ہے: "لَیْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلٰی عَصَبِیَّةٍ وَلَیْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصَبِیَّةً وَلَیْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلٰی عَصَبِیَّةٍ"۔

قرآن مجید فرقان حمید عصبیت کے تمام بتوں کو پاش پاش کر کے مسلمانوں کو ایک جان اور دو قالب ہونے کا درس دیتا ہے، جیسا کہ نفس واحدہ سے ان کی تخلیق ہے، اسی طرح ان کا اتحاد بھی اسلام میں مطلوب ہے: "اَلَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ" مسلمانوں کو سمجھانے کے لئے قرآن نے اس مضمون کو دوسرے انداز میں بھی بیان فرمایا ہے "مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ"۔

اور مزید راسخ کرنے کے لئے عصبیت سے بچنے اور ایک دوسرے کے احترام کو ملحوظ خاطر رکھنے کے لئے قرآن مجید فرقان حمید امتیازات کے تمام بتوں کو کچل کر اعلان کرتا ہے: "یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰی" بھائی چارے، کا درس دیتا ہے: "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ" تاکہ امت مسلمہ کی جمعیت، عصبیت کی فضا میں تحلیل نہ ہو جائے، قبائل اور خاندانوں کو اسلام نے تفاخر کے بجائے تعارف کا ذریعہ قرار دیا: "وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا"۔

رنگ و نسل کے امتیازات کو بھی اسلام پیروں تلے روند کر اس کو صرف اور صرف اللہ کی تخلیق کا کرشمہ اور قدرت الٰہی کا مظہر سمجھتا ہے: "وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ" اسلام نے برتری اور فضیلت کا معیار تقوی کو قرار دیا

ہے: ''إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ ''پیغمبر اسلام ﷺ اس کی توضیح وتشریح میں فرماتے ہیں: ''لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَسْوَدَ عَلٰى أَحْمَرَ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلٰى أَسْوَدَ إِلَّا بِالتَّقْوٰى ''ایک اور مقام پر پیغمبر اسلام ﷺ یوں ارشاد فرماتے ہیں: ''اَلْمُسْلِمُوْنَ إِخْوَةٌ لَا فَضْلَ لِأَحَدٍ عَلٰى أَحَدٍ إِلَّا بِالتَّقْوٰى ''رنگ ونسل، ذات پات، حسب ونسب کے تمام امتیازات کو پیوند خاک کرتے ہوئے فرمایا: ''كُلُّكُمْ بَنُوْ آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ''۔

عزیزان گرامی! امت مسلمہ کی اجتماعیت کو افتراق کے تنکوں میں بکھیرنے والی عصبیت مسلمانوں کے لئے ناسور کی حیثیت رکھتی ہے، کفریہ طاقتوں نے عصبیت کی آگ بھڑکا کر مسلمانوں کی عظیم جماعت کو ملک ووطن، رنگ ونسل، زبان وقبائل کے مختلف ٹکڑوں میں تقسیم کر کے باہم دست وگریبان کیا، اسپین میں آٹھ سو سالہ اقتدار عصبیت کی نذر ہو گیا، خلافت عثمانیہ بھی عصبیت کی وجہ سے پارہ پارہ ہوگئی، ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان کا سقوط بھی اسی عصبیت کا نتیجہ تھا، افغانستان میں سوویت یونین کی شکست کے بعد مسلمانوں میں جگہ جگہ قومیت کی بھڑکنے والی آگ بھی اسی عصبیت کی مرہون منت تھی، اسلامی جمہوریہ پاکستان میں صوبائیت اور لسانیت کے نام سے عصبیت کو بدبودار نعروں نے ملکی فضا کو مسموم کر دیا ہے اور مملکت عزیز کے وجود کو خطرات لاحق ہو گئے ہیں۔

اسلامی ممالک بالخصوص پاکستان میں مغربی ممالک ایک خاص سازش کے تحت عصبیت کو پروان چڑھا رہے ہیں، حالانکہ اسلام نے عصبیت کے جملہ راستوں کو مسدود کر دیا ہے، پیغمبر اسلام ﷺ نے: ''اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ '' کہہ کر بھائی بندی کا درس دیا، غزوۂ بنی مصطلق سے واپسی پر دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کچھ ان بن ہوگئی، انصاری صحابی رضی اللہ عنہ

نے یا للانصار ! پکارا، مہاجر نے مہاجرین کو پکارا، جب یہ خبر رحمت عالم ﷺ تک پہنچی آپ ﷺ نے فرمایا: ''مَا بَالُ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ ''صورت حال سے آگاہی کے بعد زبان رسالت گویا ہوئی: ''دَعُوْهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ''تم ان بدبودار نعروں کو چھوڑ دو۔

حجۃ الوداع کے موقع پر انتہائی غمخواری کے عالم میں فرمایا: ''لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّاراً يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ ''الغرض پیغمبر اسلام ﷺ نے عصبیت کی لعنت سے امت کو بچانے کے لئے اس کے تمام راستے مسدود کر دیے، تاکہ امت کی جمعیت قائم رہے، فرمایا: ''وَكُوْنُوْا عِبَادَاللّٰهِ اِخْوَاناً ''اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو، مسلمانوں کی فلاح، کامیابی اور نجات اسی میں ہے کہ عصبیت کے تمام بتوں کو گرا کر اسلام کے دامن رحمت اور سایہ عاطفت میں پناہ لیں، کیونکہ!

اسلام نے بت توڑ دیے نسل و وطن کے
یہ زہر خطرناک ہے اس زہر سے پرہیز
اس منزل مقصد کی طرف مل کے چلیں سب
پڑھتے ہوئے اقبالؒ کا یہ قول دلآویز
معمار حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا محدثانہ مقام

الحمدلله وحده الصلوٰة والسلام علی من لانبی بعده. أمابعد! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ "وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ" وقال النبی ﷺ لَوْكَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ بِهٖ رَجُلٌ مِّنْ فَارِسٍ اَوْقَالَ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِسٍ حَتّٰى يَتَنَاوَلَهٗ او كماقال عليه السلام.

لقب ملا ہے آپ کو امام اعظم
نعمت الٰہی سے مشتق نام تیرا
نبی ﷺ نے دی جو ، اہل فارس کو بشارت
مصداق اس کا ابوحنیفہ نعمان ہے

صاحب صدر، معزز اساتذہ کرام اور میرے ہر دل عزیز ساتھیوں میں جس موضوع پر لب کشائی کی جسارت کر رہا ہوں وہ امام ابوحنیفہ کے محدثانہ مقام کے عنوان سے معنون ہے۔

سامعین محترم! اللہ رب العزت نے امام ابوحنیفہؒ کو علومِ نقلیہ وعقلیہ میں جو مرتبہ عطا کیا ہے وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں جس طرح امام صاحب علمِ قرآن، علمِ فقہ اور علمِ کلام میں نمایاں مقام رکھتے ہیں اس طرح علمِ حدیث میں بھی آپ اپنی مثال آپ تھے۔

مگر بعض نادان، کم عقل امام صاحب کو علمِ حدیث میں ناقص گردانتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام صاحبؒ حدیث سے ناآشنا تھے اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کو صرف ۷ احدیثیں یاد تھیں۔

یہ امام صاحبؒ پر الزام و بہتان ہے اور انتہائی بغض وعداوت کا نتیجہ ہے حالانکہ امام صاحبؒ کی شخصیت روزِ روشن کی طرح بے داغ ہے، امام صاحبؒ کا علمِ حدیث میں کیا مقام تھا اس سے پہلے امام صاحب کے زمانہ طالبِ علمی پر نظر ڈالیں تو امام صاحبؒ ۲۰ سال کی عمر میں علمِ حدیث کے حصول میں مگن نظر آتے ہیں امام صاحبؒ کے ہم مکتب ساتھی، محدث کبیر، امام مسعر بن کدام آپ کے متعلق اس طرح رقم طراز ہیں۔

"طَلَبْتُ مَعَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ الْحَدِیْثَ فَغَلَبَنَا، وَاَخَذْنَا الزُّهْدَ فَبَرَعَ عَلَیْنَا، وَطَلَبْنَا مَعَهُ الْفِقْهَ فَجَاءَ بِهٖ مَاتَرَوْنَ."

سامعین محترم! امام صاحب کی محدثانہ شان دیکھنی ہو تو امام صاحب کے اساتذہ حدیث کو دیکھیں ایک طرف تو محدث اعمش نظر آئیں گے، تو ایک طرف نافع اور حماد نظر آئیں گے، جنہوں نے براہِ راست صحابہ کرامؓ سے علمِ حدیث حاصل کیا چنانچہ امام صاحبؒ نے کوفہ میں تمام بڑے اساتذہ حدیث سے علمِ حدیث حاصل کیا جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حافظ ابن قیم الجوزیؒ لکھتے ہیں "کَانَ نُعْمَانُ قَدْ جَمَعَ حَدِیْثَ بَلَدِهٖ کُلَّهٗ"۔

امام صاحب اپنے ہم عصر محدثین کی نگاہ میں مشہور محدث تھے۔ عبدالرحمٰن المقری امام صاحب کو فنِ حدیث کا شہنشاہ قرار دیتے ہوئے تاریخ بغدادی جلد ۳ کے صفحہ ۳۴۵ پر کچھ یوں بیان فرماتے ہیں۔

"کَانَ اِذَا حَدَّثَ مِمَّنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ قَالَ حَدَّثَنِیْهِ اشِهِنْشَاه" ہاں شہنشاہ کا لفظ استعمال کر کے بتادیا دوسری طرف محدث کبیر نضر بن محمد جواہر المضید (جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۸۲) میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "لَمْ اَرَ رَجُلًا اَلْزَمَ لِلْاَثَرِ مِنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ" جبکہ امام زیلعیؒ یوں فرماتے ہیں "کَانَ نُعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ مِّنْ کِبَارِ حُفَّاظِ الْحَدِیْثِ"۔

سامعین محترم! امام اعظم نہ صرف حفاظِ حدیث میں سے تھے بلکہ مؤلف الحدیث تھے جس کی بنا پر آپ کے محدثانہ مقام کو چار چاند لگ گئے چنانچہ ملا علی قاریؒ اس کے متعلق یوں فرماتے ہیں "اَنَّ الْاِمَامَ ذَکَرَ فِیْ تَصَانِیْفِهٖ نَیِّفًا وَسَبْعِیْنَ اَلْفَ حَدِیْثًا" اور آپ کی حدیث پر شہرہ آفاق کتاب "کتاب الاثار" کے متعلق فرمایا وَانْتَخَبَ الْاٰثَارَ عَنْ اَرْبَعِیْنَ اَلْفَ حَدِیْثًا جو کہ امام صاحب کے حدیث میں مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

سامعین گرامی! میں ایک اہم نکتہ کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ امام صاحب کے فقیہ اعظم ہونے پر تو سب کا اتفاق ہے جبکہ فقیہ اور محدث میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے ہاں ہاں ہر

محدث کیلئے تو فقیہ ہونا ضروری نہیں مگر ہر فقیہ کیلئے محدث ہونا ضروری ہے لہٰذا جب یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ امام صاحب فقیہ اعظم تھے تو یہ فقاہت اس بات کو ہر درجہ اولیٰ مستلزم ہے کہ امام صاحب محدث اعظم کیونکہ فقیہ فقہی مسائل کا استنباط قرآن وحدیث کی روشنی میں کرتا ہے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک حافظ الحدیث نہ ہو تو اس سے پتہ چلا کہ امام صاحب کو حدیث بھی کافی تعداد میں یاد تھیں اس سے امام صاحب کا محدثانہ مقام واضح ہوتا ہے اسی کی طرف حافظ محمد بن یوسف الشافعی ''عقود الجمان'' میں اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں " كَانَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ مِنْ كِبَارِ حُفَّاظِ الْحَدِيْثِ لَوْلَا كَثْرَةُ اِغْتَالِهٖ بِالْحَدِيْثِ مَا تَهَيَّأَلَهُ اسْتِنْبَاطُ مَسَائِلِ الْفِقْهِ" (عقود الجمان صفحہ ۱۵۶)

سامعینِ محترم! امام صاحب نہ صرف محدث تھے بلکہ محدث بناتے تھے یعنی شیخ المحدثین تھے کون ہے جو امام سفیان بن عیینہ کے نام سے واقف نہ ہو وہ فرماتے ہیں: " اَوَّلُ مَنْ صَيَّرَنِيْ مُحَدِّثًا فَهُوَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ" ۔ (الجوھر المکان)

آیئے! مؤرخین امام صاحب کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں چنانچہ امام المؤرخین علامہ ابن خلدون امام صاحب کے محدثانہ مقام کو یوں بیان فرماتے ہیں: "وَيَدُلُّ عَلٰى اَنَّ اَبَا حَنِيْفَةَ مِنَ الْمُجْتَهِدِيْنَ فِيْ عِلْمِ الْحَدِيْثِ اعْتِمَادُ مَذْهَبِهٖ بَيْنَهُمْ رَدًّا وَقَبُوْلًا"۔

سامعینِ محترم! دلائل سے امام صاحب کا محدثانہ مقام روزِ روشن کی طرح واضح ہے اس کے بعد بھی امام صاحب پر زبان درازی کرنا شمس وقمر پر تھوکنے کے مترادف ہے۔

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری خوشبو سے مہکتا ہی رہیگا

میں اپنی تقریر عبداللہ ابن مبارک کے ان رطب اللسان اشعار پر ختم کروں گا۔

لَقَدْ زَانَ الْبِلَادَ وَمَنْ عَلَيْهَا
اِمَامُ الْمُسْلِمِيْنَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ

بِـآثَـارٍ وَفِـقْــهٍ فِـيْ حَـدِيْـثٍ
كَـآثَـارِ الـرُّمُـوْزِ عَـلَى الصَّـحِـيْفَةِ
فَـمَـا بِـالْـمَـشْـرِقَيْـنِ لَـهُ نَـظِيْـرٌ
وَلَا بِـالْـمَـغْـرِبَيْـنِ وَلَا بِـكُـوْفَـةَ
فَـلَـعْـنَـةُ رَبِّـنَـا أَعْـدَادَ رَمْـلٍ
عَـلَـى مَـنْ رَدَّ قَـوْلَ أَبِـيْ حَـنِـيْـفَةَ
وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

شاہ ولی اللہؒ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ اما بعد! فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم "الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون" وقال رسول ﷺ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا ۔ صدق اللہ العظیم۔

توڑا ہے جس کم نظر کو شاہ نے
او دی ہے صبح دیدہ کو شاہ نے
ہرگام پہ بجا کے کلی کے سنگ میل نے
قائم کیا ہے خوش سفری کو شاہ نے
یوں عظمتوں کی آنچ بنائی ہے شاہ نے
دیوار عظمت وشجاعت چنی ہے شاہ نے

اشراف امت علماء کرام، قابل تقدیس وعظمت اساتذہ کرام اور آشنۂ غم و درد ساتھیو!

اظہار و بیان کے تربیتی سلسلہ کی اس آخری کڑی کے طور پر منعقدہ علم و دانش سے مہکتی محفل میں میں آپ کے روبرو ہوں میں آج آپ کے دامن سماعت کو علم حکمت کی اس بارگاہ میں حاضر کرنا چاہتا ہوں جس نے پچھلے تین سو سال کے اندر اس براعظم سے لیکر چاردانگ عالم میں ملت اسلامیہ کی وہ شیرازہ بندی کی ہے کہ باطل کا غرور پاش پاش ہو گیا ہے۔ ۱۱۱۴ھ، ۴ شوال کو شاہ عبدالرحیم کے گھرانے میں درجنوں مبشرات کی تعبیریں اس آفتاب کے طلوع کے ساتھ پوری ہوئی جس کی ضیاء پوشیوں نے اس وقت اسلام کا نام روشن کیا جب مغل سلطنت آخری ہچکیاں لے رہی تھی، عربی النسل، فاروقی خاندان کے اس فرزند کا نام ولی اللہ رکھا گیا مگر بعد پدر بزرگوار کو قطب الدین عالی کی بشارت نے قطب الدین احمد نام تجویز کرایا عمر ۵ سال تھی کہ دنیا کو بھولا ہوا سبق پڑھانے

والا مکتب میں داخل ہوا، سات سال کی عمر میں سینہ کلام الٰہی کا حافظ تھا، دس سال کو پہنچا تو استعداد جوبن پر تھی، پندرہویں سال جملہ علوم متداولہ میں اپنی مہارت ثبت کر چکا تھا، جب عمر کی سترہویں بیٹھی پر جب باک باز والد کا سایہ سر سے جدا ہوا تو شاہ صاحب پر خرقہ تصوف سج چکا تھا، بعد ازاں تیرہ سال یہ مجسم فضل و کمال ہند کے بت کدے میں اذان حق دیتا رہا سن ۱۱۴۳ھ کو صدائے غیب نے اس سرزمین کی طرف اذنِ سفر دیا جہاں قرآن کی پیشنگوئی "وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا" کے موافق کائنات کا حسن و جمال سمٹ سمٹ کر حاضری دیا کرتا ہے یہ آپ کی زندگی کا وہ مبارک سفر ہے جس میں آپ پر علم و حکمت و پوشیدہ راز کی نقاب کشائی کیلئے خدا نے شیخ ابوطاہر الکردی المدنی جیسے محقق دوراں کے آگے زانوئے تلمذ طے کرایا علاوہ ازیں شیخ عبداللہ البصری، شیخ عبداللہ لاہوری شیخ سید کوکنی جیسے اساطینِ علم نے آپ کے بحرِ علم کی موجوں میں وہ اضطراب پیدا کیا کہ رہتی دنیا آپ کے فیضانِ نظر کی بھیک مانگتی رہے گی ۱۱۷۶ھ بمطابق ۱۷۶۲ء میں آپ کی حیات ظاہری کا چراغ گل ہو گیا مگر اس کی روشنی تا روز اہل فکر و نظر کو خیرہ کر رہی ہے۔

ذی وقار اہلِ مجلس! شاہ صاحب جس صدی میں جلوہ افروز ہوئے وہاں ایک طرف ہندو، مسلمانوں کی سلطنتوں کا سہاگ لوٹ رہے تھے تو دوسری طرف مغرب بھی ابلیسی فکر، فلسفہ و سائنس میں ڈھل رہی تھی، اور فرنگ کا پنجۂ استبدادِ ہندوستان کی طرف بڑھ رہا تھا ایسی صورتحال میں شاہ صاحب نے تجدید کا کارنامہ اس وسعت کے ساتھ انجام دیا کہ خود تاریخ اسلامی اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے ایک طرف آپ نے عقائد کی اصلاح کیلئے امت کو دوبارہ قرآن کی طرف رجوع کی دعوت دی اور فتح الرحمٰن کی شکل میں فارسی ترجمہ قرآن اور الفوز الکبیر کی صورت میں قرآن کا خزانہ ترتیب دیا۔ اسی سلسلہ کی کڑیاں بیان القرآن، تفسیر عثمانی اور حضرت لاہوری کے درس قرآن ہیں پھر آپ نے اسلامی نظام کے تشکیل دینے کا مطالبہ کرنے والوں کا منہ بند کرتے ہوئے "حجة اللہ البالغة"، علم کی دنیا کا وہ شاہکار پیدا کیا کہ انسانی عقل اس کے آگے عاجز نظر آتی ہیں پھر

حدیث وفقہ میں افتراق کے دعویداروں کو خاموش کرنے کیلئے ''تطبیق بین الحدیث والفقہ'' کا اسلوب وضع کیا اسلامی اقتصاد کے اصول وضع کرتے ہوئے ''مدنیت'' اور ''ابتغاء الرزق'' کی اصطلاحات میں انسانیت کے معاشی فلاح کا گر بتلایا، پھر ازالۃ الخفاء کو تحریر کر کے خلافت اسلامی کا منہج بتا کر سیکولرزم، ملوکیت اور جمہوریت کی بیخ کنی کردی پھر عملی طور پر ہندوستان کی سیاسی صورتحال میں قائدانہ کردار ادا کر کے سیاست کی اہمیت کو طشت از بام کردیا ان زریں کارناموں کی مختصر فہرست ہے جس نے قصر اسلام کی جڑیں اتنی کھری کردی کہ انگریز کا استبداد حکمرانوں کا جبر، انگریز کی دسیسہ کاریاں اس کے ثبات کے آگے لرزہ بر اندام ہیں۔

اصحابانِ باوفا! بدقسمتی سے کچھ طائفہ آپ کی تابناک شخصیت کو اپنی مطلب برآری کیلئے استعمال کر رہے ہیں کچھ نابکار فقہاء کی تنقیص کو آپ کی آڑ میں شعار بنائے ہوئے ہیں اور کچھ فتنہ پرداز آپ کی عبارتوں کو اپنی قبیح شکلوں کا غازہ بتا رہے ہیں۔

آج پھر حق کی طرف ابتلاء آزمائش کے جھکڑ، رواں ہیں اور باطل کروٹیں لے رہا ہے۔ ہم فرزندان شاہ ولی اللہ ہر اس مرحلہ پر مقابلہ کا عزم کیے ہوئے ہیں۔

کس طرف پر ہم نے گوشہ لب اے جلال جہاں غماز کیا
اعلان جنون دل والوں نے اب کے بہ بزار انداز کیا
سو پیکاں تھے پیوست گلو، جب چھیڑی شوق کی لے ہم نے
سولیہ ترازو تھے دل میں جب ہم نے رقص آغاز کیا
بے حرص ہوا، بے خوں خطر، اس ہاتھ پر سر اس کف پر جگر
یوں کوئی صنم میں وقت سنو نظارہ بام ناز کیا
جس خاک میں مل کر خاک ہوئے وہ سرمہ چشم فلق بنی
جس خار پہ ہم نے خوں جھڑکا، ہم رنگ گل طناز کیا

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

فتنۂ خلق قرآن اور امام احمد بن حنبلؒ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَاْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوْا "وقال النبی ﷺ اِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانَ یُوْضَعُ الْمِنْشَارُ عَلٰی فِرَاقِ رَأْسِهٖ فَتَخَلَّصَ اِلٰی قَدَمَیْهِ فَلَایَصْرِفُهٗ ذَالِكَ عَنْ دِیْنِهٖ وَیُمْشِطُ بِاَمْشَاطِ الْحَدِیْدِفَلَایَصْرِفُهٗ ذٰلِكَ عَنْ دِیْنِهٖ.

یہ ہے پہچان خاصانِ خدا کی ہر زمانے میں
کہ خوش ہوکر خدا ان کو گرفتار بلا کردے

اربابِ عقل ودانش واصحابِ فکرونظراور میرے ہمسفر ساتھیو! میں آج کی اس بھری محفل اور باوقار مجلس میں جس عنوان کے گرد اپنے خیالات کا گرد اڑانے جا رہا ہوں وہ ہے" امام احمد بن حنبلؒ اور مسئلہ خلق قرآن"۔

محترم سامعین!

روزاول سے لے کرتا امروز حق وباطل کا معرکہ جاری ہے، اہل حق اور اہل باطل ابتدائے آفرینش سے آپس میں دست وگریبان ہیں، یہ کشمکش ہر دور اور ہر زمانے میں ان دونوں فریقین کے مابین جاری ہے لیکن انتہا میں جیت اہل حق کی ہوئی اور باطل بری طرح شکست خوردہ ہوکر رہ جاتا ہے "بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَی الْبَاطِلِ فَیَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَزَاهِقٌ"

کشمکش ہوتی رہی دن رات مرگ وزیست میں
انتہا میں موت جیتی اور ہاری زندگی

انہی فرزندان حق میں سے استقامت وعزیمت کے ایک جبل اور کوہ گراں جسے دنیا امام احمد بن حنبل کے نام سے جانتی ہے جس نے راہ حق میں استقامت کے وہ درخشندہ اور روشن کارنامے رقم کئے جسے رہتی دنیا تک تاریخ اپنے اوراق میں سماتے رہے گی وہ قربانیاں

دیں اور وہ مصائب وآلام سہے جسے سن کر انسانی روح بھی کانپ اٹھتی ہے لیکن وہ اپنے موقف سے نہ ہٹے اور نہ ہی اپنے مشن سے دستبردار ہوئے۔ وقت کے خلیفہ نے آپ کو ہر طرح سے منوانے کی کوشش کی لیکن وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ وہ مسئلہ خلق قرآن کا مسئلہ تھا خلیفہ وقت مامون رشید خلق قرآن کا معتقد تھا جبکہ امام کا برملا اعلان تھا کہ جس طرح خدا کی ذات قدیم ہے تو خدا کی صفات بھی قدیم ہیں قرآن خدا کی صفت ذاتی ہے اسے حادث مانو گے تو خدا کا (نعوذ باللہ) مرکزِ حوادث بننا لازم آئے گا نعوذ باللہ ثم (نعوذ باللہ) مامون کو اصرار تھا کہ امام کو منوایا جائے۔ بہت سے علماء ومحدثین نے خلیفہ کے عقیدے سے اتفاق کیا، مصلحت پسندی کا لبادہ اوڑھ کر اپنے عقیدے سے بھی منحرف ہو گئے اور اپنے دین وایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ لیکن امام حق، اہل حق کا نمائندہ بن کر اپنے جان کی بازی لگا کر سر مقتل بھی خدا کی توحید کچھ اس انداز سے گا تا رہا:

تیرے عشق میں میں نے کو وہ غم سر پہ لیا، جو ہو سو ہو
یہ عشق و نشاط زندگی چھوڑ دی، جو ہو سو
ہوائے طوفان تند و تیز جاؤ، ہمیں سمجھاؤ مت
بحرِ غم میں دل کی کشتی ڈال دی، جو ہو سو ہو

عزیزانِ محترم!

امام احمد بن حنبل پر آزمائشوں کا سلسلہ مامون کی موت تک ختم نہیں ہوا بلکہ مامون نے اپنے جانشین معتصم بن الرشید کو وصیت کی کہ وہ قرآن کے بارے میں اس مسلک اور عقیدے پر قائم رہے اور اس کی پالیسی پر عمل کرے کہا وَ خُذْ بِسِیْرَۃِ اَخِیْکَ فِی الْقُرْآنِ۔

اب مسئلہ خلق قرآن کی مخالفت اور عقیدہ صحیحہ کی حمایت اور حکومت وقت کے مقابلے کی ذمہ داری تنہا امام کے اوپر تھی جو گروہ محدثین کے امام اور سنت وشریعت کے اس وقت امین تھے۔

امام کو معتصم بغداد سے بلاتا ہے چار چار بیڑیاں ان کے پاؤں میں پڑی تھیں تین دن تک ان سے اس مسئلہ پر مناظرہ کیا گیا لیکن وہ اپنے عقیدہ سے نہیں ہٹے۔ آخر وہ کیسے ہٹ سکتے ہیں فرمان نبوی ہے لَايَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِیْ قَائِمَةٌ عَلٰی اَمْرِ اللهِ لَايَضُرُّمَنْ خَذَلَهُمْ وَلَامَنْ خَالَفَهُمْ رب ذوالجلال نے جن کے استقامت کے متعلق یہ فرمایا ہو:

"وَمَنْ يُّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِی اللهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ"

چوتھے دن والی بغداد کے پاس ان کو لایا گیا ان کو لایا جاتا ہے اس نے کہا کہ احمد! تم کو اپنی زندگی دوبھر لگے گی خلیفہ تم کو اپنی تلوار سے قتل کرے گا لیکن اس نے قسم کھائی ہے کہ اگر تم نے اس کی بات قبول نہ کی تو مار پڑے گی اور تم کو ایسی جگہ ڈال دیا جائے گا جہاں کبھی سورج نہیں آئے گا اس کے بعد امام کو معتصم کے سامنے لاکر اور ان کو اس انکار و اصرار پر ۲۸ کوڑے لگائے جاتے ہیں ایک تازہ جلاد صرف دو کوڑے لگاتا تھا پھر دوسرا جلاد بلایا جاتا تھا امام ہر کوڑے پر فرماتے تھے۔

اَعْطُوْنِیْ شَيْاًمِنْ كِتَابِ اللهِ اَوْسُنَّةِ رَسُوْلِهٖ حَتّٰی اَقُوْلَ بِهٖ یہ کوڑے ایسے تھے کہ ایک کوڑا اگر ہاتھی پر بھی پڑتا تو چیخ مار کر بھاگتا۔ لیکن پھر بھی امام حق، حق پر ڈٹے رہے۔ حضرت خبابؓ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے کہا: اَلَا تَدْعُوْ اللهَ تَعَالٰی لَنَا اَلَا تَسْتَنْصِرُ ہمارے لئے نصرت کی دعا کیوں نہیں کرتے آپ چونک پڑتے ہیں اور یکدم بیٹھ کر غصہ میں فرماتے ہیں۔

اِنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانَ يُوْضَعُ الْمِنْشَارُ عَلٰی فِرَاقِ رَاْسِهٖ فَتَخَلَّصَ اِلٰی قَدَمَيْهِ فَلَايَصْرِفُهٗ ذَالِكَ عَنْ دِيْنِهٖ وَيُمْشَطُ بِاَمْشَاطِ الْحَدِيْدِ فَلَايُصْرَفُ ذَالِكَ عَنْ دِيْنِهٖ.

کیا تم یوں ہی بغیر آزمائش و ابتلاء کے جنت کے طلب گار بنے بیٹھے ہو اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ۔

آج امام کی زندگی پر نظر ڈال کر اسلام اور ایمان کے نام لیوا مصلحت پسندی اور حکمت وبصیرت کے رٹ لگانے والے ذرا اپنا گریبان جھانک کر تو دیکھیں کہ کہیں ہم میں ایمانی کمزوری تو نہیں یا کہیں امام احمدؒ حکمت وبصیرت سے عاری اور مصلحت سے نابلد تو نہ تھے آج اسلام اور ایمان کا دعویدار نانِ شبینہ اور چند ٹکے کی کوڑیوں پر اپنا دین وایمان بیچ کر بھی اسے مصلحت سے تعبیر کرتا ہے اقبالؒ نے کیا خوب کہا۔

نہ سلیقہ تجھ میں کلیم کا نہ قرینہ مجھ میں خلیل کا
توہلاک جادوئے سامری میں قتیل شیوہ آذری
تیری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر وغنا نہ کر
کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مدار قوت حیدری

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اکابر دیوبند کیا تھے؟

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم امابعد! اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قال اللہ تبارک وتعالیٰ: "اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا" وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: "لَایَزَالُ مِنْ اُمَّتِیْ اُمَّۃٌ قَائِمَۃٌ بِاَمْرِ اللّٰہِ لَایَضُرُّھُمْ مَنْ خَذَلَھُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَھُمْ حَتّٰی یَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰہِ وَھُمْ عَلٰی ذٰلِکَ" صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ الکریم.

حالات کے قدموں میں قلندر نہیں گرتا
ٹوٹے جو ستارہ تو زمین پر نہیں گرتا
گرتے ہیں سمندر میں بڑے شوق سے دریا
لیکن کبھی دریا میں سمندر نہیں گرتا

آج جس موضوع کو لیکر حاضر ہوا ہوں وہ ہے "اکابر دیوبند کیا تھے؟" اللہ مجھے حق اور سچ بولنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میں آج اس مختصر سے وقت میں ان برگزیدہ اور بزرگ ہستیوں کے متعلق کیا عرض کروں بس مختصر لفظوں میں یوں کہتا ہوں کہ وہ خیر القرون کی یادگار تھے وہ سلف صالحین کا نمونہ تھے وہ اسلامی مزاج ومذاق کی جیتی جاگتی تصویر تھے وہ علم وعمل کے پیکر تھے وہ اخلاص ووفا کے مجسمے تھے وہ ورع وتقوی، دیانت ومتانت کے پتلے تھے اکابر دیوبند علم وفضل کے سمندر سینے میں جذب کئے ہوئے تھے، مگر اس کے باوجود ان کی تواضع وفنائیت انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی آخر، میں ان کے متعلق کیا کہوں اس لئے کہ

طویل عمر ہے درکار اس کے پڑھنے کو
ہماری داستان اوراق مختصر میں نہیں

وہ "اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا" کے حقیقی مصداق تھے وہ "قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ" اور "یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ

وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ '' کے تمغے کے حقیقی مستحق تھے، وہ ایک طرف اہلِ باطل سے نبرد آزما ہوکر ''لَا يَزَالُ مِنْ اُمَّتِيْ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِاَمْرِ اللهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَ لَا مَنْ خَالَفَهُمْ '' کی جیتی جاگتی تصویر تھے تو دوسری طرف اہل بدعت کا تعاقب کر کے ''يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهٗ يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ وَتَاوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ '' کا حقیقی مظہر بنے ہوئے تھے وہ ایک طرف دعوت وارشاد، اصلاح باطن کے میدان میں ''اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ '' کے عملی نمونے تھے تو دوسری طرف انگریز سامراج کے خلاف جہاد باللسان یعنی کہ اَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ قَالَ كَلِمَةَ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ کا حقیقی نمونہ پیش کر رہے تھے وہ حق کی خاطر جان کی بازی لگانے سے بھی گریز نہیں کرتے تھے اور ڈنکے کی چوٹ پر بانگ دہل گویا یہ اعلان کر رہے تھے کہ

تیرے عشق میں میں نے کوہ غم سر پر لیا جو ہو سو ہو
یہ عیش و نشاطِ زندگی چھوڑ دیا جو ہو سو ہو
اے طوفانِ تند و تیز جاؤ ہمیں سمجھاؤ مت
بحرِ غم کے دلدل میں کشتی ڈال دی جو ہو سو ہو

سامعین محترم! بانیٔ دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ علوم کے بحر بے کنار تھے، ان کی تصانیف ''آب حیات''، ''تقریر دلپذیر'' اور ''قاسم العلوم'' وغیرہ سے ان کے مقام بلند کا کچھ اندازہ ہو جاتا ہے جنہیں سمجھنے سے اچھے اچھے علماء بھی قاصر رہ جاتے ہیں چنانچہ حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ کا یہ جملہ دارالعلوم میں معروف تھا کہ آب حیات کا چھ مرتبہ مطالعہ کیا تو تب جا کر کچھ سمجھ میں آئی، حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں اب بھی مولانا کی تحریریں میری سمجھ میں نہیں آتی اور زیادہ غور وخوض کی مشقت مجھ سے برداشت ہوتی نہیں اس لئے مستفید ہونے سے محروم رہتا ہوں حضرت نانوتوی کا حال یہ تھا کہ

فرماتے ہیں جس طرح میں صرف بدنام ہوں اسی طرح مولویت کا دھبہ بھی مجھ پر لگا ہوا ہے اس لئے ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنا پڑتا ہے اگر مولویت کی قید نہ ہوتی تو قاسم کی خاک کا بھی پتہ نہ چلتا اللہ اکبر یہ ہے تواضع سچ کہا گیا ہے۔

رتبہ جسے دنیا میں خدا دیتا ہے
وہ فروتنی کو دل میں اپنی جا دیتا ہے
کرتے ہیں تہی مغز ثنا آپ اپنی
جو ظرف کے خالی ہیں صدا دیتا ہے

حضرت شیخ الہند کو دیکھئے پورے انگریز سامراج کو للکارا تھا انگریز سلطنت اس بوریہ نشین کے سامنے ٹک نہ سکی اور بالاخر اپنا بوریہ بستر گول کر کے ہندوستان سے دم دبا کر بھاگ نکلے۔ حضرت تھانویؒ کو دیکھئے تصنیف وتالیف کے میدان میں وہ کارنامہ انجام دیا کہ پوری امت میں حضرت تھانوی جیسے کثیر التصنیف شخصیت نہیں گزری ایک ہزار چوبیس کتابیں لکھ کر دنیائے تصنیف میں اپنی تاریخ رقم کر دی۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد للہ بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

حضرت مدنی رحمہ اللہ کی جرأت کو دیکھئے انگریز کے خلاف فتوی دیا کہ انگریز فوج میں بھرتی ناجائز ہے اس کی پاداش میں جیل لے جائے جاتے ہیں انگریز کہتا ہے مولانا! یہ فتوی واپس لے لو جانتے ہو اس فتوی کی سزا کیا ہے؟ حضرت مدنی نے سفید کپڑا ہوا میں لہرا کر فرمایا کہ مجھے اس فتوی کی سزا معلوم ہے جبھی تو کفن اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں حضرت کشمیری کی ذہانت کو دیکھئے! ایک کتب خانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں اگر اس کتب خانہ کی ساری کتابیں ضائع ہو جائیں تو میں اسے ہو بہو لکھ سکتا ہوں ''بفضل اللہ وبعونہ'' حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی سیاست کو دیکھئے کہ مولانا شبیر احمد عثمانی کی کسی تجویز پر سابق

جنرل غلام محمد نے کہا کہ" مولانا! یہ امور مملکت ہیں علماء کو ان باتوں کی کیا خبر لہٰذا علماء ان معاملات میں دخل اندازی سے گریز کریں"۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نے جواب دیا کہ "ہمارے اور آپ کے درمیان اے، بی، سی ڈی کے پردے حائل ہیں اگر ان مصنوعی پردوں کو اٹھا کر دیکھ لیا جائے تو پتہ چل جائے گا کہ عالم کون ہے اور جاہل کون ہے؟" حضرت بنوریؒ کو دیکھیے جو زندگی کے ہر موڑ پر ہمیں اخلاص ووفا اور للّٰہیت کا درس دیتے ہوئے نظر آتے ہیں اخلاص کا یہ عالم تھا کہ فرماتے ہیں کہ" مجھے وہ نورانی قاعدہ پڑھانا زیادہ محبوب ہے جس کی نیت اخلاص پر ہو اس بخاری سے جو دکھلاوے کیلئے پڑھائی جاتی ہو" اور للّٰہیت کا یہ عالم تھا کہ مولانا یوسف لدھیانویؒ سے فرمایا کہ جب آپ کسی کام میں پھنس جائیں تو یوں دعا مانگیں "اے یوسف بنوریؒ کے رب! یہ کام نہیں ہو رہا، اور وہ کام انشاء اللہ ہو جائے گا"۔

تصانیف وتالیف کے میدان میں جب ان کا قلم چلا تو چلتا ہی چلا گیا نَفْحَةُ الْعَنْبَرِ فِيْ حَيَاتِ أَنْوَرِ، مَعَارِفُ السُّنَنِ، مُقَدِّمَةَ فَيْضُ الْبَارِي اور مُقَدِّمَةَ نَصْبُ الرَّايَة اور بے شمار کتب تصنیف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

آج بھی گلشن بنوریؒ کے فیض یافتہ تشنگان علوم اہل باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر درس حریت کا پیغام سرمدی لوگوں کو یوں سنا رہے ہیں کہ:

حالات کے قدموں میں قلندر نہیں گرتا
ٹوٹے جو ستارہ تو زمین پر نہیں گرتا
گرتے ہیں بڑے شوق سے سمندر میں دریا
لیکن کبھی دریا میں سمندر نہیں گرتا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

علماء احناف کی محدثانہ خدمات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ...... اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: "وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ". وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "نَضَّرَ اللّٰہُ اِمْرَءً سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَوَعَاھَا وَاَدَّاھَا کَمَا سَمِعَ" صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ.

واجب التکریم اساتذۂ کرام اور معزز سامعین!

آج کے اس تقریری مقابلے میں "علماء احناف کی محدثانہ خدمات" پر کچھ گفتگو کروں گا، اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ مجھے اس سلسلے میں درست نقطۂ نظر پیش کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

سامعینِ محترم! تاریخی حقائق سے آشنا دنیا کا کوئی بھی منصف مزاج اور صاحبِ علم انسان اس بات کا انکار نہیں کرسکتا کہ جو خدمت علمِ حدیث کی روایۃً اور درایۃً علماء احناف نے کی اور روایتِ حدیث کے جرح وتعدیل کے جو اصول انہوں نے قائم کیے، بعد کے محدثین نے روایت ودرایت کے انہی پیمانوں سے علومِ حدیث کی جانچ پرکھ کی، چنانچہ تاریخی شواہد اس بات پر واضح اور بین ثبوت ہیں کہ روئے زمین پر پہلی مدوّن اور مرتب کتاب جو وجود میں آئی، وہ سید الاذکیاء، فقیہ الامت حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایات کا مجموعہ ہے، جس کا چالیس ہزار احادیث سے انتخاب کیا گیا، جسے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الآثار" کے نام سے جمع علمِ حدیث کی دنیا میں پہلا کارنامہ انجام دیا، چنانچہ ملا علی

قاری رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: "إِنَّ الْإِمَامَ ذَكَرَفِيْ تَصَانِيْفِهٖ نَيِّفًاوَّسَبْعِيْنَ اَلْفَ حَدِيْثٍ وَانْتَخَبَ الْاٰثَارَمِنْ اَرْبَعِيْنَ اَلْفَ حَدِيْثٍ".

علم میں امام صاحب رحمۃ اللہ کے مرتبے کو بیان کرتے ہوئے صاحب عقود الجمان فرماتے ہیں: "كَانَ اَبُوْحَنِيْفَةَ مِنْ كِبَارِحُفَّاظِ الْحَدِيْثِ". علامہ عبدالکریم شہرستانی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ، ان کے استاذ حماد بن سلیمان رحمۃ اللہ اور ان کے تلامذہ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "وَهٰؤُلَاءِ كُلُّهُمْ أَئِمَّةُ الْحَدِيْثِ" امام صاحبؒ کے بعد آپ کے شاگردِ رشید امام ابو یوسف رحمۃ اللہ نے علم حدیث میں "کتاب الذکر والدعاء" نامی کتاب لکھی، امام ابن مَعینؒ علمِ حدیث میں آپ کی جلالتِ شان کی گواہی دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "مَارَأَيْتُ أَحَدًافِيْ أَصْحَابِ الرَّأْيِ أَثْبَتَ فِي الْحَدِيْثِ وَلَاأَحْفَظَ وَلَاأَصَحَّ رِوَايَةً مِّنْ أَبِيْ يُوْسُفَؒ" امام صاحب رحمۃ اللہ کے دوسرے تلمیذِ ارشد امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ نے اپنی شاہکار کتاب "مُوَطَّا امام محمد" اور "كِتَابُ الْحُجَّةِ عَلٰى اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ" لکھ کر علمِ حدیث کی نمایاں خدمت سر انجام دی۔

اس کے بعد عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ نے "کتاب الزهد"، "کتاب الجهاد" اور "كِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ" لکھ کر علمِ حدیث کی خدمت میں اپنا حصہ شامل کیا پھر تیسری صدی ہجری کے مشہور حنفی محقق و محدث امام ابوجعفر احمد طحاوی رحمۃ اللہ نے "شَرْحُ مَعَانِي الْاٰثَارِ" اور "مُشْكِلُ الْاٰثَارِ" لکھی۔

چوتھی صدی ہجری میں امام احمد کامل بغدادی رحمۃ اللہ نے "سُنَن احمد بن کامل" لکھی۔ پانچویں صدی کے مشہور و معروف محدث امام جعفر بن محمد نسفی رحمۃ اللہ نے "کتاب الدعوات، کتاب الخُطَبِ النَّبَوِيَّةِ، فضائلُ القرآن" اور "مَعْرِفَةُ

الصحابۃ" لکھی۔ ساتویں صدی ہجری کے مشہور حنفی محدث، ابوالعلاء محمود بن ابی بکر کالاباذی رحمہ اللہ نے "کتابُ السُّنن" اور "مُشتَبِهُ النِّسبة" لکھی، ساتویں صدی کے ایک دوسرے حنفی محدث علامہ ضیاء الدین ابوحفص عمر بن بدر موصلی رحمہ اللہ نے کتاب "المُغنِيْ عَنِ الحِفظ والکتاب العقیدۃُ الصحیحۃ فی المَرفُوعاتِ الصحیحۃِ اور "الوُقُوفُ عَلىٰ مَعرِفَةِ المَوقُوفِ" لکھی۔ آٹھویں صدی کے مشہور حنفی محدث علامہ علاؤالدین مغلطائی رحمہ اللہ نے "اِکمَالُ تَهذِیبِ الکَمَالِ فِیْ اَسمَاءِ الرِّجَالِ" لکھی۔

دوسرے محدث ابومحمد عبداللہ بن یوسف زیلعی رحمہ اللہ نے "نَصبُ الرَّایَةِ فِیْ تَخرِیجِ اَحَادِیثِ الهِدَایَةِ" لکھی۔ نویں صدی ہجری کے مشہور ومعروف شارح حدیث علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نے "نُخَبُ الاَفکَارِفِیْ تَنقِیحِ مَبَانِیْ الاَخبَارِفِیْ شَرحِ شَرحِ مَعَانِیْ الاٰثَارِ" اور "عُمدَةُ القَارِیْ فِیْ شَرحِ البُخَارِیّ" لکھی۔ دسویں صدی ہجری کے مشہور محدث علامہ محمد طاہر پٹنی رحمہ اللہ نے "تَذکِرَةُ المَوضُوعَاتِ، قَانُونُ المَوضُوعَاتِ، مَجمَعُ بِحَارِالاَنوَارِ" اور "اَلمُغنِیْ" لکھی۔

گیارھویں صدی ہجری کے مشہور ومعروف عالم ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے "اَلمَوضُوعَاتُ الکُبرىٰ، اَللّاٰلِی المَصنُوعَةُ فِیْ الاَحَادِیثِ المَوضُوعَةِ" اور مشکوٰۃ کی مشہور شرح "مِرقَاةُ المَفَاتِیحِ" لکھی۔ بارھویں صدی ہجری میں محمد بن محمد بن حسین طرابلسی رحمہ اللہ نے "کِتَابُ الکَشفِ الاِلٰهِیْ عَنْ شَدِیدِالضُّعفِ وَالمَوضُوعِ وَالوَاهِیْ" لکھی۔ تیرھویں صدی ہجری میں علامہ سید مرتضیٰ بلگرامی زبیدی رحمہ اللہ نے "عُقُودُالجُمَانِ فِیْ شُعَبِ الاِیْمَانِ" لکھی۔ اور چودھویں صدی کے مشہور ومعروف فقیہ اور محدث علامہ عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ نے "اَلاٰثَارُ المَرفُوعَةُ فِیْ الاَحَادِیثِ المَوضُوعَةِ" لکھی۔

سامعین محترم! علم حدیث کو سب سے پہلے دوسری زبانوں میں منتقل کرنے کی خدمت کا شرف بھی علماءِ احناف کثر اللہ سوادھم کو حاصل ہے، چنانچہ علم حدیث کی سب سے پہلے فارسی زبان میں ترجمہ کرنے کی خدمت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے چار جلدوں میں مشکوۃ کی شرح "اَشِعَّةُ اللَّمْعَاتِ" لکھ کر انجام دی، پھر ان کے فرزند نورالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کا ترجمہ "تَيْسِيْرُ الْقَارِيْ" اور مسلم کی شرح "مَنْبَعُ الْعِلْمِ" لکھی، امام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے "مُؤَطَّا امام مالک" کا پہلا فارسی ترجمہ "اَلْمُصَفّٰی" کے نام سے لکھا جبکہ روئے زمین پر خدمتِ حدیث کے لئے سب سے پہلا "دار الحدیث" حنفیوں نے قائم کیا، چنانچہ محمود بن سعد زنگی رحمہ اللہ کے بارے میں صاحبِ جواہر لکھتے ہیں: "وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ بَنٰى دَارَ الْحَدِيْثِ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ"۔

سامعین گرامی! علماء احناف کی محدثانہ خدمات کے قریبی مظاہر ومناظر دیکھنے ہوں تو اس سلسلۃ الذھب کی حسین کڑی علماءِ دیوبند ہیں، چنانچہ شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے دیوبند اور مدینہ کے حلقاتِ درس، علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی "فَيْضُ الْبَارِيْ" محدث سہارنپوری رحمہ اللہ کی "بَذْلُ الْمَجْهُوْدِ" علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی "فَتْحُ الْمُلْهِمِ" علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی "اِعْلَاءُ السُّنَنِ" اور محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کی "مَعَارِفُ السُّنَنِ" خدماتِ حدیث کی تابندہ دلیل ہیں، اگر کوئی پھر بھی علماءِ احناف کی محدثانہ خدمات کا انکار کرے تو سعدی رحمہ اللہ کی زبان میں یہی کہہ سکتا ہوں:

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

میدانِ جہاد میں علماءِ دیوبند کا کردار

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَهٗ ..... اَمَّابَعْدُ: فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: "وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ". وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ". اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِيْمُ.

حالات کے قدموں میں قلندر نہیں گرتا
ٹوٹے جو ستارہ تو زمیں پر نہیں گرتا
گرتے ہیں سمندر میں بڑے شوق سے دریا
لیکن کسی دریا میں سمندر نہیں گرتا

صاحبِ صدر، معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب، ہم مشرب اور ہم عیش ساتھیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آج میں آپ حضرات کے سامنے ''میدانِ جہاد میں علماءِ دیوبند کا کردار'' کے موضوع پر لب کشائی کرنے کی جسارت کررہا ہوں، رب لم یزل سے دعا ہے کہ مجھے حق سچ کہنے اور ہم سب کو حق پر ڈٹنے کی توفیق عنایت فرمائیں۔

سامعینِ محترم! میدانِ جہاد اور علماءِ دیوبند برصغیر پاک وہند کے تاریخ کے دو لازم وملزوم کردار ہیں، مکار انگریزوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے تجارتی نام سے ہندوستان کے وجود پر قدم رکھا اور باشندگانِ ہند کی شہ رگِ آزادی پر اپنا ناپاک، خونی پنجہ جمایا تو اس مکار استعمار کو ہندوستانی سرزمین پر چیلنج کرنے والی پہلی جماعت علماءِ دیوبند کی تھی۔

سامعینِ گرامی! یقیناً آپ سوچ رہے ہونگے کہ میں غلط بیانی اور ہیر پھیر سے

کام لے رہا ہوں، کہاں انگریز سامراج کی آمد اور کہاں دارالعلوم دیوبند کا قیام؟ لیکن سامعینِ محترم! میں آپ کو تاریخ کا حوالہ دے کر بتانا چاہتا ہوں، تاریخ کے صفحات کھنگال کر دیکھو، انگریز کے خلاف ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ دینے والے اوّلین شخص مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تھے، جو علمائے دیوبند کے علمی جد امجد تھے، گویا دارالعلوم دیوبند کو سامراج دشمنی وراثت میں ملی تھی، میں یہ نہیں کہتا کہ میدانِ جہاد صرف علمائے دیوبند کے خون سے رنگین ہے، یقیناً دوسرے لوگوں نے بھی قربانی دی ہے، البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ:

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک ہی فضا میں
شاہین کا جہاں اور ہے کرگس کا جہاں اور

۱۸۵۷ء کو جنگ آزادی کا میدان سجا تو علمائے دیوبند عملی طور پر میدان جہاد میں کود پڑے، شاملی کے محاذ پر اکابرین دیوبند نے دوبدو جنگ میں حصہ لیا، کسی نے امارت سنبھالی تو کوئی کمانڈر بنا، کوئی شہید ہوا تو کچھ جنگ ہارنے کے باوجود غازی بن کر نکلے، تاریخ سے پوچھو! حافظ ضامن شہید کون تھا؟ شاملی کا سالار کون تھا؟ کالا پانی اور مالٹا کے اسیران کون تھے؟

جنگِ آزادی ناکامی سے دوچار ہوئی تو علمائے دیوبند روپ بدل کر ایک اور بظاہر سادہ مگر خطرناک ترین صورت میں سامنے آگئے، سہارنپور یوپی میں دارالعلوم دیوبند کا قیام دراصل انگریز استعمار کے خلاف اولین مضبوط مورچے کا قیام تھا، بہت سے لوگ اعتراض کر سکتے ہیں کہ حضرت! دیوبند تو ایک علمی مدرسہ تھا، اس کا جنگِ آزادی اور جہاد میں کیا کردار؟ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں بانی دارالعلوم دیوبند مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے خود فرمایا تھا کہ: ”انگریز استعمار کے خلاف جنگ میں دارالعلوم دیوبند کی اینٹ سے اینٹ

بچ جائے، جنگ بہر حال جاری رہے گی" اور یقیناً یہ جنگ ہر دور میں جاری رہی۔

حاضرین با تمکین! دارالعلوم دیو بند کے اولین طالب علم کی تاریخ اٹھاؤ، جس نے ایک طرف تحریک ریشمی رومال کے نام سے ہندوستان کی آزادی کا سب سے بڑا منصوبہ بنایا تو دوسری طرف قبائل میں یاغستانی جہاد کے نام سے غیور افغان قبائل کو انگریز کے مدمقابل کروادیا، جن کے متعلق انگریز گورنر سرجیز نے کہا تھا کہ اس شخص کی اگر بوٹی بوٹی کردی جائے تو ہر بوٹی سے انگریز کے خلاف بغاوت ٹپکے گی اور یقیناً شیخ الہند رحمہ اللہ کے روحانی شاگرد اس کی جسمانی بوٹیوں کی شکل میں کبھی تحریکِ خلافت تو کبھی تحریکِ ہجرت، کبھی تحریکِ ترکِ مُوالات تو کبھی تحریکِ یاغستانی جہاد کی صورت میں ہر دور کے اندر انگریز کے لئے دردِ سر بنے رہے، اسی شیخ الہند رحمہ اللہ نے ۱۹۱۹ء میں جمعیت علمائے ہند کی بنیاد رکھوائی، جس نے اپنے عشروں پہلے قائم شدہ جماعتوں کانگریس اور مسلم لیگ سے کئی سال پہلے ہندوستان کی مکمل آزادی کا نعرہ لگایا:

بڑی مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستورِ مے خانہ

صاحب صدر! فرزندانِ دیو بند نے نہ صرف انگریز کو للکارا، بلکہ جب انگریزوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے نام سے اپنے پالتو کتے کو میدان میں چھوڑا، جس نے ایک طرف ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالا تو دوسری طرف انگریز کے خلاف جہاد کی حرمت کا نعرہ لگایا تو علمائے دیو بند ہی تھے، جنہوں نے ۱۹۲۹ء میں مجلسِ احرار اسلام کی بنیاد رکھی، جس نے پوری قادیانیت کو ہلا کے رکھ دیا۔

آزادئ ہند اور تحریکِ پاکستان کو دیکھو، ایک طرف مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اور دوسری طرف مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نہ ہوتے تو پورا برصغیر آج تک انگریزوں کا غلام

ہوتا، ایک نے انگریز سامراج کو ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کر دیا تو دوسرے نے ہندو بنئے کو مجبور کر کے مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ مملکت کے قیام کے حصول کو ممکن بنا دیا۔

قیام پاکستان کے بعد کی تاریخ پڑھو! ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ہزاروں جانوں کی قربانی دینے والے پروانے کون تھے؟ کشمیر کے ڈوگرہ راج کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والوں کا مسلک کیا تھا؟ ان کی امداد کے لئے جانے والے ہزاروں قبائلی کون تھے؟ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں ہندوستان کے خلاف جہاد کا فتویٰ دینے والے مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کون تھے؟ ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ میں یہودیوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دینے والے مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کون تھے؟ ۱۹۸۰ء کی روسی یلغار کے خلاف اکوڑہ خٹک سے جہاد کا فتویٰ دینے والے مولانا عبدالحق کون تھے؟ قادیانیت کو کافر ثابت کروانے والے مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ کون تھے؟ رافضیت کے کفر کو بے نقاب کرنے والے مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ کون تھے؟ آغا خانیت کے خلاف ڈٹنے والے مولانا عبیداللہ چترالی کا تعلق کس سے تھا؟ ظالم حکمرانوں کو للکارنے والے مولانا حسن جان مدنی رحمہ اللہ اور مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ کون تھے؟ اور اس وقت پورے عالم کفر کو چیلنج کرنے والے کون ہیں؟ یہ اتنی طویل داستان ہے کہ صرف نام گنوا دوں تو زبان ساتھ چھوڑ جائے گی، اس لئے بس صرف اتنا عرض ہے کہ:

جواں ہمت سبق لیتے ہیں دنیا میں حوادث سے
زبوں ہمت جو ہوتے ہیں، وہ پچھتایا ہی کرتے ہیں
جنہیں آتا ہے مرنا اپنی عزت اور اصولوں پر
وہ اپنی برتری دنیا سے منوایا ہی کرتے ہیں

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

اکابرین علماءِ دیوبند اور ان کی خدمات

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ...... أَمَّابَعْدُ: فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ:" فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ". وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ". صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ.

اس بزم جنوں کے دیوانے ہر راہ سے پہنچے یزداں تک
ہیں عام ہمارے افسانے دیوارِ چمن سے زنداں تک
سو بار سنوارا ہے ہم نے اس ملک کے گیسوئے برہم کو
یہ اہلِ جنوں بتلائیں گے کیا ہم نے دیا ہے عالم کو

میرے واجب الاحترام قابلِ صد تکریم اساتذہ کرام وطلباء عظام! آج اس منعقد کردہ عظیم الشان تقریری مقابلہ میں خدماتِ اکابرینِ دیوبند کے حسین ترین موضوع کو اجاگر کرنے کی جسارتِ سخن کر رہا ہوں، موضوع اس قدر مطولات کا حامل ہے کہ جس کا احاطہ کرنے کے لئے عقلِ سلیم کے ساتھ ساتھ نظرِ عمیق و بصرِ غریق کی بھی اشد ضرورت ہے، اس لئے کہ علماءِ دیوبند کی خدمات کسی علاقے، خطے، شہر اور ملک تک محدود نہیں ہیں، بلکہ جہاں کہیں اسلام کی شعاعیں اور کرنیں نظر آئیں گی، وہاں علماءِ دیوبند کا آفتاب و ماہتاب آب وتاب کے ساتھ منور وجگمگاتا نظر آئے گا۔

عقل وخرد حیران ہے کہ علماءِ دیوبند کے علمی ذخائر کو اجاگر کروں یا ان کی صوفیانہ

روئے داد کی جھلک پیش کروں، ان کے مبلّغانہ وعظ ونصائح کی سیر کراؤں یا ان کے مجاہدانہ کارناموں کا تذکرہ کروں، جنہوں نے ہر دور میں غم واندوہ کے پہاڑ سہہ کر بحرِ عشق ووفا کو عبور کیا ہے، عالم ہستی کا ایک ایک ذرّہ جن کی رودادِ عشق بیان کررہا ہے، ہندوستان سے افغانستان تک، شاملی سے بالاکوٹ تک، زندانِ مالٹا سے کشمیر کی بلند وبالا چوٹیوں تک جنہوں نے ایفائے عہد کی ایک مثال قائم کرکے ببانگِ دُہل یہ اعلان کیا ہے:

راہِ وفا میں ہر سو کانٹے دھوپ زیادہ ، سائے کم
پر اس راہ پر چلنے والے خوش ہوئے ، پچھتائے کم

میرے بھائیو! اکابرینِ دیوبند اس امت کی وہ شخصیات بابرکات ہیں، جنہوں نے ہر دور میں ضروریاتِ امتِ بےنواء کی دستگیری کی ہے، پورے عالمِ اسباب میں اسلامی تشخص کو متعارف کرانے میں اکابرینِ دیوبند کی خدمات ایک جداگانہ ومنفردانہ حیثیت رکھتی ہیں، کسی فرقے کی بنیاد افراط وتفریط پر مبنی ہے، کسی فرقے کی بنیاد حضراتِ فقہاءؒ و محدثینؒ پر ہرزہ سرائی کرنے پر ہے، کسی فرقے کی بنیاد اساسِ دین حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر سب وشتم کرنے پر ہے، مگر علماء دیوبند تمام تر ضد وعناد سے ماوراء ہوکر اسلام کی خدمت کا پھریرا لہراتے ہیں۔

علمی ذخائرِ کتب پر نظر کرو، شروحاتِ کتب احادیث دیکھو یا پھر حواشیٔ کتب کا مطالعہ کرو، عربی ادب کے ذخائر کو پرکھو یا علومِ درسیہ کے ابحارِ بےکنار پر غور کرو، جی ہاں! فرقۂ باطلہ وضالہ کے خلاف حضرت نانوتویؒ کے مناظراتِ علمیہ کو دیکھ لو، اصلاحِ نفس وایمان پر حضرت تھانویؒ کے علمی کارناموں کو دیکھ لو، حضرت مولانا الیاسؒ وزکریاؒ کی مبلّغانہ کاوشوں پر نظر کرو، قفس وزنداں کی سلاخوں کو چومنے والے حضرت شیخ الہندؒ ومدنیؒ کی روداد کا مطالعہ کرو،

علوم درسیہ کی اشاعت وترویج میں سرزمینِ دیوبند پر قائم شدہ دارالعلوم دیوبند کے درودیوار کو دیکھو جو آج بھی امتِ مسلمہ کے دین وایمان کے ضامن وامین بن کر یہ اعلان کرتے ہیں:

دیوبند نے اسلام کا پرچم دنیا پہ لہرایا ہے
ظلم وستم کے دور کے اندر حق کا دیپ جلایا ہے

میرے بھائیو! آج عقل وخرد سے عاری دنیا ایک نقطۂ سوال بن کر جسارت کرتی ہے کہ علماءِ دیوبند نے دنیا کو کیا دیا ہے؟ تو میں جواب دینے کے بجائے یہ کہوں گا کہ ہماری خدمات دیکھنی ہیں تو جاؤ! افرنگ کے برپا کیے ہوئے طوفانوں سے پوچھ لو، بالاکوٹ و شاملی کے ذرّات سے پوچھو، چاندنی چوک تا خیبر علماء کی گردنیں لٹکائے جانے والے درختوں سے پوچھو، دہلی و لاہوری کی جامع مسجد اور شاہی مسجد کے درودیوار سے پوچھو، خدماتِ دیوبند دیکھنی ہیں تو دریائے راوی کی موجوں سے پوچھ لو، روس وترکی کی چٹانوں سے پوچھو، خدماتِ دیوبند دیکھنی ہیں تو عرب کے تپتے ہوئے ریگزاروں سے پوچھو، ہماری خدمات سلاسل و زنداں کی تاریکیوں سے پوچھو، ہماری خدمات دیکھنی ہیں تو وزیرستان و اسلام آباد کے گلی کوچوں کو دیکھ لو، عدالت کے کٹہروں اور پھانسی کے پھندوں کو دیکھ لو، یہ تمام تمہیں علماء دیوبند کی خدمات کی روداد سنائیں گے، ہمارے خلوص و وفاء کی گواہی دے کر ہماری خدمات کا اعتراف کریں گے، کیونکہ:

واقف تو ہیں اس راز سے یہ دار و رسن بھی
ہر دور میں تکمیل وفا ہم سے ہوئی ہے

میرے بھائیو! خدماتِ علماء دیوبند کس قدر اہمیت وشرفیت کی حامل رہیں، جن میں دین کا ہر شعبہ عیاں و پنہاں نظر آتا ہے، دارالعلوم دیوبند کا نقطۂ آغاز درس وتدریس سے

ہوتا ہے جوان کی تمام تر خدمات کا عنصر غالب ہے، اکابرینِ دیوبند نے اپنی خدمات کو صرف تاسیس دارالعلوم دیوبند تک محدود نہ رکھا، بلکہ پوری دنیا میں دینی مراکز کا جال پھیلا کر واضح کردیا کہ کتاب وسنت اوراس کے متعلقات علوم وفنون کی تعلیم وتدریس خدماتِ دیوبند کا اولین حصہ ہے، پھر جب روحانی توجہ وتصرف کی ضرورت پیش آتی ہے تو حضرت نانوتوی حلقۂ ارشاد وتلقین قائم کرتے ہیں، جس سے خدمتِ تربیتِ باطنی وتزکیۂ نفس بھی مشخص ہوتا ہے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کے پرسنل لاء کا تحفظ اور پھراس کا عملی اجراء ونفاذ بھی دیوبند کی خدمات کا حصہ ہے، فن سپاہ گری ومجاہدانہ تعلیم وتربیت بھی دیوبند کے بنیادی مقاصد کا حصہ ہے، فرقۂ باطلہ کے خلاف محاذ قائم کرکے علمی مباحث پر غور کرنا، مسلمانوں کے لئے تذکیر وموعظت اوراصلاح معاشرہ بھی دیوبند کے خدماتی کارناموں کا حصہ ہے، حسب تقاضاءِ وقت تصانیف وتالیفات کا اجراء بھی دیوبند کی خدمات کا حصہ ہے، غرض دین کا ایک ایک جزء خدماتِ دیوبند سے مزین نظر آتا ہے، جس کو دیکھ کریوں کہا جائے:

اس بزمِ جنوں کے دیوانے ہرراہ سے پہنچے محفل تک
بے تابی ان کی عام ہوئی صحراؤں سے لے کر ساحل تک

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

دورِ حاضر میں اہلِ علم کی ذمہ داری

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ...... اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: "قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ" وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ". صَدَقَ اللّٰهُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ.

اس بزمِ جنوں کے دیوانے ہر راہ سے پہنچے یزداں تک
ہیں عام ہمارے افسانے دیوارِ چمن سے زنداں تک
سو بار سنوارا ہے ہم نے اس ملک کے گیسوئے برہم کو
خود اہلِ جنوں بتلائیں گے کیا ہم نے دیا ہے عالَم کو

وارثانِ علومِ نبوت اساتذۂ کرام وطالبانِ علم وحکمت طلباء کرام!

آج کے اس تقریری مقابلہ میں چند معروضاتِ سخن پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، جس موضوع کے مشک وعنبر سے اپنا دامنِ گفتگو آراستہ کر کے لایا ہوں وہ ہے "دورِ حاضر میں اہلِ علم کی ذمہ داریاں"۔

اربابِ علم وحکمت! اس بات کا انکار کرنا آفتابِ نیمروز کا انکار کرنے کے مانند ہے، ہر دور میں اس امت کی ناؤ جب حالات کی طوفانی لہروں کا شکار ہوئی، جب اس کشتی ناخدا کی روانی گردشِ حالات کی نذر ہونے لگی، جب اس امت کی نبضِ سکون فسادِ زمانہ سے پھڑکنے لگی، جب اس امت کا شیرازہ واتحاد روئے زمین پر بکھرنے لگا تو پھر اس امت کا

مداوی کرنے والا وہ عظیم طبقہ ''حضرات علماء کرام'' کا ہے جنہوں نے روکھی سوکھی کھا کر ، پھٹی ہوئی چٹائی پر بیٹھ کر اس امتِ ناتواں کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا ہے ، جنہوں نے انسانیت کا طرۂ افتخار تحت الثریٰ سے اٹھا کر اوجِ ثریا تک پہنچایا ہے انسان کو انسانیت کا وہ راستہ فراہم کیا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کیا خوب فرماتے ہیں: ''لَوْ لَا الْعُلَمَآءُ لَعَادَ النَّاسُ مِثْلَ الْبَهَآئِمِ اِلَّا اَنَّهُمْ بِالتَّعْلِيْمِ يُخْرِجُوْنَ النَّاسَ مِنْ حَدِّ الْبَهِيْمَةِ اِلٰى حَدِّ الْاِنْسَانِيَّةِ'' جن کے کردار و گفتار سے جہل و طغیان کی تاریکی اس قدر چھٹ جاتی ہے کہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم انہیں فضل و مقام کا یہ پروانہ عطا فرماتے ہیں: ''اَمَا هٰؤُلَاءِ فَيَتَعَلَّمُوْنَ الْفِقْهَ اَوِ الْعِلْمَ وَيُعَلِّمُوْنَ الْجَاهِلَ فَهُمْ اَفْضَلُ '' جی ہاں! اس جہانِ رنگ و گل میں جب بھی کوئی بادِ سموم چلی ہے یہ مقدس باغ و بہار میں بادِ صبا بن کر یہ اعلان کرتا ہے:

واقف تو ہیں اس راز سے یہ دار و رسن بھی
ہر دور میں تکمیلِ وفا ہم سے ہوئی ہے

عزیزانِ من! آج کسی بھی صاحبِ قلب و جگر پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ حالات کی سنگینی امت مسلمہ کے خون سے ہولی کھیلتی نظر آتی ہے ، امت مسلمہ کی جان قطرۂ آب سے زیادہ ارزاں نظر آتی ہے ، امت مسلمہ کے مالی ذخائر اغیار کی نگاہوں کا تنکا بنے نظر آتے ہیں ، اعمال و اخلاق کا استیصال فحاشی کے کوہِ گراں کی صورت میں گرتا نظر آتا ہے تو آج بھی اگر کوئی طبقہ اس امت کی دادرسی کرکے اسے حریت تام عطا کر سکتا ہے تو وہ صرف علماء کا طبقہ ہے۔

جی ہاں! میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ذمہ داری اہل علم پر یہ ڈالی تھی ''اِذَا ظَهَرَتِ الْفِتَنُ وَالْبِدَعُ وَسُبَّتْ اَصْحَابِيْ فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهٗ '' یعنی جب فتنوں کا دور دورا

ہو جائے، جب بدعات وخرافات کی گھٹائیں آسمان دنیا پر چھانے لگ جائیں، جب خیارِ امت پر لعن طعن کا بازار گرم ہو جائے تو پھر باران علم کا ابرِ رحمت برسا کر ان فتنوں کا سدِّ باب کرنا اہلِ علم کی اولین ذمہ داری ہے، آج جب امت مسلمہ کے اعمال میں فساد و بگاڑ کی آتشِ پرسوز دھک رہی ہے تو ''یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ '' کے فریضہ کے ساتھ ساتھ ''وَیُزَكِّیْهِمْ '' کا فریضہ سرانجام دینا اہلِ علم کی اہم ذمہ داری ہے۔

صاحبِ روح البیان فرماتے ہیں: ''مَنْ اَصْلَحَ فِیْمَا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ اللّٰهِ اَصْلَحَ اللّٰهُ مَابَیْنَهٗ وَبَیْنَ النَّاسِ '' اصلاح حالات کا دارومدار اصلاح اعمال کے ستون پر استوار ہوتا ہے، آج جب ایمانیات وعقائد میں فساد و بگاڑ کا عفریت مکروہ داخل ہو چکا ہے تو پھر غلبۂ اسلام کی خاطر ایمانیات وعقائد پر توجہ دینا اہلِ علم کی اہم ذمہ داری ہے۔

صاحب روح المعانی علامہ آلوسی رحمہ اللہ آیتِ استخلاف میں رقم طراز ہیں: ''اَلدَّلَالَةُ عَلٰی اَنَّ الْاَصْلَ فِیْ ثُبُوْتِ الْاِسْتِخْلَافِ الْاِیْمَانُ '' آج اگر بدعات ورسوم غلبۂ اسلام میں ایک رکاوٹ ہیں تو احیاءِ سنت کا پرچار کرنا اہلِ علم کی ذمہ داری ہے، آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''مَادُمْتُمْ مُتَمَسِّكِیْنَ بِسُنَّتِیْ مَازِلْتُمْ مَنْصُوْرِیْنَ عَلٰی اَعْدَآئِكُمْ '' آج جب مال و دولت کے حصول میں امت مسلمہ کے افراد مگن ہو گئے تو انہیں ''اِذَا عَظَّمَتْ اُمَّتِیَ الدُّنْیَا نُزِعَتْ مِنْهَا هَیْبَةُ الْاِسْلَامِ '' کی وعید شدید سنانا اہلِ علم کی ذمہ داری ہے اور حالات کی سنگینی کا خوف دور کر کے امت مسلمہ کو یہ پیغام دینا اہلِ علم کی ذمہ داری ہے کہ:

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

اربابِ علم وحکمت! آج کی مسلم نوجوان نسل جہاں بہت سی طاغوتی قوتوں کا ہدف بن چکی ہے، وہاں ''الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ '' کی شیطانی سازشیں انہیں بے حیائی وفحاشی کی چکی میں پِستی نظر آتی ہیں، تو ''إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ '' کا عملی پرچار کرنا اہل علم کی ذمہ داری ہے، آج کفریہ طاقتیں جہاں بلادِ اسلامیہ کا امن تباہ کرنے کی خواہاں ہیں، وہاں مراکزِ اسلام حرمین کا تقدس بھی ان کی سازشوں میں گھر نظر آتا ہے۔

آقائے کائنات ﷺ کا یہ فرمانِ مقدس عملی طور پر ایوانِ کفار میں پہنچانا اہل علم کی ذمہ داری ہے ''لَا تَزَالُ هٰذِهِ الْأُمَّةُ بِخَيْرٍ مَا عَظَّمُوْا هٰذِهِ الْحُرْمَةَ حَقَّ تَعْظِيْمِهَا فَإِذَا ضَيَّعُوْا ذَالِکَ هَلَكُوْا'' یعنی حرمین کے تقدس کی بقاء میں اس امت کی بقاء ہے۔

آقا ﷺ کے فرمان کے مطابق ''يُوْشِکُ الْأُمَمُ اَنْ تَدَاعٰى لَكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكِلَةُ إِلٰى قَصْعَتِهَا '' تمام کفریہ طاقتیں امتِ مسلمہ کے خلاف جمع ہو چکی ہیں تو پھر امتِ مسلمہ کے بکھرے ہوئے شیرازہ کو ایک جگہ جمع کر کے ''إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ '' کی فضا قائم کرنا اہل علم کی ذمہ داری ہے، کیونکہ یہی اتفاق واتحاد غلبۂ اسلام کی ضمانت دیتا ہے، جسے اقبالؒ یوں تعبیر کر گیا:

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

اکابرین کی اطاعت

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَهٗ ...... اَمَّابَعْدُ: فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ،بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ،قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ :''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا أَطِیْعُوا اللّٰهَ وَأَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُوْلِی الْأَمْرِ مِنْکُمْ ''. وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَحَیٌّ فِیْ قَبْرِهٖ:''وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَافَلَیْسَ مِنَّا'' صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ.

میرا دعویٰ ہے کہ منزل مل ہی جائے گی ضرور
شرط یہ ہے کہ تم کسی کے نقشِ پا سے مل چلو

جنابِ صدرِ مجلس معزز اساتذہ کرام،طلباء عظام! آج کی اس پر رونق محفل میں بندہ جس موضوع وعنوان پر اپنے خیالات کا اظہار کرنے لگا ہے،وہ ہے ''اکابرین کی اطاعت'' رب کائنات کی بارگاہ صمدیت میں التجا ہے کہ سدا حق کی صدا لبوں پر جاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عزیزانِ گرامی! یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ جہاں ربِ کائنات نے اپنی اور اپنے محبوب ﷺ کی اطاعت کا حکم فرمایا ہے، وہاں پر اکابرین کی اطاعت کا بھی حکم صادر فرمایا، چنانچہ قرآن مقدس میں ارشاد ہے:''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا أَطِیْعُوا اللّٰهَ وَأَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُوْلِی الْأَمْرِ مِنْکُمْ '' کہیں پر خالق کائنات نے اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کو عین اپنی اطاعت قرار دے کر ارشاد فرمایا:''مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ

طَاعَ اللّٰہَ‘‘۔

کہیں پر رب لم یزل نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کو معیارِ حق قرار دے کر ایمان میں ان کی اطاعت حکم صادر فرمایا: ’’فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهٖ ‘‘ کہیں پر: ’’آمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ ‘‘ ایمان لے آؤ! جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایمان لایا، کہیں پر رب کائنات اپنی عبادت کے حکم کے ساتھ والدین کی اطاعت کا حکم صادر کرتے ہیں: ’’وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ‘‘۔

ایک اور مقام پر خالقِ کائنات مومنوں کو شیطان کی اطاعت سے روک کر اپنے اکابرین کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں: ’’وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ‘‘۔ ایک اور مقام پر خداوند کریم اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنے ساتھ محبت اور گناہوں کی بخشش کا ذریعہ بتاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ’’قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ‘‘۔ الغرض دنیا کے افق پر وہی لوگ چمک اٹھے اور تاریخ عالم نے ان ہی لوگوں کے ناموں کو عزت واحترام کے ساتھ محفوظ رکھا، جنہوں نے اپنے اکابرین کی اطاعت کی اور ان کے نقشِ قدم پر چلے:

قسم ہے شان وحدت کی تجھے آباد کر دے گا
ادب استاد کا ایک دن تجھے استاد کر دے گا

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم گشت از فضلِ رب

عزیزانِ گرامی! قرآن کریم کی آیتوں سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ اپنے اکابرین کی اطاعت کرنا کس قدر اہم ہے، قرآن کریم کے بعد احادیث مبارکہ کی طرف

رجوع کرتے ہیں کہ بانئ اسلام محمد مصطفیٰ ﷺ اکابرین کی اطاعت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، چنانچہ زبان نبوت اکابرین کی اطاعت کا حکم دیتے ہوئے یوں گویا ہوتی ہے: ''عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ'' کہیں اکابرین کی عزت و احترام اور اطاعت نہ کرنے والوں کو وعید سناتے ہوئے فرماتے ہیں: ''وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا فَلَيْسَ مِنَّا'' جو ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں۔

کہیں پر زبان نبوت والد کی رضامندی کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی قرار دے کر اس کی اطاعت کا حکم دیتی ہے: ''رِضَى الرَّبِّ فِيْ رِضَى الْوَالِدِ'' کبھی ''اِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ'' کہہ کر والدہ کی اطاعت میں جنت کی بشارت سناتے ہیں، کہیں پر اکابرین کی اطاعت کے بارے میں: ''وَلَمْ يُبَجِّلْ عَالِمِيْنَا فَلَيْسَ مِنَّا'' یعنی جو ہمارے علماء کی قدر نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں'' فرما کر علماء کرام کی اطاعت پر زور دیا ہے۔

کہیں پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی اطاعت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والا اور اپنی نافرمانی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا قرار دیا ہے: ''مَنْ اَطَاعَنِيْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ'' کہیں پر ''مَنْ يُّطِعِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِيْ وَمَنْ يَّعْصِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِيْ'' فرما کر اپنے امیر کی اطاعت کا حکم صادر فرمایا ہے۔

عزیزان گرامی! قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی روشنی میں اکابرین کی اطاعت کی اہمیت معلوم کرنے کے بعد علماء امت کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ وہ اکابرین کی اطاعت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں: چنانچہ محدث العصر محدثِ زماں مؤسسِ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہٗ اپنے مکتوبات کے اندر ہر طالب

علم کے لئے وضع قطع میں سلف صالحین کی اتباع کرنے کو ذکر کر کے اکابرین امت کی اطاعت پر زور دیتے ہیں۔

امام اہلسنت والجماعت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نور اللہ مرقدہٗ پچیس سال تک ایک مسئلے کی تحقیق کرنے کے بعد جب آخر میں اس کی رائے اکابرین کی رائے کے خلاف نکلی تو اپنی رائے ایک طرف رکھ کر ''سرفراز صفدر غلطی پر ہے، میرے اکابرین کی رائے درست ہے'' فرما کر اکابرین کی اطاعت کا سبق سکھاتے ہیں۔

اسی طرح امام المجاہدین استاذ الحدیث جامعہ بنوری ٹاؤن حضرت مولانا فضل محمد صاحب مدظلہ العالیہ اپنی مایہ ناز خطبات کی کتاب ''علمی خطبات کامل'' کے اندر اکابرین کے ساتھ محبت، ان سے عقیدت اور ان کی اطاعت پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: علماء حق کو کبریت احمر یعنی سرخ سونا سمجھ کر ان کا احترام اور ان کی قدر کریں، لیکن خدانخواستہ اگر ہم نے اکابرین امت کی قدر نہیں کی اور ان کی اطاعت کو ہاتھ سے چھوٹنے دیا تو وہ وقت دور نہیں کہ ہم ان کی زندگیوں کو ترستے رہیں گے، لیکن ان کو نہیں پائیں گے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

عصر حاضر اور دینی مدارس کے فضلاء کی ذمہ داریاں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ الْاَنْبِيَاءِ ......

اَمَّابَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: "إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ". وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ" صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْاُمِّيُّ الْكَرِيْمُ.

میرے انتہائی واجب الاحترام معزز اساتذہ کرام اور خانوادۂ بنوری کے غیور نوجوانو!

علم دین تمام مسلمانوں کی مشترکہ جائیداد ہے اور مشترکہ چیز کی حفاظت تمام شرکاء پر لازم ہوتی ہے، لہٰذا اس دین کی حفاظت عام مسلمانوں پر عموماً اور آپ علماء وفضلاء پر خصوصاً اور اس کی صحیح ترویج فرض ولازم وضروری ہے اور یہ حفاظت اسلام کے قلعوں یعنی مدارس اسلامیہ کے ذریعہ ہی ممکن ہے جو ہر مرکز سے بڑھ کر مستحکم، طاقت ور اور حرکت ونمو سے لبریز ہیں، یہ مدارس اگر اپنا کام چھوڑ دیں تو زندگی کے کھیت سوکھ جائیں اور انسانیت مرجھانے لگے، ان مدارس کو قدم قدم پر زندگی کا جائزہ لینا ہوتا ہے، بدلتے ہوئے حالات میں احکامات دینے ہوتے ہیں، فتنوں کی یلغار کے دور میں ڈگمگاتے ہوئے قدموں کو جمانا ہوتا ہے۔

انہی مدارس میں آپ کو ایک عرصہ تک رکھ کر مستقبل کا معمار بنایا جاتا ہے، تاکہ آپ گمراہ لوگوں کو صحیح راہ دکھائیں، معاشرے کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کے لئے ناخدا ثابت ہوں، یہاں کے پڑھے ہوئے علوم آپ کے پاس امانت ہیں، آپ یہاں سے مدرس بن کر نکلیں،

آپ کو مبارک، لیکن اس وقت زمانے کو اس سے زیادہ کسی اور چیز کی ضرورت ہے، ہم جس دور سے گزر رہے ہیں، اس کی بنیادی مادّی زندگی کو اصل ماننا اور محسوسات وظواہر کی پرستش کرنا ہے، اس لئے اس وقت زمانے کو ان مردان کار کی ضرورت ہے جو اس نئے دور کو ایک نئی فکری قیادت، ایک نیا دینی اعتماد، ایک نئی روحانی واخلاقی قوت عطا کرسکیں۔

پہلے انقلاب بڑی سست رفتاری اور آہستگی کے ساتھ آتا تھا، وہ بیل گاڑیوں اور ہاتھیوں، اونٹوں اور زیادہ سے زیادہ تیز رفتار گھوڑوں کا زمانہ تھا، اس وقت انقلاب انہی سواریوں کی رفتار سے آتا تھا، پھر ریل چلی انقلاب ریل پر سفر کرکے آنے لگا، ہوائی جہاز چلے انقلاب کی رفتار تیز ہوئی، اب انقلاب ایٹمی انرجی استعمال کرتا ہے، آواز سے زیادہ تیز جہازوں اور ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے دم کے دم وہ انقلاب گھر گھر پہنچ جاتا ہے۔

آج سلطانی جمہور کا زمانہ ہے، ہمارے اوپر پارلیمنٹ کی حکومت ہے، وہ زندگی کے تمام شعبوں اور تعلیم وتربیت کے تمام ذرائع پر حاوی ہے، رات کو پارلیمنٹ میں کوئی قانون پاس ہوتا ہے اور اگلے دن پورے ملک میں اس کا نفاذ ہوجاتا ہے، اور ہم سب کو اپنی زندگی میں تبدیلی وتغیر کرنا پڑتا ہے۔

آج دنیا بدل چکی ہے، انقلاب زمانہ اور گردشِ لیل ونہار نے اچانک آپ کو اس جگہ پر لا کھڑا کیا ہے، آپ آج اس محدود ماحول میں بہت خوش ہیں، آپ کو ہر طرف نورانی شکلیں نظر آتی ہیں، آپ کے کانوں میں ''قَالَ اللّٰهُ وَقَالَ الرَّسُوْلُ'' کی صداؤں کے سوا کوئی صدا نہیں پڑتی، یہ آپ کا دارالحدیث ہے، وہ آپ کی مسجد کا روحانی ماحول ہے، اور یہ مدرسہ کی علمی فضا ہے، لیکن کل جب آپ یہاں سے جائیں گے تو وہاں آپ کو بہت کچھ دنیا بدلی ہوئی نظر آئے گی، اس لئے آپ کو ہوشیار رہنا پڑے گا، اگر آپ نے گرد وپیش کا جائزہ

نہیں لیا تو آپ اس دنیا میں خود بےگانے بن جائیں گے۔

تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی کرو، یہ بات آپ کے نقش خیال پر مثل الم نشرح واضح ہو جائے گی کہ عالم اسلام کی تاریخ میں اس سے زیادہ نازک دور نہیں آیا ہے، اس لئے کہ امت مسلمہ پر ہر طرف سے کفر کی یلغار ہے، مغربیت کا طوفان ہے، عیسائیت کی تبلیغ ہے، میڈیا کی تباہ کاریاں ہیں، مادیت کا سیلاب ہے، عالمی کفریہ طاقتوں کا اتحاد ہے، ایمانی افکار و نظریات پر حملے ہیں، فرقہ واریت کے زہریلے ناگ ہیں، لسانی قومی، وطنی تعصبات کی آگ ہے، بابری مسجد سے بیت اللہ تک، لال مسجد سے مسجد نبوی تک، فلسطین سے افغانستان تک، عراق سے کشمیر تک، غرض مشرق سے مغرب تک، شمال سے جنوب تک کلمہ گو انسانوں کے خون کی طویل لکیریں ہیں۔

نوجوان نسل کی دین دوری اور مذہبی روایات سے بغاوت ہے، مسلمان مذہب کے نام پر بٹ چکے ہیں، دین کے نام پر فرقہ بندیاں کی جارہی ہیں، زبان کی بنیاد پر تقسیم ہے، علاقائیت کے نام پر گروہ ہیں، قوموں کے نام پر جماعتیں ہیں، اس دور میں حالات کو بدلنے، قلب و دماغ کو متاثر کرنے، ارادوں کو فنا کرنے، جذبات کو ختم کرنے، اقدار کو تبدیل کرنے اور قطۂ نظر و طریقۂ فکر میں انقلاب لانے کے اتنے وسائل کسی دور میں نہیں تھے۔ جو پچھلے دور میں گزرے ہیں، ان کے پاس کیا سامان تھا؟ کیا سیاست کی یہ شیرینی اور چاشنی تھی؟ جمہوریت اور مساوات کا یہ نعرہ تھا؟ اخبارات اور رسائل، پریس، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کی یہ طاقتیں تھیں؟ جلسے جلوسوں اور پروپیگنڈے کی یہ مہارت تھی؟۔ یہ عظیم دانش گاہیں، یونیورسٹیاں اور کالج تھے؟۔

آج فلسفہ اور سائنس کے بجائے سیاسیات و معاشیات اور تاریخ و ادب سے الحاد

وتشکیک کا کام لیا جارہا ہے، ہمیں پوری صورتِ حال کا وسیع النظری، وسیع القلبی اور حقیقت پسندی کے ساتھ جائزہ لینا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ ہم کو زندگی کے عملی میدان میں اترنے اور اسلامی دعوت اور شریعتِ اسلامی کی حفاظت کا مقدس فریضہ اپنے ذمے لینے سے پہلے کیا کیا تیاریاں کرنی چاہئیں اور کن کن طریقہائے جنگ سے واقف اور کن جدید اسلحوں سے مسلح ہونا چاہئے؟

سامعین محترم! اس نازک صورتحال میں فضلاء کرام کی ذمہ داری کے متعلق میں اپنے آپ سے پوچھوں؟ آپ سے پوچھوں؟ نہیں میں براہ راست رب کے کلام سے پوچھتا ہوں تو مجھے جواب ملتا ہے کہ تمہاری سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ "لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ" کہ تم علم دین میں ایسا رسوخ اور کمال پیدا کرو کہ اس کی کلیات اور جزئیات تمہاری نوک زباں ہوں، تا کہ کل اگر باطل انکارِ فقہ کی صورت میں سامنے آئے تو تم قاطع غیر مقلدیت بن کر مولانا امین اوکاڑوی رحمہ اللہ کی صورت میں نظر آؤ، اگر باطل انکار حدیث کی صورت میں سامنے ہو تو تم منکرین حدیث کے لئے تلوار بے نیام بن کر مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ کی صورت میں نظر آؤ، اگر عقائد باطلہ اور بدعت کی صورت میں سامنے آئے تو تم شیخ الہند رحمہ اللہ، انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ، سید یوسف بنوری رحمہ اللہ کی صورت میں نظر آؤ۔

دوسری عظیم ذمہ داری جو قرآن کریم نے فضلاء کی ذکر کی ہے وہ یہ کہ "وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ" کہ تعلیمی ایام میں اپنی توجہ کو ہر طرف سے کاٹ کر صرف علمی ترقی کے لئے جدو جہد کریں، لیکن حصول علم کے بعد جب اپنی قوم کی طرف جاؤ تو "قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ" کی شاہراہ پر چلتے ہوئے "اُدْعُ إِلَى

سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ‘‘ کے زیور سے آراستہ ہو کر ’’كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ‘‘ کا مصداق بن کر ’’ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلاَ يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لاَئِمٍ ‘‘ پر عمل پیرا ہو کر درد دل کے ساتھ، پیغمبرانہ تڑپ کے ساتھ جائیں اور وہ اعلان کریں جو پیغمبر اسلام ﷺ نے فاران کی چوٹی سے کیا تھا: اے لوگو! نار جہنم کی طرف پروانوں کی طرح لپک کر جانے والے انسانو! ’’ سَارِعُوْا إِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ ‘‘۔

اپنے کنبے قبیلے، خاندان، اعزاء، اقرباء، قوم سب کو عذاب الٰہی سے ڈرایئے، معاشرے کی تعمیر میں کلیدی کردار ادا کریں، امت کی ہر موڑ پر راہنمائی کریں، تاکہ ممالک اسلامیہ کے مسلمان جب تک زندہ رہیں، ان کا رشتہ ملّت ابراہیمی اور شریعت محمدی سے استوار رہے اور جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوں تو وہ اسی دین کے وفادار اور حلقہ بگوش ہوں، ہر ظلم کے خلاف، ہر ظالم کے خلاف، ہر دجال کے دجل وفریب کے خلاف، ہر جابر کے جبر کے خلاف علم بغاوت بلند کریں اور اعدائے دین واہل باطل کو للکار کر کہیں: ’’رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَ مِنْ دُوْنِهٖ إِلٰهاً لَقَدْ قُلْنَا إِذاً شَطَطاً‘‘۔

فضلائے کرام کی تیسری ذمہ داری یہ ہے کہ ’’فَاسْأَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لاَ تَعْلَمُوْنَ ‘‘ کی عملی تفسیر بن کر معاشرے کے عقائد کی اصلاح کریں، قرآن وسنت اور اس کے احکامات کے نفاذ کے لئے جدّ وجہد کریں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ائمہ اربعہ اور سلف صالحین رحمہم اللہ کی نقل کردہ تعبیر کے مطابق دین کی صحیح ترجمانی کریں، وطن عزیز کی جغرافیائی سرحدوں کے ساتھ ساتھ اس کی نظریاتی اساس کا تحفظ کریں۔

نبی آخر الزمان ﷺ کی عزت وناموس پر ہمہ وقت کٹ مرنے کے جذبے سے

سرشار رہیں، تاج وتخت ختم نبوت کی حفاظت کے لئے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ اور محدث العصر سید محمد یوسف بنوری ؒ اور ہزاروں علماء کی قربانیوں کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں اور ''حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ '' پر عمل کرتے ہوئے جہاد مقدس کے جذبے سے لوگوں کو سرشار کریں۔

فضلائے کرام کی چوتھی ذمہ داری یہ ہے کہ ''اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ '' ہونے کے ناطے اپنی تحریروں، تقریروں کے ذریعے عوام الناس کے دلوں میں اسلام کی عظمت کو اجاگر کریں، بھٹکی ہوئے انسانیت کے بنجر دلوں کو اللہ اللہ کی ضربوں سے شاداب کریں اور اپنی شخصیت میں استغناء رکھیں، نہ دبیں، نہ جھکیں، نہ بکیں اور شاعر کے اس قول پر عمل کرتے ہوئے حمیت دینی کی خدمت انجام دیں:

دبا سکو تو صدا دبا دو بجھا سکو تو دیا بجھا دو
دیا بجھے گا تو سحر ہوگی، صدا دبے گی تو حشر ہوگا

سامعین محترم! یہ عظیم ذمہ داریاں نبھانے کے لئے آپ کو گلی گلی، نگر نگر، دھرتی دھرتی، کوچہ کوچہ ہر جگہ کٹھن مراحل اور مصائب وآلام کا سامنا کرنا پڑے گا، اپنوں اور بے گانوں کے سب وشتم کا نشانہ بننا پڑے گا، معاشرتی زندگی میں اس کی بڑی قیمت چکانی پڑے گی، آپ کا مقاطعہ کیا جائے گا، مساجد سے نکالا جائے گا، کفر وضلالت کے فتوے لگائے جائیں گے، بنیاد پرست، قدامت پسند، دہشت گرد، شدت پسند اور دقیانوسی کے الزامات آپ پر لگیں گے۔

دنیا کی بہت سی لذتوں سے آپ کو کنارہ کش رہنا پڑے گا، لیکن آپ نے شریعت کے معاملے میں کسی قسم کی مداہنت، مصلحت کوشی اور رواداری نہیں برتنی ہوگی، باطل کی

آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنی ہوگی، اگر اس راہ میں جان کی بازی بھی لگانی پڑی تو دریغ نہیں کرنا ہوگا، اسلاف کے اس ورثہ کو سینہ سے لگانا ہوگا اور اپنی تمام تر کوششیں، ہر قسم کی کاوشیں، تقریریں اور تحریریں اسی ورثہ کی حفاظت اور اس کی بازیافت پر صرف کر دینی ہوں گی۔

خون کے آنسوں رونے کا مقام ہے کہ باطل ہماری اس وراثت کو مٹانے کے لئے نت نئے فتنوں کے دام خم کے ساتھ نئی امنگوں اور ولولوں کے ساتھ، نئی تیاریوں، نئے طریقوں اور نئی چالوں کے ساتھ نئے نعروں اور للکاروں کے ساتھ میدان میں للکارتا ہوا، ڈکارتا ہوا، خم ٹھونک کر دعوتِ مبارزت دے رہا ہو اور مؤمن میں گھنگی اور فرسودگی، پستی اور افسردگی، کنارا کشی اور پسپائی کی ذہنیت پیدا ہو جائے، اس کے قوئی میں اضمحلال پیدا ہو جائے، وہ زندگی کے میدان سے فرار اختیار کرے یا کنارہ کش ہو کر کسی گوشۂ عافیت کو تلاش کرے، جہاں وہ اپنی زندگی کے دن گزار سکے۔

اس زمانہ کا سب سے بڑا فتنہ اور چیلنج یہ ہے کہ اسلام کو اس کی جداگانہ تہذیب، اس کی مخصوص معاشرت، اس کے عائلی قوانین، اس کے نظام تعلیم، اس کے زبان وادب اور رسم الخط اور اس کے پورے ورثہ سے الگ کر دیا جائے اور اسلام چند رسوم اور تقریبات اور چند عبادات کا نام رہ جائے، آؤ عہد کریں، اس ورثہ کی حفاظت کریں گے، چاہے ہمیں امام بخاری کی طرح ملک بدر کیا جائے، شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح کالا پانی اور مالٹا کے جزیروں میں جانا پڑے، علمائے ہند کی طرح سولیوں پر لٹکنا پڑے۔

مولانا حبیب اللہ مختار شہید رحمۃ اللہ علیہ، مفتی عبدالسمیع شہید رحمۃ اللہ علیہ، مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ، مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحمۃ اللہ علیہ، مفتی جمیل خان شہید رحمۃ اللہ علیہ، مفتی

سعید احمد جلالپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ارشاد اللہ عباسی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اپنے جسموں کو گولیوں سے چھلنی کرانا پڑے۔

آؤ عہد کرو، اس ورثہ کی حفاظت کی خاطر اپنا تن من دھن قربان کردیں گے، اپنے جسموں کے ٹکڑے ٹکڑے کروادیں گے، پر دین پر آنچ نہیں آنے دیں گے:

ہم سے تاریخ ہے تاریخ کا عنوان ہیں ہم
وقت بھی جانتا ہے وقت کی پہچان ہیں ہم
ہم سے الجھو گے تو انجام بُرا ہوگا
رب کعبہ کی قسم صاحب ایمان ہیں ہم
زندگی زندہ ہے دنیا میں ہمارے دم سے
موت محکم ہماری ہے مسلمان ہیں ہم

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

حضرت جی الیاس رحمۃ اللہ اوران کی دینی دعوت

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى. اما بعد! فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم "إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا" وقال النبي صلى الله عليه وسلم "النَّاسُ كَإِبِلٍ مِائَةٍ لَا تَكَادُ تَجِدُ فِيهَا رَاحِلَةً"، صدق الله و صدق رسوله النبي الكريم.

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
انہی کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی
انہی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے
انہی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی

سامعینِ محترم! آج سے تقریباً ڈیڑھ صدی قبل دہلی کے باہر حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مرقد کے قریب ''جونسٹھ کھمبے'' کے نام جو تاریخی عمارت ہے اس کے سرخ پھاٹک پر ایک عمارت میں ایک بزرگ رہا کرتے تھے جن کا نام ''مولانا اسماعیل صاحب'' تھا۔ آپ کا قدیم آبائی وطن جھنجھانہ ضلع مظفرنگر تھا لیکن پہلی زوجہ کے انتقال کے بعد آپ نے مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی کے خاندان میں مولانا منظور حسین صاحب کی نواسی سے عقدِ ثانی کیا جس سے ۱۳۰۲ھ میں ایک بچہ کی ولادت ہوئی جس کا تاریخی نام اختر الیاس تھا اور اب جن کو دنیا بانی تبلیغ حضرت مولانا الیاس کاندھلوی کے نام سے یاد کرتی ہے مولانا ۱۳۱۴ھ کے اخیر یا ۱۳۱۵ھ کے شروع میں گنگوہ آ گئے اور اپنے بڑے بھائی مولانا محمد یحییٰ صاحب سے شرف تلمذ حاصل کیا اس کے بعد ۱۳۲۶ھ میں آپ شیخ الہند کے حلقۂ درس میں شرکت کیلئے دیوبند تشریف لے گئے۔

سامعین محترم! ۱۳۲۶ھ میں حضرت الیاس کاندھلوی دیوبند سے حدیث کی تکمیل کے بعد اپنے گردوپیش کے ماحول پر نظر ڈالتے ہیں تو انہیں ہر طرف فسق وفجور کی گھٹا ٹوپ اندھیریاں نظر آتی ہیں جس کی بنا پر دل ہی دل میں بعض اوقات ماہی بے آب کی طرح تڑپتے

آہیں بھرتے اور فرماتے میرے اللہ میں کیا کروں؟ کچھ ہوتا نہیں اور کبھی کبھی دین کے اس درد اور اس فکر میں بستر میں کروٹیں بدلتے اور بے چینی بڑھتی تو اٹھ اٹھ کر ٹہلنے لگتے اور بعض مرتبہ پورا درد دل کہنے کے بعد غالب کے مشہور شعر کو لطیف ترمیم کے ساتھ پڑھتے!

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ تو سمجھے خدا کرے کوئی

اس کیفیت کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو ان کے زمانے کے لوگ مجنون کیوں کہتے تھے "لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ" کی بار بار ضرورت کیوں پیش آتی تھی۔

سامعین محترم! اس کے بعد مولانا اپنے بڑے بھائی مولانا محمد صاحبؒ کی وفات کے بعد اہل میوات کے بے حد اصرار اور اپنے شیخ حضرت خلیل احمد سہارنپوریؒ کی اجازت سے میوات تشریف لے گئے اور اپنے پہلے سفر میں دس مکاتب قائم کئے لیکن کچھ ہی عرصے کے بعد حضرت نے یہ محسوس کرلیا کہ اہل میوات کی حالت اس حد تک گرچکی ہے یہاں اصلاح عام کے بغیر مکاتب بھی صحیح معنی میں کامیاب نہیں ہوسکتے اس کی وجہ یہ تھی کہ قوم میں حمیت ایمانی کے شعلے بجھ چکے تھے چنانچہ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ کو دوسرے حج سے واپس آنے کے بعد آپ نے تبلیغی گشت شروع کردیا جس قوم میں آپ نے گشت شروع کیا اس قوم کی حالت کی منظر کشی کرتے ہوئے ایک انگریز مؤرخ کہتا ہے کہ میوات اپنی عادات میں آدھے ہندو ہیں اور ان کے گاؤں میں شاذ و نادر ہی مسجد ہوتی ہے ۲۵ گاؤں میں صرف آٹھ مساجد ہیں چنانچہ حضرت جی نے خود اور دوسروں کو بھی دعوت دی کہ عوام میں نکل کر دین کے اولین کلمہ و نماز کی تبلیغ کریں جبکہ لوگ دعوت کے اس رخ سے ناآشنا تھے اور دین کی تبلیغ کیلئے عامیوں کا زبان کھولنا بڑا پہاڑ محسوس ہوتا تھا چند ہی آدمیوں نے بڑی شرم وحیا اور بڑی رکاوٹ کے بعد یہ خدمت انجام دی چنانچہ اس طرح سے حضرت جیؒ کے لگائے ہوئے اس باغ کی ابتداء ہوئی پھر چشم فلک نے وہ وقت بھی دیکھا کہ جب نظام الدین میں کمرے تعمیر کئے جارہے تھے

تو حضرت جی نے کہا کہ کمرے ہوا کے رخ پر تعمیر کرو اس لئے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ٹھنڈے ملکوں کے باشندے یہاں قیام کر رہے ہیں چنانچہ کچھ عرصے کے بعد ٹھنڈے ملکوں کے رہنے والے یہاں آئے اور انہوں نے قیام کیا۔

سامعین محترم! حضرت جی کی تحریک کا خلاصہ یہ ہے کہ بے طلبوں میں دین کی طلب پیدا کی جائے خود حضرت جیؒ فرمایا کرتے تھے جس طرح زندگی کے ضروری کاموں میں تقسیم عمل نہیں ہے کہ ایک کھائے دوسرا پئے اور تیسرا پہنے اسی طرح سے مذہب میں بھی تقسیم عمل نہیں ہونا چاہیے ہر ایک کو دین کا کام کرنا چاہیے حضرت جیؒ کے یہی سچے جذبات، ایمان و کامل احتساب، احسانی کیفیت، قیامت کے استحضار، آخرت کا تمثل، کامل یکسوئی اور انہماک، مقصد کا عشق، درد و بیقراری، جہد و مشقت علو ہمت، دینی حمیت، اتباع سنت، حلم و بردباری، رعایت حقوق، اخلاق و تواضع، وسعت قلب، دعا و انابت الی اللہ کا نتیجہ ہے کہ آج یہ کام چھ براعظم میں پھیل چکا ہے۔

اے راہ علم کے ہمسفر ابابیلو! حضرت جی کی سیرت ہم کو یہ چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے کہ تمہارے چاروں طرف اندھیریاں منڈلا رہی ہیں علم و عمل کے دامن کو مضبوطی سے تھام لو اور بہترین توشہ (تقوی) ساتھ لے لو اور پھر دیوانہ وار میدان و عمل میں کود پڑو اور پھر سے دھرتی کے اندھیروں کو اجالوں سے بدل دو۔

اے روحِ محمد شیرازہ ہوا ملت مرحوم کا ابتر
اب تو ہی بتا آیات الٰہی کا نگہبان کدھر جائے
وہ لذت آشوب نہیں اب بحر عرب میں
پوشیدہ جو مجھ میں ہے وہ طوفان کدھر جائے
اس راز کو اب فاش کر اے روح محمد
کہ آیات الٰہی کا نگہبان کدھر جائے

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

مسجد کی اہمیت وعظمت

الحمدلله رب العلمین والصلوة والسلام علی اشرف الانبیاء و المرسلین محمد وعلی اله واصحابه اجمعین. امابعد! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا" وقال النبی ﷺ "اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا". صدق الله العظیم وصدق رسوله النبی الکریم:

گرامی قدر اساتذہ کرام، عزیز طلبہ ساتھیوں اور دیگر مہمانانِ گرامی!

آج کی اس بابرکت محفل میں جس موضوع پر گفتگو کا حکم ہوا ہے وہ موضوع ہے "مسجد کی اہمیت وعظمت" اس مختصر وقت میں مسجد کے متعلق اپنی گفتگو کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کی کوشش کرونگا، اول مسجد کی ابتداء کب سے ہوتی ہے، دوم مسجد کی اہمیت اور فضیلت کیا ہے، اور سوم مسجد کے آداب کیا ہیں۔

عزیزانِ گرامی! جب ہم تاریخ کے تناظر میں دیکھتے ہیں تو یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ اس صفحہ ہستی پر سب سے پہلی مسجد اور سب سے پہلے اللہ کا گھر جس کی تعمیر ہوئی وہ خانہ کعبہ ہے۔ قرآن کریم ان الفاظ میں اس بات کی تائید کرتا ہے "اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبٰرَکًا وَّهُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ" علامہ بیہقیؒ نے دلائل نبوت میں یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدم اور حواء علیہما السلام کے دنیا میں آنے کے بعد اللہ نے جبرائیل امین کے ذریعے ان کو پیغام بھیجا کہ وہ بیت اللہ بنائیں انہوں نے حکم کی تعمیل کی پھر ان سے کہا گیا کہ اس کا طواف کریں اور یہ بھی بتایا گیا کہ اے آدم! آپ اَوَّلُ النَّاس ہیں اور یہ گھر اَوَّلُ الْبَیْتِ وُضِعَ لِلنَّاسِ ہے۔ بیت اللہ شریف کی تعمیر کے بعد آدم علیہ السلام کو بیت المقدس میں مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا گیا ابوذرؓ سے روایت ہے "قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ مَسْجِدٍ وُّضِعَ فِی الْاَرْضِ اَوَّلُ قَالَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ قُلْتُ ثُمَّ اَیُّ قَالَ ثُمَّ الْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی" علامہ ابن ہشامؒ نقل کرتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام کعبۃ اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ

تعالیٰ نے حکم دیا کہ اب بیت المقدس کی تعمیر کرو چنانچہ انہوں نے بیت المقدس کی تعمیر کی اور اس میں عبادت کی۔ اس طرح صفحۂ ہستی پر مساجد بننے کا سلسلہ جاری ہوا اور آج الحمدللہ دنیا کے چپے چپے پر مساجد قائم ہیں۔

سامعین گرامی! اسلام کی نظر میں مسجد کو بڑی اہمیت اور عظمت حاصل ہے اسلام نے مسجد کو مسلمانوں کیلئے اتفاق اور اتحاد کی علامت قرار دیا مسلمانوں کی اجتماعیت کو برقرار رکھنے کیلئے مسجد کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ مسجد کی حیثیت ایک مرکز کی ہے جہاں سے اسلامی معاشرے کے تمام امور تکمیل پاسکتے ہیں۔ مسجد نبوی کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ وہ بیک وقت دینی درسگاہ بھی تھی جہاں علوم نبوت کے پروانے علمی پیاس بجھانے کیلئے حاضر رہتے تھے، وہ ایک فوجی چھاؤنی بھی تھی جہاں سے مسلمانوں کے سالار اعظم ﷺ مختلف محاذوں کیلئے لشکر روانہ کرتے تھے، وہ ایک عدالت بھی تھی جہاں اس کائنات کے منصف اعظم ﷺ انصاف پر مبنی فیصلے کیا کرتے تھے، وہ ایک خانقاہ بھی تھی جہاں عشق خدا کے دیوانے جذب وسلوک کے منزل طے کرتے تھے، مساجد کرۂ ارض پر اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں: "وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا" اسی وجہ سے مسجد بنانے والے کو جنت کی خوشخبری سنائی گئی۔

"مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ" کفار اور مشرکین کو زیبا نہیں کہ وہ اللہ کے گھروں یعنی مساجد کو آباد کریں "مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ"، جو شخص مسجد کو آباد کرتا ہے اور اس کی خبر گیری کرتا ہے زبانِ رسالت نے اس کے ایمان کی گواہی دی ہے ارشاد فرمایا "اِذَا رَاَيْتُمُ الرَّجُلَ يَتَعَاهَدُ الْمَسْجِدَ فَاشْهَدُوْا لَهٗ بِالْاِيْمَانِ" اس سطح ارض پر اللہ تعالیٰ کے سب سے محبوب اور پسندیدہ مقامات مساجد ہیں ارشاد فرمایا: "اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا" یہی وجہ ہے کہ مساجد میں آنے والوں کا اللہ تعالیٰ اعزاز فرماتے ہیں ارشاد فرمایا "مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسْجِدِ اَوْ رَاحَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهٗ نُزُلَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا اَوْ رَاحَ" صرف یہی نہیں بلکہ مساجد سے تعلق رکھنے والوں کیلئے قیامت کے دن عرش کے سائے کی خوشخبری سنائی گئی

ارشاد ہوا"سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِیْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّاظِلُّهٗ" ان سات خوش نصیبوں میں وہ شخص بھی ہوگا جسکا دل مسجد کے ساتھ لگارہا "وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ" مسجد سے تعلق کی بدولت اس ہیبت ناک دن میں عرش کا سایہ نصیب ہوجاتا ہے۔

عزیزانِ گرامی! اسلام نے مسجد کی عظمت اور فضیلت کے پیش نظر مسجد کے آداب بھی بیان کئے ہیں جن کالحاظ رکھنا مسلمانوں کیلئے ضروری ہے۔ اسلام نے مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کا طریقہ بتادیا، ارشاد فرمایا "اِذَادَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَفَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ،وَاِذَاخَرَجَ فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ" مسجد کا حق ہے کہ اس میں داخل ہونے والا دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے، ارشاد فرمایا "اِذَادَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَّجْلِسَ" چونکہ مساجد مقدس مقامات اور عبادت خانے ہیں جہاں فرشتے بھی اترتے ہیں اور مسلمان بھی عبادت کیلئے جمع ہوتے ہیں اس لئے مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا کہ بدبودار چیزیں کھا کر مساجد نہ آئیں، ارشاد فرمایا "مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَ لِمُنْتِنَةِ فَلَايَقْرُبَنَّ مَسْجِدَنَا" مسجد اللہ کا گھر ہے اس میں صرف اللہ کی عبادت ہونی چاہئے مسجد میں دنیاوی گفتگو، بے ہودہ اشعار اور دنیاوی معاملات سے منع کیا گیا ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے "نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنْ تَنَاشُدِالْاَشْعَارِفِی الْمَسْجِدِوَعَنِ الْبَيْعِ وَالْاِشْتِرَاءِ فِيْهِ" اگر کوئی بدنصیب ایسا ہے جو مسجد کے تقدس کو پامال کرتے ہوئے خرید وفروخت کرتا ہے یا دنیاوی اغراض کیلئے اعلانات کرتا ہے تو اس کیلئے بددعا کا حکم دیا گیا ارشاد فرمایا "اِذَا رَاَيْتُمْ مَّنْ يَّبِيْعُ اَوْيَبْتَاعُ فِی الْمَسْجِدِفَقُوْلُوْالَااَرْبَحَ اللهُ تِجَارَتَكَ وَاِذَارَاَيْتُمْ مَّنْ يَّنْشُدُضَالَّتَهٗ فَقُوْلُوْالَارَدَّهَااللهُ عَلَيْكَ" شریعت نے مسجد کو پاک صاف رکھنے کا حکم دیا ہے ہر قسم کی غلاظت اور گندگی پھیلانے سے منع کیا ہے، ارشاد فرمایا "اَلْبُزَاقُ فِی الْمَسْجِدِخَطِيْئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا" دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مسجد کے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے مسجد سے تعلق اور محبت نصیب فرمائیں۔ امین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

زبان کی حفاظت

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم امابعد! اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا" صدق الله العظیم .وقال النبی ﷺ: مَنْ یَّضْمَنْ لِیْ مَابَیْنَ لِحْیَیْهِ وَمَابَیْنَ فَخِذَیْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ او کماقال علیه الصلوٰة والسلام .

اِحْفَظْ لِسَانَکَ اَیُّهَا الْاِنْسَان
لَایَلْدَغَنَّکَ فَاِنَّهٗ ثُعْبَان

محترم اساتذہ کرام اور میرے ہم مشن ساتھیو! آج کی اس پررونق محفل میں بندہ جس عنوان کو موضوع سخن بنا کر شرف خطابت حاصل کر رہا ہے وہ ہے "زبان کی حفاظت"۔

سامعین محترم! اگرچہ زبان اعضاء انسانی میں سے ایک چھوٹا سا عضو ہے لیکن دوسرے اعضاء کی بنسبت اس کو ایک خاص قسم کی اہمیت حاصل ہے گویا کہ عضو تو چھوٹا سا ہے لیکن اس کے کرشمے بہت بڑے بڑے ہیں جس قدر اس کی خوبیاں بہت ہیں تو اسی قدر اس کی خرابیاں بھی بے شمار ہیں اس کے صحیح استعمال سے آخرت میں بڑے بڑے درجے مل جاتے ہیں اور اس کے غلط استعمال کے بسبب انسان بہت سے گناہوں کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

یہی وہ زبان ہے جس کے ذریعے شرکیہ اور کفریہ کلمات نکلتے ہیں۔
یہی وہ زبان ہے جس کے ذریعے جھوٹی قسمیں کھائی جاتی ہیں۔
یہی وہ زبان ہے جس کے ذریعے چغلخوری کی جاتی ہے۔
یہی وہ زبان ہے جس کے ذریعے غیبت کی جاتی ہے۔
یہی وہ زبان ہے جس کے ذریعے تہمت زنی کی جاتی ہے۔
یہی وہ زبان ہے جس کے ذریعے مسلمان بھائی کا تمسخر کیا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ رب ذوالجلال نے جب لسانِ انسانی کو ان صفات متضادہ کا مالک بنایا تو اس کو ویسے ہی بے لگام نہ چھوڑا بلکہ قرآن مجید میں جگہ جگہ اس کی حفاظت کرنے کا حکم فرمادیا۔

چنانچہ تقویٰ کا ذکر کرتے ہوئے رب ذوالجلال نے زبان کو صحیح قول میں استعمال کرنے کا یہ امر صادر فرمایا:

"یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا" اور ایک مقام پر حقوق العباد کو بیان کرتے ہوئے رب ذوالجلال نے زبان کی حفاظت کی یہ اصولی ہدایتیں صادر فرمائیں۔

"یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ"

اور ایک مقام پر غیبت کی حرمت کو سمجھایا:

"وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا"

اور غیبت کرنے والے کیلئے یہ سخت وعید نازل فرمائی:

"اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ"

اور کسی بے گناہ اور بے قصور انسان کے خلاف زبان استعمال کر کے اس پر تہمت لگانے کے متعلق رب ذوالجلال نے یہ ارشاد فرمایا:

"وَتَحْسَبُوْنَہٗ ھَیِّنًا"

کہ تم تو اس کو معمولی سمجھتے ہو مگر تمہیں کیا معلوم کہ:

"وَّھُوَ عِنْدَ اللہِ عَظِیْمٌ"

کہ رب کے ہاں یہ کتنی بڑی اور بھاری بات ہے۔

سامعین محترم! اگر آپ کتب احادیث کی ورق گردانی کریں تو ذخیرہ احادیث میں بے شمار

مقامات پر آپ کو وہ احادیث ملیں گی جنہیں امام الانبیاء، سید الانبیاء، میرے آقا محمد مصطفی ﷺ نے زبان کی حفاظت کے متعلق ارشادات فرمائے ہیں۔

چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث ہے:

"مَنْ یَضْمَنْ لِیْ مَابَیْنَ لِحْیَیْهِ وَمَابَیْنَ فَخِذَیْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ"

یعنی جو شخص مجھے زبان اور شرمگاہ کے صحیح استعمال کی ضمانت دے تو میں اسکو جنت کی ضمانت دیتا ہوں اور کامل مسلمان کی نشاندہی کرتے ہوئے آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَیَدِهٖ"

اور لایعنی اور فضول گوئی سے بچنے کی تاکید کے متعلق آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَالَایَعْنِیْهِ."

کیا میرے آقا نے لسان انسانی کے بارے میں یہ ارشاد نہیں فرمایا تھا:

"اِنَّ الْعَبْدَلَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ یَهْوِیْ یَنْزِلُ بِهَافِی النَّارِاَبْعَدَمَابَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ"

کیا میرے آقا نے لسان انسانی کے بارے میں یہ ارشاد نہیں فرمایا تھا:

"لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ"

کیا میرے آقا نے لسانِ انسانی کے بارے میں یہ ارشاد نہیں فرمایا تھا:

"مَنْ کَانَ ذَاوَجْهَیْنِ فِی الدُّنْیَاکَانَ لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ لِسَانٌ مِّنْ نَارٍ"

کیا میرے آقا نے لسانِ انسانی کے بارے میں یہ ارشاد نہیں فرمایا تھا:

"اِنَّ الْجَنَّةَ تَشْتَاقُ اِلٰی خَمْسَةِ نَفَرٍمُطْعِمُ الْجِیْعَانِ وَمُکْسِی الْعُرْیَانِ وَتَالِی الْقُرْآنِ وَحَافِظِ اللِّسَانِ وَمَنْ صَلّٰی عَلٰی حَبِیْبِ الرَّحْمٰنِ"

کیا میرے آقا نے لسان انسانی کے بارے میں یہ ارشاد نہیں فرمایا تھا:

"اَلْغِیْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَاءِ"

کیا میرے آقا نے لسان انسانی کے بارے میں یہ ارشاد نہیں فرمایا تھا:

"إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ يَنْزِلُ بِهَا فِي النَّارِ أَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ"

کیا میرے آقا نے لسانِ انسانی کے بارے میں یہ ارشاد نہیں فرمایا تھا:

"سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ"

سامعین محترم! افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج مسلمان انتہائی جرأت اور بے باکی کے ساتھ زبان کے غلط استعمال کا ارتکاب کر رہا ہے اور قرآن وحدیث کی کھلم کھلا مخالفت ہو رہی ہے اور کسی کو یہ احساس ہی نہیں کہ ہم اپنی زبان کے غلط اور ناجائز استعمال کے ذریعے تباہی اور بربادی کی دلدل، میں پھنسے جا رہے ہیں۔

سامعین گرامی! اگر ہم نے اپنی زبان کی حفاظت نہ کی اور قرآن وحدیث کے بتلائے ہوئے طریقے پر اسے استعمال نہ کیا تو کل یہی زبان قیامت کے دن ہمارے خلاف گواہی دے گی۔

شاعر کہتا ہے:

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے دنیا والو!
تمہاری داستان تک نہ رہے گی داستانوں میں
اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کر سر عام رکھ دیا

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی زبان کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ



مسجد کی فضیلت واہمیت وفلسفہ

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد!
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا" وقال النبی ﷺ: تَذْهَبُ الْاَرْضُ كُلُّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا الْمَسَاجِدَ يَنْضَمُّ بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ صدق اللہ العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم.

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے
رہ گئی رسم اذان روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

واجب الاحترام، اساتذہ کرام اور بزمِ شامزئیؒ میں شریک طلباء ساتھیو! آج کی اس عظیم الشان محفل ومجلس میں میں جس موضوع وعنوان کولیکر اپنے بکھرے اور بے ربط خیالات کی گرداڑانا چاہتا ہوں وہ ہے مسجد کی فضیلت واہمیت۔ بارگاہِ صمدیت میں بصد عجز ونیاز التجا ہے کہ وہ مجھے مبنی بر حقیقت مزین بصدق وصواب گفتگو کے ساتھ بزم آراء ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

سامعینِ محترم! اسلامی تاریخ کے اوراق کھنگالئے تو یہ حقیقت آپ کے پردہ خیال پر آشکارا ہوگی کہ مسجد دینِ اسلام کی ہمہ گیریت اور جامعیت کو مستحکم کرنے والے ادارے کی حیثیت سے کردار ادا کرتی ہے عہدِ رسالت کے شب وروز کا جائزہ لیجئے تو آپ کے صفحۂ ذھن پر اَلَمْ نَشْرَحْ ہوکر یہ بات ابھرے گی کہ آپ علیہ السلام نے مسجد کو نہ تو اتوار کے اتوار سرگرم ہونے والا گرجا بننے دیا اور نہ محض یوم السبت کو گریہ وزاری کرنے کا معبد بننے دیا بلکہ دن رات کسی بھی لمحے میں فرض نمازوں، سنتوں اور اعتکاف جیسی عبادات کے لئے مختص فرمایا۔ مسجد مسلمانوں کی اجتماعی وانفرادی زندگی کا ایسا محور ومرکز ہے جہاں سے ان کے تمام مذہبی، اخلاقی ،اصلاحی اور اجتماعی امور کی رہنمائی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کی حیاتِ طیبہ میں مسلمانوں

کی روحانیت اور اجتماعیت کے ان مراکز کی تعداد ۱۰ ۳۱ تھی۔ محدث جمال الدینؒ نے ''روضۃ الا حباب'' میں لکھا ہے کہ ''فاروق اعظمؓ کے دور میں چار ہزار مسجدیں تعمیر کرائی گئیں، سیدنا صدیق اکبرؓ کی خلافت کی بیعت مسجد میں ہوئی، سیدنا عثمانؓ کی خلافت کا اعلان مسجد میں ہوا'' ذرا ایک قدم آگے بڑھئے اس مسجد کی فضیلت واہمیت کو پہلے رب کے کلام سے پھر نبی کے فرمان سے سمجھانے کی کوشش کروں گا اور اگر وقت نے ساتھ دیا تو انشاءاللہ مسجد کی حقیقت وفلسفہ کو واضح کرنے کی سعی سے بھی گریز نہیں کروں گا۔

عزیزانِ من! سب سے پہلے رب کے کلام کی طرف آیئے جو تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ کا مظہر ہے۔ ارشاد ربانی ہے " وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا" دوسری جگہ اس کی فضیلت واہمیت کو یوں اجاگر کیا کہ مقصود کو پہنچنے والے وہی ہیں جو اس کی خدمت کریں فرمایا: "اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ" تو کہیں اس کی تعظیم وتکریم کہہ کر اس کی فضیلت کو بیان کیا فِیْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۔ تو کہیں مختلف انداز سے ترغیب دیتے ہوئے حکم دیا کہ جب مسجد آیا کرو تو ظاہری وباطنی طہارت ونظافت کا مظہر بن کر آیا کرو۔ ارشاد خداوندی ہے " وَ اَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ" تو کہیں مسجد میں داخل ہونے سے پہلے لباس زینت پہننے کا حکم دے کر اس کی فضیلت کو اجاگر کیا "يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ" تو کہیں اس کی صفائی کا حکم دے کر اس کی فضیلت واہمیت کو ذکر کیا "وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ" یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو اس کی تعمیر سے روک کر اس کی فضیلت کو ذکر کیا "مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ" کہیں پر اس کے مخالف کو ظالم کہہ کر اس کی فضیلت کو اجاگر کیا۔

"وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ" تو کہیں اپنے آپ کو مسجد کا محافظ کہہ کر اس کی فضیلت کو بیان کیا "وَلَوْلَا دَفْعُ اللهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلٰوتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللهِ كَثِيْرًا".

سامعینِ محترم! اب نبیؐ کے فرمان کی طرف آیئے مسجد کی فضیلت واہمیت کے بارے میں فرمان نبی اسے رہنمائی طلب کرتے ہیں چنانچہ نبوت کی زبان برحق سے ارشاد ہوتا ہے اَلْمَسَاجِدُ بُيُوْتُ اللهِ وَقَدْ ضَمَّنَ اللهُ لِمَنْ كَانَتِ الْمَسَاجِدُ بَيْتَهُ الرَّوْحَ وَالرَّاحِمَةَ وَالْجَوَازَ عَلَى الصِّرَاطِ اِلَى الْجَنَّةِ ایک موقع پر مسجد تعمیر کرنے کی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا لَهٗ مِثْلُهٗ بَيْتٌ فِى الْجَنَّةِ کہیں مسجد کو زمین میں سب سے بہترین جگہ قرار دے کر اس کی فضیلت کو ان الفاظ میں اجاگر کیا اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَى اللهِ مَسَاجِدُهَا اسی مفہوم کو دوسرے موقع پر اس انداز سے بیان فرمایا خَيْرُ الْبِقَاعِ مَسَاجِدُهَا وَشَرُّ الْبِقَاعِ اَسْوَاقُهَا ۔ قربان جایئے مسجد کی عظمت پر کہ نبی کریم ﷺ کے ایک فرمان کے مطابق قیامت کے دن پر باقی رہنے والی جگہیں مسجدیں ہی ہونگی تَذْهَبُ الْاَرْضُ كُلُّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا الْمَسَاجِدَ يَنْضَمُّ بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ .

سامعینِ محترم! آیئے مسجد کی حقیقت اور اس کے فلسفے کے راز سے نقاب کشائی کرتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مسجد میں اجتماع کا حکم صرف سال میں یا مہینہ میں یا ہفتے میں یا صرف دن میں ایک بار نہیں دیا بلکہ مسجد کو شریعت میں اس قدر اہمیت دی گئی کہ ہر مسلمان کو اس کا پابند بنایا گیا کہ وہ دن میں پانچ وقت حاضری دے۔ یہ پانچ وقت کی حاضری اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ اسلام میں مساجد کے ذریعہ اتحاد واتفاق کی فضا قائم ہو، بھائی چارہ کا ماحول عمل میں آئے ،نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر ایک ہوں۔ مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے کا منظر تازہ ہوجائے۔

پانچ نمازوں میں جمع ہونے کا راز یہی ہے کہ اپنے محلے کے لوگوں کو مسائل روزانہ مسجد آنے سے معلوم ہوں اور پورے ہفتے میں ایک بار جمع ہونے کا حکم اس لئے دیا کہ کچھ اور دور کے لوگ آئیں اور ان میں آپس میں محبت وہمدردی قائم رہے پھر سال میں دوبارہ اجتماع کا حکم دیا تا کہ دوسرے شہر کے لوگوں کے مسائل معلوم ہوں اور ایک شہر والوں کا دوسرے شہر والوں کے ساتھ تعلق در بار رہے اور پھر زندگی میں ایک بار حج کا حکم دیا تا کہ پوری دنیا کے لوگوں کا آپس میں اتحاد واتفاق رہے بقول اقبالؒ کے۔

بندہ و صاحب و محتاج وغنی ایک ہوئے
تیرے دربار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

مسجد ہی معاشرے کے افراد کے اندر ہمدردی، امانت، پابندی وقت اور ایفائے عہد اور اتحاد واتفاق جیسی صفات پیدا کرتی ہے اس لئے مخالفین اسلام روز اول سے مسجد کے خلاف سازشیں کرتے چلے آئے ہیں۔ مدینہ ہی میں مسلمانوں کی اجتماعیت میں مسجد کے کردار کو دیکھتے ہیں کہ نام سے تفریق کے اڈے کا قیام عمل میں لایا گیا، ۴۹۲ھ میں صلیبیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر کے اس مرکز کو ختم کرنے کی کوشش کی، نصاریٰ کے بھڑ کانے پر ہلاکو خان نے مساجد کے گرانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، دہلی پر انگریز جب قابض ہوا تو جامع مسجد دہلی کو پانچ سال تک مقفل رکھا اور بابری مسجد کی شہادت بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے آج بھی مسلمانوں کو مساجد سے دور رکھنے کے لئے پروپیگنڈے کئے جا رہے ہیں، یہود ونصاریٰ بیت اللہ المقدس اور کعبۃ اللہ کو اپنے قبضے میں لینے کی کوشش کر رہے ہیں، اگر آج مسلمان ترقی چاہتے ہیں تو انہیں مساجد کو اپنا مقام دلانا ہوگا، مساجد کے ساتھ رشتہ جوڑنا ہوگا، اگر آج بھی مسجد کے انقلابی تصور کو زندہ کیا جائے تو امت مسلمہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ حاصل کر سکتی ہے لیکن افسوس! آج مساجد تو بہت بن رہی ہیں لیکن ہم مسجد کی حقیقت اور اس کے فلسفے سے ناآشنا ہیں۔

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

نماز باجماعت کی اہمیت

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَهٗ اَمَّابَعْدُ : فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: "وَأَقِیْمُوْا الصَّلَاةَ وَاٰتُوْا الزَّکَاةَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرَّاکِعِیْنَ". صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

سامعین محترم! آج میں جس موضوع کا سہارا لے کر آپ کے سامنے حاضر خدمت ہوا ہوں، وہ ''نماز باجماعت کی اہمیت'' کے عنوان سے معنون ہے، میں اس موضوع پر سب سے پہلے کتاب اللہ پھر احادیث مقدسہ اور اگر وقت نے میرا ساتھ دیا تو سلفِ صالحین کے نزدیک جماعت کی اہمیت کے چند واقعات آپ کے گوش گزار کروں گا۔

سامعینِ گرامی! رب ذوالجلال کے ارشاد گرامی ''وَأَقِیْمُوْا الصَّلَاةَ وَاٰتُوْا الزَّکَاةَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرَّاکِعِیْنَ'' کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ صابونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''أَیْ صَلُّوْا مَعَ الْمُصَلِّیْنَ بِالْجَمَاعَةِ'' اس آیت کی تفسیر میں حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اس آیت میں نماز باجماعت پڑھنے کی ترغیب اور تحریض ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: باجماعت نماز پڑھا کرو، پہلے کسی دین میں باجماعت نماز نہیں تھی اور یہود کی نماز میں رکوع نہ تھا۔

حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ: ''یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّیُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ'' کی آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے، جو دنیا میں جماعت کی نماز کے واسطے بلائے جاتے تھے اور جماعت کو نہیں آتے تھے:

روزِ محشر کہ جان گداز بود
اولین پرسشِ نماز بود

سامعین محترم! آیئے! احادیثِ مقدسہ کے آئینہ میں جماعت کی اہمیت دیکھتے ہیں تو آپ علیہ السلام کا ارشاد سامنے آتا ہے ''صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوۃِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً'' کہ جماعت کی نماز اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ افضل ہے۔ صحابی رسول حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ جماعت کی اہمیت کچھ یوں بیان فرماتے ہیں: ''وَلَوْ اَنَّکُمْ صَلَّیْتُمْ فِیْ بُیُوْتِکُمْ کَمَا یُصَلِّیْ ھٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِیْ بَیْتِہٖ لَتَرَکْتُمْ سُنَّۃَ نَبِیِّکُمْ وَلَوْ تَرَکْتُمْ سُنَّۃَ نَبِیِّکُمْ لَضَلَلْتُمْ''۔

جی ہاں! خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے فعل کو جفا اور کفر اور نفاق سے تعبیر کیا ہے جو مؤذن کی آواز سن کر بھی مسجد میں جماعت کو نہ آئے اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لَقَدْ ھَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ فِتْیَتِیْ فَیَجْمَعُوْنَ لِیْ حُزَمًا مِّنْ حَطَبٍ ثُمَّ اٰتِیَ قَوْمًا یُّصَلُّوْنَ فِیْ بُیُوْتِھِمْ لَیْسَتْ بِھِمْ عِلَّۃٌ فَاُحَرِّقُھَا عَلَیْھِمْ'' کہ میرا دل چاہتا ہے کہ چند نوجوانوں سے کہوں کہ بہت سا ایندھن اکٹھا کریں پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلا عذر گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جا کر ان کے گھر جلا دوں، اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے محدث العصر بانی جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری معارف السنن کی جلد: ۲، ص: ۲۶۸ پر نماز باجماعت کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ثُمَّ الْجَمَاعَۃُ وَاجِبَۃٌ عِنْدَنَا فِیْ قَوْلٍ رَاجِحٍ''۔

سامعین گرامی! یہ نماز باجماعت کی اہمیت ہی تو تھی کہ آپ علیہ السلام اپنے مرض الوفات میں دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں پہنچ کر نماز کراتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو

جب فجر کی نماز میں ابولولو مجوسی نے حملہ کر کے زخمی کر دیا تو اس وقت بھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جماعت کو ترک نہ کیا، بلکہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور نماز پوری کی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بازار میں تشریف فرما تھے، اس دوران نماز کا وقت ہوا تو دیکھا کہ سب اپنی دکانیں بند کر کے مسجد کو چل دیے تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس منظر کو دیکھ کر فرمایا: انہی لوگوں کی شان میں یہ آیت ''رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ'' نازل ہوئی ہے۔

سالم حدادؒ ایک بزرگ تھے، جب اذان کی آواز سنتے تو چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا۔

آخر میں اقبالؒ کی زبان میں صرف اتنا کہنا چاہوں گا کہ:

مسجد تو بنالی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی تھا برسوں میں نمازی بن نہ سکا
گفتار کا وہ غازی تو بنا پر کردار کا غازی بن نہ سکا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

تحفظِ حرمین شریفین

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ……

اَمَّابَعْدُ:فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ،بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:"اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا" صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر
ہے زندہ فقط وحدتِ افکار سے ملّت
وحدت ہو فنا جس سے ، وہ الہام بھی الحاد ہے
وحدت کی حفاظت نہیں بے قوتِ بازو
لئے آتی نہیں کچھ کام یہاں عقل و خرد

میرے واجب الاحترام اساتذۂ کرام اور معزز طلبہ!

آج جس موضوع کے حوالے سے آپ کے سامنے چند ٹوٹی پھوٹی باتیں کرنی ہیں، وہ ہے "تحفظِ حرمین شریفین"۔

سامعینِ محترم! حرمین شریفین روئے زمین کے مقدس مقامات میں سے وہ مقدس مقامات ہیں، جن کے تذکرے اہل ایمان کے لئے فرحت وسرور کا باعث ہیں۔ حرمین شریفین اہل اسلام کے لئے وہ مقدس مراکز ہیں، جہاں سے اسلام کا بہار آفریں نظام عملی صورت میں نمودار ہو کر عالم انسانیت کے ظلمت کدوں میں اجالا بنا، کفر وضلالت کے خزانوں میں بہار لایا۔ یہی وہ مقامات ہیں، جہاں سے شرک کی بھول بھلیوں میں جکڑی انسانیت کو توحید کا

صدا آفریں نظام ملا: قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ''اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبَارَکًا''۔

سامعینِ محترم! حرمین شریفین سے والہانہ محبت ہمارے ایمان کا جزء لاینفک ہے، اس سیاہ پوش کمرے کی زیبائی ورعنائی، دلکشی اور محبوبیت نہ حسنِ تعمیر کی وجہ سے ہے، نہ اس کے گرد وپیش میں واقع مرغزاروں، باغوں، نہروں، چشموں اور قدرتی مناظر کی وجہ سے ہے۔ موسم بھی اکثر ناموافق رہتا ہے، جب گرمی پڑتی ہے تو زمین تندور کی طرح دہکنے لگتی ہے، اس کے مقابلے میں سینکڑوں مندر اور معبد، گرجے اور کنیسا، محل اور کوٹھیاں، عشرت گاہیں اور حویلیاں تعمیر ہوئیں اور مٹ گئیں، ان کا خوبصورت طرزِ تعمیر اور بہترین محلِ وقوع انہیں وقت کے طوفانوں اور آندھیوں کے ہاتھوں تباہ ہونے سے نہ بچا سکا، مگر وہ سیاہ چوکور جسے نہ کسی انجینئر نے بنایا، نہ کسی ماہرفنِ تعمیر نے بنایا، وہ ہزاروں سال گزرنے کے باوجود بھی پوری شان سے کھڑا ہے۔

سامعینِ محترم! جس طرح حرمین شریفین کے تذکرے اہل دل کے جذبوں کو جلا بخشتے ہیں اور وہ باری تعالیٰ کے ارشاد: ''فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْھُمْ اِیْمَانًا'' کا مصداق بنتے ہیں ،وہیں پر بعض ازلی بدبخت ''وَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْھُمْ رِجْسًا اِلٰی رِجْسِھِمْ'' کا عملی نمونہ پیش کرتے ہیں۔ یہود بے بہبود کو یہ کب برداشت ہے کہ مسلمان نوجوان اپنے سینوں کو نورالٰہی سے منور کرکے اپنے دیار کو لوٹیں، لہٰذا جس قوم کے بارے میں رب ذوالجلال کا فرمان ہے ''یَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِیَاءَ بِغَیْرِ حَقٍّ'' وہی ٹولہ آج ان مبارک بقعات کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہے اور آج کا غفلت کا شکار مسلمان انہی منافقین کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا رہا ہے:

سادگی مسلم کی دیکھ، اوروں کی عیاری بھی دیکھ

چونکہ جزیرۂ عرب اسلام کا دارالحکومت ہے، دعوتِ اسلام کا منبع ہے، وحی کی اولین منزل ہے، ایمان کا سرچشمہ ودائمی مرکز ہے، عالم اسلام میں اس مثالی ومعیاری خطے کی وہی حیثیت ہے جو انسانی بدن میں دل کی ہے، لہٰذا سرورِ کونین ﷺ نے اس چیز پرزور دیا ہے کہ اسلام کا یہ دارالحکومت ہر قسم کی کشمکش، داخلی انتشار اور بیرونی خلفشار سے خالی رہے، آپ ﷺ نے اس سلسلے میں اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو وصیتیں فرمائی ہیں، چنانچہ ارشاد ہے: ''اَخْرِجُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ''۔

امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''كَانَ آخِرُ مَا عَهِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ قَالَ: لَايُتْرَكُ بِجَزِيْرَةِ الْعَرَبِ دِيْنَانِ'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں اس سال زندہ رہا تو یہود ونصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال چھوڑوں گا۔ آپ ﷺ کی اس دیرینہ خواہش کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پورا فرمایا اور ان کے بے کار وجود سے ارضِ حرم کو پاک کردیا، جب ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: او اللہ کے دشمن! تو نے جھوٹ بکا ہے، مجھے حضور ﷺ کا وہ فرمان یاد ہے: ''كَيْفَ بِكَ اِذَا اُخْرِجْتَ مِنْ خَيْبَرَ يَعْدُوْبِكَ قَلُوْصُكَ لَيْلَةً بَعْدَ لَيْلَةٍ''۔

ہمارے نبی ﷺ نے آخری وصیت یہ کی تھی کہ: ''یہود ونصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دو''۔ یہ ان کفار کے بارے میں تھی جو نسلاً عرب تھے، یہاں کے اصلی باشندے تھے، نسل در نسل یہاں رہتے ہوئے چلے آرہے تھے، جب کے اسلام کے بغیر ان کے وجود کو برداشت نہیں کیا گیا تو یہ کس طرح روا ہوسکتا ہے کہ دارالکفر والشرک میں رہنے والے نجس وناپاک اور غلیظ مشرکوں کو یہاں دعوت دے کر بلایا جائے؟ جب جزیرۃ العرب کے دور دراز غیر اہم گوشوں میں ان کو رہنے کی اجازت نہیں، حرمین شریفین کے قریب ان کو مستقل ٹھکانے کیوں کر فراہم کئے

جاسکتے ہیں ؟ چرواہوں کی صورت میں جزیہ ادا کر کے نہیں رہ سکتے تو بد معاشوں کی طرح مسلمانوں کے خرچ پر کیسے دندنا سکتے ہیں؟۔

کیا ہم اسی دن کے لئے نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے ہیں کہ جن جگہوں کو ہمارے مقدس اسلاف رحمہم اللہ نے اپنی جانیں قربان کر کے فتح کیا، ان پر ناپاک مشرکین کے قدم پہنچ جائیں؟ اور ہم اپنے گھروں میں بیٹھے تماشہ دیکھتے رہیں؟ جس کعبے کی طرف ہم منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں، وہ خطرے میں ہو تو ہمارے سجدوں کی اللہ کے یہاں کیا مقبولیت؟۔ مجھے اس وقت سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا وہ تاریخی جملہ یاد آ رہا ہے جو انہوں نے فتنہ ارتداد کے موقع پر کہا تھا اور جس نے تاریخ کا رخ اور واقعات کا دھارا بدل دیا اور شریعت و ملت کو ہزاروں برس کے لئے محفوظ کر دیا: ''أَیُنْقَصُ الدِّیْنُ وَأَنَا حَیٌّ؟''۔

آج ہم بھی اس پیغام کو اپنی لوحِ قلب پر نقش کر کے یہ عہد کرتے ہیں کہ حرمین شریفین کے تقدس کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کرنے میں کوئی دریغ نہیں کریں گے، اگر وقت نے ہم سے خون مانگا، ہم وقت کا دامن بھر دیں گے:

جان دی ، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

حرمین شریفین کی تاریخی حیثیت اور اُس کا مقام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ نَّبِيِّنَا صَاحِبِ الْوَجْهِ الْاَنْوَرِ وَالْجَبِيْنِ الْاَنْوَرِ...... اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: "اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّهُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ". وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ". اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ.

دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم پاسبان ہیں اس کے، وہ پاسباں ہمارا

رفیقان ہم سفر و صاحبان علم و ہنر، میرے آفتاب و مہتاب، اصحاب قلم وکتاب، میرے چشم و بصر اس محفل کے مشک وعنبر خصوصاً میرے مربی اساتذۂ کرام اور دیگر ضیوف کرام!

آج کی اس پر وقار اور پر رونق محفل، مہتاب ترنّم کے پرسرور نغموں سے معمور، نوید سحر کی پر نور فضاء، قلندرانِ امت کی تبرکات سے بھرپور مجلس اور طرز تخاطب کے اس راز و رموز سے باخبر اس میدان کارزار کے شہسواروں کی گھن گرج سے مغرور اور اس پرکیف ماحول میں طرز تکلم اور سلیقۂ گویائی سے نابلد ناداں، جس موضوع کا بار گراں اپنے ناتواں کندھوں پر اٹھائے جا رہا ہوں، وہ ہے "حرمین شریفین کی تاریخی حیثیت اور اس کا مقام" بارگاہ صمدیت میں التجا کرتا ہوں کہ رب غفور مجھے اور ہر طالب علم کو صدائے حق کہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اربابِ علم و دانش و سخن شناسانِ محفل! عنوان کے دو پہلو ہیں:

(۱) حرمین شریفین کی تاریخی حیثیت (۲) اور اس کا مقام

تو سب سے پہلے میں دوسرے پہلو پر کچھ روشنی ڈالوں گا۔

میرے محترم سامعین! شعائر اللہ کی تعظیم ہمارے دین کا جزء ہے، ارشادِ ربانی ہے: ''وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ'' شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں ''اَعْظَمُ شَعَآئِرِ الدِّیْنِ اَرْبَعٌ'' دین کے بڑے شعائر چار ہیں: ا...... کلام اللہ۔۲...... رسول اللہ (ﷺ)۔۳...... صلوۃ اللہ۔۴...... بیت اللہ ''لَاتُحِلُّوا شَعَآئِرَ اللّٰہِ'' اسی سلسلے کی کڑی ہے۔

عزیزانِ من! کعبہ کا مقام و مرتبہ بہت اونچا ہے، خود رب کعبہ نے کعبۃ اللہ کے مقام اور مرتبہ کو یوں بیان فرمایا: ''اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبَارَکًا'' ربّ کائنات نے کبھی کعبۃ اللہ کا مقام اور مرتبہ یوں بیان فرمایا ''وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا'' کبھی مالک لم یزل نے یوں فرمایا: ''وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ'' کعبۃ اللہ کے مرتبہ اور مقام کو میرے محبوب آمنہ کے لال محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ نے یوں عیاں کیا: ''مَا اَطْیَبَکِ مِنْ بَلَدٍ وَاَحَبَّکِ اِلَیَّ وَلَوْلَا اَنَّ قَوْمِیْ اَخْرَجُوْنِیْ مِنْکِ مَاسَکَنْتُ غَیْرَکِ''۔ میرے آقا ﷺ کے یارِ غار و مزار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کعبۃ اللہ کے ساتھ محبت و عقیدت کا اظہار ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں:

کل امرئ مصبح فی اھلہ
والموت ادنیٰ من شراک نعلہ

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ پکار اٹھے:

اَلا لَیْتَ شِعْرِیْ ھَلْ اَبِیْتَنَّ لَیْلَۃً
بِوَادٍ وَ حَوْلِیْ اِذْخِرٌ وَّ جَلِیْلُ

وَهٰذَا اَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ
وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِيْ شَامَةٌ وَّ طُفَيْلُ

اب آیئے! ذرا آپ کو مدینہ کی طرف لے چلتا ہوں:

امیر المؤمنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری میں فضائل مدینہ کے عنوان سے باب قائم کر کے یوں احادیث ذکر کرتے ہیں کہ ایمان مدینہ کی طرف سمٹ کر جائے گا: ''اِنَّمَا الْاِيْمَانُ لَيَأْرِزُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ اِلٰى جُحْرِهَا''۔ مدینہ میں دجّال داخل نہیں ہوسکتا: ''لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُوْنُ وَالدَّجَّالُ''۔ اس کے دروازوں پر فرشتوں کا پہرہ ہے ''لَيْسَ مِنْ نِقَابِهَا نَقَبٌ اِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّيْنَ يَحْرِسُوْنَهَا'' خلاق عالم کو وہاں پر کافروں اور منافقوں کا وجود گوارا نہیں: ''ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِيْنَةُ ثَلٰثَ رَجَفَاتٍ فَيُخْرِجُ اللّٰهُ كُلَّ كَافِرٍ وَّمُنَافِقٍ'' مدینہ کی مٹی میں شفاء ہے: ''فَاِنَّ فِيْ غُبَارِ الْمَدِيْنَةِ شِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ'' مدینہ کی دھرتی پر جنت اتاری گئی ہے ''مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ'' تب ہی تو مدینہ طیبہ کی شان و منزلت، مقام و حرمت کو دیکھ کر جمہور ائمہ کرام رحمہم اللہ نے مدینہ منورہ کی گھاس کاٹنے اور وہاں شکار کرنے کے عدم جواز پر استدلال کیا: ''وَاحْتَجَّ بِهِ الزُّهْرِيُّ وَالشَّافِعِيُّ وَمَالِكٌ وَاِسْحَاقُ وَقَالُوْا اَلْمَدِيْنَةُ لَمَّا حُرِّمَ فَلَا يَجُوْزُ قَطْعُ شَجَرِهَا وَاَخْذُ صَيْدِهَا''۔

عقائد علماءِ دیو بند ''اَلْمُهَنَّدُ عَلَى الْمُفَنَّدِ'' میں موجود ہے کہ جس دھرتی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود لگا ہوا ہے، جسمِ نبوت مس ہے، وہ فضیلت و مقام میں عرشِ بریں سے برتر ہے، کسی کو یہ سمجھنے میں دشواری ہو تو اس فلسفہ اور مضمون کو شیخ سعدیؒ یوں سمجھاتے ہیں:

گلے خوشبوئے در حمام روزے
رسید از دستِ محبوبے بدستم

بدو گفتم کہ مشکی یا عنبری
کہ از بوئے دلاویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم
ولیکن مدتے باگل نشستم
جمالِ ہم نشیں درمن اثر کرد
وگرنہ من ہما خاکم کہ ہستم

عزیزانِ من! اب تصویر کا دوسرا رُخ حرمین شریفین کی تاریخی حیثیت: حرمین شریفین کرۂ ارض پر وہ مقدس مقامات ہیں، جن کو مالک لم یزل نے جبین نیاز رکھ کر اظہارِ عجز کے لئے تعمیر کروایا۔

جنابِ من! تاریخِ عالم پر نظر دوڑاتے ہیں تو "إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّهُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ" کی قرآنی خبر ہمیں بتاتی ہے کہ سب سے پہلے سرزمین پر کعبۃ اللہ کی تعمیر ہوئی، اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرکے دیکھو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سوال کرکے اپنے محبوب قائد سرورِ کونین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے ہیں: "أَيُّ مَسْجِدٍ وُّضِعَ أَوَّلاً" آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب آیا "المسجدُ الحرام" یعنی سب سے پہلے مسجد حرام کی تعمیر ہوئی۔

ربِّ لم یزل سے دعا ہے کہ ربِّ لم یزل ہم سب کو مسجد حرام کی زیارت نصیب فرمائیں۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ



مقامِ حرمین شریفین اورامتِ مسلمہ کی ذمہ داری

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ ،

اَمَّابَعْدُ: فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: "وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ". وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ حَرَّمَ مَکَّۃَ وَدَعَا لَھَا وَ حَرَّمْتُ الْمَدِیْنَۃَ کَمَاحَرَّمَ اِبْرَاھِیْمُ مَکَّۃَ". صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ.

میرے انتہائی قابلِ صداحترام اساتذہ کرام اور معزز ساتھیو!

آج میں آپ حضرات کے سامنے "مقامِ حرمین اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داری" پر چند معروضات پیش کروں گا، اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ مجھے حق سچ کہنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

عزیزانِ محترم! مقامِ حرمین کا اندازہ تو اس بات سے اچھی طرح لگایا جاسکتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے ایک حرم کو اپنے گھر کا مقام عطا کیا ہے تو دوسرے کو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے لئے منتخب کیا ہے۔ ایک کو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانیوں کے لئے تو دوسرے حرم کو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت کے لئے منتخب کیا، ایک حرم کو کلام کے نزول کے لئے تو دوسرے حرم کو نزول سمیت اشاعت کے لئے چن لیا، ایک حرم کی طرف اپنے خلیل کو ہجرت کا حکم دیا تو دوسرے کی طرف محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم دیا، ایک حرم کو بیت اللہ سے اعزاز بخشا تو دوسرے کو روضۂ رسول اللہ ﷺ سے اعزاز بخشا، ایک حرم کو

حج جیسی عبادت سے سعادت ملی تو دوسرے کو خاتم الرسل ﷺ کی خلافت سے سعادت ملی، حتیٰ کہ اگر ایک حرم میں آبِ زم زم کا چشمہ جاری ہوا تو دوسرے حرم سے فیضِ محمد کا چشمہ جاری ہوا، ایک حرم سے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو یار عطاء کئے تو دوسرے حرم سے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار عطاء کئے، ایک کو دارالامن کے نام سے موسوم کیا تو دوسرے کو دارالایمان کے نام سے موسوم کیا، ایک حرم کو دین کی دعوت کے لئے تو دوسرے حرم کو دین کی دعوت کے لئے منتخب کیا۔

عزیزانِ محترم! بات حرمین کے مقام کی ہے، اگر حرم مکہ کا مقام دیکھنا چاہتے ہو تو عرش والے سے پوچھو جو عرش پر مستوی رہ کر فرش کے کسی مقام کی اگر قسم اٹھاتا ہے تو وہ مقام حرم مکہ ہے، فرمایا: ''لَآ أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ'' فرمایا: ''وَهٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِيْنِ'' وہ عرش والا فرش کے کسی مقام کو دارالامن کہتا ہے تو وہ حرم مکہ ہی ہے: ''وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِناً'' اور ''أَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَماً اٰمِناً'' اور ''أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَماً اٰمِناً'' اگر رب نے کسی مقام کو اگر حرمت عطاء کی ہے تو وہ مقام حرم مکہ ہے: ''جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَاماً لِّلنَّاسِ'' اور ''وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَاناً''۔

یہ وہی حرم تو ہے جو ساری دنیا کے مسلمانوں کا قبلہ ہے ''وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ''۔ حرم مکہ کی حرمت تو دیکھئے! رب کیا اعلان کرتا ہے: ''إِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا'' کوئی ناپاک عقیدے والا اس حرم پاک کے قریب بھی نہ آئے۔

عزیزانِ محترم! بات حرمین کے مقام کی ہے، حرم مدینہ کو بھی عرش والے نے

مقام عطاء کر کے اس کو اپنے حبیب ﷺ کا مسکن اور غلبۂ اسلام کا مرکز ٹھہرایا تو پھر اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو کہ حرم مدینہ کا مقام کیا ہے؟ فرمایا: ''مَدِیْنَتِیْ ھٰذَا'' یہ میرا شہر ہے، فرمایا: ''رَاَیْتُ کَاَنِّیْ فِیْ دِرْعٍ حَصِیْنَۃٍ'' اسے میں اپنے لئے محفوظ قلعہ سمجھتا ہوں، بلکہ مزید فرمایا: ''اَلْمَدِیْنَۃُ قُبَّۃُ الْاِسْلَامِ'' اور یہ بھی فرمایا: ''مُبَوَّأُ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ'' یہ حلال وحرام کا ٹھکانا ہے، صرف اسی پر بس نہیں، بلکہ مدینہ کی حرمت کے بارے میں فرمایا ''حَرَّمْتُ الْمَدِیْنَۃَ کَمَا حَرَّمَ اِبْرَاھِیْمُ مَکَّۃَ'' حرم مدینہ کی نسبت آقا علیہ السلام نے اپنی طرف فرمائی اور فرمایا: ''اَلْمَدِیْنَۃُ حَرَمٌ فَمَنْ اَحْدَثَ فِیْھَا اَوْ اٰوٰی مُحْدِثًا فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ'' فرمایا: بدعت ایجاد کرنا یا بدعتی کو ٹھکانہ دینا اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور سارے انسانوں کی لعنت کا موجب ہے، مزید فرمایا: ''لَا یُقْبَلُ مِنْہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَدْلٌ وَّلَا صَرْفٌ'' روزِ قیامت نہ اس کا فرض قبول، نہ نفل۔

عزیزانِ محترم! بات صرف حرم مدینہ کی نہیں، بلکہ اہل مدینہ کے لئے بھی آقا ﷺ نے تحفظ کا اعلان کیا ہے، فرمایا: ''مَنْ اَخَافَ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ'' بات صرف زندوں تک نہیں، آقا ﷺ نے یہ بھی فرمایا: جس کو مدینہ کی موت نصیب ہو، میں اس کی شفاعت کروں گا۔

عزیزانِ محترم! سوال یہ پیدا ہوتا ہے، اگر حرمین شریفین کا اتنا بلند مقام ہے تو پھر اگر آج حرمین عدمِ تحفظ کا شکار ہے تو کیا اس کے تحفظ کی ذمہ داری اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والوں پر عائد نہیں ہوتی؟ کیا آج کا مسلمان اس بات سے بے خبر ہے؟ آج دین دشمن قوتیں حرمین شریفین کے گرد جو مختلف بہانوں سے گھیراؤ کر چکی ہیں، کیا وہ اس کا تحفظ کریں گے؟ کیا وہ حرمین شریفین کا دفاع کریں گے؟

عزیزانِ محترم! یہی وہ سوال ہے جو ہر مسلمان کے دروازے پر دستک دے رہا ہے، آقا علیہ السلام نے آج سے چودہ سو سال قبل فرمایا: ''اُخْرِجُوْا الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ''۔

آج یہود اور یہود کے آلۂ کار مسلح ہو کر حرمین شریفین کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں، تمام اہل ایمان پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے، وہ متحد ہو کر حرمین شریفین کے تحفظ کے لئے اٹھ کھڑے ہوں، ورنہ خدا تو پھر اپنے ابابیل جیسی فوج کو استعمال لا کر ستیاناس کر دے گا، لیکن یہ مسلمان روزِ قیامت خدا کو کیا منہ دکھائیں گے؟ آخر میں اتنا ضرور کہوں گا:

ایک ہو مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

حرمین کی بہار اور کفر کی یلغار

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ...... اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: "اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ" وَقَالَ تَعَالٰى فِيْ مَقَامٍ اٰخَرَ: "لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا. مَلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا". وَقَالَ سَيِّدُ الْحَرَمَيْنِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ مَّاتَ فِيْ اَحَدِ الْحَرَمَيْنِ بَعَثَهُ اللهُ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ". صَدَقَ اللهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ.

نماز اچھی روزہ اچھا زکوۃ اچھی حج اچھا
مگر باوجود اس کے میں مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ کٹ مروں میں جب تک شاہِ بطحا کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کہ کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

وارثانِ علومِ نبوت اساتذہ کرام اور طلبہ کرام!

آج کے اس تقریری مقابلہ میں آپ کے سامنے چند جواہراتِ سخن بکھیرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، اپنے دامن کو جس موضوع کی مشک وعنبر سے آراستہ کرکے لایا ہوں، وہ ہے "حرمین کی بہار اور کفر کی یلغار"۔

سامعینِ ذی وقار! اگر آپ سرسری طور پر چہار دانگ عالم پر ایک نظر کر ڈالیں تو روئے کائنات پر بسنے والا ہر کلمہ گو مسلمان طاغوتی قوتوں کے قید ومکر سے دوچار نظر آتا ہے، ہر ایک مسلمان کے گرد حلقۂ دجل انتہائی تنگ ہوتا نظر آتا ہے، حتی کہ مکروفریب

کے اس کوہِ گراں سے حرمین شریفین کا تقدس بھی پامال کرنے کی سازشیں فلک بوس ہوتی نظر آتی ہیں، یوں تو روئے زمین پر بہت سے شہر اور عمارتیں قابلِ تحسین و قابلِ احترام ہیں، لیکن میں جس شہر اور عمارت کی بات کر رہا ہوں، وہ ایسی جگہ اور عمارت ہے جو "اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبَارَکاً وَّھُدًی لِّلْعَالَمِیْنَ" کے انوارات سے مزین ہے، تو ایسی جگہ اور عمارت ہے جو "مَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِناً" کے زیور سے آراستہ کی گئی، وہ تو ایسی جگہ اور عمارت ہے، جس کے بارے میں سید الکونین ﷺ فرماتے ہیں: "اِنَّ ھٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَ اللّٰہُ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فَھُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَۃِ اللّٰہِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ" وہ تو ایسا شہر اور عمارت ہے، جسے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ کر امام الحرمین والثقلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "مَا اَطْیَبَکَ مِنْ بَلَدٍ وَاَحَبَّکَ اِلَیَّ وَلَوْلَا اَنَّ قَوْمِیْ اَخْرَجُوْنِیْ مِنْکَ مَاسَکَنْتُ غَیْرَکَ" جس کے گل و گلزار کی بہار کو صدیاں بیت چکی ہیں، جس کے انوارات و تجلیات زمانے کے حدود سے تجاوز کر چکے ہیں، جس کی رحمت و اطمینان کے رواں بادل تشنگانِ محبت کو سیراب کرتے ہوئے عرصۂ کائنات پر سبقت لے جاتے ہوئے جو راہرویانِ محبت کو وہ تسکین و محبت فراہم کرتا ہے کہ ایک صاحبِ قلب پکار کر کہتا ہے: جُعِلَ الْبَیْتُ مَثَابَالَّھُمْ لَیْسَ مِنْھُمُ الدَّھْرُ یَقْضُوْنَ الدَّھْرَ.

پھر میں کیوں نہ کہوں:

جسے دیکھنے کو سارا جہاں آ گیا ہے
وہ مکہ کی وادی وہ مکاں آ گیا ہے
جہاں اترتی تجلی ہے دیکھی جہاں نے
وہی مرکز حرم عشق و جاں آ گیا ہے

عزیزانِ من! میں نے آغازِ گفتگو میں اعتراف حقیقت کیا تھا کہ کائنات میں

بہت سے مقامات قابلِ وقار وافتخار ہیں، لیکن جن مقامات کے حسن وشان کے زمزمے چشم فلک نے پھوٹتے دیکھے ہیں، وہ ایک تو مکہ کی پرسرور وپرنور وادی ہے اور دوسری مدینہ طیبہ کی وہ حسین خاک شاہکار ہے جو عاشقانِ حق کے لئے سامان راحت ہے جو مریضانِ دل کے لئے تریاقِ رحمت وشفا ہے، جس خاک بے بہا کا ایک ایک ذرہ عاشقانِ محبت کی چشمِ تر کا سرمۂ نور ہے، جس کی کہکشانِ رحمت کا یہ عالم ہے کہ حضرت سید الاولین والآخرین ﷺ فرماتے ہیں: ''اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ'' جو اس قدر اطیب و اشرف ہے کہ امام کائنات ﷺ فرماتے ہیں کہ: ''اِنَّ اللّٰهَ سَمّٰى الْمَدِيْنَةَ طَابَةَ'' جو اس قدر مطہر بن جاتا ہے کہ میرے آقا ﷺ فرماتے ہیں: ''وَهِيَ الْمَدِيْنَةُ يَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ''

جی ہاں! میں اس مدینہ طیبہ کے گلوں کی مشک وغیرہ مہکار رہا ہوں، جس میں اہلیانِ ارض وسماں کی گراں قدر امانت استراحت فرما ہے، جس میں اہلِ کونین کا یکتا خزانہ پنہاں ہے، جس کے بارے میں علامہ بومیری رحمۃ اللہ علیہ جیسے صاحب عشق ووفا پکار کر کہتا ہے:

لَا طِيْبَ يَعْدِلُ تِرْبًا ضَمَّ اَعْظُمَهٗ
طُوْبٰى لِمُنْتَشِقٍ مِّنْهُ وَمُلْتَثِمٖ

یعنی دنیائے مشک وعنبر کی ساری خوشبو جمع کرلو، وہ اس خاک پرنور کے ذرے کا مقابلہ بھی نہیں کرسکتی جو خاک جسدِ نبوت کو مَس کئے ہوئے ہے، اسی خاکِ معنبر کو دیکھ کر سیدۃ النساء اھل الجنۃ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَاذَا عَلٰى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ اَحْمَدٍ
اَنْ لَّا يَشُمَّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا

آج دنیا مغرب کے برپا کردہ فتنۂ ڈالر پر مرتی ہے، لیکن ایک صاحب بصیرت

پکار کر کہتا ہے:

وہ ہند ہو یا پاک ہو اے دخترِ مشرق!
آئے گا انہیں راست نہ مغرب کا قرینہ
افرنگ میں کحل بصر اس کو بنالے
حاصل ہو کسی طرح جو خاکِ مدینہ

اربابِ علم وحکمت! اگر آپ گردشِ زمانہ کے بدلتے حالات پر نگاہِ بصیرت ڈالیں تو بلادِ عرب اسلامی ممالک کے اندر مغرب وطاغوت اپنی ناپاک سازشیں اور عزائم لے کر جہاں مادی ذخائر پر دست درازی چاہتا ہے، وہاں اہلِ ایمان کے ماویٰ وملجا جائے پناہ حرمین شریفین کے تقدس کو بھی پامال کرنا چاہتا ہے، لیکن شاید ان کی عقلِ خام سے یہ بات نکل گئی ہے کہ میرے آقا سرورِ کائنات ﷺ نے انہیں مقدس مقامات کی بقاء میں اس امت کی بقاوحیات کا سامان رکھا ہے: ''لَاتَزَالُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ بِخَيْرٍ مَاعَظَّمُوْا هٰذِهِ الْحُرْمَةَ حَقَّ تَعْظِيْمِهَا فَاِذَا ضَيَّعُوْا ذٰلِكَ هَلَكُوْا'' جی ہاں! حرمت حرمین کو پامال کرنے والا یہ دجالی لشکر شاید میرے آقا ﷺ کے اس فرمان کو فراموش کر چکا ہے۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ کفریہ طاقتیں جہاں جمع ہو کر ''اَلْكُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ'' کا عملی مظاہرہ کر رہی ہیں، وہاں امتِ مسلمہ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر مغرب وطاغوت کے ایوانوں کو پاش پاش کر کے دنیائے کفر کو یہ باور کرادے:

ہم نے ہر دور میں تقدیسِ حرم کے لئے
وقت کی تیز ہواؤں سے بغاوت کی ہے
چھوڑ کر سلسلہ رسمِ سیاست کا فسوں
فقط اک نامِ محمدؐ سے محبت کی ہے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

تقلید کی شرعی حیثیت

نحمده و نصلی علیٰ رسوله الکریم. اما بعد! اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" و قال النبی ﷺ اِنَّمَا شِفَاءُ الْعِیِّ السُّؤَالُ. صدق الله العظیم

قابل صد احترام، اساتذہ کرام، قابل صد تکریم اماکن بعیدہ سے بزم آراء ہونے والے علماء عظام و مہمانان گرامی اور میرے ہمدم و ہمقدم ساتھیوں اور بزم شامزئی شہیدؒ کے چہکتے عندلیبو! آج کی اس پروقار بزم میں بندہ جس موضوع و عنوان پر اپنے بکھرے خیالات کا گرداڑانا چاہتا ہے وہ ہے: ''تقلید کی شرعی حیثیت''

گرامی قدر سامعین! آج کے اس پُرفتن دور میں الحاد و زندقہ، بددینی و بے دینی کی کوکھ سے جنم لینے والے فتنوں کی فہرست بہت طویل ہے مگر انکارِ ختم نبوت سے لیکر دعوائے مہدویت تک تمام فتنوں کی جڑ اور بیج ایک ہی چیز ہے جو آزادی خیال، آزادی رائے، آزادی فکر اور مذہبی آزادی وغیرہ جیسے پرکشش عنوانات سے معنون ہے۔

محترم سامعین! برصغیر میں انگریز نے قدم رکھتے ہی الحاد و زندقہ کی اشاعت، مذہب سے بے گانہ اور دین وایمان سے تہی دامن کرنے کیلئے مسلمانوں کو یہ درس دیا کہ آزادئ افکار اور حریت فہم وخیال کا حق استعمال کرتے ہوئے اپنے سلف سے بیزاری کا اظہار کرو، اکابر سے بے اعتباری کا اعلان کرو اور خود ہی قرآن وحدیث پڑھ کر اتباعِ زعمِ خویش کرو۔ اس سے تمہیں مذہبی آزادی اور حریت فکر کا حق مل جائیگا، یوں انگریز کے دور سے عدم تقلید کا فتنہ شروع ہوا آیئے دیکھتے ہیں کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں تقلید کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ میرے ہم مکتب ساتھیوں سب سے پہلے میں نے اجماع و قیاس احکام شرعیہ کا مرجع اول قرآن کریم کھولا تو قرآن نے مجھے فقہاء کی تقلید کا وجوب صیغۂ امر سے سمجھایا فرمایا:

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ" یہ "اُولِی الْاَمْرِ"

کون ہیں؟ آیئے رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے دروازے پر دستک دیتے ہیں "قال ابن عباسؓ اُولُو الْاَمْرِ هُمُ الْفُقَهَاء" قرآن کریم کے صفحات پلٹنے لگا ایک اور جگہ قرآن مجھے تقلید کا وجوب صیغۂ امر کے ساتھ سمجھاتا نظر آیا کہ مجتہد عالم سے پوچھ کر ان کی تقلید کیا کرو "فَاسْـئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" میں نے کہا اے قرآن! تو مجھے وجوب تقلید کا فلسفہ تو بتا؟ تو قرآن کہنے لگا سب میں صلاحیت اجتہاد "وتفقه في الدين" نہیں ہوتی اس لئے اہل اجتہاد مسائل بتائیں غیر مجتہد ان کی تقلید کریں "فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ"۔

علماءِ امت وطلباءِ گرامی! اس کے بعد میں نے مسائل شرعیہ کا مرجع ثانی احادیث نبویہ کے اوراق پلٹے تو آپ ﷺ ترک تقلید پر بددعا کرتے نظر آئے فرمایا: "قَتَلُوْهُ قَتَلَهُمُ اللّٰهُ اَوَلَمْ يَكُنْ بِشِفَاءِ الْعَيِّ السُّؤَالُ" "خطیبؒ بغدادی لکھتے ہیں کہ یہ بددعا ترک تقلید پر ہے جو کہ فرض ہے "لِاَنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِ الْاِجْتِهَادِ فَكَانَ فَرْضُهُ التَّقْلِيْدُ"۔

محترم حاضرین! احکام شرعیہ کا سرچشمۂ ثالث اجماع ہے سو مسائلِ اجماعیہ انتہائی کم تعداد میں ہونے کے باوجود مسئلہ وجوب تقلید اجماع سے بھی ثابت ہے اور امام عبدالبر لکھتے ہیں: "وَلَمْ يَخْتَلِفِ الْعُلَمَاءُ اَنَّ الْعَامَّةَ عَلَيْهَا تَقْلِيْدُ عُلَمَائِهَا وَاَنَّهُمُ الْمُرَادُوْنَ بِقَوْلِ اللّٰهِ عزوجل فَلْيَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ"۔

میرے ساتھیو! استنباط مسائل واستخراج احکام کا چوتھا ذریعہ قیاسِ شرعی ہے سو قیاس کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے کیونکہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے استنباط احکام کی صلاحیت کارے دارد ہر شخص یہ کام نہیں کر سکتا لہٰذا ہر شخص کو استنباط کا مکلف کرنا تکلیف مالایطاق ہے جو کہ شرعاً ممنوع ومدفوع ہے۔ عالمِ عرب کے مشہور عالم الدکتور وھبۃ الزحیلی لکھتے ہیں "اَلْمَعْقُوْلُ وَهُوَ اَنَّ الْاِجْتِهَادَ مَلَكَةٌ لَا تَحْصُلُ اِلَّا لِنَفَرٍ قَلِيْلٍ مِّنَ النَّاسِ فَاِذَا كُلِّفَ

بِهَا جَمِيعَ النَّاس كَانَ تَكْلِيفًا بِمَا لَا يُطَاقُ وهُوَ مَمْنُوعٌ عَلَيْهَا بِقَوْلِ الله تعالىٰ لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا. (الاية).

میرے ہم مشن ساتھیو! وجوبِ تقلید کو دلائلِ اربعہ سے پائے ثبوت تک پہنچانے کے بعد آیئے ذرا اب تقلید شخصی کے بارے میں حقائق کی دنیا میں جھانکتے ہیں۔ سو ابن جریرؒ کی روایت ہے کہ تقلید شخصی ترک کرنے پر حضرت عمرؓ نے کوڑے مارے تھے "جَاءَ رَجُلَانِ إِلَى عُمَرَ وَسَأَلَا عَنْ قَتْلِ ظَبْيٍ فِي الْحَرَمِ خَطَأً فَأَمَرَهُمَا بِذَبْحِ شَاةٍ وَالْتَفَتَ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَرَجَعَا وَهُمَا يَشُكَّانِ فِي الْمَسْئَلَةِ فَذَبَحَا بَقَرَةً فَلَمَّا بَلَغَ عُمَرَ عَلَاهُمَا بِالدُّرَّةِ وَقَالَ تَقْتُلُوْنَ فِي الْحَرَمِ وَتُحَمِّقُوْنَ الْمُفْتِي.

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ اہل مدینہ نے زیدؓ کی تقلید کرنے کے بعد ابن عباسؓ کی تقلید سے انکار کر دیا اور فرمایا "لَا نَأْخُذُ بِقَوْلِكَ وَنَدَعُ قَوْلَ زَيْدٍ وَفِي رِوَايَةٍ فَقَالُوْا لَا نُبَالِي أَفْتَيْتَنَا أَوْلَمْ تُفْتِنَا زَيْدُ بن ثابتؓ يقول لا تنفر" عقل وقیاس کی رو سے بھی تقلید شخصی ضروری ہے کیونکہ متعدد مجتہدین کی طبیعت آزادی اور سہولت پسندی پیدا کر دیتی ہے جو احکام دینیہ میں لاابالی پن ضلالت، ہوا پرستی اور آپس میں تفریق کا ذریعہ بنتی ہے جو کہ شرعاً ممنوع ہے۔

بنابریں تقلید شخصی کا وجوب شرعی بھی ہے عقلی وقیاسی بھی اس لئے مجھے کہنے دیجئے۔

قرآن وحدیث اجماع وقیاس یہ
چاروں دلائل شاہد تقلید کا منکر ناری ہے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

عصرِ حاضر میں تقلید کی اہمیت وضرورت

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم .امابعد! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ"وقال علیه السلام" مَنْ اَفْتٰی بِغَیْرِ عِلْمٍ کَانَ اِثْمُهٗ عَلٰی مَنْ اَفْتَاهُ او کمال علیه السلام.وقال علیه السلام اِنِّیْ لَا اَدْرِیْ مَا بَقَائِیْ فِیْکُمْ فَاقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ.

میرے واجب الاحترام اساتذہ کرام اور گلستانِ بنوریؒ کے مہکتے پھولو!عصرِ حاضراوراس کی تہذیب کے پیش نظر مجھے دیا گیا موضوع''عصر حاضر میں تقلید کی اہمیت وضرورت'' کے عنوان سے معنون ہے خالق لم یزل سے دعا ہے کہ وہ صحیح صحیح کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سامعینِ محترم!

عصرِ حاضراوراس کی تہذیب ظلمتوں میں غرقاب ہے اس کی مادی ترقی میں بظاہر بڑی چمک دمک نظر آتی ہے مگراس کے جلوے کے پس منظر میں زندگی بڑی کریہہ المنظر ہے یہ بظاہر فردوس منظر معلوم ہوتی ہے مگراس کی تہہ میں ایسی حشر سامانیاں پنہاں ہیں جوروح اوراخلاق کے لئے تباہ کن ہیں اس لئے ایمان کومذاق اور مذہب کوکھلونا بنادیا ہے انسان سوائے نفس کی عبودیت سے فارغ نظر نہیں آتا خواتین پرستی اس کا مشغلہ ہے دین الٰہی کی ہروہ بات جوانسان کی مذموم تمناؤں کے درمیان سد سکندری ہے یہ اس کی مخالفت پر تلا ہوا ہے اخلاق پامال ہیں کردار تیرہ وتاریک ماحول میں گم ہیں پھر جب حالات کا دھارااس رخ پر بہہ رہا ہو،انٹرنیٹ، کمپیوٹر،ٹیلیویژن کے ذریعے انسانیت کوتباہ کیا جارہا ہو انسانوں کواپنے ہاتھ کا کھلونا سمجھ کرکاٹا جارہا ہو،عزتیں تارتار ہوں،انسانیت کے لہو کے دریا بہہ رہے ہوں،رب کی نافرمانیوں کے سیلاب جاری ہوں،زنا عام ہو،شراب نوشی خوب ہو،خنزیر کوحلال سمجھ کرکھایا جارہا ہوتو آپ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیے کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اپنی عقلوں کواپنے دین کاامام

اور مقتدا بنالیں خوفناک اندھیروں میں سسکتے زمانے میں دین کے معاملے کے لئے اپنے نفوس کو مشعل راہ بنائیں، کیا ہم اپنا دامن تقلید کے خوشنما پھولوں سے چھڑا کر غیر مقلدیت بلکہ غیر مقلدیت کی تپتی ریت میں برہنہ پا چل سکتے ہیں اس طرح نہیں اور یقیناً اس طرح نہیں ہوسکتا پھر جب حالات یہ ہوں تو پھر ضروری ہے اور اشد ضرورت اس بات کی ہے کہ تقلید کے بستان کی طرف ہم اپنے رخوں کو موڑ کر اس کی مالیوں کے ذریعے ہم اپنے اس دکھی دلوں کی احکامات خداوندی کے خوبصورت ومزین پھولوں کے ذریعے سے بہلائیں تو باغ تقلید میں داخل ہونے سے پہلے اس بات کو سمجھ لینا انتہائی ضروری ہے کہ شریعت میں تقلید کیا مقام ہے تقلید کسے کہتے ہیں کیا تقلید شریعت سازی کا نام ہے؟ کیا تقلید قرآن وحدیث کی مخالفت کا نام ہے؟ کیا تقلید شخصیت پرستی کا نام ہے یا پھر تقلید کسی اور چیز کا نام ہے؟

تو سامعینِ محترم!

تقلید کی تعریف کرتے ہوئے علامہ ابن ہمام نے "تیسیر التحریر" اور علامہ ابن نجیم نے "فتح الغفار شرح المنار" میں کچھ یوں ارشاد فرمایا "اَلتَّقْلِیْدُ اَلْعَمَلُ بِقَوْلِ مَنْ لَیْسَ قَوْلُهٗ اِحْدیٰ اَلْحُجَجِ بِلَاحُجَّةٍ مِّنْهَا"

سامعین محترم!

تقلید کا مقام شریعت میں کیا ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ خالق لم یزل نے بار بار قرآن کریم میں اس کی تاکید کی ہے چنانچہ کہیں پر رب ذوالجلال ارشاد فرماتے ہیں: "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ" کہیں رب کا ارشاد ہوتا ہے: "وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ" کہیں پر رب کا فرمان سنایا جاتا ہے "فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" کہیں ارشاد ہوتا ہے "فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ"

سامعینِ محترم!

صرف قرآن ہی نہیں بلکہ جب ہم گلستان حدیث کی طرف رخ کرتے ہیں تو ہمیں گلستان حدیث تقلید کے معطر پھولوں سے سجا دھجا نظر آتا ہے چنانچہ کہیں ہمیں حضرت حذیفہؓ یوں خبر دیتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے ارشاد فرمایا: " اِنِّیْ لَا اَدْرِیْ مَا بَقَائِیْ فِیْکُمْ فَاقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ" کہیں پیغمبرؐ کا یہ قول ہمیں سنایا جاتا ہے کہ "مَنْ اَفْتٰی بِغَیْرِ عِلْمٍ کَانَ اِثْمُہٗ عَلٰی مَنْ اَفْتَاہُ" کہیں بخاری شریف کا یہ قول ہمارے سامنے "اِئْتَمُّوْا بِیْ وَلْیَأْتَمَّ بِکُمْ مَّنْ بَعْدَکُمْ" پھر جب ہم صحابہ کرامؓ کی زندگی کی طرف نظر دوڑاتے ہیں تو یہ صاف روایت ہمارے سامنے آتی ہے کہ حضرت عمرؓ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا "یَا اَیُّھَا النَّاسُ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّسْأَلَ عَنِ الْقُرْاٰنِ فَلْیَأْتِ اُبَیَّ بْنَ کَعْبٍ وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّسْأَلَ عَنِ الْفَرَائِضِ فَلْیَأْتِ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّسْأَلَ عَنِ الْفِقْهِ فَلْیَأْتِ مَعَاذَ بْنَ جَبَلٍ اور کہیں مسدد کی یہ روایت ہماری نظروں کو اچک لیتے ہیں کہ عبدالرحمٰن، محمد بن سیرین جیسے بڑے محدث اور معجز حضرت عمر کی اقتداء کرتے ہوئے فقط اتنا فرماتے ہیں "کَانَ عُمَرُ بْنُ خَطَّابٍ یُکْرِمُہٗ "کہیں صدیق اکبر اقتداء کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، کہیں فاروق اعظم حضرت علیؓ کی اقتداء کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، کہیں ابن عمر انصاری کی اقتداء کرتے ہوئے نظر آتے ہیں غرض یہ کہ تمام کے تمام صحابہ تقلید کے قائل تھے اور ایک دوسرے کی اقتداء اور تقلید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں نہ وہ کوئی دلیل مانگتے ہیں نہ کسی حجت اور دلیل کی ضرورت تھی نہ کچھ اور لیکن افسوس کہ اس پرفتن دور میں ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں ایسے لوگ ملتے ہیں جو تقلید کو کفر و شرک تک کہہ دیتے ہیں اور کوئی یہ کہتا ہے کہ اگر تقلید جائز ہے تو پھر ہماری تقلید کی جائے تو میں ذرا ان نااہلوں کو یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ مقتداء وہ لوگ تھے جن کے بارے میں عبداللہ بن مالکؒ جیسے محدث کہتے ہیں "لَقَدْ زَانَ الْبِلَادَ وَمَنْ عَلَیْھَا اِمَامُ الْمُسْلِمِیْنَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ اقتداء" ان لوگوں کی جاتی ہے کہ جن کے ناموں کو سن کر بیماریاں ختم

ہو جایا کرتی ہیں اپنی طرف سے نہیں کہتا علامہ کمال الدین حیاۃ الحیوان کے اندر۔

اَلا کُلُّ من لا یقتدی بائمة

فقسمته ضیزی عن الحق خارجه

فخذهم عبيلة عروة قاسم

سعيد ابوبكر سليمان خارجه

ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں "اِنَّ هٰذِهِ الْاَشْعَارَ مُشْتَمِلَةٌ عَلٰی اَسْمَاءِ الْفُقَهَاءِ السَّبْعِ"

آخر میں ایک مرتبہ پھر کہہ دینا چاہتا ہوں کہ تقلید اور فقہ یہ ضروری ہیں اور باعث عزت واکرام۔

اِذَا مَا اعْتَزَّ ذُوْ عِلْمٍ بِعِلْمٍ

فَعِلْمُ الْفِقْهِ اَوْلٰی بِاعْتِزَازٍ

فَكَمْ طِيْبٍ يَفُوْحُ وَلَا كَمِسْكٍ

وَكَمْ طَيْرٍ يَطِيْرُ وَلَا كَبَازٍ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

تقلید کی عقلی اور نقلی اہمیت

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى......

اَمَّابَعْدُ: فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ:

"فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَىْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ". صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

محترم اساتذہ کرام اور عزیز طلبہ ساتھیو!

آج کی اس بزم میں آپ حضرات کے سامنے "تقلید کی عقلی اور نقلی اہمیت اور تقلید کن مسائل میں جائز ہے اور کن میں نہیں" اس پر اپنی معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ حق بات کہنے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سامعینِ محترم! اس بات سے کبھی مسلمان کو انکار نہیں ہوسکتا کہ دین کی اصل دعوت یہ ہے کہ صرف اللہ کی اطاعت کی جائے، یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کی اطاعت بھی اس لئے واجب ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے قول وفعل سے احکامِ الٰہی کی ترجمانی فرمائی ہے کہ کونسی چیز حلال اور کونسی حرام ہے؟ کونسی جائز اور کونسی ناجائز ہے؟ تو ان تمام معاملات میں خالصۃً اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنی ہے، لہٰذا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ صرف اور صرف قرآن وسنت کی اطاعت کرے۔

اب آیئے! ذرا تقلید کے معنیٰ کو دیکھتے ہیں:

علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ اس کا معنیٰ یوں بیان کرتے ہیں:

"اَلتَّقْلِيْدُ اَلْعَمَلُ بِقَوْلِ مَنْ لَيْسَ قَوْلُهٗ اِحْدَى الْحُجَجِ بِلَاحُجَّةٍ مِّنْهَا"۔ اس

عبارت میں یہ بتایا گیا کہ جس شخص کا قول مآخذِ شریعت میں سے نہ ہو، بلکہ مآخذِ شریعت سے مستنبط ہو، اس کے قول پر دلیل کا مطالبہ کئے بے غیر عمل کر لینا، یہ تقلید ہے۔

تقلید کی عقلی اہمیت یہ ہے کہ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں کچھ احکام تو بالکل ظاہر ہیں، ہر ذی شعور ان کی سمجھ رکھتا ہے، جیسے کہ قرآن کریم میں آتا ہے: ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ '' اور جیسے کہ دوسری آیت: ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ''۔

اور کچھ احکام ایسے ہیں کہ ہر بندہ ان کو نہیں سمجھ سکتا اور ہر آدمی عقل سے رائے نہیں دے سکتا، جیسے کہ قرآن میں آتا ہے: ''وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ '' اس آیت میں ''قُرُوْٓءٍ'' ذو معنیین لفظ ہے، اب علماء اور فقہاء کا کام ہے کہ وہ ان میں سے کس کو اولیٰ اور کس کو غیر اولیٰ قرار دیتے ہیں۔ اور جیسے کہ ایک حدیث میں آتا ہے: ''مَنْ کَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْاِمَامِ قِرَاءَةٌ لَهٗ '' اور اس کے برعکس دوسری حدیث میں آتا ہے: ''لَاصَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ''۔

تو بہر حال ان چند احادیث کو دیکھ کر ہر عقلمند یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ ان احادیث اور قرآنی آیات کو سمجھنے کے لئے ایک مخصوص طبقہ ہو جو ان احادیث کا صحیح محمل متعین کرے، دیگر آثار اور قرآنی آیات سے استدلال کرے۔

اور اب ذرا یہ دیکھتے ہیں کہ تقلید کن مسائل میں ہوتی ہے اور کن میں نہیں ہوتی۔

تو اس کے بارے میں ہمارے اسلاف میں سے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شریعت کے مسائل تین قسم کے ہیں۔

اول: وہ ہیں جن میں نصوص متعارض ہیں۔

دوم: وہ ہیں جن میں نصوص تو متعارض نہیں ہیں، مگر وجوہ اور معانی متعددہ کا احتمال رکھتی ہیں۔

سوم: وہ ہیں جن میں کوئی تعارض نہیں، بلکہ ان میں ایک ہی معنی ہو سکتے ہیں۔

پس قسم اول میں رفعِ تعارض کے لئے مجتہد کو اجتہاد کی اور غیر مجتہد کو تقلید کی ضرورت ہوگی اور قسمِ ثانی ظنّی الدلالۃ کہلاتی ہے، اس میں تعیینِ احدِ الاحتمالات کے لئے بھی اجتہاد اور تقلید کی حاجت ہوگی اور قسمِ ثالث قطعی الدلالۃ کہلاتی ہیں، ان میں ہم بھی نہ اجتہاد اور تقلید کو ناجائز سمجھتے ہیں۔

پھر تقلید کی دو صورتیں ہیں:

پہلی قسم: یہ ہے کہ کسی مسئلے میں ایک عالم کی رائے اختیار کی جائے اور دوسرے مسئلے میں دوسرے عالم کا قول اختیار کیا جائے، اس کو تقلیدِ غیر شخصی اور مطلق کہتے ہیں اور

دوسری قسم: یہ ہے کہ پورے مسائل میں ایک ہی عالم کی رائے اختیار کی جائے، اس کو تقلید شخصی کہتے ہیں۔

اب ذرا اس پر غور کرنا چاہئے کہ تقلیدِ غیر شخصی اور شخصی قرآن وحدیث میں موجود ہے یا نہیں؟ تو بالکل تقلید کی دونوں قسمیں قرآن وحدیث میں موجود ہیں:

پہلی مثال اور دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا فرمان ہے: "یَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ" تو اس میں ایک تفسیر کے مطابق حکام مراد ہیں، دوسری تفسیر یہ ہے کہ فقہاء وعلماء مراد ہیں اور یہی تفسیر

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عطاء بن رباح رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے اور اسی کو امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اولیٰ قرار دیا ہے۔

اور اسی طرح دوسری آیت میں ہے: ''وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا''۔

اس کا پسِ منظر تو آپ حضرات جانتے ہیں، اس میں ایک نکتہ کی بات جو امام رازی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ: ''فَثَبَتَ اَنَّ الْاِسْتِنْبَاطَ حُجَّةٌ وَالْقِيَاسُ اِمَّا اِسْتِنْبَاطٌ اَوْ دَاخِلٌ فِيْهِ فَوَجَبَ اَنْ يَكُوْنَ حُجَّةً'' اور حدیث میں تقلیدِ غیر شخصی کی ایک مثال یہ ہے کہ: ''عَنْ حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنِّيْ لَا اَدْرِيْ بِاَبْقَائِيْ فِيْكُمْ فَاقْتَدُوْا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ'' تو دیکھئے اس حدیث میں اقتداء کا لفظ آیا ہے، اقتداء اور قدوہ کے معنیٰ ہوتے ہیں اپنے سے پہلے بزرگوں کی اتباع کرنا اور اسی کا نام تو تقلید ہے۔

اور تقلیدِ شخصی بھی عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے دور میں موجود تھی، جیسے کہ صحیح بخاری کی ایک روایت حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں: ''اِنَّ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ سَاَلُوا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ امْرَاَةٍ طَافَتْ ثُمَّ حَاضَتْ قَالَ لَهُمْ تَنْفِرُ'' یعنی وہ عورت گھر واپس چلی جائے، جبکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ وہ عورت واپس نہ جائے، بلکہ ٹھہری رہے تو وہ کہنے لگے: ''لَا نَاْخُذُ بِقَوْلِكَ وَلَا نَدَعُ قَوْلَ زَيْدٍ''

بہرحال حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو علم وعمل میں ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

دین وعمل سے دوری کا نتیجہ

الحمدلله وكفى وسلام علىٰ عباده الذين اصطفىٰ امابعد اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فقال تبارك وتعالىٰ فی القرآن الكريم : "اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْاِسْلَامُ"

واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی
برق طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی
رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

سامعین محترم! ایک وقت تھا کہ جب قوموں کے نشیب وفراز کی داستانیں اسلامی قیادت کی نقل وحرکت پر مرتب ہوتی تھیں اعزاز واکرام برتری وبہتری فوقیت وفضیلت ہمت وجرأت کے سارے تمغے اسلامی سیادت ہی کو زیبا تھے اسلام کا سفینہ قوت وغلبہ کی ہواؤں کے دوش پر فتنوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا جب صدیقؓ وعمرؓ جیسے خلیفہ روئے زمین پر حکمران تھے جب حیدر کرار خالد وایوبی جیسے جرنیل اس چمن کے نگہبان تھے تو کفر کی چٹانیں ان کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور تھیں مگر اچانک ان ہواؤں کا رخ کیوں بدل گیا حوادثات کے تھپیڑوں نے اس کے بادبان کو کیوں چھلنی کر کے رکھ دیا، ہمارا ماضی حال کا فسانہ کیوں بن گیا، بدنظمی و بے چینی رسوائی و مقہوریت ہمارا مقدر کیوں بن گئیں تو غور کی نگاہوں کو کھول کر گوش وہوش سے یہ بات سن لو کہ اس وقت آسمانی تعلیم ہمارا مضبوط ایندھن تھی۔

اِنَّ اللهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ

ایمان وعمل سیرت وکردار اس کی شرط تھی۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ
مقہوریت ومغلوبیت کی راہ میں فکری ونظریاتی استحکام حائل تھا۔
وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ.
اجتماعیت واتحاد ہماری رفعتوں کا راز جاودانی تھا۔
وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا.
ہمارا صبر واستقامت امانت ودیانت زہد وورع عام تھا تو نصرت ورفاقت ہمارے قدم چومتی تھی۔
بَلٰۤی اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِیْنَ.

لیکن جب ہم نے قرآن سے، اجتماعیت واتحاد سے، صبر واستقامت سے ایمان و عمل سے، روگردانی کی تو نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے اقبال کا ستارہ گردش میں آگیا، کفر کے پندار سے اٹھنے والے دھویں نے قلت کی قوت کو بکھیر دیا، ہلاکو خان نے خلافت عباسیہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی گلستان اندلس سے ہماری عظمتوں کے نشان مٹ گئے اور آج جب ہم دین سے کورے ہوگئے تو تاریخ نے بھی اپنے اوراق کو پلٹا تو پھر یہ ہوا۔
بَعَثْنَا عَلَیْكُمْ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ.
گھر اجڑ گئے، عورتیں بیوہ، بچے ذبح ہوگئے پھر کیا ہوا
وَلِیَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ.
مسجدیں ویران ہوگئیں تو اجڑے ہوئے منبر ومحراب سے خاموش ہائے نکلی۔

حَتَّی الْمَحَارِیْبُ تَبْكِیْ وَهِیَ جَامِدَةٌ
حَتَّی الْمَنَابِرُ تَبْكِیْ وَهِیَ عِیْدَانٌ
عَلٰی دِیَارٍ مِنَ الْاِسْلَامِ خَالِیَةٍ
قَدْ اَقْفَرَتْ وَلَهَا بِالْكُفْرِ عِمْرَانٌ

میرے دوستو! آج ہم نے دین سے بیزاری اور عمل سے بغاوت کا اعلان کیا اور مغربی تہذیب

وتمدن کے چڑھتے ہوئے سورج کے پجاری بنے تو قصر نبوت پر رہزنوں نے نقب زنی کی۔
جب بے حسی کا زنگ قلوب پر لگ گیا تو ختم نبوت کی مہر کو چھیڑا گیا جب سنت کا جنازہ ہماری دہلیز سے اٹھا تو شان رسالت پر گستاخیاں ہونے لگیں۔
لیکن خون کے گھونٹ پی کر سن لیں اور فیصلہ کریں کہ کیا سرعام سنت پر خنجر چلانا گستاخی نہیں کیا سنت کو سنت سمجھ کر پس پشت ڈالنا گستاخی نہیں اگر ہے اور یقیناً ہے تو ہمارے گریبانوں کو جھنجھوڑ کر کوئی یہ کیوں نہیں پوچھتا کہ

تو ادھر ادھر کی نہ بات کر
یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا
مجھے رہزنوں سے گلہ نہیں
تری رہبری کا سوال ہے

میرے دوستو! عقل مندی یہ نہیں کہ ہم حالات کی موافقت کر کے بیٹھ جائیں بلکہ اب وقت ہے اپنی عظمتوں کو تلاش کرنے کا، اب وقت ہے فتنوں کو تہ تیغ کرنے کا، اب وقت ہے امت کا، اپنی خاکستر سے قفس کی طرح جی اٹھنے کا، اب وقت ہے اس کی مٹی پر آبیاری کرنے کا، اب وقت ہے اس مجروح درخت کے ہرے زخم پر نشتر لگانے کا، آؤ مل کر اس کی آبیاری کریں آؤ مل کر نئے پھولوں کی بہار لائیں، آؤ دین وعمل کو سینے سے چمٹا کر یہ پیغام دیں۔

اُٹھ ازسر نو دھر کے حالات بدل ڈال
تدبیر سے تقدیر کے دن رات بدل ڈال
حالات کے قدموں میں قلندر نہیں گرتا
ٹوٹے جو ستارہ تو زمین پر نہیں گرتا
گرتے ہیں بڑے شوق سے دریا
لیکن کبھی دریا میں سمندر نہیں گرتے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وفاؤں کا صلہ

الحمدلله وحده والصلوة والسلام علی من لانبی بعده ،أمابعد!اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "وَلَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ "صدق الله العظیم وقال النبی صلی الله علیه وسلم اَلْکُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ،صدق الله العظیم وصدق رسوله النبی الکریم.

میرے انتہائی قابل صد احترام اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب طلبہ کرام ساتھیو! آج کی اس محفل میں جس موضوع پر لب کشائی کی جسارت کر رہا ہوں وہ "وفاؤں کا صلہ" کے عنوان سے معنون ہے۔ دعا ہے کہ اللہ مجھے حق سچ کہنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

عزیزانِ محترم! ہماری پاکستانی قوم کی بدقسمتی رہی ہے کہ یہ مملکت پاکستان جو برصغیر کے مسلمانوں نے اپنی ایمانی قوت اور جذبوں سے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے حاصل کیا جس کیلئے مسلمان ماؤں بہنوں کا لہو آج بھی ہر پاکستانی کی رگوں میں زندگی بن کر دوڑ رہا ہے۔ پاکستان کی آزادی کے بعد اور چند مخلص زعماء کے اس دار فانی سے رخصت ہونے کے بعد ملک کے اقتدار کی لگام کچھ ایسے ناعاقبت اندیشوں کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے جنہوں نے حقیقتاً صدیوں سے کبھی آزادی کی فضاء میں سانس تک نہیں لیا تھا چنانچہ انہوں نے اپنی غلامانہ اور نابالغانہ ذہنیت کی بنیاد پر خود انحصاری کے بجائے مغربی سامراج بالخصوص امریکہ کو اپنی اولین ترجیح سمجھ لیا اور قوم کو اپنی مفادات کے زنداں میں اس طرح قید کر لیا کہ قوم خود انحصاری کا سبق تک یاد نہ رکھ سکی اور انہوں نے ہمیشہ ملک اور قوم کے مفادات کو مدنظر رکھنے کے بجائے امریکی مفادات کو مدنظر رکھ کر اپنے فرمانبردار ہونے کا ثبوت دینے کی کوشش کی۔

عزیزانِ محترم! قابلِ غور بات ہے کہ امریکہ نے پاکستان کی ان وفاؤں کا کیا جواب اور صلہ دیا؟ آپ پاکستان کی ۶۴ سالہ تاریخ پہ نظر دوڑائیں گے تو آپ کو مکر وفریب کے علاوہ کچھ نظر نہیں آئے گا۔

عزیزانِ محترم! جب ۱۹۶۵ کا دور تھا پاکستان اور امریکہ کے درمیان (دفاعی معاہدوں سمیت) سیٹو اور سینٹو جیسے معاہدات موجود تھے بھارت نے راتوں رات پاکستان پر

حملہ کیا تو پاکستان کے معاہد ملک امریکہ نے پاکستان کی امداد تو کیا کی بلکہ پاکستان کے دفاعی آلات کے استعمال پر پابندی لگادی اسی طرح اس سے قبل جنگ عظیم دوئم کے بعد امریکہ اور چین کو ایک ٹیبل پر بٹھانے کا کردار پاکستان کی خفیہ سفارتی کوششوں کی بدولت ہی ہوا مگر اس کا صلہ پاکستان کو سقوط مشرقی پاکستان کی صورت میں دیا گیا۔

چین اور بھارت جنگ کے دوران پاکستان کو مسئلہ کشمیر کے حل کی یقین دہانی کرا کے تم نے پاکستان کو غیر جانبدار رکھا مگر کشمیری عوام آج تک امریکی منافقت کی آگ میں جل رہے ہیں۔

آپ کو یاد ہوگا روس نے جب افغانستان پر حملہ کیا تو پاکستان ہی تھا جس نے ہراول دستے کا کردار ادا کیا مگر افسوس کہ روسی فوج کے انخلاء کے بعد امریکہ سارا بوجھ پاکستان پر ڈالنے لگا آج بھی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ کا سب سے بڑا حمایتی ملک پاکستان ہی ہے جس نے اس جنگ میں اپنے پڑوسی اور مسلم بھائی چارگی تک کو قربان کیا مگر اس وفاداری کا صلہ پاکستان کو دہلی اور واشنگٹن ایٹمی معاہدے کی صورت میں دیا گیا، یہی وہ امریکہ ہے جس کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر پاکستانی صدر نے باجوڑ، وزیرستان اور بلوچستان میں بمباریاں کر کے اپنے ملک کی فوج اور عوام کو باہم دست وگریبان کیا مگر آج تک امریکہ کو پاکستان پر اعتماد نہیں آیا اور وقتاً فوقتاً موقع بموقع امریکہ نے پاکستانی حدود پار کر کے باجوڑ اور وزیرستان میں فضائی حملے کئے اور پاکستان کی خودمختاری کو پامال کیا۔

عزیزان محترم! ہم نے آج تک ان ناقابل اعتبار دوستوں پر بھروسہ کر کے اپنا آدھا ملک گنوادیا آج بھی ہم انہی سے دوستی کی آس لگائے بیٹھے ہیں اور خود کو عالمی سطح پر ترقی یافتہ دیکھنا چاہتے ہیں اپنی ساکھ پوری دنیا میں برقرار رکھنا چاہتے ہیں جبکہ حالت یہ ہے کہ آج ہمارے صدر اور وزیر اعظم کی بھی شک کی بنیاد پر دیگر ممالک میں داخل ہونے سے پہلے جامہ تلاشی کی جاتی ہے یہ دل کہتا ہے کہ نہ کہو مگر پھر بھی کہنا پڑھتا ہے۔

نہ تم طعنہ ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یہ رسوائیاں ہوتیں

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

مثالی طالبِ علم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ" وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لَا یَزَالُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ یَغْرِسُ فِی ھٰذَا الْاَمْرِ غَرْسًا یَسْتَعْمِلُھُمْ فِی طَاعَتِہٖ او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام.

ابھی میں طفلِ مکتب ہوں، نہ واعظ ہوں نہ فرزانہ
صدائیں دل میں گونجی ہیں، سنادوں حق کا پروانہ

واجب الاحترام، ذی وقار اساتذہ کرام اور طالب علم بھائیو!

جس عنوان کو لئے احباب کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں وہ عنوان ہے "مثالی طالب علم"

سامعینِ محترم!

مثالی طالب علم بننے کیلئے مثالی طلباء کی صفات وعادات اور اخلاق کو اپنانا ہوگا اب مثالی طالب علم کون ہیں اور ان کی صفات کیا ہیں؟ کیا آکسفورڈ یونیورسٹی کے طلباء مثالی ہیں؟ کیا امریکہ، برطانیہ، لندن اور دیگر مغربی ممالک کے طلباء مثالی ہیں؟ کیا انجینیرنگ، میڈیکل یا سائنس کے طلباء مثالی ہیں؟ نہیں! نہیں! مثالی طلباء تو وہ ہیں جن کو امام الانبیاء نے مثالی کہا محمد رسول اللہ نے فرمایا اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ کہ جس مسئلہ میں، جس پریشانی میں، جس حالت میں بھی پہلی اسلامی یونیورسٹی اصحاب صفہ کے طلباء کی اتباع کروگے ہدایت پاؤگے، کامیاب ہوجاؤگے۔ اب ان مثالی طلباء کی کون سی صفات ایسی ہیں جنہیں اپنا کر مثالی طالب علم بنا جاسکتا ہے وہ ہیں اخلاصِ نیت، اساتذہ کا احترام، اساتذہ کی خدمت، بری باتوں سے اجتناب، کتب کا احترام اور پڑھے ہوئے پر عمل کرنا۔

حضراتِ گرامی! مثالی طالب علم بننے کیلئے سب سے پہلا کام ہے اخلاص ہے یوں تو ہر کام میں اخلاص نیت کا ہونا ضروری ہے لیکن طالب علم جیسے اہم مسئلہ میں تو انتہائی ضروری ہے کہ اس علم کے حصول کا مقصد دنیاوی شہرت، مال ودولت، جاہ وجلال اور عہدہ اور کرسی نہ ہو بلکہ رب اکبر کی رضا مقصود ہو عبداللہ ابن مبارکؒ فرماتے ہیں اَلْاَوَّلُ لِلْعِلْمِ نِیَّۃٌ حَسَنَۃٌ علم کیلئے پہلی چیز نیت کا اچھا ہونا رسول اللہ نے فرمایا" اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے جناب محمد رسول اللہ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَایَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَجْسَادِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ اور فرمایا جو شخص نیت میں رضا الٰہی کے علاوہ اور نیت کرے اس کے بارے میں رب کہتا ہے تَرَکْتُہٗ میں اس کو چھوڑ دیتا ہوں اور ایسے شخص کے بارے میں فرمایا: اَنَابَرِیْءٌ مِّنْہُ میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے نیت خالص کرنے والے کے متعلق رب کا اعلان ہے"فَتَقَبَّلَھَا رَبُّھَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَھَا نَبَاتًا حَسَنًا "اس کی نیت خالص کو رب قبول ہی کرے گا اس کو خوب چمکائے گا، اسے پھیلائے گا۔

سامعینِ محترم!

مثالی طالب علم کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ اساتذہ کا احترام کرنے والا ہو استاذ تشریف لائے تو اَنْ یَّقُوْمَ کھڑا ہو جائے وَبَدْأً بِالسَّلَامِ سلام میں پہل کرے لَایَجْھَرُ عِنْدَالْاُسْتَاذِ استاد کے سامنے با آواز بلند نہ بولے لَایَسْئَلُ عَنْہُ عِنْدَاِسْتِکْرَاھِہٖ اور سوال نہ کرے جب استاذ پسند نہ کر رہے ہوں لَایَجْلِسُ مَقْعَدَالْاُسْتَاذِ استاد کی جگہ نہ بیٹھے۔

مثالی طالب علم کی تیسری صفت ہے بری باتوں سے اجتناب، لِلطَّالِبِ اَنْ یُّنَقِّحَ الْقَلْبَ مِنَ الْقَاذُوْرَاتِ طالب علم اپنے کو گندگی سے پاک کرے فَیَقْدِرُ عَلٰی حُصُوْلِ الْعِلْمِ تو وہ علم حاصل کر سکے گا۔ ابن جماعۃؒ فرماتے ہیں طالب علم کیلئے ضروری ہے کہ اَنْ یُّنَقِّحَ الْقَلْبَ مِنَ الْغَدْرِ وَالْخِیَانَۃِ وَالْحَسَدِ. دھوکہ خیانت اور حسد سے دل کو پاک کرے لَایَدْخُلُ الْعِلْمُ بَیْتًامَعْنَوِیَّۃً فِیْہِ الْقَاذُوْرَاتُ کَمَالَاتَدْخُلُ الْمَلَائِکَۃُ بَیْتًافِیْہِ کَلْبٌ

اَوْ تَصَاوِیْر جیسے تصاویر اور کتے کی وجہ سے گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے ایسا ہی اس معنوی گھر یعنی دل میں علم نہیں آسکتا جس میں خیالاتِ فاسدہ ہوں۔

مثالی طالب علم کیلئے باقی برائیوں سے اجتناب کرتے ہوئے ساتھ ساتھ رزق حرام سے بچتے ہوئے کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ پر عمل کرنا لازم ہوگا "لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی" کے تقاضے کے مطابق بدکاری سے بچنا ضروری ہوگا یہاں تک کہ "لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ" پر عمل کرتے ہوئے فحش باتوں سے بھی بچنا ضروری ہوگا۔

سامعینِ محترم!

چوتھی چیز جس کو اپنا کر طالب علم مثالی طالب علم بن سکتا ہے وہ ہے کتب کا احترام، ضروری ہے کہ لَایَمَسُّ الْکِتَابَ اِلَّا بِالطَّهَارَةِ کہ بغیر پاکی کے کتاب کو ہاتھ نہ لگائے لَایَضَعُ شَیْئًا عَلَی الْکِتَابِ کتاب پر کسی چیز کو نہ رکھے اور لَایُتَّکَیٰ عَلَی الْکِتَابِ کتاب پر تکیہ نہ لگائے لَایَضَعُ الْکِتَابَ اِلیٰ جَانِبِ قَدَمَیْهِ پاؤں کی طرف کتابوں کو نہ رکھے پس جو طالب علم یہ کام کرے وہ مثالی طالب علم ہے ایسا مثالی کہ وَسَیَحْصِلُ الْفَضْلَ عنقریب فضیلت کا مالک ہوگا وَیَکُوْنُ لَهٗ شَاْنٌ فِی الْعِلْمِ اور علم میں اس کا ایک اعلیٰ مقام و مرتبہ ہوگا۔

پانچویں چیز جو طالب علم کیلئے ضروری ہے اور طالب علم کو مثالی طالب علم بناتی ہے وہ ہے سیکھی ہوئی باتوں پر عمل کرنا ہے، اگر ایک آیت بھی پڑھی ہو تو اس پر بھی عمل کرنا حتی کہ ایک لفظ بھی پڑھا ہو تو اس پر بھی عمل کرنے سے مثالی طالب علم بن سکتا ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے: اللہ تعالیٰ اس کو وہ علم سکھاتا ہے جو وہ شخص نہیں جانتا یعنی اس پر خاص انعام کرتا ہے حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں اَنْ نَعْمَلَ عَلَی الْحَدِیْثِ لِلْحِفْظِ حدیث کو ہم یاد کرنے کیلئے عمل کرتے ہیں اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی حدیث نہیں لکھی اِلَّا عَمِلْتُ عَلَیْهِ مگر اس پر عمل کر کے، جناب نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے معراج کی شب ایک جماعت کو دیکھا کہ جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جاتے ہیں دریافت

کیا یہ کون ہیں؟ حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اوروں کو نصیحت کرتے ہیں اور خود اس پر عمل نہیں کرتے۔

اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ رب تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ" اوروں کو نیکی کا حکم کرتے ہو، بھلائی کے رستے پر لاتے ہو، اچھا کام بتلاتے ہو، سیدھی راہ دکھاتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو۔

میرے دوستو!

ہم نے جو اپنی ماں کی ممتا کو چھوڑا، باپ کی شفقت سے دور ہوئے، عزیز و اقارب سے دور ہوئے، راحت و سکون رکھے، چین کو چھوڑا گھروں سے کوسوں دور چلے آئے اپنی مرضیات وخواہشات پر چھریاں چلائیں اور علم کی طلب کیلئے نکلے تو اس طلب علم کو حقیقی طلب بنا کر مثالی طالب علم بننے کا عہد کریں اور جو طالب علم بننے کیلئے جو صفات ہیں جو عادات ہیں انہیں اپنائیں اور طلب علم میں ہر اس صفت کو اپنی صفت بناڈالیں جو صحابہ کرامؓ کی صفات وعادات ہوا کرتی تھیں تب ہم مثالی طالب علم بن سکتے ہیں ورنہ ہماری مشقتوں کا کوئی فائدہ نہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو ان صفات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں مثالی طالب علم بن کر مثالی کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

تاریخِ ادبِ عربی

الحمد لله و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی. أما بعد!

معزز اساتذۂ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج کی اس پررونق محفل میں آپ حضرات کو تاریخ کے جھروکوں سے ادب عربی کی حسین دنیا کی چند جھلکیاں دکھانا چاہتا ہوں۔

سامعینِ محترم! کوئی زبان کتنے متفرق ادوار سے گزری مختلف زبانوں میں اسے ادب وشعراء نے کس قدر نظم و نثر کا ذخیرہ دیا اور وہ کون سے اسباب تھے جو اس کی ترقی وتنزل اور تباہی کے باعث ہے؟

یہی وہ علمی بحث ہے جسے ہم اس زبان کے ادب کی تاریخ کہتے ہیں اس ضمن میں اس زبان کے مشہور مصنفین، بلند پایہ ادباء وشعراء کے حالات کا تذکرہ، ان کی تالیفات، نقد وتبصرہ، نیز علمی ادباء کا فکروفن میں باہمی تاثر اور طرز انشاء واسلوبِ نگارش میں ایک دوسرے پر اثر اندازی کا بیان کیا جاتا ہے۔

سامعین محترم! عربی ادب کی تاریخ بیان کرنے سے پہلے میں آپ حضرات کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا چاہوں گا کہ کسی بھی زبان کی تاریخ پر اس کے بولنے والوں کے سیاسی، معاشی، اور معاشرتی حالات کے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اگر ہم اس اعتبار سے عربی کی تاریخ کا جائزہ لیں تو ہم عربی ادب کی تاریخ کو پانچ مختلف ادوار میں تقسیم کرسکتے ہیں۔

(۱) زمانہ جاہلیت: یہ دور پانچویں صدی عیسوی کے وسط سے شروع ہوتا ہے جب عدنانیوں نے یمنیوں سے خودمختاری حاصل کی اور ۶۲۲ء میں آغاز اسلام پر یہ زمانہ ختم ہوتا ہے ان کی تاریخ کے اس دور کو بائدہ، عاربہ، مستعربہ کے نام سے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ بائدہ کی تاریخ ناپید ہے، عاربہ وہ یمنی باشندے ہیں جن کا نسب یعرب بن قحطان سے ملتا ہے تورات میں ان کو یارخ بن یقطان کہا گیا ہے عربوں کا خیال ہے کہ یہی بزرگ ان کی زبان

وادب کے اصل بانی ہیں اور انہیں پر فخر کرتے ہوئے حضرت حسان بن ثابتؓ نے فرمایا تھا!

تَعَلَّمْتُ مِنْ مَنْطِقِ الشَّيْخِ يَعْرُب
أَبِينَا فَصِرْتُمْ مُعْرَبِينَ ذَوِي نَفَر
وَكُنْتُمْ قَدِيمًا مَالَكُمْ غَيْرُ عُجْمَةٍ
كَلَامٌ وَكُنْتُمْ كَالْبَهَائِمِ فِي الْقَفْر

مستعربہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں جو انیسویں صدی قبل مسیح میں حجاز آ کر ٹھہرے مستعربہ کے مختلف قبائل نکلے اور ان کی زبان اور لہجے میں بھی فرق آتا گیا، شمالی عربی اور جنوبی عربی الگ الگ ہوگئی دونوں میں واضح فرق آ گیا یہاں تک کہ ابوعمر بن العلاء نے یہاں یہ کہہ دیا کہ نہ تو حمیر کی زبان ہماری زبان ہے نہ ان کی لغت ہماری لغت ہے لیکن جرمن محقق گلازر کی تحقیق کے مطابق ۵۴۲ء میں سیلاب سے بند ٹوٹ جانے پر قحطانی وعدنانی ایک دوسرے میں گھل مل گئے اور ان کی زبان بھی یکساں ہوگئی یہ لوگ تجارتی اغراض کیلئے سال کے مختلف مہینوں میں مختلف مقامات پر میلے اور بازار لگاتے رہتے تھے اور انہی بازاروں میں ان کے درمیان گفت وشنید تبادلۂ خیال اور شعروشاعری کی مجلسیں ہوتی تھیں جن میں وہ اپنے اہم واقعات بلند کارنامے، حسب ونسب کی بڑائیاں بیان کیا کرتے تھے تجارتی منڈیاں، شعراء، خطباء کے افکار وخیالات کی نشر گاہیں بننے لگیں اور یہی سے عربی ادب کی ترقی کا دور شروع ہوا چنانچہ طبعی قوت،، موروثی ذہانت اور عجمیوں سے بہت کم اختلاط کے باعث نہایت شائستہ، پاکیزہ آسان اور سلجھی ہوئی نثر لکھتے تھے عرب تاریخ اور ادب کے راویوں نے نثر کی کثیر مقدار پائے جانے کے باوجود اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی اس لئے ہم تک نثر کا صرف وہی حصہ پہنچا، فصاحت وبلاغت کی وجہ سے زبان زد خاص وعام ہوا وَافَقَ شَنٌّ طَبَقَة اور لِأَمْرٍ مَاجَدَعَ قَصِيرٌ أَنْفَهُ جیسے بامعنیٰ ضرب الامثال اس دور کے ادب کی یادگار ہیں اَلْخَطَأُ زَادُ الْعَجُول اور عَمَىٰ صَامِتٌ خَيْرٌ مِنْ عَيٍّ نَاطِقٍ جیسے حکیمانہ مقولے بھی اس زمانے

میں بولے گئے یہ دور فنِ خطابت کے عروج وکمال کا دور تھا اور عرب لوگ اپنی دلنشین تقریروں، سلیس عبارات، خوشنما الفاظ اور چھوٹے چھوٹے ہم وزن مسجع الفاظ استعمال کیا کرتے تھے، قلیس بن ساعدہ الایادی، عمر بن معدیکرب الزبیدی اس زمانہ کے نامور خطباء میں سے تھے عربوں کی شاعری کے آغاز کے بارے میں مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب ان کی شاعری کو تاریخ نے جانا تو وہ نہایت محکم ومرتب قصائد کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ شاعری اپنے ابتدائی دور میں اس قدر پاکیزہ اور حسین کامل شکل میں نووارد ہوتی ہوگی جیسے کہ وہ مہلہل بن ربیعہ اور امرأ القیس کے شعروں میں نظر آتی ہے۔ قرائن سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ عربوں نے آزاد نثر سے مسجع نثر کی طرف قدم بڑھایا ہوگا پھر مسجع نثر رجز کی طرف اور بتدریج رجز سے قصیدہ کی طرف ترقی ہوتی گئی۔ عرب شاعری کی قدامت پر امراء القیس کا یہ شعر گواہ ہے:۔

عِوَجاً عَلَى الطَّلَلِ الْقَدِيْمِ لَعَلَّنَا
نَبْكِي الدِّيَارَ كَمَا بَكَىٰ ابْنُ حِزَامِ

روشنی وسنگلاخی، کھری، اور دکھی زندگی آزادئ فکر وآب وہوا کی تاثیر یہ وہ عوامل ہیں جن کے اثر نے جاہلیت کی شاعری کو ایک خاص رنگ میں رنگ کر اس میں امتیازی شاعری پیدا کردی ہے۔ اس زمانہ کی شاعری کے سب سے زیادہ مستند نمونے وہ معلقات ہیں جو مؤرخین کے مطابق عربوں کے وہ منتخب اور پسندیدہ قصائد تھے جنہیں آب زر سے وصلیوں پہ لکھوا کر اظہارِ مقبولیت اور دائمی شہرت کیلئے کعبہ پر آویزاں کردیا گیا تھا ان قصیدوں کو کہنے والے یہی امرأ القیس اور زہیر بن ابی سلمٰی، لبید عمر بن کلثوم اور حارث بن حلذہ ہیں۔

سامعینِ محترم! عربی ادب کی تاریخ کا دوسرا دور ابتدائے اسلام سے شروع ہوتا ہے اس دور کی عربی ادب کی تاریخ میں عظیم انقلاب آیا جس نے عربی ادب کو نئی جہت اور نئے رنگ ڈھنگ سے آشنا کیا۔۔۔

سامعین محترم! زمانہ جاہلیت کا ادب اس کی بدوی زندگی کا آئینہ دار تھا۔قبائلی تفاخر، جذبۂ انتقام، شجاعت، بہادرانہ عزائم سب کا اظہار شعر میں ہوتا تھا۔اسلام نے عربوں کی زندگی یکسر بدل ڈالی نسلی وقبائل تفاخر، اخوت میں بدل گیا، انتقام کی جگہ عفو ودرگزر نے لے لی، ان کی زندگی ایک ایسے پاکیزہ اور خوبصورت ماحول کا مظہر بن گئی جو علوی خوبیوں اور لازوال اقدار حیات پر مبنی تھا چنانچہ ان کا زاویہ نگاہ بدل گیا اور ان کی ادبی دنیا بھی بدل گئی۔

اسلام نے شعروشاعری کے آداب اور حدود وقیود سکھائے اور "وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ..... اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ .. الخ" کی آیت نے ان کو شعروشاعری کے بلند اقدار سے روشناس کیا شاعری پر پابندی نہیں لگائی گئی البتہ موضوع سخن بدل گیا اب حسن وعشق، نسلی تفاخر، قبائلی حسب اور انتقام ومبارزت کی بجائے حکمت وموعظت اور اخوت ومساوات کے موضوع پر شعر کہے جاتے تھے۔

اسلام نے جس تبدیلی کا آغاز کیا تھا اس میں امراء القیس، عمرو بن کلثوم کے معلقات یَاتَابَطَ شَرًّا کے قصائد کے بجائے مدینہ کی معصوم بچیوں کے وہ اشعار ماحول کے زیادہ ہم آہنگ تھے جو انہوں نے سرور کائنات ﷺ کی مدینہ تشریف آوری پر پڑھے تھے۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاع

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَادَعَا لِلّٰهِ دَاع

یا صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کا وہ انقلابی ترانہ جو وہ خندق کھودتے ہوئے دیوانہ وار پڑھ رہے تھے کہ:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا

عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

سامعین محترم! اسلام نے عربی ادب کو قرآن مجید جیسی بے مثل کتاب سے نواز کر عربی زبان پر اتنا بڑا احسان کیا ہے کہ قیامت تک اس کی گردن اس احسان عظیم کے زیر بار رہے گی علماء

زبان وادب نے بجا طور پر لکھا ہے کہ نثر میں عربی کی سب سے پہلی کتاب قرآن مجید ہے اور میں یہاں آپ کی معلومات میں اضافہ کرتا چلوں کہ جرمنی کی یونیورسٹی میں حالیہ زمانہ تک قرآن مجید کی تفسیر جلالین کی دوسری جلد کو عربی ادب کی نصابی کتاب کے طور پر پڑھایا جاتا تھا قرآن مجید نے عربوں پر علوم کے دروازے کھول دیئے۔

عرب پہلے لکھنے پڑھنے سے عاری تھے جب قرآن جمع ہوا تو تحریر لازمی پائی حقیقت یہ ہے کہ عربی تعلیم وتدریس اور اس کے بعد تالیف وتصنیف کا سلسلہ جمع القرآن ہی سے شروع ہوتا ہے۔

اسلام نے عربی کو افصح العرب والعجم، نبی اکرم ﷺ کی جوامع الکلم کا لاجواب تحفہ عطاء کیا جس نے عربی زبان وادب کو سینکڑوں نئے موضوعات فراہم کئے۔ آپ ﷺ کی حیات اور خلافت راشدہ کے دور میں حضرت حسان بن ثابتؓ، کعب بن زہیر اور لبید رضی اللہ عنہم نے آپ کی اسلامی ادب اور شعروشاعری کی بنیاد رکھی، خلافت راشدہ کے بعد بنوامیہ کے دور میں شعروشاعری کو فروغ ملا، عمر بن ابی ربیعہ اخطل، فرزدق اور جریر جیسے نابغۂ روزگار شعراء پیدا ہوئے۔

سامعینِ محترم! عربی ادب کی تاریخ کا تیسرا اہم دور عباسیوں کا دور ہے جو عباسی خلافت کے قیام کے بعد سے ۱۲۵۶ء میں تاتاریوں کے ہاتھوں بغداد کی تباہی تک وسیع ہے۔ اس دور کو عربی ادب کا سنہرا دور کہا جاتا ہے کیونکہ اس دور میں عربی صرف، نحو وفقہ، لغت، حدیث، تفسیر، شعروشاعری، تاریخ نویسی، منطق وفلسفہ کی اہم ترین کتابیں لکھی گئیں اور نئے نئے فنون ایجاد کئے گئے اور اس دور میں ابن مقفع جیسا عظیم ادیب، جاحظ جیسا میدان شیرودشمن کا شناور، صاحب بن عباد جیسا انشاء پرداز، بدیع الزمان ہمدانی جیسا نثر نگار، حریری جیسا فصاحت بلاغت کا بے تاج بادشاہ پیدا ہوا۔

اور ابوتمام نے عربی ادب کو چار چاند لگا دیئے اور بشار اور ابونواس نے اپنے

کمالات سے ادب کی رہنمائی کی سیبویہ، ابوالفرج اصفہانی، کسائی، فراء، خلیل اور اصمعی جیسے علماء فضلاء نے عربی ادب کے افق کو جگمگا دیا۔

سامعینِ محترم!

عربی ادب کی تاریخ کا چوتھا دور تاتاریوں کی شورش کے بعد سے ۱۲۲۰ھ کی انقلابی تحریک کے آغاز تک کا ہے اس دور میں عربی ادب کی سب سے بہترین خدمت ہوئی ہے اس دور میں عربی ادب کی سب سے بہترین خدمت کرنے کا اعزاز بغداد میں سلجوقی سلطنت کے وزیر اور سیاست نامہ کے مصنف ''نظام الملک'' کے قائم کردہ درسگاہ مدرسہ نظامیہ کو حاصل ہے جس کے نظام تعلیم نے آگے بڑھ کر درس نظامی کی شکل اختیار کی اور جس نے دیگر عربی علوم کے ساتھ ساتھ علم ادب کو بھی سینہ سے لگائے رکھا اس دور میں عماد الدین اصفہانی اور ابن الاثیر جیسے مشہور مؤرخ پیدا ہوئے، تاریخ ابن عساکر جیسی شاہکار کتاب تصنیف ہوئی، یاقوت اور ابن الخلکان جیسے ادیب پیدا ہوئے، امام غزالیؒ جیسے ماہرِ علمِ کلام پیدا ہوئے۔

عربی ادب کی تاریخ کا پانچواں دور موجودہ دور ہے جس میں عربی ادب کی شمع روشن رکھنے کی ذمہ داری مدارس اسلامیہ نے سنبھالی ہوئی ہے مستقبل کا مؤرخ اس دور کی تاریخ لکھتے ہوئے میرے اور آپ کے ذوقِ ادب کا جائزہ لے گا عربی ادب کی خدمت ہماری ذمہ داری ہے اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

دینی مدارس اور انتہاء پسندی

نحمده ونصلي على رسوله الكريم. أمابعد!

میرے بزمِ شامزئی شہیدؒ کے ہم عصر ساتھیو!

اسلامی دنیا میں دینی مدارس کی اہمیت اسلام کی ترویج واشاعت میں مدارس اسلامیہ کا شاندار تاریخی کردار اور معاشرے کی اسلامی خطوط پر تعمیر میں ان مدارس کی ضرورت اورافادیت کی ایسی واضح اور روشن حقیقتیں ہیں کہ جاہل سے جاہل مسلمان بھی انکا انکار نہیں کرسکتا اس وقت روئے زمین پر مدارسِ اسلامیہ ہی وہ تعلیمی ادارے ہیں جہاں حریتِ فکر کی پاسبانی کی جاتی ہے اور انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر خالق کائنات کی عبادت پر لگانے کا آفاقی درس دیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ آج عالمِ کفران مدارس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا ہے، ان کو بدنام کرنے، ان کا کردار محدود کرنے اور ان سے ان کا نظریہ چھین لینے کیلئے اپنا پورا زور صرف کر رہا ہے چنانچہ اس وقت عالمی میڈیا پر پورے زور وشور اور شدومد کے ساتھ یہ پروپیگنڈہ جاری ہے کہ دینی مدارس انتہاپسندی کی تعلیم اور دہشت گردی کی تربیت دیتے ہیں، ان کے ہاں تنگ نظری اور عدم برداشت کا ماحول ہے اور ان کا نصابِ تعلیم فرسودہ اور فرقہ وارانہ ہے۔ اس پروپیگنڈے سے بڑے بڑے لوگ متاثر ہیں اور دینی مدارس کے نصاب کی تبدیلی پر زور دیا جارہا ہے۔ اس پروپیگنڈے کی حقیقت کا جائزہ لینے سے پہلے آیئے دینی مدارس کے نصاب کی تاریخ پر ایک نظر دوڑاتے ہیں۔

دینی مدارس میں پڑھایا جانے والا نصاب درس نظامی سے مشہور ہے یہ بارہویں صدی کے مشہور عالم ''ملا نظام الدین سہالوی'' کا مرتب کردہ اور ان کی طرف منسوب ہے یہ نصاب تعلیم اپنی اہم خصوصیات کے پیش نظر ۱۸۳۵ء تک ہندوستان کے تقریباً تمام تعلیمی اداروں میں داخل تھا ۱۸۳۵ء کے بعد انگریزوں نے ایک جدید نصابِ تعلیم مرتب کرکے برصغیر ہند کے مختلف تعلیمی اداروں میں اس کے نفاذ کا پروگرام بنایا جس کا سرخیل لارڈ میکالے تھا دینی مدارس کے نصاب

میں آج تک فنون کی بنیادی کتابیں وہی ہیں جو قدیم درس نظامی میں تھیں البتہ حالات اور عصری تقاضوں کے پیش نظر ترمیم اور اضافے کا عمل جاری رہا۔ قدیم نصاب میں شامل بعض علوم نیز معقولات کی بہت ساری کتابیں خارج کردی گئیں قدیم نصاب میں عام طور پر بیس علوم کی تقریباً سوا سو کتابیں پڑھائی جاتی تھیں مروجہ نصاب کے آٹھ سالہ کورس میں نحو، صرف، معانی وبلاغت، ادب وانشاء، منطق وفلسفہ، ہیئت وکلام، مناظرہ، فقہ، اصول فقہ، تفسیر، حدیث اور اصول حدیث ان علوم کی تقریباً ساٹھ کتابیں اکثر مدارس میں داخلِ درس ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ ہمارے مدارس کا حنفی مسلک سے تعلق ہے لیکن حیرت انگیز امر یہ ہے کہ ان ساٹھ کتابوں میں سے آدھی سے زائد کتابیں غیر حنفی علماء کی لکھی ہوئی ہیں اور یہی نہیں بلکہ اس نصاب میں امریکہ سے تعلق رکھنے والے ایک عیسائی اور ایران سے تعلق رکھنے والے شیعہ مصنف کی کتابیں شامل نصاب ہیں۔

آیئے دینی مدارس میں پڑھائے جانے والے مختلف علوم وفنون کے حوالے سے مدارس عربیہ کے نصاب کا جائزہ لیتے ہیں کیا واقعی ان دینی اداروں میں انتہاپسندی کی تعلیم دی جاتی ہے اور مذہب یا مسلک کی بنیاد پر عدم بنیاد کا درس دیا جاتا ہے۔ قرآن مجید تمام اسلامی علوم کیلئے اصل الاصول کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے قرآن مجید کی تفسیر لکھنے اور بیان کرنے کا کام نہایت ہی حساس اور نازک سمجھا جاتا ہے یہی وجہ ہے علماء نے عجمی لوگوں کے لئے قرآن مجید کی تفسیر بیان کرنے اور لکھنے کیلئے پندرہ ایسے علوم وفنون کی تحصیل ضروری قرار دی ہے جن کے بغیر کوئی عجمی شخص قرآن مجید کی صحیح تفسیر بیان نہیں کرسکتا مدارس اسلامیہ میں قرآن مجید کی تفسیر کیلئے سلف صالحین کی تفسیروں کی اتباع کو ضروری سمجھا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود دوسرے مکاتب فکر کے اکابر کی تفسیروں کو بھی قطعی طور پر نظر انداز نہیں کیا جاتا اس کی واضح مثال یہ ہے کہ تفسیر کشاف جو کہ مشہور معتزلی مفسر علامہ زمخشری کی تفسیر ہے اس سے نہ صرف تفسیر کے درس میں استفادہ کیا جاتا ہے بلکہ قرآن مجید کے اعجاز، فصاحت وبلاغت کے بیان میں اس کی رائے

بطور سند کے پیش کی جاتی ہے علامہ زمخشری نے اس تفسیر میں اہل سنت کے خلاف کئی مواقع پر سخت موقف اختیار کیا ہے، لیکن ہمارے اربابِ مدارس نے محض اس اختلاف نظر کی بنیاد پر اس عظیم تفسیر کو اس کے جائز مقام سے محروم نہیں کیا جو ان کی وسعت نظری کی واضح دلیل ہے۔

جناب نبی کریم ﷺ کے مبارک اقوال واعمال وتقریرات کے تذکروں پر مشتمل وسیع علم علمِ حدیث قیامت تک آنے والی امت کا مشترکہ سرمایہ ہے اس علم پر تمام اسلامی طبقات کے اکابر نے کام کیا ہے اہل سنت کے چاروں فقہی مسلک کے ائمہ نے اس موضوع پر گراں قدر خدمات انجام دی ہیں ہمارے مدارس میں جو کہ اکثر مسلک حنفی سے تعلق رکھتے ہیں بلاتفریقِ مسلک احادیث کی تمام مشہور کتابیں پڑھائی جاتی ہیں جن میں سرفہرست بخاری شریف ہے امام بخاری سے بعض مسائل میں اختلاف کے باوجود ان کو امیر المومنین فی الحدیث کہا جاتا ہے، ان کی کتاب کو کتاب اللہ کے بعد سب سے عظیم اور صحیح کتاب سمجھا جاتا ہے، طحاوی شریف کے علاوہ احادیث کی تمام کتابیں جو ہمارے نصاب میں شامل ہیں غیر حنفی ائمہ کی ہیں ان کی کتابوں کو حنفی درس نظامی میں اتنی اہمیت حاصل ہے کہ ان کو پڑھے بغیر کسی طالب علم کو فراغت کی سند نہیں مل سکتی، اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ ہے کہ احادیث پڑھانے والے کئی اساتذہ اور پڑھنے والے طلبہ احادیث تلاش کرنے کیلئے عیسائی مستشرق برکلین کی کِتَابُ الْمُعْجَمُ الْمُفَهْرَسُ لِاَلْفَاظِ الْحَدِیْثِ سے استفادہ کرتے ہوئے کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے۔

سامعینِ محترم! اسلامی عقائد کی تعلیم اور عقائد میں اختلافی مسائل میں بحث ومباحثہ کو علم کلام کہا جاتا ہے یہ علم درس نظامی کی مشکل ترین علوم میں سے ہے کلامی ابحاث کے حوالے سے علماء اہل سنت کے دو مشہور مکاتب فکر ہیں ماتریدیہ، اور اشاعرہ اور ہمارے اکثر ائمہ احناف ماتریدی کے مکتبۂ فکر سے تعلق رکھتے ہیں لیکن یہ جان کر آپ کو تعجب ہوگا اس اہم اور حساس علم میں پڑھائی جانے والی کتاب شرح عقائد اشعری مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے محقق علامہ

سعد الدین تفتازانی کی ہے عقائد کے معاملے میں خصوصیت کے ساتھ اس قدر وسعت ظرفی کا مظاہرہ شاید ہی کسی مکتب فکر نے کیا ہو۔ آیئے! میں آپ کو اس سے بھی حیرت انگیز بات بتاؤں آپ کو معلوم ہے ہماری نصاب میں علم عروض وقوافی کی واحد کتاب محیط الدائرہ ہے اس کتاب کے مصنف ایک برطانوی نژاد امریکی ڈاکٹر ٹیلس فینڈک ہے جس کا عیسائی مذہب سے تعلق تھا اس فن میں ہمارے اکابر کی بھی کتابیں موجود ہیں لیکن ہمارے اکابر کی وسعت ظرفی کا اندازہ لگایئے کہ اس کتاب کو مدارس اسلامیہ کے نصاب میں شامل درس کیا ہے کیا اس کے بعد بھی یہ کہنے کی گنجائش موجود ہے کہ دینی مدارس میں انتہاء پسندانہ رجحانات کا درس دیا جاتا ہے انتہاء پسندی کے حوالے سے سب سے زیادہ الزامات شیعہ سنی اختلافات کے حوالے سے لگائے جاتے ہیں یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ مدارس میں مخالف فرقہ کے لوگوں کو قتل کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے اس پروپیگنڈے کی حقیقت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ دینی مدارس کے نصاب میں ابتدائی درجہ کے طلبہ کیلئے علم منطق کی کتابوں میں سے ایک شرح تہذیب بھی ہے جو کسی سنی عالم کی نہیں بلکہ ایران سے تعلق رکھنے والے شیعہ مصنف علامہ عبداللہ بن الحسین اصفہانی کی ہے آج تک اس کتاب کے شامل نصاب ہونے پر کسی مدرسہ کے عالم نے کوئی احتجاج نہیں کیا بلکہ خوش دلی کے ساتھ استفادہ کیا۔

یہ چند مثالیں پیش کی گئیں ورنہ نصاب میں شامل تمام کتابوں اور شروحات کو سامنے رکھ کر دینی مدارس کے نصاب کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ مدارس اسلامیہ نے اپنے طرزِ تعلیم میں کبھی بھی فرقہ وارانہ سوچ نہیں اپنائی ہے اور ان کا دامن تمام الزامات سے پاک ہے جو مغربی میڈیا کے ذریعہ ان پر لگائے جاتے ہیں۔

میں آخر میں امریکی دھنوں پر تھرکنے والے حکمرانوں اور فرنگ کی اندھی تقلید میں گرفتار صحافیوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ دین اسلام کے ان مضبوط قلعوں کا یہ چراغ پھونکوں سے انشاء اللہ بجھایا نہیں جا سکے گا لیکن حکمران اور صحافی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، امت مسلمہ

کے ساتھ وابستگی کی شناخت رکھتے ہیں، دینی مدارس کے خلاف پروپیگنڈہ کے مہم میں آلہ کار بننے کے متعلق ہم انہیں شاعر کے ان اشعار کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

رشتہ دیوار در تیرا بھی ہے میرا بھی ہے
مت گرا اس کو یہ گھر تیرا بھی ہے میرا بھی ہے
کیوں لڑیں ہم اک اک سنگ میل پر
اس میں نقصانِ سفر تیرا بھی ہے میرا بھی ہے
کل کھا گئی جس کو سیاست کی صلیب
اس میں ایک نور نظر تیرا بھی ہے میرا بھی ہے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

محمد بن قاسم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم. امابعد! فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم " رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا" وقال النبی ﷺ اَلْمُؤْمِنُوْنَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ اِنِ اشْتَكٰى عَيْنُهٗ اشْتَكٰى كُلُّهٗ وَاِنِ اشْتَكٰى رَاْسُهٗ اشْتَكٰى كُلُّهٗ. صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم.

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دونیم ان کی ٹھوکر سے صحراء ودریا
سمٹ کر پہاڑان کی ہیبت سے رائی

گرامی قدر اساتذہ کرام اور گلشن بنوری کے مہکتے پھولو! آج میں آپ حضرات کے سامنے فاتح سندھ محمد بن قاسم کے موضوع پر لب کشائی کروں گا۔

سامعینِ محترم! اس سے قبل کے میں آپ کے سامنے اس عظیم مجاہد کے مجاہدانہ کارناموں کو بیان کروں گا یہ بتلاتا چلوں کہ اسلام وہ ابرِ کرم ہے جو زمین کے کسی بھی خطے پر ظلم وستم کو برداشت نہیں کرتا جب کبھی کسی مقام پر ظلم ہوتا ہے تو یہ دین اس ظلم وستم کو ختم کرنے کیلئے اس آسمانی علاج کا حکم دیتا ہے جسے جہاد کہا جاتا ہے۔

سامعینِ محترم! اموی خلفاء کے چشم وچراغ خلیفہ عبدالملک بن مروان کی وفات کے بعد جب ولید بن عبدالملک کی خلافت کا دور شروع ہوا تو پیغمبر کے دوہرے قرابت دار خاندان بنوامیہ کی سلطنت اندرونی شورشوں کا شکار تھی، دواہم فتنے رفض اور خروج اسلامی سلطنت کو دیمک کی طرح چاٹ رہے تھے چنانچہ ان کو ختم کرنے کیلئے ایک ایسے انسان کی ضرورت تھی جو اسلامی ثقافت کو سمجھتا ہو اور یہ کام عبدالملک بن مروان نے اپنے گورنروں کی معیت میں پایا۔

سامعینِ محترم! اسلام کے اس عظیم فاتح محمد ابن قاسم کا بچپنہ انہی پیچیدہ دستیوں کا نظارہ کرتے ہوئے گزرا لیکن بے پناہ صلاحیتوں کے مالک اس بیدار مغز جرنیل، لائق و فائق جوان، فنون حرب وضرب کے شان عظیم فاتح نے اپنی خودداری صلاحیتوں کے بل بوتے پر وہ مقام حاصل کیا جو ایک فاتح کیلئے ضروری ہوتا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس نے ایک ناقابل تسخیر جرنیل کی صورت اختیار کر لی اور وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جو اسلام کے ماتھے پر سورج کی روشن کرنوں کی طرح ہمیشہ چمکتے ہیں انہی کارہا نمایوں میں فتح سندھ کا کارنامہ بھی ہے۔

سامعینِ محترم! عربوں کی تجارت کا سلسلہ خلافت راشدہ کے دور سے مختلف ممالک کے ساتھ رہا ہے انہی میں ایک سراندیپ کا علاقہ ہے۔ اموی خلیفہ عبدالملک کے دورِ خلافت میں مسلمان تاجروں کا قافلہ سراندیپ گیا جہاں ان کے سربراہوں کا انتقال ہو گیا چنانچہ سابقہ روابط کی بنا پر سراندیپ کے گورنر نے قافلہ کے بچے ہوئے افراد کو سامان تجارت اور مزید تحائف کے ساتھ مملکتِ اسلامی کی طرف روانہ کیا راستہ میں بحری طوفان نے ان کے جہاز کو مخالف سمت چلا کر دیبل کی بندرگاہ پہنچا دیا، جہاں کے راجہ نے انہیں لوٹ لیا، عورتوں اور بچوں کو قیدی بنایا اور تشدد کیا تو ایک مسلمان عورت نے چیخ کر حجاج کو اپنی مدد کیلئے پکارا یَاحَجَّاجُ اَغِثْنِیْ حجاج کو جب اس کی اطلاع پہنچی تو اس نے پہلے دیبل کے راجہ سے ان گرفتار شدگان کی رہائی کا مطالبہ کیا جو راجہ داہر نے یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ بحری قزاق میری دسترس سے باہر ہیں۔

سامعینِ محترم! راجہ داہر کے اس جواب کے بعد حجاج انتقام کی آگ سے بھڑک اٹھا اور اس نے یکے بعد دیگرے دو جرنیل اس مہم پر روانہ کیے ان کی ناکامی کے بعد حجاج نے اپنے چچازاد بھتیجے محمد بن قاسم کو سندھ پر چڑھائی کا پیغام بھیجا چنانچہ اسلام کے اس عظیم جرنیل نے شیراز سے ایک لشکر جرار تیار کر کے سندھ کا رخ کیا سندھ کا یہ عظیم فاتح شیراز سے چل کر دیبل پہنچا اور پہلے مکران فتح کیا، پھر دیبل، نیرون، برہمن آباد جیسے علاقے فتح کیے اور فتوحات کا جال پھیلاتے ہوئے دریائے سندھ پار کر کے راہ راسل کی حکومت میں پہنچ گیا دیبل سے شکست

کھا کر راجہ داہر نے بھی یہیں قیام کیا تھا اور یہاں کے راجہ سے ملکر مسلمانوں کے مقابلے کیلئے نکلا گھمسان کی جنگ میں راجہ داہر مارا گیا اور اسلامی لشکر فتح یاب ہوا، راجہ داہر کے قاتل نے اپنے کارنامے کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے۔

اَلْخَیْلُ تَشْھَدُیَوْمَ دَاھِرٍوَالْقَنَا
مُحَمَّدُابْنَ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٖ
اِنِّیْ فَوَّجْتُ الْجَمْعَ غَیْرَمُعَرَّبَۃٍ
حَتّٰی عَلَوْتُ عَظِیْمُھُمْ بِمُھَنَّدٖ

سامعینِ محترم! فتوحات کے بعد فاتح سندھ مزید کئی علاقوں کو فتح کرتا ہوا ملتان پہنچا اور ملتان کی فتح کے بعد اسلامی پرچم لہراتے ہوئے کسرج کو فتح کر کے آگے بڑھ ہی رہے تھے کہ اس دوران اسے حجاج کی وفات کی اطلاع ملی اور اس کے ایک سال بعد ۹۶ھ میں خلیفہ ولید بن عبدالملک کی خلافت کی خبر پہنچی لیکن اس کے باوجود یہ اپنی فوج کو سنبھالتے رہے کہ سلیمان ابن عبدالملک نے خلافت کی باگ سنبھالتے ہی اپنے مخالفین کو لٹانا شروع کر دیا جس کی بھینٹ یہ فاتح بھی چڑھ گیا اور محمد بن قاسم کو قید کر کے عراق بھیج دیا جہاں صالح بن عبدالرحمٰن جیسے بدطینت افسر نے اذیتوں کے بعد اس عظیم جرنیل اور فاتح سندھ کو شہید کر دیا اور یوں ہی عظیم جرنیل اور فاتح سندھ شہادت کا تاج پہن کر اس دارفانی کو الوداع کہہ کر راہی ملک بقا ہوا اور ہمیں یہ پیغام دیا کہ۔

اٹھ از سر نو دہر کے حالات بدل ڈال
تدبیر سے تقدیر کے حالات بدل ڈال
میدان میں آ چھوڑ کے تسبیح و مصلی
کچھ دن کیلئے طرز عبادات بدل ڈال

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

قتل ناحق اور اس کے اسباب

الحمد لله و كفى وسلام على عباده الذين اصطفى. أما بعد ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ "وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَاأُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ" صدق الله العظيم.

تیری محفل میں آئے ظالم بڑا اہتمام دیکھا
کہیں زندگی کی بارش کہیں قتلِ عام دیکھا
فتنہ اٹھا ہوا ہے جنگ و جدال کا
ہر سو کھیل جاری ہے قتل و قتال کا
قتل عام ہر سو جاری ہے اس قدر
کہ اب تو لہولہو ہے چہرہ ہلال کا
تَزَاوُلُ الدُّنْيَا اَهْوَنُ عِنْدَاللّٰهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ
وَمَنْ سومنا مُتَعَمِّدًا فَجَزَائُهٗ جَهَنَّمُ

انسانیت کی تاریخ میں قتل ناحق کی ابتداء قابیل کے ہاتھوں ہوئی پھر یہ سلسلہ حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت، فتنہ تاتار، اور کربلا کے مہیب وادیوں سے ہوتا ہوا، شہداءِ بنوری ٹاؤن، شہداءِ لال مسجد اور سوات و وزیرستان کے بلند و بالا پہاڑوں سے ہوتا ہوا حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہید اور کراچی کے مظلوم مزدوروں تک دراز نظر آتا ہے۔

سامعینِ محترم! آج ملکی اور بین الاقوامی سطح پر ہر طرف جنگ و جدال قتل و قتال کا بازار گرم نظر آتا ہے، پوری دنیا میں وحشت و بربریت، جبر و تشدد ستم گیری اور چیرا دستی کا خون آشام عفریت محوِ رقص و سرور ہے انسانوں کا لہو پانی سے زیادہ سستا اور ان کی قیمت حیات حیوانات سے زیادہ کم مایہ ہو چکی ہے، قتل جیسا گھناؤنا جرم روز کا معمول بن چکا ہے، خون و دہشت کے مہیب ساری دنیا میں اس قدر پھیل چکے ہیں کہ صبح کو گھر سے نکلنے والا شام کو گھر زندہ لوٹنے کی

امید سے محروم ہو چکا ہے۔

اس کی بنیادی وجہ اسلام کے نظام اور حدود و قصاص کا عدم نفاذ ہے جس کی سزا آج ملکوں کے ملک، شہروں کے شہر، بستیوں کی بستیاں بھگت رہی ہے پھر اس نظام کا نفاذ تو کیا؟ بلکہ الٹا اس کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، اسے ظالمانہ اور وحشیانہ نظام باور کرایا جا رہا ہے لیکن میں آج کے اس بابرکت اجتماع میں یہ کہنا مناسب سمجھتا ہوں کہ آج اگر اس نظام کو نافذ کر دیا جائے تو قتل جیسے گھناؤنے جرم کا استیصال کر کے معاشرے کو امن و سکون کا گہوارہ بنایا جا سکتا ہے، ظلم و ستم کے ہلاکت انگیز گردابوں میں پھنسی ہوئی آدمیت کی کشتی کو نکال کر احترام انسانیت کو واپس لوٹایا جا سکتا ہے۔

سامعینِ محترم! امن و امان پر شہروں کا بنیادی حق ہے کہ اس کی جان و مال، عزت و آبرو کو تحفظ حاصل ہو، امن و امان معاشرے کا حسن بھی ہے اور پھر ان کا جواز بھی لیکن آج یہ مفقود ہو چکا ہے اس کی بنیادی وجہ اسلام کے نظام کا عدمِ نفاذ ہے لیکن کچھ جزوی اسباب بھی ہیں۔

(۱)...... پہلا سبب: وہ لاقانونیت ہے قاتل کو معلوم ہے کہ قانون کا ہاتھ میری گردن تک نہیں پہنچ سکتا لہٰذا قتل جیسے گھناؤنے جرم کا ارتکاب کر کے راہ فرار اختیار کر لیتا ہے۔

(۲)...... دوسرا سبب: وہ معاش کا عدم استحکام ہے جو نچلے طبقے کے لوگوں کو جرائم پیشہ بنا کر قتل جیسے بھیانک جرم تک کروا دیتا ہے۔

(۳)...... ریاستی دہشت گردی ہے جو لوگوں کو اپنے غاصبانہ عزائم کی بھینٹ چڑھا ڈالتی ہے۔

(۴)...... بین الاقوامی دہشت گردی ہے جہاں پر ہزاروں افراد کو پیوندِ زمین کر دیا جاتا ہے مگر دہشت گردوں کی پیاس پھر بھی نہیں بجھتی اور نتیجہ قتل و قتال کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

(۵)...... فرقہ وارانہ تعصب ہے جو تشدد کو جنم دیتا ہے اور قتل و قتال کے مناظر تخلیق کیے جاتے ہیں۔

(۶)...... مار دھاڑ سے بھرپور فلمیں ہیں جنہیں دیکھ کر دین سے دور اور ابنائے دنیا شوقیہ قتل کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔

(۷)...... سیاسی دہشت گردی ہے جس میں عیار سیاستدان اور اندھے اقتدار پرست اپنے

مفاد پرستانہ ذہنیت کے بنیاد پر دوسروں کی مقبولیت سے خائف ہو کر قتل کروا ڈالتے ہیں۔

یہ وہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے آج شہروں کا امن وسکون تباہ و برباد ہو چکا ہے بستی بستی میں ویرانی کی فضاء ہے اداسی ہر چہرے سے عیاں ہے، قتل ناحق کا یہ سیل رواں انسانیت کو تنکے کی طرح بہاتے ہوئے لے جا رہا ہے، شیطان کے چیلے ناحق خون کی ہولی کھیل رہے ہیں اور نتیجہ معاشرہ امن وسکون اخوت و بھائی چارگی سے خالی ہو کر جہنم کا منظر پیش کر رہا ہے۔

سامعین محترم! اسلام قتل ناحق کی مذمت کرتا ہے اور نبی امی علیہ السلام کا اعلان کر کے ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیتا ہے چنانچہ محسن انسانیت نے الکبائر کہہ کر قتل ناحق کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے اور اسلام قتل ناحق کے سد باب کیلئے قصاص کا حکم دے کر وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ ..الخ کا قانون جاری کر کے اسے انسانیت کیلئے حیات قرار دیتا ہے اور قاتل ناحق کو وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا.. الخ کہہ کر قاتل کیلئے آخرت میں بدل جہنم خدا کی لعنت وغضب اور دردناک عذاب کا پروانہ دے کر معاشرے کو اس سے بچنے کی راہ مہیا کرتا ہے۔

سامعین گرامی! آج بدامنی کا سبب قتل وقتال کا غیر معمولی فروغ بھی ہے چنانچہ امریکہ جیسے ملک میں سینکڑوں لوگ روزانہ قتل کی بھینٹ چڑھتے ہیں اور یہی سلسلہ پورے یورپی ممالک میں بڑے تسلسل سے جاری ہے جبکہ آپ اگر مدینہ کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو وہاں آپ کو امن وامان کا ایک مہکتا ہوا گلشن نظر آئے گا کیونکہ وہاں قاتل کو پتہ ہے کہ قتل ناحق کر کے اسے بھی قبر میں اترنا پڑے گا ہم بھی اس نظام کو نافذ کر کے معاشرے میں مکمل طور پر امن وامان قائم کر سکتے ہیں۔

میں آخر میں دعوت فکر دونگا تمام دنیائے انسانیت کو جنہوں نے اپنے تمام نظام ہائے باطلہ کو آزما لیا اب اس نظام کو بھی آزما کر دیکھ لیجئے۔

اس کو شاعر نے یوں کہا ہے

چیر ڈالو قلب قاتل کو خنجر احقاق سے
نام قاتل مٹا ڈالو منظر آفاق سے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

عالمی طاغوتی برادری

اما بعد! قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی القرآن المجید. فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. "اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا" (صدق اللہ العظیم)

مسجدِ اقصیٰ کے جلوے ہوں یا کعبے کا جمال
اتحادِ کفر سے ہر انجمن لرزے میں ہے
جاگ خوابوں کے بھنور سے اے محمد کے غلام
تیرے آباء کی شرافت کا چلن خطرے میں ہے

معزز صدرِ مجلس! اساتذہ کرام اور مہمانانِ گرامی آج کی اس عظیم الشان محفل میں بندہ ناچیز جس موضوع وعنوان پر اپنے منتشر خیالات کو تقریر وبیان کی صورت میں پیش کرنے لگا ہے وہ ہے "عالمی طاغوتی برادری" رب لم یزل کی بارگاہ میں التجاء ہے کہ رب مجھے حق وسچ گفتگو کرنے کے ساتھ شریکِ بزم ہونے کی توفیق بخشے۔

سامعینِ محترم! ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکہ میں قائم عالمی تجارتی مرکز پر ہونے والے خودکش حملوں کے ساتھ جہاں امریکی ٹیکنالوجی کا سرچڑھتا غرور زمین بوس ہوا وہاں امریکی فرعونیت کی اس فلک بوس علامت کے کھنڈرات سے عالمِ اسلام کیلئے بدترین مشکلات کا ایک سونامی بھی اٹھا فرعونِ وقت کے جلتے پندار سے اٹھنے والے دھوئیں کی بدبو ابھی فضاء میں تحلیل نہیں ہوئی تھی کہ شیطان کے ایجنٹوں نے ان حملوں کے الزام میں مسلمانوں کی طرف انگلیاں اٹھائیں پھر کیا تھا امریکہ کے صدر شیطان بش نے اسلام کے خلاف "کروسائیڈ" کا اعلان کر دیا، اسلام کو دہشت گردی کے ساتھ نتھی کر کے دہشتگردی کے خلاف جنگ کے ایجنڈے پر دنیا کی تمام طاغوتی قوتوں کو اپنے مدد کیلئے پکارا امریکی وزیرِ خارجہ نے ایک ایک ملک سے کہا کہ

''بتاؤ ہمارے ساتھ ہو یا ہمارے دشمن کے ساتھ'' یوں ایک نکاتی ایجنڈے پر ایک عالمی طاغوتی برادری کی تشکیل عمل میں آئی الزام چونکہ ہمارے ملک کے پڑوس میں اسلامی ریاست پر تھا اس لئے ہم سے فرنٹ لائن اسٹیٹ کا مرکزی کردار ادا کرنے کا تقاضہ ہوا اس موقع پر پاکستان کے ملت فروش حکمرانوں نے اپنی روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے امریکہ کو لاجسٹک اور اسٹریٹجک سپورٹ فراہم کر کے خود کو سچا اور کھرا امریکی غلام ثابت کر کے دکھایا اور دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر اسلام کے خلاف عالمی مہم جوئی میں امریکہ کیلئے ہمارا کندھا پیش کیا۔

سامعینِ محترم! زبانِ نبوت نے آج سے چودہ صدیاں قبل ہی عالمی قوتوں کو اسلام کے خلاف اس متحدہ جنگ کے بارے میں مسلمانوں کو آگاہ فرمایا تھا اللہ کے رسول نے فرمایا تھا ''یُوْشِکُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعیٰ عَلَیْکُمْ مِنْ کُلِّ اُفُقٍ کَمَا تَدَاعَی الْاٰکِلَۃُ اِلٰی قَصْعَتِھَا '' یعنی طاغوتی قوتیں تم پر ٹوٹ پڑے گی اور تمہارے خلاف ایک دوسرے کو اس طرح پکاریں گی جس طرح کھانے والے ایک دسترخوان پر رکھے گئے کھانے کے برتن کی طرف ایک دوسرے کو بلاتے ہیں فَقَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قِلَّتِہٖ یَوْمَئِذٍ ایک صحابی نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! '' کیا ہم پر کفار کی یہ جرأت اس لئے ہو سکے گی کہ ہم اس دن تعداد میں کم ہونگے''، قَالَ بَلْ اَنْتُمْ یَوْمَئِذٍ کَثِیْرٌ وَلٰکِنَّکُمْ غُثَاءٌ کَغُثَاءِ السَّیْلِ، اللہ کے رسول نے ارشاد فرمایا! نہیں یہ بات نہیں ہے تم اس دن تعداد میں بہت زیادہ ہوگے مگر اس وقت تمہاری حیثیت سمندر کے جھاگ کی ہوگی وَلَیَنْزَعَنَّ اللہُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّکُمُ الْمَھَابَۃَ مِنْکُمْ. تمہارا رعب اور خوف دشمن کے دل سے اللہ تعالیٰ نکال دیں گے، لہٰذا وہ جرأت کریں گے پھر صحابیؓ کے سوال پر آپ نے اس کی وجوہات پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا: حُبُّکُمْ لِلدُّنْیَا وَکَرَاھِیَتُکُمْ بِالْقِتَالِ تمہاری دنیا پرستی اور جہاد و قتال کا راستہ چھوڑنے کی وجہ سے یہ دن ہمیں دیکھنا نصیب ہونگے آج ہماری آبادی ایک ارب سے زیادہ ہے مگر مادہ پرستی، عیش پرستی، سہل پسندی اور اجتماعی تن

مردگی آسانی کی بناء پر ہم اس قابل نہ رہے کہ ہم کفار کا مقابلہ کریں اس لئے کہ ہمارا رعب ان کے دلوں سے نکال دیا گیا یہی وجہ ہے کہ وہ آج ہمارے خلاف متحدہ عالمی جنگ کا آغاز کر چکے ہیں کہ ہمارا ایمان ہے۔

"وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ" کہ امت مسلمہ اس موجودہ پستی سے آخر کار نکل آئے گی اس لئے اللہ تعالیٰ نے کفر کی یہ جنگ کو شیطان کی جنگ قرار دیا ہے "وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَاۗءَ الشَّيْطٰنِ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا" ۔چنانچہ شیطان بش نے اسلام کے خلاف جاری جنگ کے شروع میں کہا تھا کہ "مجھے خدا کی طرف سے کامیابی کی بشارت ہوئی ہے"۔ قرآن کی رو سے کفار کو بشارت دینے والا ان کا خدا بھی وہ ہی شیطان ہے جس نے جنگ بدر کے موقع پر بش کے بھائی ابو جہل کو بھی کچھ ایسی بشارت دی تھی بلکہ اس کو یقین دلا دیا تھا کہ "وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ" میں تمہارا مددگار ہوں تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا مگر کفار کے اس خدا کی ساری اسٹریٹجی اس وقت چکنا چور ہوئی جب کہ گردوں سے قطار در قطار فرشتے اسلام کی مدد کو اتریں تب کفار کو خطرات کے گرداب میں بے یارومددگار چھوڑ کر بھاگتے ہوئے اس شیطان نے کہا" اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ" اللہ کا فرمان سچ ہے، "اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا" انشاء اللہ بش کے شیطان کی ساری بشارتیں ایک نہ ایک دن معکوس منظر پیش کریں گی۔

عزیزانِ من! مقام صد افسوس ہے کہ ہمارے ملوک الطوائف اور ملت فروش حکمران سرابوں کے تعاقب اور بے حقیقت خیالات کے جزیروں کے حصول کیلئے سعی لاحاصل کر رہے ہیں اس لئے امریکہ کی جتنی بھی چاکری کی جائے وہ کبھی خوش نہیں ہوگا، "وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ" مگر ان بے غیرت حکمرانوں نے اخلاق واقدار کے تمام اصولوں کو توڑ کر" يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاۗءَ

تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ "اور" يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اَوْلِيَاءَ" جیسے صریح احکامات خداوندی کی کھلے بندوں مخالفت کر کے اپنی تمام ہمدردیاں یہود و نصاری کیلئے خاص کر رکھی ہیں مشرف کابینہ افغانستان کے اسلامی حکومت کے خاتمے اور وہاں کے ساٹھ ہزار شہید ہونے والے مسلمانوں کے قتل کا ذمہ دار ہے، کیوبا میں قید مجاہدین اسلام میں سے پانچ سو بھی عالمی طاغوتی برادری کے ایسی فرنٹ لائن اسٹیٹ کے مرہون منت ہے، وانا وزیرستان میں اپنے ہی ہم وطن مسلمانوں کے خلاف بدترین جارحیت بھی مشرف کے منہ کی کالک ہے ان تمام وفاداریوں اور سب سے بڑھ کر مدد حاصل کرنے کے باوجود آج عالمی طاغوتی برادری ہمارا گھیرا تنگ کرنے میں مصروف ہے۔

وطن کی فکر کر ناداں! مصیبت آنے والی ہے
تیری بربادی کے مشورے ہے آسمانوں میں

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

دہشت گرد کون مسلم یا امریکہ

الحمدلله و کفی وسلام علی عباده الذین اصطفی . أما بعد! قال الله تبارک وتعالیٰ فی القرآن المجید. ا فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ "وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ" وقال النبی ﷺ بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا وَيَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا. وَقَالَ فِيْ مَقَامٍ اٰخِرٰی "يَكُوْنُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ أَقْوَامٌ اِخْوَانُ الْعَلَانِيَةِ وَاَعْدَاءُ السَّرِيْرَةِ فَقِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ "وَكَيْفَ يَكُوْنُ ذَالِكَ" قَالَ ذَالِكَ بِرَغْبَةِ بَعْضِهِمْ اِلٰى بَعْضٍ وَرَهْبَةِ بَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ. صدق الله العظیم وصدق رسوله النبی الکریم.

قابلِ صد احترام اساتذہ کرام اور گرامی قدر شرکائے محفل!

آج میں آپ کے حضور جس موضوعِ سخن پر گفتگو کا ارادہ لے کر شریکِ بزم ہو رہا ہوں وہ "دہشت گرد کون مسلم یا امریکہ" کے عنوان سے معنون ہے۔

عزیزانِ گرامی! کسی بھی قوم یا مذہب کے نظریاتی، نفسیاتی اور عمدہ مزاج کو صحیح طور پر جاننے اور جانچنے کیلئے اس کے بین الاقوامی تعلقات، بین الملکی قانون معاشرت اور اصولہائے جنگ کا تحقیقی مطالعہ بہت ضروری ہے ان امور کو نظر انداز کر کے اس مذہب پر رائے زنی دیانت کے تقاضوں اور اخلاقی اصولوں کے منافی ہے۔ آیئے! ان ہی اصولوں کی روشنی میں مسلم اقوام اور امریکہ کا تقابلی جائزہ لیتے ہیں۔

حاضرینِ گرامی! اسلام ایک مملکتی مذہب اور ریاستی قوت کی حیثیت سے اپنے ظہور کے تیرہ برس بعد دنیا کے نقشے پر ابھرا، تاریخ گواہ ہے کہ مصلحِ انسانیت ﷺ نے مدینہ میں اسلامی ریاست کی تشکیل کے وقت سب سے پہلے یہود کے ساتھ امن کا باہمی معاہدہ کیا جو تاریخی زبان میں میثاقِ مدینہ کہلاتا ہے اس کی ایک شق اسلام کی بین الملکی ترجیحات امن کو متعین کرتی ہے

اِنَّ یَهُوْدَبَنِیْ عَوْفٍ اُمَّةٌ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ،ریاست کے شہری حقوق میں مسلم اور یہودی برابر ہوں گے وَاِنَّ بَیْنَهُمُ النَّصْرَ عَلٰی مَنْ حَارَبَ ،شہری دفاع میں دونوں فریق باہم دیگر مساعد ہوں گے وَاِنَّ النَّصْرَ لِلْمَظْلُوْمِ ،مظلوم کی بلا تفریق حمایت کی جائے گی غیروں کے ساتھ امن و آشتی کا ایسا معاہدہ پر امن مذہب ہی کا شایان شان ہے۔

حاضرین گرامی! دین اسلام امن کے ساتھ ساتھ جنگی حالات کیلئے بھی امن پرور اصول دیتا ہے چنانچہ جنگِ موتہ کے موقع پر پیغمبر علیہ السلام، لشکر اسلام کو ہدایات ارشاد فرماتے ہیں لَاتَقْتُلُوْا شَیْخًا فَانِیًا وَلَا طِفْلًا صَغِیْرًا وَلَا اِمْرَاَةً لَاتَغُلُّوْا وَضَمُّوْا غَنَائِمَکُمْ وَ اَصْلِحُوْا وَاَحْسِنُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔

عملی میدان میں دیکھئے حضرت خالد بن ولیدؓ سے لیکر ملا عمر مجاہد تک تمام مسلم فاتحین کے طریقہ ہائے جنگ انہی اصولوں کے گرد گھومتے ہیں۔

عزیزان من! تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھیں کہ جو لوگ آج مسلم امت کو دہشت گردی اور انتہا پسندی کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں ان کی اپنی تاریخ کیا ہے؟ ان کا اپنا کردار کیا ہے؟

۱۹۴۵ء سے لیکر اب تک ۱۰۷ بڑی جنگیں ہوئیں جن میں بارود کا کھلم کھلا استعمال ہوا گھر جلے، شہر ویران کئے گئے ،ان ۱۰۷ جنگوں کے پیچھے ایک ہی ملک تھا ایک قوم ہی تھی امریکا اور امریکن۔

موجودہ دور میں دنیا کے کرّے پر ۴۶ ممالک میں مسلسل جنگیں ہو رہی ہیں جن پر ہر سال ۱۸ ہزار ایک سو ۹۶ ملین ڈالر خرچ ہو رہے ہیں ان سب کے پیچھے امریکا کا دماغ اور امریکن اسلحہ کے ڈیلر کار فرما ہیں اس بات سے بھی کسی ذی شعور کیلئے مجال انکار نہیں کہ امریکہ دوسری جنگ عظیم کے بعد آج تک ۲۶ ممالک پر براہِ راست بمباری کر چکا ہے۔ بمباری کے علاوہ امریکہ نے ۱۸۹۰ سے لیکر ۲۰۰۸ تک ۲۲۷ مرتبہ بین الاقوامی اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی سرحدات سے باہر نکل کر فوج کشی کی ہے یہ حقیقت بھی بالکل واضح ہے کہ

سب سے پہلے ایٹم بم امریکہ ہی نے بنایا، ہیروشیما اور ناگاساکی میں انسانیت کے خلاف ایٹم بم کا استعمال امریکہ ہی نے کیا، اسی نے سب سے پہلے کیمیائی ہتھیار استعمال کئے اور ویتنام کو پیس ڈالا، یہ بھی حقیقت ہے کہ اس وقت دنیا میں ٹینک، بم، توپیں، رائفل، جنگی جہاز، امریکہ میں بن رہے ہیں، دنیا میں سب سے پہلے زیادہ دفاعی بجٹ امریکا کا ہے، یہی وہ دہشت گرد ملک ہے جس کے پاس ساڑھے سات ہزار سے زائد کیمیائی بم ہیں، یہ حقیقت بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ اس وقت دنیا میں سالانہ ۸۰۷ ارب ڈالر کا اسلحہ بنایا اور بیچا جاتا ہے اسلحے کی اس تجارت میں چوتھائی حصہ امریکہ کے پاس ہے جس کی فیکٹریاں سالانہ ۲۰۰ ارب ڈالر کا اسلحہ بنا کر کولمبیا سے مشرقی تیمور تک فروخت کرتی ہیں۔

سامعینِ محترم! اگر دنیا میں جنگیں نہ ہوتیں تو امریکی اسلحہ کی مارکیٹ تباہ ہوجاتی بم نہ بنتے، رائفلیں نہ ڈھالی جاتیں، ٹینک، توپیں، جہاز کون خریدتا اس لئے اپنی اس صنعت کو باقی رکھنے کیلئے امریکا نے دنیا کے ہر گوشے و کونے میں جنگ کی حوصلہ افزائی کی جہاں کسی قسم کا تنازعہ موجود تھا، یہ امریکہ ہی ہے جو دنیا میں امن قائم ہونے نہیں دے رہا، یہ امریکا کا وہ مکروہ چہرہ ہے جو ثابت کرتا ہے کہ اگر اس عالمی امن کو خطرہ درپیش ہے وہ صرف اور صرف امریکا سے ہے جب تک امریکا موجود ہے دنیا میں امن و امان قائم ہونا ایک خواب ہے۔ امن و آشتی چاہئے تو اٹھ اے مسلم:۔

زورِ بازو آزما شکوہ نہ کر صیاد سے
آج تک کوئی قفس ٹوٹا نہیں فریاد سے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اللہ اور رسول ﷺ کا خلیفہ اور ان کے منکرین کی سزا

الحمدللہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین، امابعد! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً" وقال رسول اللہ ﷺ "مَایَنْبَغِیْ لِقَوْمٍ فِیْھِمْ اَبُوْبَکْرٍ اَنْ یَّؤُمَّھُمْ غَیْرُہٗ.

صدق اللہ العظیم.

سامعین گرامی!

میرا موضوع "اللہ اور رسول ﷺ کا خلیفہ اور ان کے منکرین کی سزا" ہے جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں نائب کس کو کہتے ہیں جو اپنے اصل کے نیچے ہوتا ہے اور اصل اوپر ہوتا ہے ایک اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے اور ایک حضور ﷺ کا خلیفہ ہے اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہے حضرت آدم علیہ السلام کو اور حضور ﷺ نے اپنا خلیفہ بنایا صدیق اکبر کو اللہ کے خلیفہ بنانے اور پیغمبر علیہ السلام کے خلیفہ بنانے میں بڑی مشابہت ہے جس طرح اللہ نے خلیفہ بنایا دیکھئے! اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریبی جبرئیل علیہ السلام بھی خلیفہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے قربت کو نہیں دیکھا بلکہ صلاحیت کو دیکھ کر حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنایا بالکل اسی طرح پیغمبر علیہ السلام کے زیادہ قریبی حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے لیکن پیغمبر علیہ السلام نے بھی قرابت کو نہیں دیکھا بلکہ صلاحیت کو دیکھ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔

سامعینِ گرامی! حضور ﷺ نے ایک ایسا خلیفہ بنایا جو ہر جگہ حضور ﷺ کے ساتھ ہے دنیا میں بھی اور قبر میں اور قبر سے اٹھتے وقت بھی اور محشر کے میدان میں بھی یہاں تک کہ جنت میں بھی ایک ساتھ داخل ہونگے اب دیکھئے دنیا میں کس طرح ساتھ ہیں جب حضور ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دونوں غار ثور میں آئے تو پیچھے کفار وہاں پہنچ گئے تو اس وقت صدیق اکبرؓ بہت

پریشان ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی " اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" یہ پوری آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اے پیغمبر! اپنے ساتھی سے کہہ دیجئے غمگین نہ ہو تو دنیا میں ساتھ تھے اب دیکھئے قبر میں کس طرح ساتھ ہے یہ بات تو آپ جانتے ہیں کہ جس مٹی سے انسان کا ضمیر بنتا ہے اسی مٹی میں انسان کو دفن کیا جاتا ہے جس جگہ میں حضور ﷺ کو دفن کیا ہے اس جگہ کو حضور ﷺ دنیا کی زندگی میں یہ کہہ چکے تھے "مَابَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّةِ" میرے حجرے اور منبر کے درمیان میں جو جگہ ہے یہ جنت ہے اس جگہ کو جنت کا ٹکڑا قرار دے چکے تھے اسی جنت کے اندر حضور ﷺ کو دفن کیا گیا اور اسی جنت کے اندر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا اور یہ بات بھی آپ جانتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی مٹی جنت سے لائی جاتی ہے اب مطلب یہ ہوا کہ جس مٹی سے پیغمبروں کا ضمیر بنا تھا اسی مٹی سے صدیق اکبر اور عمر رضی اللہ عنہما کا ضمیر بنا گویا مطلب یہ ہوا حضور ﷺ اور صدیق اکبر اور عمر رضی اللہ عنہما یہ تینوں حضرات آئے بھی جنت سے تھے گئے بھی جنت میں تو معلوم ہوا حضور ﷺ کا خلیفہ قبر میں بھی ساتھ ہے اور یہ تینوں ایک ساتھ قبر سے اٹھیں گے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ اور صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ باہر نکلے ایک حضور ﷺ کے دائیں طرف دوسرا بائیں طرف تو حضور ﷺ نے دونوں کے ہاتھ پکڑ کے فرمایا کہ ہم اسی طرح قبر سے اٹھیں گے یہ حدیث اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ ذَاتَ یَوْمٍ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ اَبُوْبَكْرٍؓ وَعُمَرُؓ اَحَدُهُمَا عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَالْاٰخَرُ عَنْ شِمَالِهٖ وَهُوَ اٰخِذٌ بِاَیْدِیْهِمَا قَالَ هٰكَذَا نُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ. اور محشر کے میدان میں بھی دونوں ساتھ ہوں گے حضور ﷺ نے فرمایا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِاَبِیْ بَكْرٍ اَنْتَ صَاحِبِیْ فِی الْغَارِ وَصَاحِبِیْ عَلَی الْحَوْضِ. فرمایا صدیقؓ اکبر میرا غار کا ساتھی ہے اور حوض کوثر میں بھی میرا ساتھی ہوگا تو معلوم ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ ہر جگہ ہیں۔

اب دیکھتے ہیں کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کا انکار کیا اس کو کیا سزا دی اور جس

نے حضور ﷺ کے خلیفہ کا انکار کیا اس کو کیا سزا دی۔

سامعینِ گرامی! جس طرح رب العالمین کے خلیفہ بنانے اور پیغمبر علیہ السلام کے خلیفہ بنانے میں مشابہت ہے بالکل اسی طرح رب کے خلیفہ کے منکر کی سزا اور پیغمبر علیہ السلام کے خلیفہ کے منکر کی سزا میں بھی بڑی مشابہت ہے۔

جس نے اللہ کے خلیفہ کا انکار کیا اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: "قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّکَ رَجِیْمٌ" اے مردود! تو جنت سے نکل جا اس لئے کہ تو مردود ہو گیا، تو نکل جا تو ناکام ہو گیا، تو جنت سے نکل جا تجھ پر میری لعنت ہے قیامت تک "وَّاِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ"۔

اور جس نے پیغمبر علیہ السلام کے خلیفہ کا انکار کیا وہ دراصل یہودی عبداللہ ابن سبا ہے اس کیلئے حضور ﷺ نے حکم دیا أَخْرِجُوا الْیَهُوْدَ مِنْ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ یہودیوں کو جزیرۂ عرب سے نکال دو تو معلوم ہوا اور جس نے رب کے خلیفہ کا انکار کیا اس کو جنت سے نکالا گیا جس نے حضور ﷺ کے خلیفہ کا انکار کیا اس کو ریاض الجنۃ سے نکالا گیا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

والدین کے حقوق

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَمَرَنَا بِالرَّحْمَةِ وَبِرِّ الْوَالِدَیْنِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمَلَكُوْتِ وَالثَّقَلَیْنِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ الَّذِیْنَ فَازُوْا بِدِیْنِهِمْ فِی الدَّارَیْنِ، اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: "وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا". وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "رِضَی اللّٰهِ فِیْ رِضَی الْوَالِدَیْنِ وَسَخَطُ اللّٰهِ فِیْ سَخَطِ الْوَالِدَیْنِ". صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِیْمُ.

والد شفقت کی دیوی والدہ الفت کی جاں
بحرِ طفلاں جنتِ فردوس زیرِ آسماں
سورۂ یوسف اگرچہ نالۂ یعقوب ہے
چاہِ زمزم والدہ کے عشق سے منسوب ہے

اساطینِ علم وعمل واکابرینِ دین وملت محترم اساتذہ کرام! آج کی اس منعقد کردہ بزم میں اپنے دامنِ گفتگو کو جن جواھراتِ سخن سے مزین کر کے لایا ہوں، وہ "والدین کے حقوق" کے عنوان سے معنون ہیں۔

سامعینِ ذی قدر! اگر آپ بنظرِ غائر صفحۂ ہستی کا مطالعہ کریں تو ابتدائے آفرینش سے ایک ایسا قابلِ صد احترام رشتہ نقشۂ شہود پر جلوہ افروز نظر آتا ہے، جسے نسلِ انسانی کی حیاتِ جاویدانی کا عنصرِ اوّل کہنا بے جا نہ ہوگا۔

جی ہاں! وہ رشتۂ ذی قدر "والدین" کے حسین عنوان سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ ہر زمانے میں اسے قدر و مقام کی نگاہ سے دیکھا جانا انسانیت کا مقتضیٰ نظر آتا ہے۔ خالقِ کائنات و مالکِ لم یزل کے ہاں جو اس قدر مرتبہ و مقام رکھتا ہے کہ خلّاقِ عالم اپنی عبادت کے امرِ عظیم کے بعد جس ہستی کا نام ذکر کرتے ہیں، وہ والدین کی مقدس و عظیم ہستی ہے: "وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا" علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس کی توجیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "اَیْ اَحْسِنُوْا بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا لِاَنَّھُمَا السَّبَبُ الظَّاھِرِیُّ لِلْوُجُوْدِ وَالتَّعَیُّشِ "

جی ہاں! یہی وہ عظیم ہستی ہے، جس کی رضا خلّاقِ کائنات کی رضا بنتی ہے، چنانچہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "درِ منثور" میں روایت نقل کرتے ہیں: "رِضَی اللّٰہِ فِیْ رِضَی الْوَالِدَیْنِ"۔ اور جن کی ناراضی خلّاقِ کائنات کی ناراضی کا سبب بنتی ہے "وَسَخَطُ اللّٰہِ فِیْ سَخَطِ الْوَالِدَیْنِ "۔ جن کے چہرے کی رونق انوارات و تجلیات کا وہ مظہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ یَنْظُرُ اِلٰی وَالِدَیْہِ نَظْرَۃَ رَحْمَۃٍ اِلَّا کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ بِکُلِّ نَظْرَۃٍ حَجَّۃً مَبْرُوْرَۃً " جو اس قدر قدر و اہمیت کے حامل ہیں کہ انسانی اعمال کی جزا و سزا ان کی مرہونِ منت بن جاتی ہے۔ سیدالاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "ھُمَا جَنَّتُکَ وَ نَارُکَ" کہ جنت بھی مچلتی ہے تو اُن کے قدموں سے مچلتی ہے اور جہنم دہکتی ہے تو ان کے صدموں سے دہکتی ہے۔

عزیزانِ گرامی قدر! یوں تو چہار دانگِ عالم میں روئے کائنات پر بسنے والا ہر مذہب والدین کے حقوق کا مدعی ہے، لیکن جو عزت و وقار اور حقوق کی سدا بہار اس ہستی کو دامنِ اسلام سے ملی ہے، وہ دیگر ادیان و اقوام میں شذوذ و ندر کا شکار نظر آتی ہے۔ اسلام کے گلشنِ رحمت سے حقوقِ والدین کا جھونکا کبھی یوں مہکتا ہے: "وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ

اِحْسَانًا" والدین کے ساتھ خیر خواہی اور حسن سلوک انسانیت کا پہلا مقتضیٰ ہے، والدین اگرچہ عقیدے میں جدا کیوں نہ ہوں "وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا" کے معیار پر پورا اترتے ہوئے دنیوی حقوق کی پاسداری لازم ہے، علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرۂ آفاق تفسیر میں رقمطراز ہیں: "اِنَّهٗ لَا فَرْقَ فِیْ ذٰلِکَ بَیْنَ اَنْ یَّکُوْنَ الْوَالِدَانِ کَافِرَیْنِ وَاَنْ یَّکُوْنَا مُسْلِمَیْنِ"۔

جی ہاں! والدین کی عظمت ووقار کی کہکشاں یوں عیاں کی جاتی ہے: "فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا" یعنی والدین کو کبھی تکلیف دہ کلمات سے غمزدہ نہ کرنا، یہاں تک کہ اگر وہ کوئی تکلیف پہنچادیں تو "اُف" کہہ کر بھی ان پر کبھی نگاہِ طیش مت ڈالنا۔ آقا ﷺ فرماتے ہیں "لَوْ عَلِمَ اللّٰهُ تَعَالٰی شَیْئًا اَدْنٰی مِنَ الْاُفِّ لَنَهٰی عَنْهُ"۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "وَالنَّهْیُ عَنْ ذٰلِکَ یَدُلُّ عَلَی الْمَنْعِ مِنْ سَائِرِ اَنْوَاعِ الْاِیْذَاءِ قِیَاسًا جَلِیًّا"۔

والدین کا ایک حق یہ ہے کہ "وَلَا تَنْهَرْهُمَا" یعنی ان سے جھڑکنا غضبِ خداوندی کا عظیم موجب ہے "وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا" علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اَیْ اَحْسَنَ مَا تَجِدُ مِنَ الْقَوْلِ" یعنی ان کی خدمت کے کٹہرے میں اچھی بات کرنا ہی طاعتِ حق کا موجب ہے: "وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ" یعنی ان کے مقام ومرتبے کے بامِ عروج کے سامنے پستی وذلت کرنا حقوقِ والدین کا عنصرِ حقیقی ہے، جسے دیکھ کر چشمِ فلک پکار کر کہتی ہے:

قائم یہ عنصروں کا تماشہ تجھی سے ہے
ہر شئے میں زندگی کا تقاضا تجھی سے ہے

(اقبالؒ)

سامعینِ ذی قدر! اس دنیائے رنگ وگل نے حقوقِ والدین کے بہت گن

گائے، لیکن اسلام کے حلقۂ رحمت کے کیا کہنے! جس نے اس ہستی کو وہ طرۂ افتخار عطاء کیا ہے کہ رہتی دنیا تک ان کے حقوق کی عظمت کا پھریرا لہراتا رہے گا، جی ہاں! اس ہستی کو جو مقام مدینے کے اس تاجدار نے دیا ہے، وہ دنیا اسے فراہم نہ کر سکی۔ آقائے کائنات ﷺ فرماتے ہیں: "لَاتَمْشِيَنَّ اَمَامَهٗ" "اس عظیم ہستی کے آگے مت چلنا"، "وَلَاتَقْعُدْ قَبْلَهٗ" "اس سے پہلے مت بیٹھنا" "وَلَاتَدْعُهٗ بِاسْمِهٖ" "کبھی اس کا نام لے کر مت پکارنا" "وَلَاتَسْتَبَّ لَهٗ" "کبھی اس کو گالی مت دینا۔

سامعینِ محترم! آج یورپی دنیا اور مغرب کے کردارِ مذموم کو دیکھئے کہ بڑھاپے کے بعد والدین سے کیا سلوک ہوتا ہے؟ ماں باپ کی تدفین میں شریک ہونا بھی انہیں تہذیب سے ماوراء لگتا ہے، انہیں کے بارے میں کہنے والا کیا خوب کہہ گیا ہے:

جس قدر تسخیرِ خورشید و قمر ہوتی گئی
زندگی تاریک سے تاریک تر ہوتی گئی
کہکشاں و ماہ و انجم دیکھنے کے شوق میں
اپنی دنیا سے یہ دنیا بے خبر ہوتی گئی

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

والدین کے حقوق

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ اَمَرَنَابِبِرِّ الْوَالِدَیْنِ وَصِلَةِ الْاَرْحَامِ وَنَهَانَا عَنِ الْعُقُوْقِ وَالتَّقَاطُعِ وَمَظَالِمِ الْاَنَامِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ جَاءَ بِالْقُرْاٰنِ...... اَمَّا بَعْدُ : فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: "وَإِذْ أَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ لَاتَعْبُدُوْنَ إِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَیْنِ إِحْسَانًا". وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : "مَنْ زَارَقَبْرَ اَبَوَیْهِ اَوْاَحَدِهِمَافِیْ کُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَلَهٗ" اَوْکَمَاقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ.

قابلِ صد تکریم حضراتِ اساتذۂ کرام ومہمانانِ گرامی اور میرے ہم مکتب اور ہم سفر ساتھیو اور تقریری مسابقے میں شریک شہسوارانِ خطابت!

آج کی اس پُروقار، باوقار اور بارونق محفل میں بندہ ناچیز جس موضوع کا سہارا لے کر حاضر ہوا ہے، وہ "والدین کے حقوق" کے عنوان سے معنون ہے۔ بارگاہِ ربّ لم یزل میں تڑپ کر استدعاء کیجئے کہ وہ حق سچ کہنے کی اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔

سامعینِ محترم! اگر آپ قرآن وحدیث پر گہری نگاہ دوڑائیں تو یہ بات آپ پر آشکارا ہو جائے گی کہ قرآن مجید میں جہاں اللہ ربُّ العزّت کی وحدانیت کا تذکرہ ہے، وہیں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا تذکرہ بھی ملتا ہے، چنانچہ رب ذوالجلال نے سورۂ بنی اسرائیل میں فرزندانِ اسلام اور والدین کے چہیتوں کو چھ باتوں کا حکم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّاتَعْبُدُوْا اِلَّااِیَّاهُ " کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا......

''وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً'' والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا...... ''إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ '' اگر والدین بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اف تک بھی نہ کہنا...... ''وَلَا تَنْهَرْهُمَا'' والدین کو ڈانٹ ڈپٹ نہ کرنا...... ''وَقُلْ لَهُمَا قَوْلاً كَرِيماً'' بلکہ خوب ادب اور نرم لہجے میں بات کرنا...... ''وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ '' والدین کے لئے اطاعت اور فرمانبرداری کے بازو بچھائے رکھنا، کہیں والدین کی فضیلت کو آشکارا کرتے ہوئے فرمایا: ''وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيراً'' اے اللہ! تو ان پر رحم فرما، جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا پوسا تھا۔

والدین کے حق میں دعاء مانگنے کی فضیلت کے بارے میں حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مَنْ صَلَّى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ فَقَدْشَكَرَاللّٰهَ تَعَالٰى '' جس نے پانچ وقت کی نماز ادا کی، اس نے اللہ کا حق ادا کر دیا...... ''وَمَنْ دَعَالِلْوَالِدَيْنِ فِيْ أَدْبَارِالصَّلٰوتِ الْخَمْسِ، فَقَدْشَكَرَلِلْوَالِدَيْنِ '' جس نے پانچ نمازوں کے بعد والدین کے لئے دعاء کی، اس نے والدین کا حق ادا کر دیا۔

سامعینِ محترم! ایک اور مقام پر ربُّ الارض والسمٰوات کی ذات عالی نے والدین کے لئے شکریہ کے الفاظ کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ، حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْناً عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصَالُهُ فِيْ عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ''...... اگر والدین شرک پر مجبور کریں تو بھی حسن سلوک کا حکم ہے ''وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى أَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفاً ''۔

اگر کوئی شخص اللہ سے محبت اور رضامندی کا دعویدار ہو تو اسے والدین سے محبت

کرنا ہوگی، یہ میں نہیں کہتا، بلکہ سرورِدوجہاں ﷺ کا فرمان ہے: ”رِضَی الرَّبِّ فِی رِضَی الْوَالِدَیْنِ“ ...... اگر کوئی اللہ کی ناراضی سے بچنا چاہے تو اسے والدین کی ناراضی سے بچنا ہوگا...... ”وَسَخَطُ الرَّبِّ فِی سَخَطِ الْوَالِدَیْنِ“۔ سرورِدوجہاں ﷺ نے والدین کی نافرمانی کو کبیرہ گناہوں میں سے شمار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”اَلْکَبَائِرُ اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ“ کہ کبیرہ گناہوں میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے...... ”وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ“ والدین کی نافرمانی کرنا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو والدین کی نافرمانی سے منع کرتے ہوئے یہ وصیت فرمائی کہ: ”لَاتَعُقَّنَّ وَالِدَیْکَ“ والدین کی نافرمانی نہ کرنا...... ”وَاِنْ اَمَرَاکَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ اَھْلِکَ وَمَالِکَ“ اگرچہ والدین آپ کو گھربار، مال ودولت چھوڑنے کا حکم دیں۔ ایک اور مقام پر ارشادِ نبوی ہے کہ: ”ماں باپ کا نافرمان جنت میں داخل نہ ہوگا“...... ایک اور حدیث میں ہے: ”ھُمَاجَنَّتُکَ وَنَارُکَ“۔

جی ہاں! جو اپنے والدین کا مطیع اور فرمانبردار ہوگا اور ہر جمعہ والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے گا، اس کی مغفرت ہوجائے گی: ”مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَیْہِ اَوْاَحَدِھِمَافِیْ کُلِّ جُمُعَۃٍ غُفِرَلَہٗ“ جنت کو ماں کے قدموں تلے قرار دیتے ہوئے فرمایا: ”اِنَّ الْجَنَّۃَ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ“ کہ جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔

سامعین محترم! والدین کو اتنا بلند مقام اور مرتبہ حاصل کیوں نہ ہو کہ وہ اپنے بچہ کی خاطر اپنے آرام کو قربان کردیتے ہیں، ماں وہ ہستی ہے جو بچہ کی پیدائش سے پہلے اس کو پیٹ میں اٹھاتی ہے اور اسکی تکلیف کو برداشت کرتی ہے اور دو ڈھائی سال تک دودھ پلاتی رہتی ہے: ”حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ وَھْناً عَلٰی وَھْنٍ وَّفِصَالُہٗ فِیْ عَامَیْنِ“...... دوسرے مقام پر

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ"۔

وہ سردیوں کی راتوں میں اٹھ اٹھ کر کپڑوں سے ڈھانپتی رہی اور گرمیوں میں اپنے آنچل سے ہوا جھیلتی رہی اور جب ہم ذرا عالم شعور میں پہنچے تو ہمارے لئے اچھا اچھا کھانا بناتی رہی، لیکن افسوس صد افسوس! کہ آج ہم ان قربانیوں اور مصائب وتکالیف اور ان کے نا قابل فراموش احسانات کا صلہ کیا دے رہے ہیں؟ یہی ناں کہ ہم ان کا کہنا نہیں مانتے، دوسروں کے سامنے ان کو جھڑک دیتے ہیں، ان کے ارمانوں کا خون کرتے ہیں، ان کے ساتھ بدتمیزی اور بداخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اس شعر کا حقیقی مصداق ٹھہرتے ہیں:

افسوس صد افسوس کہ شاہین نہ بنا تو
دیکھے نہ تیری آنکھ نے قدرت کے اشارات
تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

یاد رکھیں! اگر ہم والدین کی نافرمانی اسی طرح کرتے رہے اور ان کے ساتھ بدتمیزی اور بداخلاقی سے پیش آتے رہے تو حشر کا میدان ہوگا، سامنے میزان ہوگا، عرش پر رحمان ہوگا، بول رہا قرآن ہوگا، والدین کا ہاتھ اور ہمارا گریبان ہوگا۔

اللہ رب العزت سے دعاء ہے کہ وہ ہمیں والدین کی نافرمانی، بے ادبی اور گستاخی سے بچنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

اقتصادی نظام، اسلام اور دیگر ادیان میں موازنہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ......اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: "وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّیْ رِزْقِهِمْ عَلٰی مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ". وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْاِقْتِصَادُ فِی النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِيْشَةِ". صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ.

دامنِ اسلام سے وابستگی جو ہوگئی
جہل و طغیاں کی روانی عالم سے سارے کھوگئی
کٹ گئی وہ کھیتی جبر و تشدد کی ادا
مغرب کی وہ حکمرانی بیج جس کا بوگئی

وارثانِ علومِ وطالبانِ علم وحکمت اساتذۂ کرام وطلباءعظام!

احسانِ ربِ لم یزل ہے کہ آپ سے مخاطب ہونے کی سعادت حاصل کررہا ہوں ،حق تعالیٰ مجھے حق سچ کہنے، آپ کو سمجھنے اور ہم سب کو عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، میری زبان جس موضوع کے ساتھ رفتارِ پرواز لے کر آپ سے محوِ گفتگو ہورہی ہے، وہ ہے ''اقتصادی نظام، اسلام اور دیگر ادیان میں موازنہ''۔

اصطلاحِ لغت میں قصد واقتصاد ''میانہ روی اور اعتدال'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، مگر اصطلاحِ معیشت میں ایسے وسائل کی دریافت کو کہتے ہیں جو دولت وثروت کے پیدا

کرنے کے مناسب طریقے، اس کے خرچ کے صحیح استعمال اور اس کی ہلاکت و بربادی کے "حقیقی اسباب" بتا سکیں۔

سامعینِ ذی وقار! اس جہانِ رنگ و گل میں بہت سے طریقہائے معیشت رائج ہوئے، بہت سے مذاہب نے اقتصادی نظام کے فارمولے پیش کئے، مگر جو طریقۂ اقتصاد حلقۂ اسلام کے جوارِ رحمت سے عالمِ کائنات کو میسر ملا ہے، وہ کسی اور مذہب میں مفقود نظر آتا ہے، میں جب بانیٔ اسلام ﷺ کی حیات و تعلیمات کا مشاہدہ کرتا ہوں تو ان کا تعارف اسلام کے حلقۂ رحمت میں آنے والی خاتونِ اول حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ان الفاظ میں پیش کرتی ہیں: "وَاللّٰہِ مَا یُخْزِیْکَ اللّٰہُ اَبَدًا"۔

آگے اس کی وجہ بیان کرتی ہیں: "اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَصْدُقُ الْحَدِیْثَ وَتَحْمِلُ الْکَلَّ، وَتَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ، وَتَقْرِی الضَّیْفَ، وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ" یعنی محتاجوں کے فقر و فاقہ کی دادرسی اور سدِّ باب کے لئے آپ ﷺ کی ذاتِ عالی ایک کامل نمونہ ہے اور آپ جو نسخۂ کیمیا غارِ حرا سے لے کر آئے ہیں، وہ بھی اقتصادِ معیشت کا عظیم شاہکار ہے۔

کبھی ارشاد ہوتا ہے: "نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَھُمْ مَّعِیْشَتَھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا" کبھی ارشاد ہوتا ہے: "وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا" کبھی ارشاد ہوتا ہے: "فَمَا الَّذِیْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّیْ رِزْقِھِمْ عَلٰی مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَھُمْ فِیْہِ سَوَآءٌ" کبھی اپنے محبوب کی زبان سے اقتصادی نظام کو یوں عیاں کیا جاتا ہے "اَلْاَغْنِیَآءُ وُکَلَائِیْ وَالْفُقَرَآءُ عِیَالِیْ فَاِذَابَخِلَ وُکَلَائِیْ عَلٰی عِیَالِیْ اَذَقْتُھُمْ وَبَالِیْ وَلَا اُبَالِیْ" پتہ چل گیا اقتصادی نظام کا بحرِ زخار اگر پھوٹتا ہے تو دامنِ اسلام سے پھوٹتا ہے۔

عزیزانِ گرامی قدر! یہ تو اسلام کا وہ گوشۂ رحمت ہے جو غارِ حرا سے نکل کر تشنگانِ حق کو سیراب کرتا ہے، اگر آپ فاران کی چوٹی سے طلوع ہونے والے آفتابِ ہدایت کی کرنوں کو پرکھئے تو بھی اقتصادی نظام کی پرنور شعاعیں چہار دانگِ عالم میں پھیلاتا نظر آتا ہے: ''اَلْاِقْتِصَادُ فِی النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِیْشَةِ'' کبھی ارشاد ہوتا ہے: ''مِنْ فِقْهِ الرَّجُلِ رِفْقُهٗ فِیْ مَعِیْشَتِهٖ'' کبھی اعلان ہوتا ہے: ''اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ عَلَى الْاَغْنِیَآءِ فِیْ اَمْوَالِهِمْ بِقَدْرِ مَا یَكْفِیْ فُقَرَآئَهُمْ'' علامہ ابنِ حزم رحمۃ اللہ علیہ اس مفہوم کو واضح کرتے ہیں: ''فُرِضَ عَلَى الْاَغْنِیَآءِ مِنْ اَهْلِ كُلِّ بَلَدٍ اَنْ یَّقُوْمُوْا بِفُقَرَائِهِمْ یُجْبِرُهُمُ السُّلْطَانُ عَلٰی ذٰلِكَ'' اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع اس بات پر نقل کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بھوکا، ننگا یا ضروریاتِ رہائش سے محروم ہے تو مالدار کے فاضل مال سے اس کی کفالت فرض ہے۔

مفسرین میں جلیل القدر مفسر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ایک آیت کی تفسیر میں اسلام کا اقتصادی نظام یوں واضح کرتے ہیں ''اِنَّ الْمُرَادَ بِالْاِتْفَاقِ مَا یَعُمُّ اِنْفَاقَهُمْ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ اِنْفَاقُهُمْ عَلٰی غَیْرِهَا وَالْقِوَامُ فِیْ كُلِّ ذٰلِكَ خَیْرٌ'' اب دوسرے مذہب کے لائے ہوئے اقتصادی نظام پر نظر ڈالئے، یہودیت، نصرانیت، ویدک دھرم اور زرتشتی دنیائے عالم کے بڑے مذاہب شمار کئے جاتے ہیں، عیسائیت کو پرکھ کر دیکھئے، رہبانیت کی تعلیم اس کا بنیادی عنصر نظر آتی ہے، اربابِ ثروت و دولت کے لئے خدا کی بادشاہت میں کوئی حصہ تسلیم نہیں کرتی، سرمایہ کاری کو ناپسند کر کے وہ کوئی ایسا عملی اقتصادی نظام پیش نہ کر سکی جو سامنے رکھ کر اقتصادی عادلانہ نظام مرتب کیا جا سکے اور ایک دیندار کو صحیح دین دار بنا کر جماعتی زندگی کا مفید جز بنایا جا سکے۔ دوسرا بڑا مذہب زرتشتی کی شکل میں نظر آتا ہے، اس

مذہب میں بھی ظالمانہ طریق پر حصولِ دولت وثروت پر تنقید و مذمت تو ملتی ہے، مگر احکام و قوانین، اقتصادی نظام کے عملی اجراء کا دور تک سراغ نہیں ملتا۔ تیسرا مذہب ویدک ہے، بلاشبہ ظالمانہ نظام کے خلاف چند پند ونصائح کے علاوہ کوئی ایسا عملی نظام نظر نہیں آتا جو عالمی دنیا کے لئے اقتصادی نظام کا عملی نمونہ بن سکے، پھر میں کیوں نہ مسلمانوں کی عظمت کو سلام کروں، جنہوں نے وہ قوانین مرتب کئے ہیں جو رہتی دنیا تک اقتصادی نظام کا عملی نمونہ پیش کرتے ہیں، ان کی عظمت کا پھریرا عالم میں یوں لہراتا ہے کہ دنیا عقیدت کا سلام کر کے کہتی ہے:

بازو تیرا توحید کی طاقت سے قوی ہے
اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفوی ہے

عزیزانِ من! کائناتِ انسانی میں عادلانہ نظام کے مقابلے میں سرمایہ دارانہ نظام نے اکنافِ عالم پر تسلط کی ناکام کوشش کی ہے اور زمانہ قریب میں ایسی کوشش کا ترقی یافتہ نظام ''فسطائیت'' کے نام سے موسوم ہے، جو یورپ کی حکومتوں میں وافر مقدار میں تسلط پا چکا ہے، مگر جب میں اس کا موازنہ اسلام کے نظامِ اقتصاد سے کرتا ہوں تو مجھے یہ تبادلہ وموازنہ بھی اسلام کی توہین نظر آتا ہے۔

جی ہاں! ''اسلام'' کہتا ہے کہ چند مخصوص افراد میں دولت کی تقسیم کر کے فقراء کو بھوکوں مارنا حرام ہے، جبکہ ''فسطائیت'' کی بنیاد ہی مخصوص افراد کی اجتماعی وانفرادی ضروریات کو پورا کرنے پر ہے۔ اسلام کا نظامِ اقتصاد انفرادی ملکیت پر شرائط عائد کر کے اسے اجتماعی حقوق کے زیرِ اثر قرار دیتا ہے، جبکہ فسطائیت کہتی ہے کہ انفرادی ملکیت لامحدود ہے اور اجتماعی حقوق سے بالاتر ہے۔ اگر اسلام نسلی وخاندانی، جغرافیائی امتیاز ختم کرتا ہے تو فسطائیت اس نظام کی حوصلہ افزائی کرتی ہے، لہٰذا اسلام کا یہ طرۂ افتخار ہے کہ چند لوگوں

کی خوشحالی اور عیش پسندی کی خاطر وہ لاکھوں انسانوں کو بھینٹ نہیں چڑھاتا، بلکہ ہر ایک کو اس کا مرتبہ فراہم کر کے "لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضاً سُخْرِيّاً" کا عملی نمونہ پیش کرتا ہے، جبکہ دوسرے نظامہائے اقتصاد مال و دولت کے اس قدر خوگر ہو گئے کہ اپنے بنیادی اصولوں پر بھی قائم نہ رہ سکے، پھر میں کیوں نہ کہوں:

جس قدر تسخیرِ خورشید و قمر ہوتی گئی
زندگی تاریک سے تاریک تر ہوتی گئی
کہکشاں و ماہ و انجم جاننے کے شوق میں
اپنی دنیا سے یہ دنیا بے خبر ہوتی گئی

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

سود

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى...... اَمَّا بَعْدُ : فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ،بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ : "اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ". وَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَعَنَ اللّٰهُ اٰكِلَ الرِّبٰو وَمُوْكِلَهُ وَكَاتِبَيْهِ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَآءٌ". صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِىُّ الْكَرِيْمُ.

رعنائیِ تعمیر میں ، رونق میں ، صفا میں
گرجوں سے کہیں بڑھ کے ہیں بینکوں کی عمارات
ظاہر میں تجارت ہے ، حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگِ مفاجات

واجب القدر سامعینِ کرام! جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں بھیجا، دنیا میں بھیجنے کے بعد اس کے زندہ رہنے کے قوانین متعین کیے، جب رحمٰن نے قوانین بنائے تو پھر اس کے مقابلے میں شیطان نے اپنے قوانین بنائے ، اللہ تعالیٰ نے جب دیکھا کہ شیطان رحمٰن کے مقابلے میں آچکا ہے تو اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کو مبعوث فرما کر شیطان کے ان قوانین کے پرخچے اڑا دیے، اسی طرح شیطانی قوانین میں سے ایک قانون ''سود'' کی لعنت کی صورت میں ظاہر ہوا، میری تقریر کا عنوان یہی ''سود'' ہے، جس کا ترجمہ عربی زبان میں ''ربوٰ'' سے کیا جاتا ہے، ربوٰ لغت میں زیادتی کو کہتے ہیں اور اصطلاحِ شرع

میں ربا سے مراد کسی معاملہ کے اندر ایسی زیادتی جو متعاقدین میں سے کسی ایک کے لئے بلا عوض شرط قرار دی جائے۔

سامعینِ کرام! ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ سارے عالم میں اسلام جیسا عالمگیر مذہب کوئی نہیں، اس لئے کہ اسلام نے فلاحِ انسانی کی خاطر تمام انسانی معاملات کو احاطۂ عدل و انصاف میں کاربند کیا ہے، پھر جہاں کہیں بھی عدل وانصاف کے زریں اصولوں کے خلاف ظلم وستم اور ناانصافی کی پرچھائیاں نمودار ہوئیں تو اسلام نے اس کی روک تھام کے لئے نصوص میں اسے ممنوع قرار دیا اور ایسے جرائم میں ملوث افراد کو ان کے برے انجام سے خبردار کیا ہے، منجملہ ان جرائم کے ایک جرم ''سود'' بھی ہے۔

اسلام کے آنے سے قبل تو سود کو مستحسن سمجھا جاتا تھا، سودی نظام کے ذریعے سرمایہ دار قسم کے لوگ غرباء کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتے تھے، مگر جب اسلام آیا اور عدل و انصاف کی فضاء قائم کی، عادلانہ قوانینِ تجارت وضع کیے، تو سود جیسی لعنت پر ضرب کاری لگا کر اسلامی معیشت کی بقاء کا بندوبست کیا اور قرآن نے اعلان کیا ''وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا '' یعنی اللہ کا فیصلہ معاملات کے بارے میں یہ ہے کہ بیع جو کہ جانبین کی حاجت برآوری کا ذریعہ ہے، وہ حلال اور جائز ہے، اور سودی معاملہ جو کہ حاجت مند کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانے کا سبب ہے، وہ حرام ہے۔

سامعینِ کرام! اسلام کے عادلانہ قانونِ تجارت سے تجارتی کاروبار سے ہر قسم کے سود کو ختم کرنے کا حکم دیا ہے، حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ نے واضح اعلان فرمایا کہ آج میں سود کو باطل قرار دیتا ہوں، اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا سود باطل کرتا ہوں۔ اسلام نے سود کو معاشی استحصال کی منحوس ترین شکل کہا

ہے، جس کے معاشی تعاون اور نتیجۂ معاشی فلاح پر نہایت خطرناک اثرات مرتب ہوتے ہیں، اس جرم میں ملوث افراد کے لئے شدید ترین وعیدیں سنائی گئی ہیں۔

آیئے! سب سے پہلے قرآن سے سود کے بارے میں پوچھتے ہیں:

قرآن کریم میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ''اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ '' کہ سود خور قیامت کے روز اپنی قبروں سے اس شخص کی مانند اٹھیں گے جسے جن لپٹ گیا ہو، یعنی مجنوں اور پاگلوں کی طرح۔

اس سلسلے میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: دراصل سود خور انسان روپیہ اور دولت کے خمار میں ایسا بدمست ہوتا ہے کہ وہ انسانی اخلاق، مروت، ہمدردی، بلکہ انسانیت کو مہمل اور بے معنیٰ لفظ سمجھنے لگتا ہے اور دوسروں کو برباد کر کے اپنے مفاد کا حصول اس کی زندگی کا نصب العین بن جاتے ہیں اور وہ اسی تگ و دو میں پاگل کتے کی طرح مجنوں اور مخبوط ہوتا رہتا ہے۔

قرآن نے سودی بے برکتی کو بیان کرتے ہوئے یوں فرمایا: ''یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ '' قرآن نے مشرکین کے قول کو رد کرتے ہوئے فرمایا: ''وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰا '' دوبارہ سود کی طرف لوٹ کر آنے والوں کو اس طرح وعید سے ڈرایا: ''وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ''

سامعین کرام! حضور ﷺ جنہوں نے اپنی بعثت کا مقصد ہی لوگوں کو کریمانہ اخلاق سکھانا بتایا ہے نے ایک حدیث میں سودی معاملات کرنے والوں پر اللہ کی لعنت اور ان کے مجنوں اور پاگل ہونے کی خبر دی ہے، آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ''لَعَنَ اللّٰهُ اٰكِلَ الرِّبٰو وَمُوْكِلَهٗ وَكَاتِبَهٗ وَشَاهِدَیْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ '' ایک اور جگہ ارشاد ہے ''اٰكِلُ

الرِّبٰو سَیُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَجْنُوْنًا'' یعنی سود خور کو قیامت کے دن مجنوں اٹھایا جائے گا۔

سامعینِ گرامی! قرآن کی نصوص اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اگر مسلمان اپنی معیشت کو بچانا چاہیں تو سود کو ترک کرنا ہوگا۔ اگر دنیا میں پشتوں سے چلی آنے والی غربت کے خاتمے کا اقدام کرنا چاہیں تو سود سے کاروبار پاک کرنا ہوں گے، اگر معاشی استحصال کی منحوس ترین صورت کو ختم کرنا چاہیں تو ہمیں بینکوں سے سود کو ختم کرنا ہوگا، وگرنہ کروڑوں کی بڑھتی ہوئی غربت اور نہ ختم ہونے والا افلاس جہاں مختلف کرپشن اور کرپٹ قسم کے لوگوں کی مرہونِ منت ہو کر بڑھتا ہی رہے گا، وہاں بنیادی کردار سودی نظام اور سود خوری کا ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

عصبیت

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ..... اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: "یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا"..... صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

یہی مقصودِ فطرت ہے ، یہی رمزِ مسلمانی
اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی
بتانِ رنگ وخوں کو توڑ کر ملّت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی ، نہ ایرانی ، نہ افغانی

واجب التکریم اساتذۂ کرام ومعزز سامعین!

آج کی اس پروقار محفل میں جس موضوع پر اظہارِ خیال کرنے لگا ہوں، وہ ''عصبیت'' ہے۔رب کریم سے دعا گو ہوں کہ حق تعالیٰ مجھے درست نقطۂ نظر پیش کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

سامعینِ گرامی قدر! اپنے گردوپیش کا بنظرِ غائر جائزہ لے لیں، آپ کو پورا معاشرہ قوم، قبیلوں اور حسب ونسب کی تفریق کا شکار نظر آئے گا، خاندانوں اور برادریوں کی بنیاد پر عزت وافتخار کے سانچے بنتے اور ٹوٹتے نظر آئیں گے، قومیت اور لسانیت کی بناء پر جھگڑوں اور فسادات کا لامتناھی خونی سلسلہ نظر آئے گا اور ہر طرف رنگ ونسل پر فخر ومُباہات کے نعرے نظر آئیں گے، یہ سب کچھ ان منفی خیالات اور نظریات کی پیداوار ہیں جو انسان

کے دل ودماغ میں عصبیت کے جذبات ابھارتے ہیں، جس کے نتیجے میں معاشرے کی اکائی تہس نہس ہوکر رہ جاتی ہے، ملت کی جمعیت افتراق وانتشار کے ٹکڑوں میں بکھر جاتی ہے۔

حاضرینِ گرامی قدر! ظہورِ اسلام سے قبل پوری دنیا بالخصوص عرب کا معاشرہ شعوب وقبائل کی تفریق وتقسیم کا شکار تھا، معاشرے میں قوم اور قبیلوں پر تفاخر کی وبا عام تھی، فخر ومباہات کی یہ وبا معاشرے کے ہر ہر فرد کے رگ وپے میں سرطان کی طرح سرایت کر چکی تھی، اسلام نے آکر جہالت کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے ان لوگوں کو اس بات کی تعلیم دی کہ شعوب وقبائل سے انتساب تفاخر کے لئے نہیں، تعارف کے لئے ہوا کرتا ہے" یَا أَیُّھَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّأُنْثٰی وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا" وہ لوگ خاندانی شرافت کو فوقیت وکرامت کی علامت سمجھتے تھے، اسلام نے اس نظریہ کو مسترد کر کے تقوی کو مدارِ کرامت قرار دیا" إِنَّ أَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ أَتْقَاکُمْ"۔

محض قوم اور قبیلے کی حمایت میں حق وباطل کی تمیز کئے بغیر برسوں جنگ کی آگ بھڑکائے رکھنا لوگوں کا عام وطیرہ تھا، اسلام نے اُسے عصبیت قرار دیا:"عَنْ وَاثِلَۃَ بْنِ الْأَسْقَعِ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قُلْتُ مَا الْعَصَبِیَّۃُ؟ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! قَالَ: أَنْ تُعِیْنَ قَوْمَکَ عَلَی الظُّلْمِ"۔

عصبیت ایک اسلامی معاشرے کے لئے بدترین ناسور ہے، اسلامی معاشرے میں اس کی کوئی گنجائش نہیں:"لَیْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلٰی عَصَبِیَّۃٍ وَلَیْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلٰی عَصَبِیَّۃٍ وَلَیْسَ مِنَّا مَنْ مَّاتَ عَلٰی عَصَبِیَّۃٍ" نیشنل ازم کی تحریکوں کو کچلتے ہوئے اسلام نے اعلان کردیا:"مَنْ نَّصَرَ قَوْمَہٗ عَلٰی غَیْرِ الْحَقِّ فَھُوَ کَالْبَعِیْرِ الَّذِیْ رَدٰی فَھُوَ یَنْزِعُ بِذَنَبِہٖ" اور ہر حال میں معاشرے کی وحدت کو قائم رکھنے کی تاکید کی:"وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا" اسلام کی ان تعلیمات واحکامات کا یہ نتیجہ نکلا کہ ایک دوسرے کے

خون کے پیاسے باہم شیر وشکر ہو گئے، ایک دوسرے کے دیرینہ دشمن اسلامی اخوت کے عظیم رشتے میں بندھ گئے، قرآن عزیز اسی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے: ''وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا''۔

سامعینِ گرامی! پھر دنیا نے دیکھا کہ جن لوگوں نے اسلام کی ان تعلیمات کو قبول کر کے اپنی تمام انفرادی توانائیوں اور صلاحیتوں کو ملت پر وار دیا تو ان کے لئے فتح وظفر کے دروازے ہر طرف کھل گئے، ان کے اقبال کا ستارہ رشکِ ثریا بن گیا، ربع مسکون ان کے زیرِ نگیں ہوا، چرخِ نیلگوں ان کے شاندار کارناموں سے دَنگ رہ گیا، عصبیت کے بتوں کو گرانے کے لئے انہوں نے اپنے گھوڑے دوڑائے تو وہ گھوڑے ان کی ٹاپیں اور ان کے حملے وحی کا عنوان بنے ''وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا، فَالْمُوْرِيَاتِ قَدْحًا، فَالْمُغِيْرَاتِ صُبْحًا، فَأَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا'' دنیا کے سکون کو ذات پات اور رنگ ونسل کی تفریق سے برباد کرنے والوں کے خلاف وہ میدانِ عمل میں صف آراء ہوئے تو آیاتِ الٰہی کا موضوع بنے ''يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ'' ان کی تکبیروں کی گونج سے کفر کے ایوانوں میں زلزلے برپا ہوئے:

بِمَعَابِدِ الْاَفْرَنْجِ كَانَ اَذَانُنَا
قَبْلَ الْكَتَائِبِ يَفْتَحُ الْاَمْصَارَا

لیکن پھر اچانک مسلمانوں کے اقبال کا ستارہ گردش میں آ گیا، اغیار کی سازشوں نے اپنا اثر دکھایا، ملت کا شیرازہ عصبیّت وقومیّت کی چوٹ پر پھر بکھر گیا، عصبیّت کے بتوں نے پھر سر اٹھایا، قومیت کے جھگڑے پھر شروع ہوئے، آخر کار مسلمانوں کی طاقت آپس کی کشاکش میں کھپ گئی تو ہلاکو خان نے خلافتِ عباسیہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی، اسی

عصبیت کی نحوست نے گلستانِ اندلس کے کونے کونے سے ہماری عظمت کے نشان مٹا ڈالے۔ ۱۹۱۳ء میں عرب قوم پرستی کی جنگ نے حجاز مقدس کو اسلام کے مرکز سے الگ کردیا، ۱۹۲۴ء میں ترک قوم پرستی کے طوفان بلاخیز نے اسلامی عظمت کے آخری ٹمٹماتے چراغ کو گل کردیا۔

اسلام کے نام پر ۱۹۴۷ء کو ہم نے ایک آزاد وطن حاصل تو کرلیا، لیکن اسلام کے ملی نظام کو ہم نے پسِ پشت ڈال دیا، نتیجۃً عصبیت کے فرسودہ جذبات یہاں بھی ابھرنے شروع ہوئے، ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو ملک کا مشرقی بازو قومیت کے ان جھگڑوں کے نتیجے میں کٹ کر الگ ہوا، ہم نے اس کی تحقیقات کے لئے کمیشن تو قائم کرلیا، لیکن سبق حاصل کرنا گوارا نہ کیا، چنانچہ عصبیت کے زخم بڑھتے گئے، کبھی ہم سندھی، مہاجر اور کبھی مہاجر، پٹھان کی صورت میں کٹتے گئے، مگر شاید ہماری تقدیر میں سبق سیکھنا ہی نہیں، یہی وجہ ہے کہ ہماری یہ روش اب بھی قائم ہے، کہیں صوبائی اور لسانی حقوق کی باتیں ہو رہی ہیں تو کہیں الگ صوبے کے منصوبے گنے جا رہے ہیں۔

آج ضرورت ہے کہ ہم اٹھ کر عصبیت کے تمام بتوں کو پاش پاش کر کے ملتِ اسلامیہ کی شیرازہ بندی کرلیں، یہی وقت کا تقاضا ہے۔

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو
اخوت کا بیاں ہوجا، محبت کی زباں ہوجا
غبار آلودۂ رنگ و نسب ہے، بال و پر تیرے
تو اے مرغِ حرم! اُڑنے سے پہلے پَرفشاں ہوجا

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

روشن خیالی اعتدال پسندی

نحمده ونصلى علىٰ رسوله الكريم. أما بعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ "اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ" صدق الله العظيم.

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

گرامی قدر ومنزلت حاضرینِ مجلس!

آج کی اس بزم منعقد میں جس موضوع وعنوان پر لب کشائی کرنے کی جسارت کرنے کیلئے حاضر ہوا ہوں "وہ روشن خیالی اور اعتدال پسندی" ہے ذات باری تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا ہے کہ حق کی صدا لب پر جاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

عزیزانِ گرامی! آج کل میڈیا پر قوم کو روشن خیال اعتدال پسندی کی پٹی بڑی ڈھٹائی کے ساتھ پڑھائی جارہی ہے جسے اربابِ اقتدار سفارتی اور ڈپلومیٹک سطح پر روشن خیالی اعتدال پسندی کا نام دے رہے ہیں درحقیقت یہ ان امریکہ نواز پالیسیوں کا تسلسل ہے جن کے تحت پہلے "سب سے پہلے پاکستان" کا نعرہ لگا کر ۶۰ ہزار افغان مسلمانوں کے قتل ناحق میں امریکہ کا ساتھ دیا گیا اور اب پوری قوم کو امریکہ کا غلام بنانے کیلئے اس کے مادر پدر آزاد کلچر کو روشن خیالی اعتدال پسندی کا خوشنما خول چڑھا کر پیش کیا جارہا ہے۔

عزیزانِ من! روشن خیالی واعتدال پسندی کے تصور کو اگر حقیقت کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلام ہی روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا اولین علمبردار ہے یہ محض خوش فہمی کے دو بول نہیں بلکہ ایک ناقابل انکار تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام نے "اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ"، "اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ" اور "اَفَلَا يَتَفَكَّرُوْنَ" کہہ کر اس وقت تعقل وتدبر اور تفکر وشعور کی قندیلیں روشن کیں جب عرب جاہلیت سمیت پوری دنیا "اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَاءَ نَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى

اٰثٰرِھِمْ مُّقْتَدُوْنَ" کی تاریک خیالی میں بھٹک کر تقلید محض کے جمود و خمود کی شکار تھی " اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ" کہہ کر اس وقت دلیل و منطق کی راہ دکھائی جب انسانیت مفروضات و توہمات کی بھول بھلیوں میں اپنی عظمتیں کھو بیٹھی تھی، ہاں یہ اسلام ہی ہے جس نے "اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَتَکُوْنَ لَھُمْ قُلُوْبٌ یَّعْقِلُوْنَ..الخ" کہہ کر تاریک انسانی عقل و شعور کو روشن تخیل کا پرواز بخشا جی ہاں! یہ اسلام ہی ہے جس نے انسان پر انسان کی بالادستی کے گمراہ اور تاریک تصور کو مٹا کر روشن فکر دیا۔ صحابی رسول حضرت عامر بن ربیعہؓ اسی روشن خیالی کے زیر اثر کسریٰ کے گورنر کے سامنے علی الاعلان کہتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ بَعَثَنَا اَنْ نُخْرِجَ الْعِبَادَ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ اِلٰی عِبَادَةِ رَبِّ الْعِبَادِ اسلام کی ان عقلیت پسند اور روشن خیال تعلیمات کی بدولت یورپین سوسائٹی پر رومن چرچ کے غیر معقول تسلط کا خاتمہ اور اس کی تہذیبی ارتقاء کا سفر اس وقت شروع ہوا جب سن ۹۳ ہجری میں مسلمانوں نے ہسپانیہ پر فتح حاصل کر کے یورپ میں قدم رکھا کسی کو یقین نہیں آتا تو یورپی تہذیب و تمدن کی تاریخ اٹھالیں جس میں واضح طور پر سن ۹۳ ہجری سے پہلے کے روز کو Dark ages یعنی تاریک دور سے تعبیر کیا گیا ہے۔

سامعین محترم! روشن خیالی کی طرح دنیا میں اعتدال پسندی کا تصور و فروغ بھی اسلامی تعلیمات کا مرہونِ منت ہے اسلئے کہ اسلام وہ پہلا مذہب ہے جو دینِ موسوی کے افراط اور دین عیسوی کے تفریط کے درمیان کا معتدل راستہ دنیا کو دکھاتا ہے " وَیَضَعُ عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِمْ" اور "اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ" میں راہ اعتدال کو اجاگر کیا گیا ہے، اپنے پیروکاروں کو بھی اسلام کا یہی حکم ہے کہ "اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی" اسلام کی یہ اعتدال پسندی ہمہ گیر ہے جو قدم قدم پر مسلمانوں کو راہِ اعتدال پر کار بند رہنے کی تاکید کرتی ہے کہ ارشاد ہوا "وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا" ہیں " وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ"

کہیں تاکید ہوئی خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا لیکن آج روشن خیال اعتدال پسندی نے یورپ کی اندھی تقلید کا خوبصورت عنوان قرار پایا ہے آقائے مدنی ﷺ نے ان مغرب زادوں کے متعلق پہلے ارشاد فرمایا: لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ اتَّبَعْتُمُوْهُمْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَلْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ (متفق علیہ رواہ ابوسعیدؓ) آج دینی بے زاری اور بے دینی کا نام روشن خیالی اعتدال پسندی رکھا گیا ہے جبکہ یہ حرکت قرآنی زبان میں سخت ترین جرم ہے ارشاد ہے "اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا"۔ آج میراتھن ریس کروا کر قوم کی بیٹیوں کو سڑکوں پر ننگا کرنے اور ٹی وی چینلز کے ذریعہ گھر گھر بے حیائی فحاشی اور عریانی کے پھیلانے کو روشن خیالی اعتدال پسندی تصور کیا گیا ہے جبکہ اسلام میں اس کی کوئی اجازت نہیں ارشاد ہے "اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ" آج اللہ کے دشمنوں سے دوستی اور اپنوں سے بے رخی کا نام روشن خیالی قرار پایا ہے جبکہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا" يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاءَ" درحقیقت روشن خیال اعتدال پسندی کا موجودہ تصور سولھویں صدی کے لادین مفکر مارٹن لوتھر کی تحریک سے کشید کیا گیا ہے جس نے مغربی دنیا میں اباحیت کو جنم دیا، جس کی آزادی وہاں مادر پدر آزادی کا عنوان بنا اور یوں نہ صرف یورپ کی خاندانی مرکائی بری طرح تہس نہس ہوئی قرآن مجید نے ہمیں "جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا" کہہ دیا ہے اب موجودہ روشن خیالی کے علمبردار ہمیں لاکھ قدامت پرست، رجعت پسند، تاریک خیال اور انتہا پسند کہیں ہمیں کوئی پرواہ نہیں لیکن (ModerationInlightant) کے موجودہ تصور کو ہم کبھی ٹھنڈے پیٹوں ہضم نہیں ہونے دیں گے۔

عرفی تو نہ اندیش زغوغائے رقیباں
آواز سگاں کم نکند رزقِ گدارا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

استقامت

الحمدللہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لانبی بعدہ. امابعدا فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ"

وہ لوگ جنھوں نے خون دے کر پھولوں کو رنگت بخشی ہے
دو چار سے دنیا واقف ہے گمنام نہ جانے کتنے ہیں

میرے واجب الاحترام، قابلِ صداحترام اساتذہ کرام اور بزم شامزئی شہید کے لہلہاتے پھولو!

میں نے قرآن کریم کی جو آیت آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی ہے اس آیت میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے: "اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ" وہ لوگ جنھوں نے کہہ دیا کہ رَبُّنَا اللہ خدا ہی ہمارا رب ہے خدا ہم کو پالنے والا ہے "ثُمَّ اسْتَقَامُوْا" یہ کہہ کر اتنے پکے ہو گئے کہ ان کی چمڑیاں ادھیڑ دی گئیں، ان کو تپتے ہوئے صحراؤں میں لٹایا گیا، ان کو آگ کے انگاروں پر جلایا گیا، ان کو کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیا گیا لیکن "ثُمَّ اسْتَقَامُوْا" وہ اس بات پر اتنے پکے ہوئے کہ تختہ دار پر لٹک گئے، گھروں کو چھوڑ دیا، بیویوں کو بیوہ کرا دیا، اپنے معصوم بچوں کو یتیم کرا دیا لیکن قرآن نہیں چھوڑا، مصطفیٰ کا فرمان نہیں چھوڑا، کس بات پر پکے ہو گئے؟ اللہ تیرے دین پر تیرے قول پر تیرے دستور پر تیرے لائحہ عمل پر اتنے پکے ہو گئے اے اللہ! ان لوگوں کیلئے تیرا حکم کیا ہے "تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ" میرا حکم یہ ہے کہ آسمانوں سے فرشتے ان پر اترتے ہیں کیا کہنے کیلئے؟ یہ باور کرانے کیلئے "اَلَّا تَخَافُوْا" کوئی خوف نہ کرو، "وَلَا تَحْزَنُوْا" کوئی غم نہ کرو اور اللہ آخرت میں ان کیلئے انعام ہے، کوئی اعزاز ہے؟ فرمایا کیوں نہیں "وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ"

اور قیامت کے دن ان کیلئے جنت کھول دی جائے گی یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہا کہ خدا ہمارا رب ہے۔

سامعین محترم!

قرآن کی آیت کا مفہوم ہے اب اس مفہوم پر تاریخ الاسلام کے چودہ سو سال کے اوراق چند منٹوں میں آپ کے سامنے پلٹتے ہیں توجہ کی ضرورت ہے! بدر کے میدان میں چودہ صحابہؓ شہید کردیئے گئے، احد کے میدان میں ستر صحابہؓ شہید کردیئے گئے، حنین کے معرکہ میں انیس صحابہؓ شہید کردیئے گئے اس دین کیلئے، اس مشن کیلئے، عظمت اسلام کیلئے، قرآن کی عزت کیلئے، وہی صحابہؓ اپنے اس مشن کیلئے حیات کی قربانی دے گئے سب کچھ لٹا گئے حضور کے تیئس سالہ دور نبوت میں دو سو چھپن صحابہؓ شہید ہوئے اور خلافت راشدہ کے پچاس سالہ دور میں ستائیس ہزار صحابہؓ شہید ہوئے۔

میرے دوستو!

یہ ایک مشن ہے، یہ ایک دستور ہے، یہ ایک دین ہے۔ اس دین کیلئے بلالؓ کو تپتی ہوئی ریت پر لٹایا گیا، اس دین کیلئے سمیہؓ کے دو ٹکڑے کردیئے گئے، اس دین کیلئے زنیرہؓ کی آنکھیں نکال دی گئیں، بریرہ کی چمڑی ادھیڑ دی گئی۔ آؤ! میں تاریخ کے چہرے سے نقاب اتارنا چاہتا ہوں حجاج کے سامنے سعیدؓ بن جبیر نے دلیل سے کہا کہ حجاج! تو ظالم ہے، تو غلط ہے اور اپنی بچی بات پر ڈٹے رہے حجاج نے بچی بات بیان کرنے کے پاداش میں سعید بن جبیرؒ کو ہزاروں انسانوں کے سامنے ذبح کر ڈالا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو حکومتِ وقت نے اپنے مؤقف پر ڈٹے رہنے کی وجہ سے جیل میں ڈالا تو جنازہ بھی جیل سے نکلا، امام احمد بن حنبل نے خلق قرآن کے مسئلہ میں کچھ دلائل پیش کیے لیکن بادشاہ وقت نے پیغمبر کے اس جانشین کو اور نبی کے عاشق احمد بن حنبل کو جیل میں ڈالا روزانہ چالیس کوڑے پشت پر مارے جاتے تھے اور راوی کہتا ہے کہ وہ ایک کوڑا اگر کسی ہاتھی کو مارا جاتا تو وہ بھی بلبلا اٹھتا لیکن امام صاحب اپنے

موقف پر ڈٹے رہے، امام غزالی نے فلاسفہ کے سامنے حق بات کہی تو ان کو حق بات کہنے کے جرم میں جنگلات میں ٹھہرایا گیا، مجدد الف ثانیؒ کو حق بات بیان کرنے کے جرم میں جیل میں ڈالا گیا بالآخر وہ دور آیا کہ برصغیر کے اندر انگریز نے قدم رکھا مسلمانوں نے انگریز کا مقابلہ کیا اور اٹھارہ سوستاون کی جنگ ہوئی اس جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اس جنگ کے بعد انگریز نے برصغیر کے مسلمانوں کو ہر قسم کی تکالیف دیں لیکن علماء اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹے علماء کو سور کی کھالوں میں بند کر کے جلتے ہوئے تنور میں ڈالا گیا، شاہی مسجد کے صحن میں ایک پھانسی پھندہ بنا کر ایک ایک دن میں سو سو علماؤں کو پھانسی دی گئی، ایک انگریز کہتا ہے کہ دہلی کے ایک خیمے میں میرے سامنے چالیس علماء کے کپڑے اتارے گئے ان کے کپڑے اتار کر ان کو آگ کے انگاروں پر ڈالا گیا اس کے بعد میرے سامنے چالیس اور علماء لائے گئے اور انگریزوں نے کہا مولویو! تم ایک دفعہ کہہ دو کہ ہم اٹھارہ سوستاون کی جنگ میں شریک نہیں تھے تمہیں ابھی چھوڑ دیتے ہیں ورنہ تمہیں بھی ان چالیس علماء کی طرح تمہارے کپڑے اتار کر آگ کے انگاروں میں جلایا جائے گا۔

اور مسلمانو! سنو اور علماؤں کو گالی دینے والوں سنو! وہ انگریز کہتا ہے مجھے پیدا کرنے والے کی قسم ہے کہ وہ چالیس علماء بھی آگ پہ پک گئے اور دوسرے چالیس علماء بھی آگ پر پک گئے لیکن ایک عالم نے بھی انگریزوں کے سامنے اپنی گردن نہیں جھکائی اور اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹے اس سے آگے چلئے یہ دور بھی آیا کہ اپنے وقت کے فرعون ظالم بادشاہ امریکہ نے طالبان کو کہا کہ اسامہ کو ہمارے حوالے کرو طالبان نے دلائل کی روشنی میں ان سے بات کی اور اپنی بات پہ اتنے ڈٹ گئے کہ امریکہ نے دھمکی دی کہ ہم بمباری کر کے افغانستان کو تباہ کر دیں گے قربان جاؤں اس عمر ثالث پر اس نے جواب دیا کہ امریکہ والوں یہ بات کان کھول کر سن لو اگر آدھا افغانستان روس نے تباہ کیا تھا اور آدھا افغانستان اگر اللہ کے قرآن کی حفاظت کیلئے نبی کے فرمان کی حفاظت کیلئے اسلام کی عزت وعظمت کیلئے باقی افغانستان بھی تباہ ہو جائے مجھے

اس کی پرواہ نہیں ہم اس کیلئے اپنی حکومت کو بھی چھوڑ دیں گے اپنی صدارت کو بھی چھوڑ دیں گے لیکن اپنے موقف سے نہیں ہٹیں گے اللہ کے قرآن کو نہیں چھوڑیں گے اپنے دین کو نہیں چھوڑیں گے۔

اس قوم کے مردہ نفسوں میں احساس کو زندہ کون کرے
جس خون سے قومیں بنتی ہیں اس خون کا سودا کون کرے
کچھ کفر نے فتنے پھیلائے کچھ ظلم نے شعلے بھڑکائے
سینوں میں عداوت جاگ اٹھی انسان سے انسان ٹکرائے
رحمت کی گھٹائیں لہرائیں دنیا کی امیدیں بر آئیں
اکرام وعطا کی بارش نے اخلاق کے موتی برسائے
پامال کیا برباد کیا کمزور کو طاقت والوں نے
جب ظلم وستم حد سے بڑھا تو محمد عربی تشریف لائے

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

عصرِ حاضر اور عالمِ اسلام کو چیلنج

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم . امابعد! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "فَهَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ اَشْرَاطُهَا" قال النبی صلی الله علیه وسلم لَتُنْتَقَضَنَّ عُرَی الْاِسْلَامُ عُرْوَةً عُرْوَةً فَکُلَّمَا انْتَقَضَتْ عُرْوَةٌ تَشَبَّثَ النَّاسُ بِالَّتِیْ تَلِیْهَا فَاَوَّلُهُنَّ نَقْضاً اَلْحُکْمُ وَاٰخِرُهُنَّ الصلاة. (او کماقال علیه السلام)

خودی میں ڈوب جانا غافل یہ سرّ زندگانی ہے
نکل کر حلقہ شام و سحر سے جاوداں ہوجا
مصافِ زندگی میں سیرت فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہوجا

محترم دوستو!

آج ہم جدید سائنسی ٹیکنالوجی کے ترقی یافتہ دور سے گزر رہے ہیں عصرِ حاضر کو سائنسی اعتبار سے لاکھ ترقی یافتہ کہا جائے مگر اخلاقی اقدار، روحانی بصیرت اور ایمانی جوہر کے لحاظ سے یہ انسانیت کا بدترین دور انحطاط ہے۔ خلیفہ ارضی کی فتنہ سامانیوں سے زمین میں لرزاں اور انسانیت پر نزع کا عالم طاری ہے ہر طرف فحاشی و عریانی کا طوفان بپا ہے پورا معاشرہ قوم، قبیلوں، حسب ونسب کی تفریق کا شکار ہے خاندان اور برادریوں کی بنیاد پر عزت و افتخار کے سانچے بنتے اور ٹوٹتے نظر آرہے ہیں قومیت اور لسانیت کی بناء پر جھگڑوں اور فسادات کا لامتناہی خونی سلسلہ ہے یہ پاکیزہ دھرتی خون سے رنگین ہے مسلمان مسلمان کا لہو چوس رہا ہے اخوت اور بھائی چارگی ان پر ماتم کررہی ہے یہ مسلم امت جو ایک قوت تھی آج وہ قوت منتشر ہورہی ہے اس چمن کے پتے آہستہ آہستہ جھڑ رہے ہیں۔

یہ گلستان کیوں اجڑ رہا ہے، ہر طرف فخر ومباہات کے نعرے کیوں، ہر طرف خون کی

ہولی کیوں کھیلی جارہی ہے، آج اس امت کا سفینہ طلاطم خیز موجوں پر کیوں ڈگمگا رہا ہے؟

تو قرآن نے سفینہ انسانیت کو لاحق خطرات کا ایسی تڑپ سے جواب دیا کہ اے روشن خیال مبصرین! اے جدید اسکالرز حقوق انسانی کے نام لیواؤ! اے مغربی تہذیب کے شیدائیو! اے مدرسے والو! اے کالج یونیورسٹی والو! سن لو فقد جاء اشراطها علامات قیامت آچکی ہیں۔

ادھر سے نبی کے فرمان نے صدا لگائی کہ جب اسلام کی روح تم سے نکل جائے تمہارا ایمان بک جائے مکروفن، دغا فریب کا دور دورہ ہو کفر ونفاق شر وفساد، لہولعب، بے مروتی اور دنائت کا طوفان امت مسلمہ کا رخ کرلے تو سَنَوَاتٌ خَدَّاعَاتٌ یہ دھوکے کا زمانہ ہوگا يُصَدَّقُ فِيهَا الْكَاذِبُ وَيُكَذَّبُ فِيهَا الصَّادِقُ سچ وجھوٹ کا غلط توازن کیا جائے گا امانت کو خیانت کے ترازو میں گم کردیا جائے گا اَلْفُحْشُ وَالتَّفَحُّشُ بدکاری وبدزبانی کا سیلاب امنڈ آئے گا اِنَّكُمْ سَتَجِدُوْنَ اَقْوَامًا يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ يَدْعُوْنَكُمْ اِلٰى كِتَابِ اللهِ وَقَدْ نَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ مسلمان قرآن سے بے بہرہ ہوجائینگے قَلِيْلٌ فُقَهَاؤُهُ كَثِيْرٌ قُرَّاءُهُ تُحْفَظُ حُرُوْفُ الْقُرْآنِ پر عمل ہٹ جائے گا يَجِيْئُ قَوْمٌ يَقِيْسُوْنَ الْاَمْرَ بِرَائِهِمْ قرآن کے احکام کا وہ تصور جسے محمد عربی نے عملی سانچے میں ڈھالا اس میں سنت کے مفہوم سے مغالطہ آرائی شروع ہوجائے گی برائیوں سے زمین اٹ جائے گی یہ تباہی کا دور ہوگا جب یہ زمانہ آجائے تو نبی نے اعلان کیا فَانْتَظِرُوا السَّاعَةَ قیامت کا انتظار کرنا وَرِيْحًا حَمْرَآءَ (سرخ آندھیوں کا) مَسْخًا (چہروں کے مسخ ہونے کا) فَسْخًا (زمین میں دھنسائے جانے کا) جب یہ سب کچھ ہوجائے تو بَغْتَةً فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا اچانک قیامت آجائیگی اور عصر حاضر ہمیں یہ خاموش پیغام دے رہا ہے کہ:

عمل سے کردار سے حالات سے دستور سے

آدمی خود ہی قیامت کو بلائے دور سے

آج کوئی دیکھ لے وحدانیت کے نور سے
صور بھی بے تابین نکلنے کو ہے ناقور سے

گرانی قدر حاضرین!

آج عالم کفر نے جمہوریت کا نعرہ لگا کرامت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا وہ مسلمان جس کا ہاتھ کافر کی گردن پر پڑتا تھا وہ اپنے بھائی پر اٹھنے لگا یہ خبر بھی اللہ کے رسول نے دے دی تھی کہ یَخْتَلِفُ اَمْرُهُمْ وَاَحْكَامُهُمْ وَتَتَفَرَّقُ جَمَاعَتُهُمْ وَيَتَنَازَعُوا فِيْمَا بَيْنَهُمْ هُنَالِكَ تُتْرَكُ السُّنَّةُ وَتَظْهَرُ الْبِدْعَةُ وَلَيْسَ لِاَحَدٍ عَلٰى ذٰلِكَ صَلَاحٌ پھر ہر طرف شر ہی ہوگا کائناتغتو ۃ و جبریۃ و فساد فی الامۃ آمریت و جبر و استبداد جنم لے گا وہی ہوا ہم اپنا وقار وشجاعت بھول گئے تو کفر نے ہماری تہذیب پر ڈاکہ ڈالا معیشت میں ہمیں اپنا غلام بنالیا آلاتِ فحاشی کے ذریعہ مسلم نوجوانوں کو بے حس کر دیا جب پورا معاشرہ بے حیائی کی نظیر پیش کرنے لگا تو دنیائے کفر سے یہ چیلنج اور صدائیں بلند ہوئیں کہ

اے مسلمانو! لاؤ کہاں ہیں کلیساؤں میں آذان دینے والے لاؤ، کہاں ہیں دشت وجبل بر و بحر میں توحید کے نعرے لگانے والے، کہاں ہیں وہ شیر کہ جن کی دھاڑ سے قیصر و کسریٰ پاش پاش ہو گئے، کہاں ہیں وہ شہسوار جن کے گھوڑوں کی ٹاپوں پر قرآن اترتا تھا، کہاں ہے وہ خالد بن والیدؓ، کہاں ہے وہ ابو عبیدہؓ جو موت کو للکارتا تھا تو موت بھی اس سے چھپتی تھی۔

میرے دوستو!

آج کفر ہمیں للکار رہا ہے لیکن ہم بے غیرتی کی اوڑھنی اوڑھ کر اپنی مستیوں میں مست ہیں اور ہمارے بے حس نوجوان کل تک جن کے ہاتھ میں شمشیر تھی آج ان کے ہاتھ میں شراب کے جام ہیں، کل تک جن کا سکون قرآن میں تھا آج ان کا قرار پائلوں کی جھنکار میں ہے، آج ہماری ماؤں، بہنوں کی عفت عصمت تار تار ہو رہی ہے مگر ہماری غیرت میں طلاطم نہیں آیا، بہنے والا لہو ہی ہماری بے غیرتی کے نیزے کے حالے سے رنگ نہ اتار سکا۔

جب ہم نے مغرب کا مقابلہ کرنا ہے تو ہمیں ان ماؤں بہنوں کی کیا پروا، ان جلی ہوئی مساجد کی کیا پروا کہ جن کے روتے ہوئے منبر ومحراب یہ دہائی دے رہے ہیں۔

حَتّیٰ الْمَحَارِیبُ تَبْکِیْ وَهِیَ جَامِدَةٌ
حَتّیٰ الْمَنَابِرُ تَبْکِیْ وَهِیَ عِیْدَانٌ
عَلیٰ دِیَارٍ مِّنَ الْاِسْلَامِ خَالِیَةٍ
قَدْ اَقْفَرَتْ وَلَهَا بِالْکُفْرِ عُمْرَانٌ
حَیْثُ الْمَسَاجِدُ قَدْ اَمْسَتْ کَنَائِسَ
مَا فِیْهِنَّ اِلَّا نَوَاقِیْسٌ وَصُلْبَانٌ
لِمِثْلِ هٰذَا یَذُوْبُ الْقَلْبُ مِنْ کَمَدٍ
اِنْ کَانَ فِی الْقَلْبِ اِسْلَامٌ وَاِیْمَانٌ

خدارا ہمیں اٹھنا ہوگا، ان مساجد کا تحفظ کرنا ہوگا، ان ماؤں بہنوں کو جواب دینا ہوگا جو آج تک کسی ایوبی کے انتظار میں بین کر رہی ہیں ہمیں بے حسی کی چادر جلا کر کفر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر با نگ دہل یہ اعلان کرنا ہوگا۔

آخر میں میں انہی اشعار پر اپنی بات ختم کرنا چاہتا ہوں۔

ہری ہے شاخِ تمنا ابھی جلی تو نہیں
دبی ہے آگ جگر کی ابھی بجھی تو نہیں
جفا کے تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسرِ میداں مگر جھکی تو نہیں
اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سرِ عام رکھ دیا
وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

نئی نسل کو درپیش معرکے اور خدشات وتوقعات

الحمدلله جل وعلیٰ والصلوٰة علی سیدالانبیاء وعلیٰ من تبعهم من ائمہ لمجتهدین الی یوم الجزاء امابعد! اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا" صدق اللہ العظیم.

دل جوش میں لانا مشکل ہے، حق بتانا مشکل ہے
طاغوت کے عشرت خانے میں، ایمان بچانا مشکل ہے
تقریر کی سطوت کیا کہئے، تحریر کی عظمت کیا کہئے؟
پر سینہ تان کے جرأت سے، میدان میں آنا مشکل ہے
نعرے بھی آج تجارت ہیں، نغمے توہین صداقت ہیں
ان نعروں سے ان نغموں سے، طوفان اٹھانا مشکل ہے

ارباب علم ودانش اور بزمِ شامزئی شہیدؒ کے ہونہار طالب علم ساتھیو!

میرا موضوع ہم کلامی مجھے اس بات کی اجازت نہیں دے رہا کہ گفتگو کا سرا کہاں سے تلاش کروں، قلت وقت کے باوصف خیالات، موضوع کی ہمہ گیری، علم کی کم دامنی اور سخن محفل کی نزاکت وگرانی کا ایک تلاطم میرے قلب وذھن میں موجزن ہے کہ کہاں موضوع کی آفاقت تو کہاں یہ ہیچ مادانی۔

وقت کا سکڑتا ہوا دامن مجھے اس بات کی طرف متوجہ کررہا ہے کہ عصر حاضر میں نئی نسل کو درپیش ان محرکات، خدشات اور توقعات کا تذکرہ کروں جن سے ملتِ اسلامیہ پاکستان کی بقاء استحکام اور ترقی منحصر ہے۔

محترم! آج پوری ملت اسلامیہ، اندرونی اور بیرونی چیلنجز اور خطرات کا نشانہ بنی ہوئی ہے اس کا سینہ اپنوں اور غیروں کے تیروں سے چھلنی چھلنی ہے، ہم انفرادی واجتماعی زندگی

میں جہالت، غفلت، نفاق، خودغرضی، ناانصافی، نفس پرستی اور دنیا طلبی کی گرفت میں جکڑے ہوئے ہیں، معاشرے میں بدامنی قتل وخونریزی، اخلاقی بے راہ روی، تفرقہ پرستی، بددیانتی رشوت ستانی اور اختیارات کے ناجائز استعمال کا سماں ہے، خود دین کے بارے میں ہمارا وژن دھندلا اور پراگندا ہوتا جارہا ہے، جو ملک لاکھوں انسانوں کی بیش بہا قربانیوں سے صرف اسلام کے نام پر قائم ہوا آج اس میں اسلام ہی سب سے زیادہ مظلوم ہے، اس کے احکام کی کھلی خلاف ورزی کی جارہی ہے، قانون نافذ کرنے والے اسے توڑنے میں جری ہیں، جرائم کی فراوانی ہے، مظلوموں کی دادرسی کرنے والا کوئی نہیں غریب غریب تر ہوتا جارہا ہے۔ اخلاقی گراوٹ اس انتہاء کو پہنچ گئی کہ مجرم جرم کرنے کے بعد کھلے بندوں دندناتے پھرتے ہیں ارے وہ مسلم معاشرہ کہ جس میں خودکشی کا کبھی وجود تک نہ تھا آج اس عفریت نے بھی سر اٹھالیا جس نے معاشرے کو تہہ وبالا کردیا، انفرادی بگاڑ نے اجتماعی شکل اختیار کرلی، اقدار کے پیمانے تک بدل گئے، ناخوب کو خوب بنا کر دل آویز روپ میں پیش کیا جارہا، آزادی، روشن خیالی، اعتدال پسندی کے نام ہر احکام اور قوانین کے ٹکڑے ٹکڑے کیے جارہے ہیں، سیکولرازم کو رواج دینے کی کوشش جارہی ہے تاکہ نئی نسل کو جہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے اہم فرائض سے جاہل رکھا جائے علامہ اقبال نے انہی محرکات کو دیکھ کر اپنی تصویر درد کو نئی نسل کے سامنے اس انداز میں پیش کیا:۔

چھپا کر آستین میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے
عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں
وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں
ذرا دیکھ اس کو جو ہو رہا ہے ہونے والا ہے
دھرا کیا ہے بھلا عہد کہن کی داستانوں میں

یہ خاموشی کہاں تک لذت فریاد پیدا کر
تو زمین پر ہو اور تیری صدا ہو آسمانوں میں

عزیزانِ من! ان تمام محرکات سے بڑھ کر اہم معاملہ نئی نسل کو امن عامہ کا درپیش ہے کہ اسی امن کے حصول کیلئے عراق، افغانستان اور فلسطین کو خون کے سمندر میں ڈبو دیا گیا اور اب یہی امن مشن، انسانی حقوق، عالمی سلامتی، دہشت گردی، آزادی نسواں، اور انصاف کا خوشنما لبادہ اوڑھ کر پاکستان کی طرف متوجہ ہے۔

فرقہ وارانہ تشدد، فرقہ واریت، مسلک پرستی، رنگ و نسل، قومیت کے بدبودار نعرے کا پروان چڑھنا، عراق اور افغانستان کے بعد صیہونی قوتوں کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو خطرہ یہ وہ محرکات ہیں کہ انکی اگر بروقت نبرد آزمائی نہ کی گئی تو نئی نسل کو تباہی سے بچانے والی کوئی چیز نہیں۔

ان خدشات کے تدارک کے بعد اب نئی نسل سے یہی توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ جدید سائنسی علوم کے ساتھ ساتھ دینی اور شرعی علوم کے زیور سے آراستہ ہو کر پوری دنیا کو یہ بتا دیں کہ ہمارے پاس ایمان بھی ہے جو نام ہے امن کا، ہمارے پاس اسلام بھی ہے، جو نام ہے سلامتی کا، اور "لَا عَصَبِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ" اسلام میں کوئی عصبیت نہیں، "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا" کا جھنڈا بلند کرتے ہوئے تفرقہ بازی سے بچتے ہوئے ایک اللہ کی رسی کو تھام کر اعلیٰ اسلامی، معاشرتی اور انسانی صفات کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوری دنیا کے سامنے اسلام کا حقیقی تصور پیش کریں اور مجھے یقین ہے کہ!

جب اپنا قافلہ عزم و یقین سے نکلے گا
جہاں سے چاہیں گے رستہ وہیں سے نکلے گا
وطن کی مٹی مجھے ایڑیاں رگڑنے دے
مجھے یقین ہے کے چشمہ یہیں سے نکلے گا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

نیا عالمی نظام ایک سازش

الحمدلله وحده والصلوٰة والسلام علی من لانبی بعده ، امابعد!
اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ یُرِیدُونَ لِیُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْکٰفِرُونَ. صدق الله العظیم.

میرے انتہائی قابل صد احترام اساتذہ کرام طالب علم ساتھیو! اور دیگر مہمانان گرامی آج کی اس مبارک مجلس میں میں "نیا عالمی نظام ایک سازش" کے عنوان سے کچھ معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں دعا کریں اللہ مجھے حق اور سچ کہنے کی اور ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عزیزانِ محترم! نیا عالمی نظام یا گلوبلائزیشن یوں ہی چند حروف سے مرکب کوئی جملہ یا کوئی اصطلاح نہیں بلکہ دوسری جنگ عظیم کے بعد جس صلیبی جنگ کیلئے فضاء ہموار کی جارہی ہے نیا عالمی نظام اس جنگ کا کوڈ متبادل نام ہے جس کا خیالاتی تصور آج سے ایک صدی قبل صیہونی دانشوروں اور مفکرین نے اپنی دستاویزات میں اس وقت پیش کیا تھا جب خفیہ طور پر امریکی صدر گرولسن کے سیاسی شہر کرنل مانڈیل نے عالمی حکومت کا سانچہ لیگ آف نیشنز کے نام سے تیار کر کے امریکی صدر کے سامنے پیش کیا لیکن ۱۹۱۷ء میں امریکی سینٹ کی چوتھائی اکثریت کی طرف سے یہ تخیل مسترد ہونے کی بناء پر یہ منصوبہ عملی شکل اختیار نہ کرسکا جس کی وجہ سے صیہونی منصوبہ سازوں نے تدریجی طور پر گامزن رہنے کا فیصلہ کیا اور اندرون خانہ ذہن سازی کرتے ہوئے اس ہدف تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے کہ اگست ۱۹۴۱ء میں امریکی صدر روزویلیڈ اور برطانوی وزیراعظم چرچل نے ایک ایک معاہدہ پر دستخط کئے جس میں ایک عالمی نظام کی دعوت دی گئی پھر جنوری ۱۹۴۲ء میں چھبیس حلیف ملکوں نے نہ صرف اس معاہدے کی تصدیق کی بلکہ ساتھ ساتھ اقوام متحدہ کے چارٹر پر بھی دستخط کئے اور یہی وہ وقت تھا جب اقوام متحدہ کی تعبیر کا

استعمال شروع ہوا لیکن اقوام متحدہ کے چارٹر کا باقاعدہ اعلان بھی ۱۹۴۵ء میں سان فرانسکو میں ہوا اور اس وقت پچاس حلیف ملکوں نے اس چارٹر پر دستخط کئے میں اس وقت اقوام متحدہ کا تذکرہ اس لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ اس وقت اقوام متحدہ ہی وہ واحد ادارہ ہے جو اس نئے عالمی نظام کو وجود بخشنے میں کلیدی کردار ادا کر رہا ہے چنانچہ اس بات کا صحیح اندازہ آپ سابق امریکی صدر جارج بش کی جنوری ۱۹۹۱ء کی تقریر سے لگا سکتے ہیں جس میں انہوں نے اس حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے سامنے اس وقت ایک نئے عالمی نظام کی تشکیل کا قیمتی موقع ہے مزید کہتا ہے کہ ہمیں واقعتاً یہ موقع مل گیا ہے کہ ہم نئے عالمی نظام کی تشکیل کریں ایسا نظام جس میں اقوام متحدہ بہت زیادہ طاقت کی مالک ہوگی امریکی خارجہ سیاست کے موضوع پر یہودی سرمایہ دار کے نام سے موسوم راکفلر فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتاب مطبوعہ ۱۹۰۹ء میں لکھا ہے کہ ”عنقریب جس نئے عالمی نظام کی تشکیل ہوگی ، اقوام متحدہ اس کا اولین رمز ہے۔ اس لئے میں پورے اعتماد کے ساتھ یہ دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہوں کہ اقوام متحدہ ہو یا نیا عالمی نظام، گلوبلائزیشن ہو یا عالمی حکومت ان تمام منصوبوں میں پس منظر اور مقاصد پر غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ان کا ہراول بنیادی مقصد صیہونی اور یہودی اصول ونظریات کو پوری دنیا میں ہر قیمت پر بالادستی عطا کرنا ہے چنانچہ ایک امریکی یہودی مفکر لغوم سوسکی کا کہنا ہے کہ ”امریکی نظام یعنی یہودی نظام کا دنیا پر حکمران ہونا ضروری ہے اس سے کم کوئی چیز قطعاً ہماری نگاہ میں قابل اعتبار نہیں اور خاص طور پر شر وفساد کے عالمی سرچشموں مثلاً قوم پرستی، اسلامی بنیاد پرستی، دہشت گردی اور نسلی تنازعات کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کریں گے مزید کہتا ہے کہ جو لوگ اس نظام کو تسلیم کریں ان کے ساتھ بہتر سلوک کیا جائے گا اور اس سے بغاوت کرنے والوں پر اسے بزور طاقت نافذ کیا جائے گا یہی وجہ ہے کہ آج جن جن ممالک میں دہشت گردی کے نام پر امریکہ کی طرف سے جنگ مسلط کی گئی ہے اس کے پس پردہ حقائق یہی ہیں کہ ان ممالک کے لوگ اس نظام سے بغاوت کرنے والے ہیں اور اس کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں یہ یہودی اور صیہونی

عزائم یہاں تک محدود نہیں بلکہ تلخ حقائق یہ ہیں اس وقت پوری دنیا میں انسانی حقوق اور ثقافت کے نام پر جتنی غیر سرکاری تنظیمیں کام کررہی ہیں ان سب کا گہرا تعلق عالمی صیہونت کی اس تنظیم سے جس کے مقاصد پر مکمل یقین رکھنے والے امریکی اور یورپی سیاستدان اقتدار میں آنے کے بعد اپنے نظریات کو اس انداز میں نافذ کرنا شروع کردیتے ہیں جو آگے چل کر نئے عالمی نظام کی شکل اختیار کرلے۔

عزیزانِ محترم! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے خلاف ہونے والی سازشوں کو سمجھیں خدا کی قسم یہودی اور صیہونی قوتیں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف منصوبے پہ منصوبے تیار کر رہی ہیں کیونکہ ان کا خیال ہے صرف خیال نہیں بلکہ عقیدہ ہے کہ یہودی یا صیہونی تسلط اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتا جب تک اسلام اور مسلمان زندہ ہیں لیکن ان کو شاید معلوم نہیں کہ

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

ہمیں ان کی سازشوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہوگا، اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا ہوگا، کیونکہ نیا عالمی نظام صرف ایک سازش نہیں بلکہ اس وقت اسلام کے خلاف جتنی سازشیں ہورہی ہیں اس کے ذریعے سے اس نظام کیلیے راہ ہموار کی جارہی ہے، اگر ہم نے حقائق کو اب بھی نہ سمجھا اور خواب غفلت سے بیدار نہ ہوئے، اپنی صفوں سے تفریق ختم نہ کی اور "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا" پر عمل نہ کیا، تو یاد رکھنا یہ بے رحم درندے ہمیں ایسے نوچ ڈالیں گے کہ تمہاری داستان تک نہ ملے گی تاکہ پھر سے سر اٹھانے کی ہمت نہ ہوسکے اور یقیناً یہ وہ ذلت ہوگی جب زندگی پر موت کو ترجیح حاصل ہوگی۔ آخر میں اتنا ہی کہوں گا

اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہ بنتا ہے تو نہ بن اپنا تو بن

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

آزمائش اور سازش

الحمدلله وحده والصلوٰة والسلام علی من لا نبی بعده. أما بعد! اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ" صدق الله العظیم.

میرے انتہائی قابل صد احترام علماء کرام اور بزمِ شامزئی کے ہونہار ساتھیو! اور دیگر مہمانانِ گرامی آج میں آپ کے سامنے'' آزمائش اور سازش'' کے عنوان کے حوالے سے کچھ معروضات پیش کرنا چاہوں گا۔ دعا کریں اللہ مجھے حق سمجھنے اور کہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

عزیزانِ محترم! یوں تو اس امت پر شاید ہی کوئی زمانہ ایسا گزرا ہو جس میں مسلمانوں کو نت نئے فتنوں اور دلخراش سازشوں کا سامنا نہ کرنا پڑا ہو لیکن زندگی کے جس موڑ سے اس وقت ہم گزر رہے ہیں اور جس دور میں صبح وشام کی ساعتیں ہم کاٹ رہے ہیں شاید یہ وہی دور ہے جس میں رونما ہونے والے خطرناک فتنوں سے ہمارے پیارے آقا نے اپنے مبارک ارشادات میں آگاہ کیا تھا۔

اور بد قسمتی سے جس ملک کا پرچم ہم تھامے ہوئے ہیں اور جس شہر کے ہم باسی کہلاتے ہیں یہاں تو دن کو رات کہنا اور رات کو دن کہنا سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ کہنا ایک رواج ہی بن چکا ہے لیکن ستم بالائے ستم یہ کہ اس روش کے مالک حضرات کوئی سول سوسائٹی کے لوگ نہیں بلکہ یہ وہی لوگ ہیں جو اس ملک کے سیاہ وسفید کے مالک بن بیٹھے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہم کسی نتیجے پر پہنچنے کے بجائے مزید گونگوں والی کیفیت کا شکار ہو رہے ہیں۔ آپ میرے ان تمہیدی کلمات کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ اس ملک میں ملک دشمن طبقہ وہی کہلاتا ہے جنہوں نے ملک کے سرحدات کا تحفظ ہمیشہ اپنے لہو سے کیا ہے اور اپنی جان اور ذات کے مقابلے میں ملکی مفادات کو زیادہ قابل ترجیح سمجھا اور اس کے مقابلہ میں محب وطن وہی

تصور کیا جاتا ہے جس طبقے نے ملک کو دونوں ہاتھوں سے لوٹنے کی کوشش کی ہے صرف یہی نہیں کہ اس سرزمین کے حقیقی حقداروں کو ملک دشمن سمجھا جاتا ہے بلکہ اگر یہی طبقہ کہیں اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا ہے تو اول تو اس کا جواب بارود اور مارٹر گولوں کی صورت میں ملتا ہے لیکن اگر کوئی ایک آدھ شخص طوعاً یا کرھاً ٹیبل ٹاک پر ان کی بات سننے کو تیار ہو جاتا ہے یا ان کے کسی مطالبے کو تسلیم کرنے کی حامی بھر لیتا ہے تو اس کو بھی ناکام بنانے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے جس کی زندہ اور تازہ ترین مثال وادی سوات کی ایک مبہم ویڈیو کا واقعہ ہے جسکو ایک ایسے وقت میں وجود دیا گیا جب دو سال تک آگ اور خون کی ہولی کھیلے جانے کے بعد ایک امن معاہدے کے ذریعے حالات کو درستگی کی طرف لانے کی کوشش کی جارہی تھی ایسے وقت میں ایک مبہم ویڈیو پر پہلے پہل اس قدر شور مچایا جاتا ہے اور پھر کچھ پولیٹیکل تنظیموں کی غیرت جوش میں آنے لگتی ہے اور ایک غیر محققانہ واقعے کو اشو بنا کر فوزاً معاہدہ کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے ،انسانی ہمدردی کی آوازیں اٹھنے لگتی ہیں ۔یہ تمام باتیں کس چیز کی غمازی کر رہی ہیں اس سے کیا سبق حاصل کیا جاسکتا ہے۔میرے مسلمان بھائیو! یاد رکھنا میری بات کو سمجھنے کی کوشش کیجیئے گا۔میں انسانی ہمدردی کے خلاف نہیں میں مظلوم کی حمایت پر بھی احتجاج نہیں کر رہا لیکن میرا سوال یہ ہے کہ سوات کی ایک بیٹی پر ظلم ہوتا ہوا دکھایا جاتا ہے تو پوری ملکی این جی اوز حرکت میں آنے لگتی ہیں پوری میڈیا بے چین ہو جاتی ہے ،کراچی شہر کو سیاہ پرچموں اور بینروں سے سجایا جاتا ہے۔لیکن جب سوات کی انہی بیٹیوں پر دو سال تک مارٹر گولے برسائے جارہے تھے تو یہ این جی اوز میڈیا اور پولیٹیکل تنظیمیں کہاں تھیں ۔ارے سوات تو کراچی سے سمندروں پار دور پڑا ہے کراچی شہر میں یوم سیاہ منانے والے کراچی کی بیٹی عافیہ کے ساتھ ہونے والی بدسلوکی پر کیوں خاموش ہیں سوات کی بیٹی تو سزا پانے کے بعد زندہ جی رہی ہے لیکن بلوچستان میں چھ عورتیں زندہ دفنائی جاتی ہیں تو اس وقت ان کی غیرت کہاں آرام کر رہی ہوتی ہے سوات کی بیٹی پر کوڑے برستے ہیں تو آسمان سر پر اٹھا لیا جاتا ہے لیکن جب اسلام آباد میں قوم کی

معصوم بچیوں پر بارود اور گولے برسائے جاتے ہیں تو زبانوں کو کیوں تالے لگ جاتے ہیں یا سوات کی چاند بی بی تو حوا کی بیٹی ہے اور جامعہ حفصہ کی طالبات کسی اور کی؟ ان کے حق میں ریلی نکالنے کیلئے کوئی دوڑتا نہیں ملتا۔ سیاہ پرچم لہرانے کیلئے اگر تمہیں کپڑا نہ ملا تو ان کی پاکیزہ چادروں سے کیوں پرچم نہ بنایا گیا۔

میرے عزیزو! یہ صرف سوات کی داستان نہیں بلکہ یہاں ہر داستان داستانِ غم ہے یہ ایسی دیس کی بات ہے کہ دخترِ مشرق کی یادگار پامال ہوتی ہے تو قانون حرکت میں آتا ہے لیکن ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کی سیرت پر کیچڑ اچھالے جاتے ہیں تو قانون کن فائلوں میں چھپ جاتا ہے؟ یہاں حکومتی رٹ کو چیلنج کرنے والے تو بارود کے مستحق ٹھہرتے ہیں، لیکن خدا کی رٹ کو چیلنج کرنے والے منصب کے حقدار قرار دیتے ہیں، یہاں سیاہ کو سفید کہنا صرف ایک رواج ہی نہیں بلکہ ایک قابلِ فخر عمل ہے۔ میرے محترم دوستو! دیدہ و دانستہ طور پر ہماری آزمائش کو سازش سے بدلا جاتا ہے، ہمیں حقائق سمجھنا ہونگے، جوش سے نہیں ہوش سے کام لینا ہوگا، اگر ہم اب بھی خوابِ خرگوش سے بیدار نہ ہوئے تو آنے والی نسلیں ہمیں کبھی بھی معاف نہیں کریں گی کامیابی ہر لمحہ تیرے در پر دستک دے کر کہتی ہے۔

اپنے مَن میں ڈوب کر پاجا سراغِ زندگی
تُو اگر میرا نہیں بنتا تو نہ بن اپنا تو بن

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

یہود کی اسلام سے دشمنی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ ،وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ. اَمَّابَعْدُ!

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "ھُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ...الآیۃ""وَلَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَھُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَھُمْ" صدق اللہ العظیم.

تاک میں بیٹھے ہیں مدت سے یہودی سودخور
جن کی روباہی کے آگے ہیچ ہے زورِ پلنگ
خود بخود گرنے کو ہے پکے ہوئے پھل کی طرح
دیکھئے گرتا ہے آخر کس کی جھولی میں فرنگ

سامعین محترم! اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کے اوراق کو کھنگال کر دیکھیں تو آپ کو ہر زمانے میں اہل باطل خاص کر یہودی اور عیسائی عالم اسلام کے استیصال کیلئے برسرِ پیکار رہتے ہوئے نظر آئیں گے انکی اسلام اور مسلمان دشمنی کسی پر مخفی نہیں وہ کوئی ایسا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے جس سے مسلمانوں کو کوئی ضرر پہنچے۔ "لَا یَاْلُوْنَکُمْ خَبَالًا" کے تحت وہ مسلمانوں کے خیر خواہ کبھی نہیں ہوسکتے اس لئے کہ ربِّ لَمْ یَزَل کا فرمان ہے "وَلَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَھُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَھُمْ" ان کی زبانی بدگوئی اور سب وشتم سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اسلام دشمنی میں کس درجے تک پہنچ چکے ہیں "قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ اَفْوَاھِھِمْ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُھُمْ اَکْبَرُ"۔

عزیزانِ من! لیکن اس مرتبہ باطل نئی چال چل کر آیا ہے دوست کے لباس میں آ کر ہمدردی اور خیر خواہی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ وہ نئی شکل NGO's کی شکل ہے این جی اوز کا مطلب نان گورنمنٹ آرگنائیزیشن یعنی غیر سرکاری ادارے یہ ادارے باقاعدہ مسلمانوں کا استیصال کرکے دجال کی عالمی "ریاست گلوبل ولیج" کے قیام کیلئے کوشاں ہیں اور مختلف

میدانوں میں خوبصورت نعروں کا سہارا لے کر دجالی حکومت کی راہ ہموار کر رہے ہیں اکثر شعبے ایسے ہیں جنکی عوام تو کیا قائدین قوم کو بھی بھنک نہیں لگتی۔

کبھی یہ این جی اوز خاندانی منصوبہ بندی کا نعرہ لگاتے ہیں اور کبھی بچے دو ہی اچھے کی رٹ لگائے رکھتے ہیں یہ اس لئے کہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی دجال کے لوگوں کیلئے یقیناً پریشانی کا باعث ہے چنانچہ کافی عرصہ سے یہودی سائنسدان، عالمی بینکرز، ملٹی نیشنل کمپنیاں، ورلڈ بینک، پینٹاگون کے مالک اور عالمی ادارہ صحت کے شیطان صفت ڈاکٹر مسلمانوں کی آبادی کو کم کرنے کیلئے مختلف منصوبوں پر عمل پیرا ہیں چنانچہ دس دسمبر ۱۹۷۴ء کو مصر میں امریکی یہودی وزیر خارجہ ہنری کسنجر کی سربراہی میں ایک رپوٹ پیش کی گئی جو پوری دنیا خصوصاً اسلامی دنیا کی بڑھتی ہوئی آبادی سے متعلق تھی کہ یہ بڑھتی ہوئی آبادی امریکہ کی سلامتی کیلئے مستقبل میں خطرات پیدا کرسکتی ہے اس خطرہ کا تدارک یہ بتایا گیا کہ آبادی کی رفتار کو خاندانی منصوبہ بندی، جنگ اور کیمیائی ادویات کے ذریعے کنٹرول کیا جائے اس منصوبے کو اس طرح عملی جامہ پہنایا گیا کہ کوئی گھر اور کوئی فرد اس کے اثرات سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اس میں بڑا کردار یہودی ملٹی نیشنل کمپنیوں نے ادا کیا جنہوں نے کھانے پینے کی اشیاء میں ایسے کیمیائی اجزاء شامل کئے جس سے خاندانی منصوبہ بندی کے نتائج حاصل کرنے میں آسانی ہو مثلاً آیوڈین ملا نمک، بناسپتی گھی اور بچوں کے ڈبے بند دودھ سے لیکر پیپسی اور دیگر مشروبات کے علاوہ تقریباً چھ ہزار کیمیکل کھانے پینے کی چیزوں میں استعمال ہو رہے ہیں۔ پولیو کے قطرات کے ذریعہ بھی یہ ادارے یہی مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ پولیو مہم کے بارے میں اگر غور سے سوچا جائے کہ ایک ایسی بیماری ایڈز کی جو پاکستان میں نہ ہونے کے برابر ہے یہودی لابی ادارے اس پر اربوں ڈالر خرچ کر رہے ہیں کیسی ہمدردی ہے؟ جو نہیں پلاتا اس کو پلانے کیلئے پولیس کا سہارا لیا جاتا ہے۔

معزز سامعین! کبھی این جی اوز آزادی نسواں کا اور حقوق نسواں کا نعرہ لگاتی ہے تاکہ مسلمان عورتوں کو بے راہ روی اور بے پردگی کے دلدل میں دھکیلا جائے اور انہیں یہ باور کرانے کی کوشش کرتی ہے کہ اگر گھروں سے باہر نہ نکلیں تو معاشرے میں ترقی نہیں ہوسکتی

ہوس کے پجاری مردوں نے ہر دور میں عورت ذات کا استحصال کیا ہے جیسے جیسے خواتین ان کے نعروں منصوبوں اور سازشوں پر عمل پیرا ہونگی اتنی ہی تکالیف و پریشانی ان کو اٹھانی پڑے گی اور اس میں ہمارے حکمران بھی ان کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں کیا وہ بھول گئے "اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ. الْاٰیة" اسلام عورت کو گھر کی ملکہ بنانا چاہتا ہے بازار کی پری نہیں اکبر نے خوب کہا۔

تعلیم لڑکیوں کی ضروری تو ہے مگر
خاتون خانہ ہوں وہ سبھا کی پری نہ ہو

یہ این جی اوز کبھی بچوں کے حقوق کا نعرہ لگاتی ہے اور والدین سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ بچوں کو کسی خاص دین کی تعلیم کی تلقین نہ کریں، دین و اخلاق اور ضمیر کے معاملے میں پوری آزادی دیں اور ان کو سوچنے کی مکمل آزادی ہو جو مذہب چاہیں اختیار کریں، اگر وہ عریاں اور فحش رسالے اور جنسی معاملات سے متعلق مضامین اور تصاویر خریدنا یا رکھنا چاہیں تو یہ ان کے بنیادی حقوق ہیں۔ والدین کو مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ ہماری بعض مائیں انہی کے دھوکے میں آئے ہوئے اور اب اپنے بچوں کی نافرمانی کے شکوے و شکایات کرتی پھرتی ہیں لیکن۔

طفل میں کیا آئے خون ماں باپ کے اطوار کی
دودھ تو ڈبے کا ہے تعلیم دے سرکار کی

مسلمانوں! اگر اسلامی معاشرے کو اور اپنی شخصیت کو برقرار رکھنا چاہتے ہو تو این جی اوز اور یہودی لابی اداروں کے دھوکے اور ترقی کے خواب سے بیدار ہو جاؤ اسلئے کہ۔

جس قدر تسخیر خورشید و قمر ہوتی گئی
زندگی تاریک سے تاریک تر ہوتی گئی
کائنات ماہ و انجم دیکھنے کے شوق میں
اپنی دنیا سے یہ دنیا بے خبر ہوتی گئی

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

مسلمانوں کی قائدانہ صلاحیتیں

الحمدللہ رب العالمین ،والصلوٰۃ والسلام علی اشرف المرسلین محمد وعلی اٰلہ وصحبہ اجمعین. امابعدافقدقال اللہ تبارک وتعالیٰ فی القرآن المجید والفرقان الحمید. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ صوَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا ط یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْـئًا ءوَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ" صدق اللہ العظیم

سنی نہ مصر و فلسطیں میں وہ اذاں میں نے
دیا تھا جس نے پہاڑوں کو رعشۂ سیماب
وہ سجدہ روئے زمین جس سے کانپ جاتی تھی
اس کو آج ترستے ہیں منبر و محراب
نظارہ دیرینہ زمانے کو دکھا دے
اے مصطفوی خاک میں اس بت کو ملادے

واجب الاحترام، اساتذہ کرام اور میرے بزم شامزئی کے ہمنشین ساتھیو!

چودہ سو سال پہلے جب دنیا ظلم کی گھٹاٹوپ اندھیروں میں گھری ہوئی تھی اور ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی عین اسی وقت مسلمان میدان میں آئے، دنیا کی رہنمائی کی باگ اپنے ہاتھوں میں لی اور ان بیمار قوموں کی رہنمائی کے لئے اس مذہب کو معزول کیا جس پر وہ راضی ہوگئیں تھیں اور جس کو صحیح طور پر انہوں نے کبھی استعمال نہیں کیا مسلمانوں نے دنیا کے انسانوں کو ساتھ لیکر متوازن اور صحیح رفتار میں درست منزل کی طرف بڑھنا شروع کیا، ان میں وہ

تمام صفات جمع تھیں جو ان کو قوموں کی رہنمائی کے منصب جلیل کا اہل ثابت کرتی تھیں، وہ صفات ان کی نگرانی میں قوموں کی فلاح و سعادت کی ضمانت کرتی تھیں یہ اصول صفات کیا تھیں آیئے! ان کا مختصر سا جائزہ لیتے ہیں۔

ان کی پہلی قائدانہ صلاحیت یہ تھی کہ ان کے پاس آسمانی کتاب اور شریعت الٰہی تھی اس لئے ان کو قیاس اور اپنی طرف سے قانون سازی کی ضرورت نہیں رہی تھی اور اس طرح وہ جہالت اور ناواقفیت روز روز کے قانونی ردو بدل اور ترمیم کی ہولناک غلطیوں سے محفوظ تھے بلکہ ان کے پاس کتاب اللہ کی روشنی تھی جس کے سہارے وہ چلتے تھے اور جس سے زندگی کی عام راہیں اور اس کا ہر ہر موڑ ان کیلئے روشن تھا، ان کا ہر قدم روشنی میں پڑتا اور منزل مقصود ان کو صاف نظر آتی تھی اور اسی قانون الٰہی کی برکت سے وہ لوگوں کے درمیان عدل و انصاف پرمبنی فیصلے کیا کرتے تھے جن کی نظیر ملنا اقوام عالم کی تاریخ میں مشکل نظر آتا ہے۔

مسلمانوں کی دوسری قائدانہ خصوصیت یہ تھی کہ وہ حکومت وقیادت کے منصب پر مستحکم اخلاقی تربیت اور مکمل تہذیب نفس کے بعد فائز ہوئے تھے، انہوں نے دنیا کے تمام حکمران اقوام کی طرح اپنے اخلاقی عیوب اور نقائص کے ساتھ پستی سے بلندی کی طرف جست نہیں لگائی تھی بلکہ ایک طویل عرصہ وحی الٰہی ان کی تربیت کرتی رہی جہاں پر ان کے استاذ معلم انسانیت ﷺ امتحان ان کا بدر واحد اور حنین و خیبر تھے۔

امتحان لینے والے رب العزت ''جل جلالہ'' تھے اور ان کی سند ''رضی اللہ عنہ ورضو عنہ'' تھی۔ اس عظیم سفر کے حصول کے بعد ہی دنیا کی قیادت انہوں نے اپنے ہاتھ میں لی اس تربیت نے ان کو زہد و ورع کی زندگی کا عادی بنایا، عفت و امانت، ایثار و قربانی اور خوف خدا کا ان کو خوگر کیا اور حکومت اور مناصب کی حرص و طمع کو انکے دل سے بالکل نکال دیا چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''ہم کوئی عہدہ ایسے شخص کے سپرد نہیں کریں گے جس نے اس کی فرمائش کی یا جس کو اس کی خواہش ہوئی۔''

یہی وجہ تھی کہ حکومت ان کے لئے وبال جان تھی اور اگر کسی کو اس میں مبتلا کردیا جاتا تو وہ اس کو مقدس امانت سمجھتا تھا شاعر نے اس کی تصویر کشی یوں کی!

نرم دل گفتگو ، گرم دل جستجو
رزم ہو یا بزم، پاک دل و پاکباز

اسلامی قیادت کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ مسلمان قائدین کسی خاص قوم کے خدمت گزار اور کسی مخصوص وطن کے نمائندے نہ تھے اور نہ وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ تنہا ان کی قوم حکمران اور باقی سب محکوم بننے کیلئے ہیں اور نہ وہ بندگان خدا کو قیصر و کسریٰ کی غلامی سے نکال کر عربوں کی غلامی میں لانا چاہتے تھے بلکہ ربعی بن عامر شاہ ایران کے بھرے دربار میں یوں اعلان کرتے ہیں کہ "اللہ نے ہم کو اس لئے بھیجا ہے کہ لوگوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر ایک اللہ کی بندگی کی طرف، دنیا کی تنگی سے رہائی دے کر اس کی وسعت کی طرف اور مذاہب کے ظلم وستم سے نجات دے کر اسلام کے عدل وانصاف میں لائیں"۔ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے:

بتان رنگ و خون کو چھوڑ کر ملت میں گم ہوجا
نہ ایرانی رہے باقی نہ تورانی نہ افغانی

اسلامی قیادت کی چوتھی بڑی خاصیت یہ تھی کہ ان قائدین نے دین، علم اور تہذیب کی ترویج میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا بلکہ وہ تو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے جن کا فیض سب کیلئے عام تھا اور سارے عالم کو سیراب کرتا گیا چنانچہ شاعر نے اس کو یوں بیان کیا:

رہے اس سے محروم ، آبی نہ خاکی
ہری ہوگئی ساری کھیتی خدا کی

ان کے محاسن کے معترف صرف اہل اسلام ہی نہیں بلکہ پوری دنیا ان کی ثناء خواں ہے چنانچہ ایک رومی سردار نے ان کے کردار کا نقشہ یوں کھینچا" وہ دن کو شہسوار ہوتے ہیں، رات کو عبادت گزار، اپنے مفتوحہ علاقے میں بھی قیمت دے کر کھاتے ہیں، سلام کر کے

داخل ہوتے ہیں اور ایسا جم کے لڑتے ہیں کہ دشمنوں کا خاتمہ ہی کر دیتے ہیں''۔

میرے غیور ساتھیو! آج ایک دفعہ پھر عالمِ انسانی عالم اسلام کی طرف نجات دہندہ کی حیثیت سے دیکھ رہا ہے عرصۂ دراز سے مظلوم انسانیت اور برباد شدہ دنیا اقبال کے الفاظ میں مسلمانوں سے فریاد کر رہی ہے اس کو اب بھی یقین ہے کہ جن مخصوص ہاتھوں نے کعبہ کی تعمیر کی تھی وہی دنیا کی تعمیر نو کا فرض انجام دے سکتے ہیں۔

ناموس ازل را تو امین
دارے جہاں را تو یساری تو یمینی
اے بندہ خاکی تو زمانی تو زمینی
صہبائے یقین درکش و از دیر گمان خیز
از خواب گراں، خواب گراں، خواب گراں، خیز

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

مسلمانوں کا عروج وزوال

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ تُجْلِبُ النِّعَمُ بِطَاعَتِهٖ وَالنِّقَمُ بِمَعْصِیَتِهٖ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الْاَتَمَّانِ الْاَكْمَلَانِ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ! اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ" وقال النبی ﷺ اَلْاِسْلَامُ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی. صدق الله مولنا العظیم.

رہبرانِ سیاست سے پوچھے کوئی
شہر قائد سے کیوں روشنی چھین لی
جرم کیا تھا میرے لدھیانوی
شامزئی، مختار اور جلالپوری کا بھلا
کیوں مسیحاؤں نے زندگی چھین لی
کون ہے جس نے غم کا یہ تحفہ دیا
کس نے بہنوں سے ان کی خوشی چھین لی
ایک مجبورو بے بس کرے بھی تو کیا
راہزنوں نے جو شے تھی چھین لی

میرے واجب الاحترام، قابل صد احترام، معزز و مکرم علمائے کرام و اساتذہ عظام اور میرے بزمِ شامزئی کے ہم مشن، ہمسفر، ہم مکتب، ساتھیو، دوستو، نوجوانو!

وقت کی قلت، علماء، طلباء، ادباء کی سماعت مجھے اس بات کی اجازت نہیں دے رہی ہے کہ میں اپنی گفتگو کو طول دوں۔ میں بغیر کسی تمہیدِ طولانی کے جس عنوان کے تحت لب کشائی کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں وہ عنوان ہے: ''مسلمانوں کا عروج وزوال''۔

سامعینِ ذی قدر! مسلمانوں کے عروج وزوال کی داستان اس کے اوصاف کی آمیزش

میں موجود ہے اس لئے کہ انسان ازلی نہیں تاہم ابدی ضرور ہے اگر چہ اس کا جسم خاکی وسفلی ہے لیکن اس کی روح کی حقیقت بلاشبہ علوی اور ربانی ہے اور یہی انسان جب مجاہدہ وریاضت کی بدولت پاک صاف ہوکر حضور الٰہی اور قرب خداوندی کا سزاوار قرار پاتا ہے تب قعرِ مذلت اور تحت الثریٰ سے نکل کر اوجِ ثریا اور بلند ترین مقام تک رسائی حاصل کر لیتا ہے پھر ہر بلندی اور پستی اس کیلئے یکساں ہو جاتی ہے اور اسی کے تصرف میں آجاتی ہے۔

سامعین ذی قدر! ذرا چودہ سو برس پہلے کی دنیا پر نظر ڈالئے اور تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھئے'' کہ کیا انسانیت بھی کبھی جیتی اور جاگتی تھی''؟ کیا اس کا دل دھڑکتا ہوا اور اس کی نبض چلتی ہوئی معلوم ہوتی تھی، انسانیت کے جنگل میں شیر اور چیتے، خنزیر اور بھیڑیئے، بکریوں اور بھیڑوں کو کھائے جارہے تھے؟ زندگی کے سمندر میں بڑی بڑی مچھلیاں چھوٹی مچھلیوں کو کھائے جارہی تھیں۔ یہ رذالت شرافت پر، بدی نیکی پر، خواہشات عقل پر، پیٹ کے تقاضے روح کے تقاضوں پر غالب آچکے تھے الغرض پوری دنیا نیلام کی ایک منڈی بن چکی تھی اور گردش دوراں یوں کہہ رہی تھی۔

کس کی جانب اٹھتی ہے چشمِ آرزو
بے بسی کی التجاؤں کا خدا کوئی تو ہے

دفعتاً ایک طاقت نمودار ہوئی تاریخ گواہ ہے انسانی زندگی کی جڑیں کبھی اس زور سے نہیں ہلائی گئیں جیسے اس پیغام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اعلان سے ہلائی گئیں اور دنیا کے بلید ذہن پر کبھی ایسی چوٹ نہیں پڑی تھی جیسے ان لفظوں سے پڑی وہ غصہ سے تلملا گیا اور اس نے جھنجھلا کر کہا:

"اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰـهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ"

پھر کیا تھا ہر سمت ہر طرف مخالفتوں کے طوفان نہ بہہ پڑے اپنے بیگانہ ہو گئے، دوست دشمن بن گئے، محسن اسلام ﷺ نے جب اسلام کا علم بلند کیا تو مکہ کی سرزمین مسلمانوں کیلئے تنگ

کردی گئی یہاں تک کہ ایک موقع پر مشرکین مکہ جن میں عتبہ، شیبہ، پسران ربیعہ، ابوالبختری، عاص بن ہشام، اسود بن مطلب، ولید بن مغیرہ یہ سارے جمع ہوکر ابوطالب سے کہنے لگے کہ اے ابوطالب! تیرا بھتیجا نئے دین کی باتیں کرتا ہے اور لوگوں کو نئی نئی باتیں سناتا ہے اسے روک دے اگر نہیں روکے گا تو ہم اس کے ساتھ تجھے بھی تباہی کے گھاٹ اتار دیں گے۔ ابوطالب وقت کی نزاکت سے گھبرا گیا اور گھر آکر بھتیجے کو قریب بلایا اور کہنے لگا کہ بھتیجے! میری داڑھی سفید ہو چکی ہے اور میرے بازو ناتواں ہو چکے ہیں اور مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ میں تیری طرف سے ان کا دفاع کرسکوں۔ تو جس بات کا اعلان کرتا ہے اس سے باز آجا۔ ابوطالب کا یہ اعلان سن کر میرے نبی کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے اور آبدیدہ ہوکر یوں کہنے لگے (شاید میرے نبی اس لئے روئے ہونگے کہ جب میں دنیا میں آیا تھا تو میرے باپ عبداللہ کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا ابھی کچھ عرصہ ہی گزرا تھا کہ میری ماں کا سایہ بھی سر سے اٹھ چلا آج ابوطاب میرے سر پر شفقت کا سایہ کئے ہوئے تھا لیکن آج یہ بھی دستبرداری کا اعلان کرنا چاہتا ہے لیکن پیغمبر تو عزم واستقلال کا پہاڑ ہوا کرتا ہے بہا نگ دہل یہ اعلان سنا دیا) کہ عم محترم یہ لوگ اگر ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند رکھ دیں تو پھر بھی میں اپنے پیغام سے نہیں ہٹ سکتا یہاں تک دین دنیا میں غالب ہوجائے یا اس کیلئے میں اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردوں۔ ابوطالب یہ اعلان سن کر دم بخود رہ گیا اور بے ساختہ کہنے لگا کہ

وَلَمَّا رَأَيْتُ الْقَوْمَ لَا وُدَّ فِيهِمُ
وَقَدْ قَطَعُوْ كُلَّ الْعُرىٰ وَالْوَسَائِلِ
وَاَحْضَرْتُ عِنْدَ الْبَيْتِ رَهْطِىْ وَاِخْوَتِىْ
وَاَمْسَكْتُ مَنْ اَتُوْبِهِ بِالْوَسَائِلِ
كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللهِ نَتْرُكُ مَكَّةَ
وَنَظْعَنُ اَلَا اَمْرُكُمْ فِىْ بَلَابِلِ

وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثُمَالُ الْيَتَامٰى وَعِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ
يَلُوْذُبِهِ الْهَلَاكُ مِنْ اٰلِ هَاشِمٍ
فَهُمْ عِنْدَهٗ فِيْ رَحْمَةٍ وَّفَوَاضِلِ

سامعین ذی قدر! ذرا سوچئے تو سہی! ابوطالب کے ان اشعاروں سے مخالفتوں کے طوفان میں میرے نبی کو کتنا حوصلہ ملا ہوگا ابوطالب کے اس اعلان کے بعد پورا مکہ مسلمانوں کو ظلم وستم کی چکی میں پیسنے لگا تاریخ نے وہ دن بھی دکھائے کہ احد کا میدان ہے مسلمانوں کی لاشیں بکھری ہوئی ہیں اور کفار مسلمانوں کو ڈراتے دھمکانے لگے کہ:

"اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ"

آج مسلمانوں کا زوال آچکا ہے پھر رب کا قرآن تسلی دیتے ہوئے کہتا ہے "وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ" کہ وہ خدا جس نے تمہیں زوال کی پستیوں سے اٹھا کر بام عروج عطا کیا وہی خدا تمہیں پوری دنیا پر غالب کر کے رہے گا مسلمانوں کے پاس تمام مصائب وشدائد کا ایک ہی جواب تھا کہ:

"وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ"

شاعر نے کیا خوب کہا۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

سامعین ذی قدر! مسلمانوں کے عروج کا یہ عالم تھا کہ جنگل میں سر کے نیچے اینٹ رکھ کر سو جانے والے امیر المؤمنین کے نام سے قیصر وکسریٰ کے محلات میں زلزلہ برپا ہو جایا کرتا تھا کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے!

قباؤں میں پیوند پٹیوں پہ پتھر
قدم کے تلے تاج کسریٰ و قیصر

لیکن مسلمانوں نے جب اسلام کی تعلیمات کو پس پشت ڈالدیا تو پھر ان کی چاردرانگ عالم میں پھیلی ہوئی سلطنت خود بخود سمٹنا شروع ہوگئی۔ پھر نہ اندلس کے قصرحمراء وزہراء ان کو بچا سکے، نہ مصروقاہرہ کی قوت ان کے کچھ کام آسکیں، ان کی عزت ذلت میں بدل گئی اور عروج کی بلندیوں سے زوال کی پستیوں میں جا گرے۔

"وَمَا ظَلَمَهُمُ اللهُ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ"

یہ مسلمان قوموں نے خود اپنے اوپر ظلم کئے اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا۔

اب بھی موقع ہے کہ مسلمانوں کا ماضی شاندار ہے اور ماضی میں محمد بن قاسم جیسے سپہ سالار، فاتح بیت القدس "سلطان صلاح الدین ایوبی" جیسے فاتح اعظم موجود ہیں لیکن جو قوم اپنے ماضی کو فراموش کر دیتی ہے تو اس کا مستقبل تاریک ہوجایا کرتا ہے، مسلمانوں نے ہمیشہ اسلام کا علم بلند کیا اور ہر باطل قوت کو پاش پاش کیا جب تک مسلمان غالب تھے اور اعلاء کلمۃ اللہ اور اسلام کی سربلندی کیلئے میدان کارزار میں کود پڑتے تھے اور یوں کہتے تھے:

فَلَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰی اَیِّ شِقٍّ كَانَ فِی اللّٰهِ مَصْرَعِی

یعنی کہ

وہ وقت کہ میری موت تیرے کوچے میں آجائے
یہی تو زندگی کا آخری ارمان ہے ساقی

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

انسانیت کا قاتل

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ. اما بعد!
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّیَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ" صدق اللّٰہ العظیم

محترم اساتذہ کرام اور بزم شامزئی شہیدؒ کے غیور نوجوانو!

آج میں آپ حضرات کے سامنے جس موضوع وعنوان پر اپنے خیالات کا اظہار کرنے لگا ہوں وہ ہے" انسانیت کا قاتل" میں اس موضوع کے تحت نوع انسان کے ایک ایسے قاتل کے چہرے سے نقاب اٹھانا چاہتا ہوں جس سے بڑا انسانی قاتل تاریخ عالم میں آج تک کوئی نہیں آیا مگر اس نے باوجود دنیا میں امن، حقوق انسانی، جمہوریت، تہذیب اور رواداری کا سب سے بڑا علمدار سمجھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے اور سیاہ کو سفید کہنے سے بچائے۔

سامعین محترم! یقیناً آپ موضوع کے حوالے سے میرے اشارات سمجھ گئے ہوں گے کہ روئے سخن کس بدمعاش کی طرف ہے کیونکہ بدیہیات کیلئے دلائل نہیں ڈھونڈے جاتے روز روشن میں آفتاب ہوا کرتا ہے یہ بتانے کی کسی کو ضرورت نہیں ہوتی کہ سورج نکل آیا ہے یا نہیں؟ کنایۃ اگر صراحت سے ادائیگی مفہوم میں زیادہ بلیغ ہوتے ہیں تو کند ذہن ہوگا جو امن کے نام پر دنیا کا چین وسکون غارت کرنے والے، حقوق انسانی کی بات کرتے ہوئے انسانیت کے خلاف سب سے بڑے جرائم کا ریکارڈ رکھنے والے، جمہوریت کے نام پر بدترین آمریت کا مظاہرہ کرنے والے، تہذیب کے نام پر وحشت ودرندگی کو فروغ دینے والے، رواداری کا دعویٰ رکھ کر انتہاء درجے کی تنگ دلی پر کاربند رہنے والے اور دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر لاکھوں بے گناہ انسانوں کا شکار کرنے والے مجرم کو نہ پہچان سکے ان بلیغ اور ابلغ کنایوں سے حقیقت ظاہر وباہر ہو کر آپ کے سامنے آگئی ہوگی کہ یہ ٹریک ریکارڈ، ریاست ہائے امریکا، کے علاوہ کسی اور کا نہیں ہوسکتا جس کے ہاتھ میں آج دنیا کی زمام قیادت ہے،

جو دنیا کا واحد مادی سپر پاور ہے، آیئے! تاریخ میں درج اس کے جرائم کے سیاہ باب کے مطابق اس دعوے کی تصدیق حاصل کریں کہ تاریخِ عالم میں امریکا سے بڑھ کر انسانیت کا قاتل کوئی قوم یا ملک نہیں آیا۔

سامعین محترم! مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ آج دنیا جو امریکا کے سامنے سرنگوں ہے اس کی اول وآخر وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ اس نے پونے صدی ۔کے عرصے میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی مہارت کو بروئے کار لا کر نسلِ انسانی کی تباہی کا جو سامان تیار کیا ہے اسے پوری قوت سے نہتوں کے خلاف استعمال کر کے وہ دنیا پر اپنی دھاک بٹھا چکا ہے اور اب اس کی قوتِ قاہرہ کے سامنے کسی کو سر اٹھانے کی جرأت نہیں۔ چنانچہ اسی مجبوری کے تحت ساری دنیا اس کے سامنے سرنگوں ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ عالمی قیادت کیلئے جس اخلاقی بلندی ،وسعت ظرفی اور بہتر انسانی رویے کی ضرورت ہے نہ صرف یہ کہ امریکہ اس کے عشرِ عشیر کو نہیں پہنچتا بلکہ اس حوالے سے اس قدر پستی اور گراوٹ کا شکار ہے کہ اسے کسی طرح بھی اس منصب کے قابل نہیں سمجھا جا سکتا۔ غور کرنے کی بات ہے کہ چنگیز خان کی گردن پر 34 ملین، ہلاکو خان کی گردن پر 4 ملین، تیمور لنگ کی گردن پر 14 ملین اور جرمنی کے نازی لیڈر ایڈولف ہٹلر کی گردن پر 21 ملین انسانوں کا خون بتایا جاتا ہے۔ ان سب کی مجموعی تعداد 73 ملین ہے لیکن ذرا دل تھام لیجئے اور اپنے کانوں کو یہ سننے کیلئے تیار کیجئے کہ امریکا ۱۷۷۶ء میں اپنے اعلان آزادی سے لیکر ۲۰۰۷ء تک 73 ملین کے مقابلے میں 173 ملین انسانوں کا خون بہا چکا ہے، ایک ملین دس لاکھ کا ہوتا ہے اس حساب سے آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ امریکا کروڑہا انسانوں کا قاتل ہے۔

سامعین محترم! آج امریکی فوجیں ہماری سرحدوں پر کھڑی ہیں اور اس کے ڈرون طیاروں نے ہماری سلامتی اور خودمختاری کو تہس نہس کر کے رکھ دیا ہے۔ امریکا افغانستان میں کھڑا ہو کر ہم پر یہ الزام لگاتا ہے کہ پاکستان کے قبائلی علاقوں سے دراندازی ہو رہی ہے۔ اس پر مجھے وہ لطیفہ یاد آ رہا ہے کہ ایک بھیڑیا ندی میں کھڑا تھا اتنے میں بکری کا بچہ آ کر اس سے ذرا فاصلے پر ندی کے بہاؤ پر آ کھڑا ہوا۔ بھیڑیئے نے سوچا اس پر کس بہانے سے حملہ کروں آخر اس سے

کہنے لگا تو میرا پانی گدلا کر رہا ہے بکری کا بچہ بولا حضور پانی تو آپ کی طرف سے بہہ رہا ہے میں اسے کیسے گدلا کر سکتا ہوں۔ جی ہاں! ایسے ہی امریکا سات سمندر پار سے آکر افغانستان پر قابض ہے اور اب پاکستان کو بھی ہتھیانے کیلئے اس قسم کے بہانے تراش کر رہا ہے تاریخ شاہد ہے کہ امریکا سے بڑی درانداز تاریخ عالم میں کوئی طاقت نہیں آئی۔ اس نے ۱۷۷۶ء سے ۲۰۰۵ء تک ۲۲۰ مرتبہ دنیا کے مختلف آزاد ممالک اور اقوام پر جارحیت کی ہے صرف دوسری جنگ عظیم سے اب تک ۲۳ ممالک کی سرحدوں کو روند چکا ہے۔

یہ سارے حقائق، شواہد و واقعات اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ تاریخ عالم میں امریکا سے بڑھ کر انسانیت کا قاتل کوئی نہیں آیا، میں جاتے جاتے امریکا کے مجرمانہ نفسیات سے بھی پردہ اٹھانا چاہتا ہوں دراصل یہ وہ قوم ہے کہ ظلم و جور جس کا آبائی پیشہ ہے، اس قوم کے آباؤ اجداد نے اپنے دور میں اللہ کی سب سے معصوم مخلوق انبیاء کرام علیہم السلام کو نہیں بخشا روایات شاہد ہیں کہ انہوں نے ایک ایک دن میں ستر ستر انبیاء کا پاکیزہ لہو بہایا۔ اللہ کی کتاب یہ شہادت آج بھی اپنے سینے میں لئے ہوئے ہیں:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّیَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ"

اور پھر آج جب بات امریکا کی آتی ہے تو ذرا اس کی تاریخ بھی آپ کو بتاتا چلوں کہ ۱۴۹۰ء کے عشرے میں جب "کرسٹوفر کولمبس" نے امریکا دریافت کیا تو اس نئی دنیا کو بسانے کیلئے اسپین، برطانیہ اور فرانس سمیت پورے یورپ سے جیلوں میں قید مجرموں کو وہاں لے جایا گیا۔ ان مجرموں نے وہاں پہنچ کر وہاں کے اصل سیاہ فام ریڈ انڈینز (indians read) باشندوں کا قتل عام کر کے امریکا کی بنیاد رکھی۔ مجھے بتایا جائے جس ملک کی بنیاد انسانی خون پر رکھی گئی اور جس قوم کے آباؤ اجداد پیشہ ور مجرم ہوں۔ وہ ملک اور قوم انسانیت کا قاتل نہ کہلائے تو کیا انہیں انسانیت کا محسن کہا جائے؟ کم از کم میں تو امام الہند ابوالکلام آزاد کے بقول سیاہ کو سفید ماننے سے انکار کرتا ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

انقلاب اوراس کے تقاضے

اَلحَمدُلِلّٰهِ وَحدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَن لَّانَبِیَّ بَعدَهٗ ...... اَمَّابَعدُ: فَاَعُوذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ،بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ،قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی القُرْاٰنِ المَجِیدِ:"هُوَالَّذِی اَرسَلَ رَسُولَهٗ بِالهُدٰی وَدِینِ الحَقِّ لِیُظهِرَهٗ عَلَی الدِّینِ کُلِّهٖ" وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیهِ وَسَلَّمَ:"صِنفَانِ مِنَ النَّاسِ اِذَاصَلَحَاصَلَحَ النَّاسُ وَاِذَافَسَدَافَسَدَالنَّاسُ العُلَمَاءُ وَالاُمَرَاءُ" صَدَقَ اللّٰهُ العَظِیمُ وَصَدَقَ رَسُولُهُ النَّبِیُّ الکَرِیمُ.

کون پھر غم خوار ہوگا حضرت انسان کا
کوئی بھی قانون جب نافذ نہ ہو قرآن کا
دل دریدہ ہر مکیں ہے قصرِ عالیشان کا
کیا یہی مقصود تھا آزادیٔ پاکستان کا

جناب صدر مجلس معزز علماء کرام، طلباء عظام، مہمانان گرامی! آج کی اس پروقار محفل میں بندہ جس موضوع پر لب کشائی کرنے لگا ہے، وہ ہے "انقلاب اوراس کے تقاضے" رب کائنات کی بارگاہِ صمدیت میں التجا ہے کہ سدا حق کی صدا لبوں پر جاری فرمائے۔

عزیزان گرامی! اِنْقَلَبَ یَنْقَلِبُ اِنْقِلَاباً کا معنی لغت میں تغیر وتبدل اور تبدیلی کے آتے ہیں اور اصطلاح میں حکومت کی اس تبدیلی کو جو عوام کی طاقت کے ذریعے لائی گئی

ہو، انقلاب کہتے ہیں: اللہ رب کائنات نے بنی نوع انسان کے لئے سورج اور چاند کی طرح روشنیاں بکھیرے ہوئے نبیوں کا سلسلہ عظیم جاری کیا، انبیاء علیہم السلام نے اللہ کی جانب سے دی گئی ہدایت کی طرف لوگوں کی رہنمائی کی، انبیاء کرام علیہم السلام معاشرے میں انقلاب کیلئے آیا کرتے تھے اور دین نام ہی انقلابی لائحہ عمل کا ہے اور جو کافرانہ نظام کو ختم کر کے اس کی جگہ لے لیں، اس نظام کو انقلابی نظام کہا جاتا ہے، لیکن ایک کافرانہ نظام کو ختم کر کے اگر اسلامی نظام نافذ کرنا ہو تو اس صورت میں انفرادی جد و جہد کبھی کام نہیں آتی؛ بلکہ اس کے لئے اجتماعی تصور کی ضرورت ہے، لہٰذا نظام کی تبدیلی کے لئے جماعت سازی ضروری ہے۔

اس دور میں ہر شخص موجودہ نظام سے نالاں اور تبدیلی کا خواہاں ہے، مگر صرف ایسی تنظیم اور ایسے نظریے کی کمی ہے جو لوگوں کے دلوں میں سمو سکے اور ایسی تنظیم کی کمی ہے جو انقلاب کی قیادت سنبھال سکے اور موجودہ حالات سے فائدہ اٹھا کر انقلاب کا رخ متعین کر سکے۔ اور پھر جس دین کے حاملین کے پاس قرآن جیسی انقلابی کتاب موجود ہو، وہ کس طرح ایک غلط اور فرسودہ نظام کو قبول کر سکتے ہیں؟ یہ بات ناممکنات میں سے ہے کہ اس کتاب انقلاب پر عمل کرنے والا انقلابی نہ ہو، حامل قرآن کو قرآن کی انقلابی تعلیم چین سے نہیں بیٹھنے دیتی، بلکہ اس کا مطمح نظر پورے نظام زندگی کو بدلنا ہوتا ہے:

نہ مال و زر اکٹھا کر نہ عز و شان پیدا کر
اگر کچھ کرنا ہے تجھ کو تو قوی ایمان پیدا کر
تماشا دیکھ لے پھر نار کے گلزار ہونے کا
ذرا دل میں خلیل اللہ سا ایمان پیدا کر

عزیزانِ گرامی! دنیا میں انقلاب ایک مسلسل عمل ہے، لہٰذا بے سمت جد و جہد

کبھی بارآور نہیں ہوتی، چاہے وہ جدوجہد کتنی بھی منظم اور مضبوط ہو، لہٰذا جدوجہد سے پہلے جس امر کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ منزل کا صحیح اور واضح تصور سامنے ہو، انقلاب فرانس ہو، انقلاب روس ہو یا چین کا کمیونسٹ انقلاب اپنے اپنے دائرہ کار میں ظلم وناانصافی کے علمبردار بن کر اٹھے۔

اس کے برعکس سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انقلابی تعلیم اسلامی انقلاب کے بارے میں فرمائی ہے، وہ انسان کے فطری تقاضوں کے عین مطابق ہے، یہی وجہ ہے کہ آج تک ان کے نظام سے رہنمائی حاصل کی جارہی ہے۔

سرور کائنات ﷺ کی ساری جدوجہد کا مقصد ومحور واضح تھا، جبکہ مشرکین کے سامنے کوئی واضح منزل نہ تھی اور نہ ہی کسی نظام کا تصور تھا، بلکہ کچھ خاندانی عداوت کی بناء پر کچھ حسد اور بغض کی وجہ سے اور کچھ اپنی سرداری اور برتری جتانے کے لئے ان کے مخالف تھے، جبکہ سرور عالم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پیش نظر اعلیٰ ترین مقاصد تھے جو رب کی طرف سے انہیں تفویض ہوئے تھے۔

حضور ﷺ کی بعثت کے مقاصد کو قرآن نے یوں بیان فرمایا: ”هُوَ الَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ“ رب کائنات کے ہاں سرورِ دوعالم ﷺ کی بعثت کا مقصد اسلامی انقلاب یعنی تمام نظامہائے انسانی پر دین حق کا غلبہ تھا، اس لئے کہ جس نبی کو اس عظیم مقصد کے لئے بھیجا تھا اس کا بچپن معصوم، شباب بے داغ، حرا کی عبادت، صفا کی دعوت، مکہ میں آزمائش اور بدر کا معرکہ انقلاب کی پیش بندی تھی، کیونکہ جس پھول کو چمن کی زینت بننا ہوتا ہے، اس کی حفاظت، نکھار، حنابندی، سیرابی وشادابی، رنگوں کی بہار، خوشبوؤں کی دلکشی کا اہتمام قدرت خود کرتی ہے، الغرض اگر

آپ ایک انقلابی کارکن بننا چاہتے ہیں تو اپنی منزل کا تعین کر کے پر امن اور غیرت مند طلباء کے عظیم کاروان جمعیت طلباء اسلام کا یہ اعلان کرتے ہوئے ہمسفر بنئے:

قدم بڑھاؤ ساتھیو! نظامِ حق کی راہ میں
ہزار نصرتیں نہاں تمہاری اِک نگاہ میں

عزیزان گرامی! منزل متعین کرنے کے لئے انقلاب کا ایک اور تقاضا تنظیم ہے، تنظیم ہی وہ مؤثر ہتھیار ہے جس کے ذریعے منزل تک رسائی ہو سکتی ہے، تنظیم کے علاوہ انقلاب کا نعرہ یا انقلاب کا خواب دیوانگی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تنظیم ایک پوری گورنمنٹ ہوتی ہے، لہٰذا وہ اسے خلافت باطنہ سے یاد کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنی مکی زندگی میں تنظیم پیدا کی اور تنظیم کے کارکنان یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ان اوصاف اور کمالات کو پختہ کیا، جو انقلاب کے لئے ضروری تھے اور جب انہی اصولوں پر ایک مثالی تنظیم وجود میں آ گئی جو اپنی جان و مال، رشتہ داریاں اور وطن سب کچھ قربان کر سکتی تھی اور اس میں اعلیٰ درجہ کا نظم و ضبط پیدا ہو گیا تو یہی تنظیم مدینہ پہنچ کر نہ صرف انقلاب کی داعی بنی، بلکہ انقلاب ان کی تنظیمی صلاحیتوں کی ہی بدولت آیا:

میرا قائد ہے وہ کہ زندگی پیغام تھا جس کا
صداقت ذات تھی جس کی امانت نام تھا جس کا
وہ جس نے رفتہ رفتہ قوم کو منزل عطا کر دی
کلی آغاز تھا جس کا چمن انجام تھا جس کا

وَمَاعَلَيْنَاإِلَّاالْبَلَاغُ

شریعت مطہرہ کی خصوصیات اور امتیازات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ...... اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: "اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ". وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ الْاِسْلَامَ یَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَہٗ". صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

قابل صد تکریم معزز و مکرم اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج کے اس عظیم الشان تقابلی سلسلۂ تقاریر میں بندہ جس موضوع و عنوان پر اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتا ہے، وہ ہے "شریعت مطہرہ کی خصوصیات اور امتیازات" اللہ تبارک وتعالیٰ حق سچ کی گفتگو کے بزم آرائی کی توفیق بخشے۔

عزیزان گرامی! اللہ تبارک وتعالیٰ کے جملہ انعامات واحسانات میں سے سب سے بڑی عنایت شریعت محمدیہ ﷺ کا عطاء کرنا ہے، میں اس مختصر وقت میں نہایت ہی اختصار کے ساتھ شریعت کی خصوصیات وامتیازات کا ذکر کروں گا، تاکہ آج کا مسلمان نوجوان شریعت کی حقیقت کو سمجھ کر گلے سے لگائے اور باطل کو ریزہ ریزہ کردے، جیسا کہ قانون الٰہی ہے: "بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَی الْبَاطِلِ فَیَدْمَغُہٗ فَاِذَا ھُوَ زَاھِقٌ"۔

شریعت اسلامیہ کی پہلی خاصیت وامتیاز ربانیت ہے، اس طور پر کہ اس کے تمام قوانین واحکام کا موجد خالق تعالیٰ ہے "اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ" اسی ربانیت اور خدائی دین ہونے کی وجہ سے کسی مسلمان کو اس شریعت کے احکام کے قبول کرنے یا نہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں دیا گیا ہے، جیسا کہ سورۂ احزاب میں ارشاد خداوندی ہے: "وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ

وَّلا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْراً أَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ "اسی طرح سورۂ نساء میں اللہ جل مجدہ ارشاد فرماتے ہیں:" فَلا وَرَبِّكَ لا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيماً " اور متعدد مقام پر فرمایا:" وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ "............" فَأُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ "............ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ "۔

یہی وجہ ہے کہ شریعت کے وہ احکام جو ربانیت سے متصف ہیں، مسلمانوں کے دلوں میں وہ احترام، فرمانبرداری اور اطاعت پاتے ہیں، جو کسی ایسے بشری قانون کو حاصل نہیں جو ایک انسان دوسرے کے لئے بناتا ہے، اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کا حکم ہے:" وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْماً لِّقَوْمٍ يُّوقِنُونَ "۔

شریعت اسلام کی دوسری خاصیت و امتیاز یہ ہے کہ اپنے جملہ احکام بنیادی اصولوں اور توجہات کے اعتبار سے عالمگیر اور سب کے لئے یکساں طور پر رحمت بن کر آئے:" وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ " بشیر و نذیر بن کر آئے" وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيراً وَّنَذِيراً " اور سب کی طرف رسول بن کر آئے" قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعاً " اگر اس کا وضع کرنے والا کوئی انسان فرد یا جماعت ہوتی تو اس میں ضرور عصبیت آتی، لیکن اس کا موجد خالق لم یزل ہے، اس لئے شریعت محمدیہ میں قومیت، عصبیت اور لسانیت کا شائبہ تک نہیں۔

تیسری خاصیت و امتیاز یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ ایسے نظاموں، احکامات اور مصالح پر مشتمل ہے جو تعمیری، تکوینی اور اصلاحی پہلوؤں میں سے ہر ایک کو شامل ہے، خواہ ان

کا تعلق عقائد، عبادات، اخلاق سے ہو یا ان کا تعلق دیوانی، فوجداری امور، شخصی احوال، معاشرتی نظاموں اور بین الاقوامی قوانین سے ہو یا حکومت کے بنیادی اصولوں، اقتصادیات کے قواعد اور فاضل معاشرے کے جواہر پاروں سے متعلق ہو، قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًی وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ''۔

عزیزانِ گرامی! شریعت کی چوتھی اور پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ اس کے کلی قواعد موجودہ ترقی یافتہ زمانے کی حاجات پوری کرنے کے لئے کافی ہیں، خصوصاً معاملات کے احکام، دستوری مسائل، اقتصادی نظام اور بین الاقوامی تعلقات ہیں، قرآن کریم نے دستوری و عدالتی امور میں بڑی وضاحت سے عدل کے بنیادی اصول کی صراحت کی'' اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی'' اور ''وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ''۔

یہ مسلم کلی قاعدے ہیں، اس میں تغیر اور تبدل کی گنجائش نہیں، ہر زمانے اور ہر جگہ میں اس پر عمل کرنا واجب ہے اور مشاورت کا اصول بھی بیان فرمادیا: ''وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ''۔ یہ بھی قاعدہ کلیہ ہے جو ہر زمانے میں قابل عمل ہے مالی معاملات کی ترتیب و انتظام کا اصول و قاعدہ بھی قرآن مجید میں مذکور ہے: ''یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْهُ وَلْیَکْتُبْ بَّیْنَکُمْ کَاتِبٌ بِالْعَدْلِ''۔

شریعت کا جدید مسائل کے حل پر قادر ہونا اور چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود قابل عمل رہنا جس چیز پر دلالت کرتا ہے، وہ یہ ہے کہ اس شریعت نے ایسے قوانین و قواعد پیش کئے ہیں جو نصوص اور شرعی قواعد سے ماخوذ ہیں۔ آج کے مضطرب معاشرے میں عدل و انصاف کا فقدان ہے: ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کے قواعد کے مطابق عدالتیں فیصلے کرتی

ہیں، لیکن شریعت اسلام تن تنہا اس کائنات میں عدلِ مطلق کی علمبر دار ہے۔

یہود میں اگر کوئی بڑے خاندان کا آدمی ظلم کرتا تو اس کی سزا میں تخفیف کی جاتی، شریعت نے ان جیسے اصولوں کی دھجیاں بکھیر دیں، پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: "لَوْ كَانَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ سَرِقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا" کیونکہ ایسی ہی شریعت دنیا کے لئے حق اور عرفان کے انوارات برساتی ہے اور انسانیت کے آسماں پر ہدایت، علم وترقی وتمدّن کے مینارے بلند کرتی ہے اور زمانے کے ضمیر میں عزت، قوت، عظمت اور ابدیت وخلود کی نشانیاں لکھ دیتی ہے۔

قیادت ہاتھ میں لو اے مسلمانو! زمانے کی
وگرنہ کفر دنیا کو ہلاکت میں گرا دے گا
نظامِ دین رحمت ہے بشارت ہے بہاروں کی
اسے نافذ کرو یہ دنیا کو جنت بنا دے گا

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

زکوۃ کی فضیلت وحکمت

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ......اَمَّابَعْدُ:فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ،بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:"خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ وَتُزَکِّیْھِمْ بِھَا وَصَلِّ عَلَیْھِمْ".وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :"اِنَّ الصَّدَقَۃَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِیْتَۃَ سُوْءٍ" صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ الْکَرِیْمُ..

کچھ اس کی خبر بھی ہے تجھ کو وہ سوزِ جہنم کیا ہوگا
جس آگ کا ایندھن انسان ہو اس آگ کا عالم کیا ہوگا
یہ حال ہے دنیا حاضر کا دنیا میں کسی کا کوئی نہیں
اس دور کا جب یہ عالم ہو اس حشر کا عالم کیا ہوگا

واجب القدر والتکریم اساتذہ کرام اور میرے ہمسفر ساتھیو!

آج کے اس عظیم الشان تقابلی سلسلۂ تقاریر میں بندہ جس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتا ہے،وہ ہے''زکوۃ کی فضیلت وحکمت''اللہ تعالیٰ حق وسچ گفتگو کے ساتھ بزم آرائی کی توفیق بخشے(آمین)۔

سامعین محترم!حضرت میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ زکوۃ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں:''اَلزَّکٰوۃُ فِی اللُّغَۃِ الزِّیَادَۃُ وَفِی الشَّرْعِ عِبَارَۃٌ عَنْ اِیْجَابِ طَائِفَۃٍ مِّنَ الْمَالِ فِیْ مَالٍ مَّخْصُوْصٍ لِمَالِکٍ مَّخْصُوْصٍ''اللہ

رب العزت نے زکوٰۃ کی فضیلت کے پیش نظر کلام مقدس میں نماز سے متصل ذکر کیا ہے: "اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ" اگر "اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ" پر عمل کر کے اللہ کا حق ادا کرو گے تو اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم ہوگا اور "اٰتُوا الزَّکٰوۃَ" پر عمل کر کے بندوں کا حق ادا کرو گے تو اس سے بندہ کے ساتھ تعلق بنے گا۔

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بیاسی مقامات پر قرآن مجید میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر موجود ہے: "ذِکْرُ الزَّکٰوۃِ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ لِاَنَّھُمَا مُقْتَرِنَانِ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی فِیْ اثْنَیْنِ وَثَمَانِیْنَ اٰیَۃً" ترمذی شریف میں سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث زکوٰۃ کی فضیلت میں موجود ہے: "اِنَّ اللّٰہَ یَقْبَلُ الصَّدَقَۃَ وَیَاْخُذُھَا بِیَمِیْنِہٖ فَیُرَبِّیْھَا لِاَحَدِکُمْ کَمَا یُرَبِّیْ اَحَدُکُمْ مُھْرَہٗ حَتّٰی اَنَّ اللُّقْمَۃَ لَتَصِیْرُ مِثْلَ اُحُدٍ"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ کی فضیلت اس انداز سے بیان فرماتے ہیں: "اِنَّ الصَّدَقَۃَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِیْتَۃَ سُوْءٍ"۔

صحیح مسلم میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "بَایَعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ"۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ دربار رسالت میں آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: "اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُدْخِلُنِی الْجَنَّۃَ" تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تَعْبُدُ اللّٰہَ لَا تُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا وَتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ وَتُؤْتِی الزَّکٰوۃَ" اللہ تبارک وتعالیٰ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دے کر اس کی فضیلت واہمیت کا احساس دلاتے ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ وَتُزَکِّیْھِمْ بِھَا وَصَلِّ عَلَیْھِمْ"۔

عزیزان گرامی ! مختصراً زکوٰۃ کی فضیلت کے تذکرے کے بعد اب اس کی حکمتوں پر بھی سرسری نظر ڈالتے ہیں۔

پہلی حکمت: امام غزالی رحمہ اللہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''احیاء علوم الدین'' میں رقمطراز ہیں کہ: ''زکوٰۃ دینے سے انسان کا دل بخل سے پاک ہوتا ہے، یہ بخل ایسی بیماری ہے جو انسان کو تباہ و برباد کردیتی ہے: ''اَلتَّطْهِيْرُ مِنْ صِفَةِ الْبُخْلِ فَاِنَّهُ مِنَ الْمُهْلِكَاتِ''۔

دوسری حکمت: یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے میں غریب کی اعانت ہے، تاکہ وہ بھی دلجمعی اور سکون سے اللہ کے حقوق ادا کرسکے، چنانچہ علامہ ابوبکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اِنَّ اَدَاءَ الزَّكٰوةِ مِنْ بَابِ اِعَانَةِ الضَّعِيْفِ وَاِغَاثَةِ اللَّهِيْفِ وَاِقْدَارِ الْعَاجِزِ'' آگے فرماتے ہیں: ''وَتَقْوِيَتُهٗ عَلٰى اَدَاءِ مَنِ افْتَرَضَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ''۔

تیسری حکمت: شکر نعمت ہے: ''لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ''۔

چوتھی حکمت: یہ ہے کہ زکوٰۃ وصدقات کی ادائیگی سے اللہ تعالیٰ گناہوں سے دور کرتا ہے اور مال میں برکت عطا فرماتا ہے: ''صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا''۔

پانچویں حکمت: یہ ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے انسان ذات باری تعالیٰ کی صفات سے آراستہ ہوجاتا ہے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ''۔

چھٹی حکمت: یہ ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے مال محفوظ ہوتا ہے، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حَصِّنُوْا اَمْوَالَكُمْ بِالزَّكٰوةِ''۔

ساتویں حکمت: یہ ہے کہ مجدد ملت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ''

حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَةُ" میں فرماتے ہیں: "فِيْهِ مَصْلِحَةٌ تَرْجِعُ اِلٰى تَهْذِيْبِ النَّفْسِ" اور جو اس میں بخل کرتا ہے اس کے بارے میں آگے جا کر فرماتے ہیں: "وَمَنْ كَانَ شَحِيْحًا فَاِنَّمَا اِذَا مَاتَ بَقِيَ قَلْبُهٗ مُتَعَلِّقًا بِالْمَالِ وَعُذِّبَ بِذٰلِكَ"۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کی آٹھویں حکمت: یہ بھی ہے کہ خرچ کردہ مال اللہ تعالیٰ کے ہاں ذخیرہ ہوتا ہے: "مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ"۔

حکیم الامت، مجدد ملت، سرتاج علماء دیوبند، حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اپنی بے نظیر کتاب "احکام اسلام عقل کی نظر میں" اس کی نویں حکمت: سے یوں پردہ اٹھاتے ہیں: "شہر کے اندر ضرور بالضرور ہر قسم کے ناتواں اور حاجت مند لوگ پائے جاتے ہیں، یہ حوادث اگر آج ایک پر ہیں تو کل دوسرے پر ہوں گے، اگر دفع فقر اور حاجت کا طریقہ ان میں نہ پایا جائے تو ضرور مسلمان ہو جائیں گے"۔

زکوٰۃ کی دسویں حکمت: یہ بھی ہے کہ اس سے باقی مال محفوظ ہو جاتا ہے۔ ام المؤمنین عفیفۂ کائنات، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا خَالَطَتِ الزَّكٰوةُ مَالًا قَطُّ اِلَّا اَهْلَكَتْهُ"۔

اس مختصر وقت میں زکوٰۃ کی صرف دس حکمتیں عجلت میں ذکر کر دی گئیں، تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔

الغرض زکوٰۃ کی مذہب اسلام کے اندر ایک بہت بڑی اہمیت ہے، پیغمبر اسلام محمد عربی ﷺ نے زکوٰۃ کو اسلام کے بنیادی ستونوں میں سے ایک قرار دیا ہے اور یہ مذہب اسلام کا طرۂ امتیاز ہے کہ اس نے غریبوں، بے کسوں محتاجوں کو بھی بغیر سہارے کے نہیں چھوڑا اور زکوٰۃ جیسے عمل کے ذریعے ان کی کفالت کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔

صاحب عمدۃ الفقہ صفحہ: ۷ اپر زکوٰۃ کی حکمتوں سے پردہ اٹھاتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

”زکوٰۃ وصدقات دینے سے مصائب اور بلائل سے محفوظ ماحول رہتا ہے اور زکوٰۃ ادانہ کرنے سے بارش نہ برسنا، قحط سالی وغیرہ مصیبتیں نازل ہوتی ہیں اور اگر زکوٰۃ ادا کی جائے تو چند گھرانوں میں افراط زر و سرمایہ داری کے غلبہ کے باعث نظام عالم بالکل درہم برہم ہو کر رہ جائے اور دنیا کا امن وسکون برباد ہو کر اس کی حیثیت اجڑے ہوئے ویران گھر سے زیادہ نہ رہے، القصہ اسلام نے دولت کی تقسیم کا تمام مذاہب عالم سے بہتر نقشہ پیش کیا ہے“۔

شاہراہِ دینِ حق اسلام کا پُل ہے زکوٰۃ
رکنِ اعظم ہے یہی اسلام کا بعدِ صلوٰۃ
حشر کے دن سونے چاندی ہی سے داغا جائے گا
روکتا تھا جو کوئی ان کی زکوٰۃ حینِ حیاۃ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

عزیز و اقارب اور رشتہ داروں کے حقوق

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ......اَمَّابَعْدُ:فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:"فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ"وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :"مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ" صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ الْکَرِیْمُ.

واجب القدر والتکریم اساتذہ کرام اور میرے ہمسفر ساتھیو! آج کے اس عظیم الشان تقابلی سلسلہ تقاریر میں بندہ جس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتا ہے ،وہ ہے''عزیز و اقارب اور رشتہ داروں کے حقوق'' اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ مجھے حق وسچ گفتگو کے ساتھ بزم آرائی کی توفیق بخشے (آمین)۔

سامعین محترم! قرآن مجید ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو اپنے ماننے والوں کو دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کی تلقین کرتا ہے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:''فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ'' اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ حسن سلوک کرنا ،ان کو عطاء و بخشش اور مالی و اخلاقی مدد کے ذریعے فائدہ پہنچانا، ان کے حقوق میں سے ہیں ،حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر رشتہ دار تنگدست ہوں تو اس کی مالی معاونت کرنا ،ورنہ جسمانی اور زبانی ہمدردی کرنا ،ان کی خبر گیری ، بیمار پرسی کرنا اور ان سے تعلق رکھنا ازحد ضروری ہے۔

آیت مذکورہ کے ذیل میں صاحب معارف القرآن مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد

شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرمایا ہے کہ: ”جس شخص کے ذوی الارحام رشتہ دار محتاج ہوں، اگر وہ ان کو چھوڑ کر دوسروں پر صدقہ کرے تو عنداللہ مقبول نہ ہوگا“۔ پیغمبر اسلام ﷺ فرماتے ہیں: ”مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ“۔

صاحب معارف القرآن رقمطراز ہیں کہ: ”صلہ رحمی کے یہی معنی ہیں کہ ان سے رشتہ داری کے خصوصی تعلقات ہیں، ان کی خبر گیری اور بقدر گنجائش مالی معاونت کرے“ اسی خیال سے رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ اَرْحَامَكُمْ فَاِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِي الْاَهْلِ، مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ، مَنْسَاَةٌ فِي الْاَثَرِ“ رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی سے خاندانوں میں محبت کی فضا، عمروں میں زیادتی، رزق میں کشادگی اور بری موت سے حفاظت ہوتی ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: ”مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّمَدَّ لَهٗ فِيْ عُمُرِهٖ، وَيُوَسَّعَ لَهٗ فِيْ رِزْقِهٖ وَيُدْفَعَ عَنْهُ مِيْتَةَ السُّوْءِ، فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ وَ لْيَصِلْ رَحِمَهٗ“ قرآن مجید فرقان حمید کے مطابق جو اللہ سے ڈرتے ہیں، وہ رشتہ داروں کے حقوق بھی ادا کرتے ہیں: ”وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ“۔

حضرت سلمان بن عامر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: ”جو ذی رحم رشتہ دار پر خرچ کرتا ہے اس کو دو گنا اجر ملتا ہے ایک صدقے کا اور دوسرا رشتہ داری کے حقوق کی پاسداری کا، قرآن عظیم الشان نے جن تین چیزوں کے کرنے کا حکم دیا ہے، ان میں قرابت داروں کے حقوق کی ادائیگی بھی ہے: ”اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى“۔

جو شخص قرابت داروں کا لحاظ رکھتا ہے اللہ جل مجدہ ان کو ملاتا ہے اور جو لحاظ نہیں رکھتا، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو تباہ و برباد کر دیتا ہے: "قَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ :قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ :اَنَا اللّٰهُ وَ اَنَا الرَّحْمٰنُ خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَشَقَقْتُ لَهَا مِنِ اسْمِیْ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهٗ "۔ اور جو قوم اس بات کا لحاظ نہیں رکھتی، عزیز و اقارب کے حقوق ادا نہیں کرتی، صلہ رحمی سے کام نہیں لیتی، پیغمبر اسلام ﷺ کے فرمان کے مطابق اس قوم پر رحمت نہیں اترتی: "لَاتَنْزِلُ الرَّحْمَةُ عَلٰی قَوْمٍ فِيْهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ "اور ایسا شخص جنت میں بھی داخل نہیں ہوسکتا: "عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ "۔

ام المؤمنین، عفیفۂ کائنات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پیغمبر اسلام ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ از روئے شریعت کسی مسلمان سے تین دن سے زائد قطع تعلق جائز نہیں: "قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَايَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ مُسْلِماً فَوْقَ ثَلَاثَةٍ ،فَاِذَالَقِيَهٗ مُسْلِمٌ عَلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، كُلُّ ذٰلِکَ لَايَرُدُّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِاِثْمِهٖ"

عزیزان گرامی! حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جن کے ساتھ قرابت ہو، ان سے وابستگی رکھنا ازحد ضروری ہے، خواہ مسلمان ہو یا کافر: "وَمَنْ كَانَتْ بَيْنَکَ وَبَيْنَهٗ قَرَابَةٌ فَصِلْهُ مُسْلِماً كَانَ اَوْ كَافِراً "پیغمبر اسلام ﷺ نے اس شخص سے بھی رشتہ جوڑنے کا حکم دیا ہے جو اس کو توڑتا ہے: "صِلْ مَنْ قَطَعَکَ "ایک اور روایت میں پیغمبر اسلام ﷺ نے صراحت سے رشتہ داروں کے حقوق نبھانے اور ان کو

جوڑے رکھنے کے بارے میں فرمایا: ''عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُکَافِیْ وَلٰکِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِیْ اِذَا انْقَطَعَتْ وَصَلَھَا''۔

حضرت ام المؤمنین، عفیفۂ کائنات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''اچھے اخلاق، اچھے پڑوسی اور صلہ رحمی بستیوں کو آباد کرتے ہیں اور عمروں کو لمبا کرتے ہیں، اگر چہ لوگ گناہ گار ہی ہوں'' اسی طرح سابقہ آسمانی کتب اور صحیفوں میں بھی رشتہ داروں کے حقوق کے متعلق احکام موجود تھے، چنانچہ بعض صحیفوں میں وحیٔ آسمانی یوں منقول ہے: ''یَا ابْنَ اٰدَمَ صِلْ رَحِمَکَ، فَاِنْ بَخِلْتَ بِمَالِکَ اَوْ قَلَّ مَالُکَ فَامْشِ اِلَیْہِ بِرِجْلِکَ''۔ الغرض قرآن مجید فرقان حمید کی کئی آیتیں، مفسرین رحمہم اللہ کے اقوال، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی حدیثیں، محدثین کی تشریحات عزیز و اقارب اور رشتہ داروں کے حقوق پر شاہد عدل ہیں۔

تو کر خدمت عزیزوں کی یہ فرمانِ خدا ہے
یہ مذہب اسلام ہے جو سب سے جدا ہے
کر ایثار مال و زر اپنے رشتہ داروں پر
ذخیرہ ہوگا وہاں پر یاں تو سب کچھ ملتا ہے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

گستاخانہ خاکوں کی مُسلسل اشاعت اور مغرب کا کردار

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ،

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: ”وَلَا تُطِعْ کُلَّ حَلَّافٍ مَّهِیْنٍ، هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِیْمٍ، مَنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ، عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِیْمٍ“. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

قابلِ صد تکریم معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم سفر طلبہ ساتھیو! آج کے اس عظیم الشان تقابلی سلسلۂ تقاریر میں بندہ جس موضوع کو لے کر حاضر ہوا ہے وہ ہے ”گستاخانہ خاکوں کی مُسلسل اشاعت اور مغرب کا کردار“۔

عزیزانِ من! فرحت وسُرور کی اس بزم نشاط سے میں آپ بلبلانِ چمن کو ایک ایسے دلخراش ودلگداز واقعات وتسلسل کی جانب لے جانا چاہوں گا، جہاں مغرب کے مادر پدر آزاد فحاشی وعریانی، شراب نوشی میں مست اسلام کے خلاف سینوں میں دہکتی آگ کو بجھانے کے لئے پیغمبرِ اسلام فخرِ دو جہاں زُبدۂ زمین وزماں حضرت محمد عربی ﷺ کے خاکے شائع کرکے امت مسلمہ کے زخموں پر نمک پاشی کرنے میں آئے روز مصروفِ عمل رہتے ہیں، بغض وعداوت کی اس آگ کی طرف اشارہ کرکے قرآن مجید نے ابوجہل اینڈ کمپنی کو ”مُوْتُوْا بِغَیْظِکُمْ“ کا مشورہ دیا تھا، ان کی ذریت آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی محمد عربی ﷺ کے خلاف بے ہودہ حرکات سے باز نہیں آتے، کیونکر وہ باز آتے؟۔

جنگ بدر، احد، احزاب وغیرہ میں آپ ﷺ نے کفار کی جو کمر توڑ دی تھی، آج بھی جب اس زخم کی ٹیسیں اٹھتی ہیں تو مشرق سے مغرب تک عالم کفر چلا اٹھتا ہے اور ”اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ“ کا عملی نمونہ بن کر اسلام کے صف آراء ہوتا ہے تو پٹ کر بھاگنے میں عافیت سمجھتا ہے، اس لئے پینترا بدل کر اسلام کے خلاف اعصابی جنگ شروع کر رکھی ہے، پیغمبرِ اسلام محمد عربی ﷺ کے خاکوں کی اشاعت اس صلیبی واعصابی جنگ کی ایک کڑی ہے۔

ان واقعات کو حالیہ چند سالوں کے تاریخی تسلسل کی نظر میں دیکھا جائے تو اس راہ بد کا سب سے پہلا راہی ڈنمارک کا ایک بدنام زمانہ اخبار''جیلانڈ پوسٹن'' ہے، جس نے ۳۰ ستمبر ۲۰۰۵ء کو یہ خاکے شائع کر کے امت مسلمہ کے عقیدت ومحور پر براہ راست حملہ کیا، ۳ نومبر کو جرمن اخبار نے بھی یہ خاکے شائع کیے، جنوری ۲۰۰۶ء کو بائیس ممالک کے ۷۴ اخبارات ورسائل نے بھی یہ خاکے شائع کیے، یکم فروری ۲۰۰۶ء کو فرانس، جرمن، اٹلی، اسپین اور ہالینڈ کے اخبارات بھی یہ خاکے شائع کر کے صلیبی جنگ میں باقاعدہ شریک ہوئے۔

۴ فروری کو پولینڈ اور نیوزی لینڈ کے اخبارات نے بھی توہین آمیز خاکے شائع کر کے ان سے اظہار یکجہتی کیا، ۸ فروری کو فرانس کے ایک ہفت روزہ جریدے نے تیرہ (۱۳) خاکے شائع کئے اور برازیل میں یہ خاکے ویب سائٹ پر دکھائے گئے، ۱۴ فروری کو اٹلی کے ایک ملعون منسٹر نے ٹی شرٹ پہنی جس پر سرکار دو جہاں ﷺ کے خاکے بنے ہوئے تھے، ۲ فروری ۲۰۰۸ء کو ڈنمارک، جرمن، بیلجیم کے اخبارات کے علاوہ امریکا کے''نیویارک سن'' بھی یہ خاکے شائع کیے اور پرتگال کے اخبار''پبلک'' نے ایسے خاکے شائع کیے جس میں آپ ﷺ کو فدائی بمبار کی صورت میں دکھایا گیا تھا۔

۳ رہ فروری کو بیلجیم، جنوبی کوریا، سوئٹس اور یوروگائے کے اخبارات نے بھی یہ خاکے شائع کیے اور آسٹریلیا کے ٹی وی نے شام کی خبروں میں یہ خاکے براہ راست دکھائے، جنوری ۲۰۱۰ء کو ناروے کے اخبارات نے بھی توہین آمیز خاکے شائع کیے، ان تمام خباثتوں پر امت مسلمہ نے زوردار احتجاج کیا تو ڈنمارک کے وزیراعظم نے گیارہ مسلمان سفراء سے ملنے سے انکار کر دیا، بعد میں جب ستائیس مسلمان تنظیموں کے سترہ ہزار مسلمانوں کے دستخط شدہ احتجاجی ریکارڈ ان کے حوالہ کیا گیا تو لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ:

مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم اکیلے نہیں۔

اور امریکا بدمعاش نے ڈنمارک کو ہر قسم کی معاشی امداد کی بھرپور یقین دہانی کرادی، برطانیہ اور یورپی یونین نے ان کی ڈوبتی ہوئی معیشت کو سہارا دینے کے لئے اپنے

کندھے رضا کارانہ طور پیش کیے اور اس کو اظہار آزادئ رائے سے تعبیر کیا اور احتجاج کرنے والے مسلمانوں کو شدت پسند گردانا گیا، لیکن جب انگلستان کے اخبار "اینڈی پنڈنٹ" نے کسی نبی کا نہیں، کسی مذہبی لیڈر کا نہیں، بلکہ ایک ملعون، خونخوار، دہشتگرد جرنیل ایریل شیرون کا کارٹون شائع کیا، جس میں اسے فلسطینی بچوں کا خون چوستے دکھایا گیا تھا تو برطانیہ، امریکہ سمیت عالم کفر سراپا احتجاج بن گیا، ایسے مقام پر پہنچ کر ان کے آزادئ اظہار رائے کے غبارے سے ہوا خود بخود نکل جاتی ہے، جہاں ان کے مفادات کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

قرآن مجید ایسے گستاخ لوگوں کی اصلیت کو ظاہر کرتا ہے: "وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ، هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ، مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ، عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ "۔حرامی کے علاوہ کوئی اس کی جسارت نہیں کرسکتا، یہود و نصاریٰ جتنی بھی گستاخیاں کریں، خاکے بنائیں، سورج کی طرف تھوکا ہوا اپنے منہ پر گرتا ہے، سورج کو نقصان نہیں پہنچا سکتا، محمد عربی ﷺ کی شان میں کوئی کمی نہیں آئے گی، رب کا فرمان ہے: "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" آپ ﷺ کی شان تو یہ ہے کہ:

حسینوں میں یوسفؑ جمیلوں میں یحیٰؑ
طبیبوں میں عیسیٰؑ سے بڑھ کر مسیحا
ابراھیمؑ ثانی جلالت میں موسیٰؑ
نہیں بلکہ سارے نبیوں میں یکتا
نہیں ہے خدا کوئی معبودیت میں
محمدؐ بھی یکتا ہے محبوبیت میں

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

تعصب کے خاتمے کے لئے اسلامی تعلیمات

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ...... اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: "یَا أَیُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّأُنْثٰی وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا". صَدَقَ اللهُ الْعَظِیْمُ.

یہی مقصودِ فطرت ہے یہی رمزِ مسلمانی
اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی
بتانِ رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی، نہ افغانی

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہمسفر طالب علم ساتھیو! عاشقانِ علم اور فدایانِ دینِ متین کی اس محفل میں شہسوارانِ خطابت کے درمیان مجھے جس عنوان پر گفتگو کرنے کا مکلف بنایا گیا ہے، وہ ہے "تعصب کے خاتمے کے لئے اسلامی تعلیمات"۔

گرامی قدر سامعین! آپ اپنے گردوپیش کا بنظرِ غائر جائزہ لے لیں تو آپ کو پورا معاشرہ قوم، قبیلوں اور حسب ونسب کی تفریق کا شکار نظر آئے گا، خاندانوں اور برادریوں کی بنیاد پر عزت وافتخار کے سانچے بنتے اور ٹوٹتے نظر آئیں گے، قومیت اور لسانیت کی بناء پر جھگڑوں اور فسادات کا لامتناہی خونی سلسلہ نظر آئے گا اور ہر طرف رنگ و نسل پر فخر ومباہات کے نعرے نظر آئیں گے، یہ سب کچھ ان منفی خیالات ونظریات کی پیداوار ہیں جو انسان کے دل ودماغ میں عصبیت کے جذبات کو ابھارتے ہیں، جس کے نتیجے میں معاشرے کی اکائی تہس نہس ہو کر رہ جاتی ہے اور ملت کی جمعیت افتراق وانتشار

کے تنکوں میں بکھر جاتی ہے۔

محترم سامعین! آج ہمارا پورا معاشرہ شعوب وقبائل کی تفریق وتقسیم کا شکار ہے، قوم اور قبیلوں پر تفاخر کی وباء عام ہے، فخر ومباہات کی یہ وباء معاشرے کے ہر ہر فرد کے رگ وپے میں سرطان کی طرح سرایت کر چکی ہے، لیکن اسلام عصبیت کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ شعوب وقبائل سے انتساب تفاخر کے لئے نہیں، بلکہ تعارف کے لئے ہوا کرتا ہے: "يَآ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا" خاندانی شرافت کو فوقیت وکرامت کی علامت سمجھا جاتا ہے، لیکن اسلام اس نظریہ کو مسترد کرتے ہوئے تقویٰ کو مدار کرامت قرار دیتا ہے: "إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ"۔

محض قوم اور قبیلے کی حمایت میں حق وباطل کی تمیز کے بغیر ایک دوسرے کو قتل کرنا عام وطیرہ بن چکا ہے، لیکن اسلام اس تعصب کا خاتمہ اس انداز میں کرتا ہے: "لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَى الْعَصَبِيَّةِ وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصَبِيَّةً وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلٰى عَصَبِيَّةٍ" نیشنلزم کی تحریکوں کو کچلتے ہوئے اسلام اعلان کرتا ہے: "مَنْ نَصَرَ قَوْمَهٗ عَلٰى غَيْرِ الْحَقِّ فَهُوَ كَالْبَعِيْرِ الَّذِيْ رَدٰى فَهُوَ يُنْزَعُ بِذَنَبِهٖ" اور ہر حال میں معاشرے کی وحدت کو قائم رکھنے کی تاکید کرتا ہے: "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا" دینِ اسلام نسبی عصبیت کا خاتمہ کبھی "اَلَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ" کہہ کر اور کبھی "إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْأَلُكُمْ عَنْ أَحْسَابِكُمْ وَلَا عَنْ أَنْسَابِكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" کہہ کر اور کبھی "لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ يَفْتَخِرُوْنَ بِآبَائِهِمْ" کہہ کر کرتا ہے، فاتح خیبر داماد پیغمبر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَلنَّاسُ مِنْ جِهَةِ التَّمْثِيلِ اَكْفَاءُ
اَبُوهُمْ آدَمُ وَ الْاُمُّ حَوَّاءُ
فَاِنْ يَّكُنْ لَهُمْ مِنْ اَصْلِهِمْ شَرَفٌ
يُفَاخِرُوْنَ بِهٖ فَالطِّيْنُ وَ الْمَاءُ

محترم سامعین!

اس نوع کی بے شمار آیات واحادیث ہیں، جن میں تعصب کے خاتمے کی تعلیم دی گئی ہے، کہیں "وَمِنْ اٰيَاتِهٖ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ " کہہ کر رنگ وزبان کے اختلاف کو معرفتِ خداوندی کی علامت قرار دیا، کہیں "اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّلْعَالِمِيْنَ " کہہ کر اربابِ فکر ونظر اور حاملانِ قلب وجگر کو معرفت الٰہی کا سامان فراہم کیا۔

کہیں "لَافَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَلَالِعَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ وَلَالِاَسْوَدَ عَلٰی اَحْمَرَ وَلَالِاَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی " کہہ کر رنگ ونسل کی عصبیت کا خاتمہ کیا، کہیں: "اَبِدَعْوَی الْجَاهِلِيَّةِ وَاَنَا بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ بَعْدَ اَنْ اَكْرَمَكُمُ اللّٰهُ بِالْاِسْلَامِ " کہہ کر قبائلی عصبیت کا سدباب کیا، جب مذہبی عصبیت کی بات آئی تو "اَلْمُسْلِمُوْنَ اِخْوَةٌ لَافَضْلَ لِاَحَدٍ عَلٰی اَحَدٍ اِلَّا بِالتَّقْوٰی " کہہ کر انسدادِ عصبیت کیا۔

سامعینِ محترم! سمجھ لیجئے کہ وطنی قومیت، لسانی قومیت، نسبی قومیت اور قبائلی قومیت یہ تمام وہ بت ہیں، جن کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے قدم مبارک سے کچلا تھا، اگر قرآن میں عصبیت بنیاد ہوتی تو قرآن کریم یہ اعلان نہ کرتا "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ" کہ مسلمان تو آپس میں بھائی بھائی ہیں، مگر افسوس! آج ہم نے اللہ تعالیٰ کے قرآن اور نبی

ﷺ کے فرمان کو پس پشت ڈال کر علاقائیت اور لسانیت کو ایسی ہوا دے رکھی ہے کہ کہیں صوبائی اور لسانی حقوق کی باتیں ہو رہی ہیں تو کہیں الگ صوبے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں، آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اٹھ کر عصبیت کے بتوں کو پاش پاش کر کے ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی کریں، یہی وقت کا تقاضہ ہے۔

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا
غبار آلودہ رنگ و نسل ہیں بال و پَر تیرے
تو اے مرغِ حرم اڑنے سے پہلے پَرفشاں ہو جا

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

صفتِ علمِ غیب خاصۂ خداوندی

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ...... اَمَّابَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: "وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ". وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "قَدْعَلَّمَنِیَ اللّٰهُ خَیْرًا وَاِنَّ مِنَ الْعِلْمِ مَالَایَعْلَمُهٗ اِلَّا اللّٰهُ". صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ.

شعلہ بن کر پھونک دے خاشاک غیراللہ کو
خوفِ باطل کیا کہ جب غارت گر باطل بھی ہو

میرے واجب الاحترام معزز ومکرم اساتذہ کرام وطلباء عظام! میں آج کے اس منعقد کردہ پروگرام میں "صفتِ علمِ غیب خاصۂ خداوندی" کے عنوان سے جسارتِ سخن کر رہا ہوں۔

دنیا کے تمام مذاہب کی اساس وبنیاد اس کے عقائد پر مبنی ہوا کرتی ہے، اس لئے کہ اعمال وعقائد سے مرکب چیز کا نام مذہب کہلاتا ہے، انہیں عقائد کی بنیاد پر مذہب کا حق وباطل ہونا تسلیم کیا جاتا ہے، اسلام کی اساس وبنیاد بھی ایسے عقائد پر مبنی ہے جو اس کے حق ہونے کا موجب بنتے ہیں، ان عقائد میں ایک بنیادی عقیدہ "عقیدۂ توحید" کہلاتا ہے، جس کا مطلب ومفہوم رب تعالیٰ کا اپنی تمام تر صفات وکمالات میں یکتا اور منفرد ہونا ہے، ان تمام صفات میں سے ایک صفت علمِ غیب ہے جو باجماعِ قرآن وسنت واجماعِ امت صرف اور صرف خاصۂ خداوندی ہے، جس طرح رب کی ذات تمام صفاتِ جلیلہ میں اکیلی

اور یکتا ہے، صفتِ علمِ غیب میں بھی وہ ہر طرح کی شراکت وشمولیت سے منزہ ومبرا ہے۔

کائنات میں بعد از خدا سب سے بلند ترین ہستی سید الکائنات، امام الانبیاء والعلماء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے، میرا اور میرے اکابر علماءِ دیوبند کا یہ عقیدہ ہے جو تمام امتِ مسلمہ کے عقیدے کی عکاسی کرتا ہے کہ جس قدر علوم ومعارف، مواعظ وحِکم حضور ﷺ کی ذات کو عطا کئے گئے ہیں، پوری کائنات کے علوم ومعارف اس کے عشرِ عشیر کو نہیں پہنچ سکتے، مگر بات ہے جمیع علمِ غیب کی جو نصوصِ قطعیہ وظنیہ سے اور نصوصِ اصلیہ وفرعیہ سے صرف رب کے ساتھ ہے، جس طرح اور صفات میں رب کا کوئی شریک نہیں ہے، اس صفت میں بھی کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔

میرے بھائیو! آج محلِ نزاع مسئلہ جمیع علمِ غیب کے حصول کا ہے، میں نے قرآن سے سوال کیا: جمیع علمِ غیب کسی کو حاصل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ جواب ملتا ہے: "وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ إِلَّا هُوَ" آپ کتابیں اٹھا کر دیکھئے! نحو میر اٹھائیں، ہدایۃ النحو اٹھائیے، کافیہ وجامی اٹھا کر دیکھ لیجئے "إِلَّا" اور "إِنَّمَا" حصر کا معنی پیدا کرتا ہے یا نہیں؟ "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ" میں حصر ہے "إِلَّا" کی وجہ سے، یعنی صرف اللہ ہی معبود ہے اور کوئی معبود نہیں تو پھر ماننا پڑے گا "لَا يَعْلَمُهَآ إِلَّا هُوَ" میں بھی حصر ہے، جمیع علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے "وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ" میں حصر آتا ہے، "تَقَدُّمُ الشَّيْءِ مَاحَقُّهُ التَّأْخِيرُ" کی وجہ سے۔

میں نے آقا ﷺ سے سوال کیا: حضرت! آپ فرمائیے، آپ کو علمِ غیب کے خزانے ملے ہیں یا نہیں؟ آقا ﷺ جواب میں فرماتے ہیں: "لَآ أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ أَعْلَمُ الْغَيْبَ"۔ میں نے عرض کیا: حضرت! آپ کو اللہ تعالیٰ نے سب علمِ غیب

عطا کیا ہے یا نہیں؟ آپ ﷺ جواب دیتے ہیں: "قد علمنی اللّٰہ خیرا وان من العلم ما لایعلمہ الا اللّٰہ"

میں درِ صحابہؓ پر جاتا ہوں، پیغمبر کی ازواج کا عقیدہ معلوم کیا تو وہاں حضرت زینب و حفصہ ؓ، حضور ﷺ کو "من انبأک ھذا" کہہ کر اپنا عقیدہ واضح کرتی ہوئی نظر آتی ہیں، میں حضور ﷺ کی زوجہ و رفیقہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کے پاس پہنچا کہ اماں جی! آپ حضور ﷺ کے علم غیب کے بارے میں بتائیں، سیدہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں: "من حدثک انہ یعلم الغیب فقد کذب" جو شخص حضور علیہ السلام سے جمیع علم غیب ثابت کرے، وہ جھوٹا ہے رب کے سواء کسی کو علم غیب نہیں ہے۔

میرے بھائیو! فریق مخالف علم غیب کے اثبات پر ایک آیت سے بہت زیادہ دلیل پکڑتا ہے: "عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا، الا من ارتضی من رسول" یعنی اللہ تعالیٰ جس رسول سے زیادہ راضی ہوتا ہے اسے علم غیب ظاہر کر دیتا ہے، میں جواب میں کہوں گا، اس آیت کی تفسیر میرے اکابر بیان کریں تو اختلاف کر سکتا ہے، تیرے اکابر بیان کریں، میں اختلاف کر سکتا ہوں۔

آیئے! ائمہ حنفیہؒ سے پوچھتے ہیں، ائمہ شوافعؒ سے پوچھتے ہیں کہ، اس آیت کا مطلب کیا ہے؟ ائمہ حنفیہؒ میں عظیم مفسر قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں: "الا من ارتضی لعلم بعضہ حتی یکون معجزۃ لہ" علامہ محمود نسفی الحنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "قد ارتضاہ لعلم بعض الغیب" ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فانہ یقتضی اطلاع الرسول علی بعض الغیب" کوئی بھی معتبر تفسیر اٹھاؤ! پیغمبر علیہ السلام سے بعض علم غیب کا ثبوت ملے گا، اگر یہ تمام ائمہ پیغمبر علیہ السلام سے علم کی نفی کر کے کافر و گستاخ نہیں ہیں تو پھر ہم بھی

ان کے نقشِ قدم پر چل کر کافر و گستاخ نہیں ہیں۔

میرے بھائیو! جب منافقین نے اپنے دجل و نفاق کا ثبوت دے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام تراشی کی، مدینہ کا ہر فرد غم و حزن میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے، میں نے فریق مخالف سے سوال کیا، اگر علم غیب تھا تو حضور ﷺ کو پریشان ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ جواب دیتا ہے: حضور ﷺ کو پتہ تھا، ظاہر نہیں کیا۔ سرتاجِ حنفیہ ملا علی قاری رحمہ اللہ جواب دیتے ہیں: ”لَمْ يَكُنْ يَعْلَمُ حَقِيقَةَ الْأَمْرِ حَتّٰى جَاءَهُ الْوَحْيُ مِنَ اللّٰهِ تعالىٰ بِبَرَاءَتِهَا“ فریق مخالف کہتا ہے: اگر علم غیب نہ مانو تو حضور ﷺ کا رتبہ کم ہوتا ہے، صاحب روح المعانیؒ جواب دیتے ہیں: ”وَقَدْ عُدَّ عَدَمُ عِلْمِهٖ بِأَمْرِ الدُّنْيَا كَمَالًا فِيْ مَنْصَبِهٖ“ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع علم غیب نہ ہونا منصب کے منافی نہیں، بلکہ کمالِ منصب کا حصہ ہے، ان تمام اقتباسات کو مدنظر رکھ کر میں علماءِ دیوبند کا بیٹا بن کر فریق مخالف کو دعوتِ حق دوں گا کہ وہ اسلاف کے راستے کو اپنا لے، ورنہ میں کہوں گا:

ہماری منزل کا ہے وہ دشمن ہماری راہیں بگاڑتا ہے
کھلیں گے کچھ قدرتی شگوفے جب اپنے کانٹے وہ بو چکے گا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اربابِ اقتدار، ماضی اور حال کے آئینہ میں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّانَبِيَّ بَعْدَهٗ ...... اَمَّابَعْدُ : فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: "وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ". وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا". اَوْكَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ.

وضاحت کر نہیں سکتا مگر آواز دیتا ہوں
اس دارِ اسلام میں عادل حکمرانوں کی ضرورت ہے

عمر کا فاصلہ لمحوں میں سمٹ جاتا ہے
ظلم جب حد سے گزرتا ہے تو مٹ جاتا ہے
چیخ بن کر جب بغاوت کی صدا اٹھتی ہے
تو آمرِ وقت کا تختہ بھی الٹ جاتا ہے

اربابِ علم و دانش! آج کی اس پررونق محفل میں توفیقِ خداوندی سے بندہ جس موضوعِ سخن کو لے کر حاضر ہوا ہے، وہ ہے "اربابِ اقتدار، ماضی اور حال کے آئینہ میں"۔

گرامی قدر سامعین! جب تک سلاطین اور حکمرانوں میں اخلاص، للّٰہیت ،

عدل وانصاف اور غریب پروری کا جذبہ موجود تھا، اس وقت زمین پر انوارات کی بارشیں برستی تھیں، یہ سرزمین عدل وانصاف کے مرکز کا نقشہ پیش کرتی تھی، قوم میں اتحاد واتفاق اور یکجہتی تھی، انصاف عدالتوں میں ہی بلکہ دہلیز پر ملتا تھا، اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی تھی، دنیا پر حاکمیت کا استحقاق صرف مسلمانوں کو حاصل تھا، مگر جب سے یہ صفات سلاطین اور حکمرانوں میں ناپید ہوتی چلی گئیں، اس وقت سے زمین کا حلیہ بگڑ گیا، عدل وانصاف کی جگہ جور وستم اور ظلم وسفاکیت نے لے لی، مسلمان قومیں فاتح بننے کے بجائے مفتوح اور مغلوب ہوتی چلی گئیں، مسلمانوں کی وہ زریں تاریخ جس کو بیان کرتے ہوئے خطیب کا انداز بھی جھوم جاتا ہے، آج وہ افسانوں میں تبدیل ہوگئی۔

آیئے! ماضی اور حال کے آئینہ میں مسلم سلاطین اور حکمرانوں کا تاریخ کے تناظر میں موازنہ کرتے ہیں تو تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ایک زمانہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یمن کے گورنر کے گھر کا معائنہ کرنے کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں پر علاوہ قرآن مجید، مصلی اور لوٹے کے کچھ نہیں پایا تو انہوں نے اپنے گورنر کو مخاطب کرکے فرمایا کہ زمانہ بدل گیا، مگر آپ نہیں بدلے۔

لیکن افسوس! آج کل کے حکمرانوں پر کہ کرسی اور اقتدار پر بیٹھتے ہی ان کی زندگیوں میں انقلاب کی رفتار عیش پرستی کی طرف تیز سے تیز تر ہوتی جارہی ہے، کل کا وزیر اعظم آج غداری اور چوری کی بدولت اسیرِ اعظم بن جاتا ہے، لیکن جب احتساب کا وقت آتا ہے تو غدار راتوں رات فرار کردیا جاتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں بھیڑیئے اور بکریاں ایک گھاٹ میں پانی پیتے تھے، جس دن بھیڑیئے نے بکری کاٹ ڈالی تو بڈو چرواہے کو یقین ہوگیا کہ امن کا

وہ پیکر آج دنیا سے چل بسا، جس کی موجودگی میں بھیڑیئے کو بھی امن بگاڑنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی، مگر افسوس! اس کے حکمرانوں نے امن و امان کا ایسا خون کیا کہ ان کے دور حکومت میں بھیڑیئے اور بکری تو کیا، ایک انسان دوسرے انسان سے محفوظ نہیں، بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ آج مسلمان نے دوسرے مسلمان بھائی کے خون سے ہاتھ رنگے ہوئے ہیں، گلی کوچوں میں مسلمانوں کی سسکیاں سنائی دے رہی ہیں، نہ عزت وعفت محفوظ، نہ مال و دولت محفوظ، خدا جانے آنے والی نسلیں ہماری اس تاریخ کو پڑھنے کے لئے کہاں سے حوصلہ تلاش کریں گی؟۔

کسی زمانہ میں حکمرانوں میں اخلاص وللّٰہیت اور خدا پرستی اور عبادت گزاری کا ایسا جذبہ موجود تھا کہ جب خواجۂ خواجگان سید قطب الدین کا کی رحمۃ اللہ علیہ وفات پاتے ہیں تو وصیت کرتے ہیں کہ میرا جنازہ وہ شخص پڑھائے، جس کی عمر بھر تکبیر اولی فوت نہ ہوئی ہو، عمر بھر تہجد کی نماز فوت نہ ہوئی ہو، زندگی میں کبھی غیر محرم پر نظر نہ پڑی ہو، دہلی میں جنازہ رکھا ہوا ہے، لیکن لاکھوں کی تعداد میں موجود لوگوں کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر سے کوئی شخص ایسا نہیں نکلا جو اس معیار پر پورا اتر سکے، اتنے میں بادشاہ وقت سید قطب الدین التمش رحمۃ اللہ علیہ آگے بڑھ کر خواجۂ خواجگان سید قطب الدین کا کی رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانی کا بوسہ لیتے ہوئے نماز جنازہ پڑھاتے ہیں۔

عزیزانِ من! وہ بادشاہ اخلاص کا کیسا سر چشمہ ہوگا؟! ان کے دل میں خوفِ خدا اور خشیت الٰہی کا کیا عالَم ہوگا؟! ریاضت وعبادت کی کیا کیفیت ہوگی؟! لیکن افسوس! تاریخ کے ماتھے پر داغ اب ثبت ہو چکا ہے، آج اگر ایسے لوگوں کو تلاش کیا جائے، جنہوں نے زندگی بھر نہ نماز پڑھی ہو، نہ تہجد، نماز، روزہ، حج اور نہ زکوٰۃ کے مفہوم سے واقف نہ ہو، سود

اخلاص جیسی سورۃ تک حفظ نہ ہو، بلکہ رقص وسرود کی مجلسیں سجاتے ہوں، جور وستم اور ظلم و سفاکیت میں ہاتھ رنگے ہوئے ہوں، تو ہمارے اس دور کے حکمران ان صفات سے متصف نظر آئیں گے۔

ایک زمانہ میں اورنگزیب عالمگیر ہندوستان کے پانچ سو علماء کو جمع کر کے عدالتوں کی سہولت کی خاطر فتاوی عالمگیری جیسی عظیم الشان کتاب لکھواتے ہیں تو آج کے نام نہاد حکمران عدالتوں کے لئے بنا آئین امریکا اور یورپی ممالک سے لاتے ہیں، علماء کو تحفظ دینے کی بجائے، مدارس ومساجد کی حفاظت کرنے کی بجائے ان کو دن دہاڑے شہید کرنا ان کا محبوب مشغلہ بن چکا ہے، کبھی مسلمانوں کے فیصلے قرآن وسنت کی روشنی میں ہوا کرتے تھے، آج ان سے اپنے آئین کے نفاذ کا اختیار بھی چھن چکا ہے، کبھی مسلمانوں کی عظمت و جلال سے قیصر وکسریٰ کی عمارتوں میں دراڑیں پڑتی تھیں، آج خود مسلمانوں کی بنیادیں زمین بوس ہوتی جارہی ہیں۔

میرے دوستو! آج دنیا بھر کے مسلمانوں اور ارباب اقتدار کو صحیح سوچ وچار، غور وفکر، تدبر وتحمل کی زحمت گوارہ کر کے ماضی اور حال کا موازنہ کرنا ہوگا، پھر اپنے مستقبل کے لئے لائحہ عمل طے کرنا ہوگا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

جھوٹ کے نقصانات

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد!

قابل صد احترام اساتذہ کرام اور میرے ہم عصر و ہم مکتب طالب علم بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

سامعین محترم! آج کی گفتگو کا عنوان ہے جھوٹ کے نقصانات۔ جھوٹ بولنا اخلاقی برائیوں میں سے ایک انتہائی کمینی اور قابل اصلاح برائی ہے اسلام کی نظر میں جھوٹ سب سے بری خصلت ہے جھوٹ کی برائی اور قباحت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اسلام نے اسے نفاق کی خصلتوں میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ امام بخاری و مسلم وغیرہ سیدنا عبداللہ ابن العاص ؓ سے روایت ہے کہ جناب مصطفیٰ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص میں یہ چار باتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے ایک بات ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی جب تک وہ اسے چھوڑ نہ دے۔ یہ چار باتیں کون سی ہیں کہ جن کے پائے جانے سے آدمی بزبان رسول اللہ ﷺ منافق قرار پاتا ہے۔

(۱) اِذَا ائْتُمِنَ خَانَ — جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

(۲) وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ — جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے

(۳) وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ — جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے

(۴) وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ — جب جھگڑے تو فحش گوئی کرے

سامعین محترم! جھوٹ کی قباحت اور شناعت اور برائی کے لئے یہ بات کافی ہے کہ اس کا مرتکب اور جھوٹ بولنے والا اللہ کی ناراضگی اور عذاب میں گرفتار ہوتا ہے چنانچہ امام مسلمؒ حضرت سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ گفتگو فرمائیں گے اور نہ ان کا تزکیہ کریں گے اور نہ ان کی طرف دیکھیں گے یہ تین آدمی کون ہیں جن کے لئے یہ وعیدیں ارشاد فرمائیں

ہیں۔

(۱)شَیْخٌ زَانٍ بوڑھا زانی

(۲)وَمَلِکٌ کَذَّابٌ جھوٹا بادشاہ

(۳)وَعَائِلٌ مُتَکَبِّرٌ متکبر فقیر وضرورتمند

سامعینِ محترم! جھوٹ کی تیسری بُرائی یہ ہے کہ جھوٹ کا جو عادی بن جایگا وہ اللہ کے ہاں جھوٹوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔ امام بخاری و مسلم وغیرہ سیدنا عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا! تم جھوٹ سے بچو اس لئے کہ جھوٹ برائیوں کی طرف لے جاتا ہے اور برائیاں جہنم کی آگ کی طرف لے جاتی ہیں اور انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

سامعینِ محترم: جھوٹ کی برائی یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے اسے بری خیانت شمار کیا ہے چنانچہ ابوداؤدؒ سیدنا سفیان اسید حضرمیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اکو یہ فرماتے سنا ہے: کہ یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات کرو اور وہ اس میں تمہیں سچا سمجھ رہا ہو اور تم اسے جھوٹ بول رہے ہو۔

سامعینِ محترم! جب جھوٹ اور جھوٹ بولنے والوں کی یہ حالت ہے تو پھر ہم سب کو چاہیے کہ ہم جھوٹ سے متنفر ہو جائیں اور اس کے بُرے انجام سے ڈر جائیں اور اس کے نقصانات اور مضر اثرات کا استحضار رکھیں تا کہ ہم اس کے دام میں گرفتار نہ ہوں اور اس کے دلدل میں پھنسیں اور اس بیابان میں حیران و پریشان نہ ہوں۔

دعا فرمائیں کہ اللہ پاک ہم سب کو اس برائی سے بچنے کی توفیق وسعادت نصیب فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ